

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترجمہ

نزہۃ الخواطر

و

بہجۃ المسامع والنواظر

(پاک و ہند کے علماء اور مشاہیر کا تذکرہ)

(جلد چہارم)

مؤلف: مولانا سید عبد الحمی حسنی بریلوی (سابق مدیر ذیۃ العلماء لکھنؤ)
مترجم: ابو یحییٰ امام خاں نوشہری

○
باعث: محکمہ اوقاف و مغربی پاکستان

مقبول کیڈمی

چوک انارکلی۔ بالمقابل المینار مارکیٹ لاہور

R



۲۹۷۵۹۹۲۲

۱۵۵۳۵

۷.۴

PAKISTAN
UNIVERSITY
LIBRARY

DATA ENTERED

جملہ حقوق محفوظ

ناشر ————— ملک مقبول احمد
طباعت ————— پنجاب پریس لاہور
طبع اول ————— ۱۹۴۷ء
قیمت ————— ۳۱ روپے ۵۰ پیسے

○
مقبول صاحب دہلی لاہور

باعانت

محکمہ اوقاف (مغربی پاکستان)

فہرست افراد متن

(جلد چہارم)

الف

۱۔	شیخ ابراہیم ابن احمد	بہاری	۲۰۔	حکیم ابو الفتح ابن عبد الرزاق	گیلانی
۲۔	مید ابراہیم ابن احمد	بندادی	۲۱۔	مفتی ابو الفتح بن عبد العفور	تھانیسری
۳۔	شیخ ابراہیم ابن الجمالی	سندھی	۲۲۔	شیخ ابو الفتح بن محمد	منیری
۴۔	مولانا ابراہیم ابن فتح اللہ	ملتان	۲۳۔	خطیب ابو الفضل	گادرونی
۵۔	شیخ ابراہیم ابن محمد	ملتان	۲۴۔	سید ابو الفضل	اندر آبادی
۶۔	قاضی ابراہیم ابن محمد	کالیوی	۲۵۔	شیخ ابو القاسم احمد	مکی
۷۔	شیخ ابراہیم ابن معین	اچری	۲۶۔	شیخ ابو محمد تمیمی	برہانپوری
۸۔	حاجی ابراہیم	سرہندی	۲۷۔	قاضی ابو المعانی	بخاری
۹۔	شیخ ابراہیم	سندھی	۲۸۔	شیخ ابو الواحد	بہری
۱۰۔	شیخ ابراہیم	بروجی	۲۹۔	شیخ ابو یزید	برہانپوری
۱۱۔	شیخ ابراہیم	جوبندی	۳۰۔	مولانا اشیر الدین	کامانی
۱۲۔	قاضی ابراہیم	سندھی	۳۱۔	شیخ احمد بن ابو بکر	حضری
۱۳۔	شیخ ابو اسحاق	لاہوری	۳۲۔	شیخ احمد ابن ابو الفتح	غازی پوری
۱۴۔	مولانا ابو البقا	خراسانی	۳۳۔	شیخ احمد ابن اسحاق	سندھی
۱۵۔	شیخ ابو بکر	اکبر آبادی	۳۴۔	شیخ احمد ابن اسماعیل	ظفر آبادی
۱۶۔	شیخ ابو سعید	کالیوی	۳۵۔	شیخ احمد بن اسماعیل	سندھی
۱۷۔	قاضی ابو سعید	سندھی	۳۶۔	شیخ احمد بن بدر الدین	مصری
۱۸۔	شیخ ابو الفیث	بخاری	۳۷۔	شیخ احمد بن جعفر	گجراتی
۱۹۔	شیخ ابو الفتح بن الجمال	مکی	۳۸۔	شیخ احمد بن جلال	گجراتی

۳۹	شیخ احمد بن خطیر الدین	گوالیاری	۴۵	شیخ اسماعیل بن حسن	ناگوری
۴۰	شیخ احمد بن خلیل	بیجاپوری	۴۶	شیخ اسماعیل بن عبد اللہ	لاہوری
۴۱	شیخ احمد بن زین	جونپوری	۴۷	شیخ اسماعیل بن محمد	ملتان
۴۲	شیخ احمد بن ضیا	مندوی	۴۸	مولانا اسماعیل	نقشبندی
۴۳	شیخ احمد بن عبد القدوس	گنگوہی	۴۹	مولانا اسماعیل	عرب
۴۴	شیخ احمد بن عبد الملک	لاہوری	۵۰	شیخ افضل حسینی	کشمیری
۴۵	شیخ احمد بن محمد	شیدائی	۵۱	شیخ اللہ بخش	گیلانی
۴۶	شیخ احمد بن محمد	ہردائی	۵۲	شیخ اللہ بخش	جراتی
۴۷	شیخ احمد بن محمد	بہاری	۵۳	مولانا الہداد	سلطانپوری
۴۸	شیخ احمد بن محمد	سندیلوی	۵۴	شیخ ہداد بن حمید	مندوی
۴۹	قاضی احمد بن محمود	نصیر آبادی	۵۵	شیخ ہداد بن سعد اللہ	قنوجی
۵۱	شیخ احمد بن نظام	ماکیوہی	۵۶	شیخ ہداد بن صالح	سرہندی
۵۲	شیخ احمد بن نعمت اللہ	چندیڑی	۵۷	شیخ ہداد بن عبد اللہ	جونپوری
۵۳	شیخ احمد	سرہندی	۵۸	مولانا ہداد بن کمال	گنگوہی
۵۴	شیخ احمد	اچی	۵۹	مولانا ہداد	امروہی
۵۵	قاضی احمد	غفاری	۶۰	مولانا الیاس	اردبیلی
۵۶	قاضی احمد	سندھی	۶۱	مولانا امان اللہ	سرہندی
۵۷	سید احمد	ہروی	۶۲	سید امین الدین	جراتی
۵۸	شیخ احمد فیاض	ایٹھوی	۶۳	شیخ اولیا بن سراج	کالپوی
۵۹	شیخ احمد	ملتان	۶۴	مولانا ادیس	گوالیری
۶۰	شیخ ادھن	بگراہی	۶۵	خواجہ ایوب	اکشتی
۶۱	شیخ اسحاق بن کاکو	لاہوری	۶۶	سلطان بابر شاہ	تیموری
۶۲	شیخ اسحاق بن محمد	ملتان	۶۷	میرک بایزید	سندھی
۶۳	سکندر بن بھلول بودھی	ملک پور	۶۸	شیخ بایزید	اجمیری
۶۴	شیخ اسماعیل بن ابدال	لاہوری			

۸۹-	شیخ بایزید	انبیری
۹۰-	جام بایزید	سندھی
۹۱-	شیخ بخشو	مندھوی
۹۲-	شیخ بدر الدین	گجراتی
۹۳-	شیخ بدر الدین	اکبر آبادی
۹۴-	شیخ بدر الدین	ملتان
۹۵-	مولانا بدر الدین	سرہندی
۹۶-	شیخ بڑھن	مندھوی
۹۷-	شیخ بڑھن	مینری
۹۸-	شیخ بڑھن	اجوئی
۹۹-	برہان نظام شاہ	احمد نگری
۱۰۰-	شیخ برہان الدین	کالپوی
۱۰۱-	قاضی برہان الدین	گجراتی
۱۰۲-	شیخ برہان الدین	گجراتی
۱۰۳-	مولانا برہان الدین	ملتان
۱۰۴-	شیخ بلال محدث	سندھی
۱۰۵-	بہادر شاہ	گجراتی
۱۰۶-	شیخ بہاؤ الدین انصاری	جنیدی
۱۰۷-	شیخ بہاؤ الدین عمری	جوہپوری
۱۰۸-	شیخ بہاؤ الدین	کوڑی
۱۰۹-	مفتی بہاؤ الدین	اکبر آبادی
۱۱۰-	شیخ بہاؤ الدین قلندر	گیلانی
۱۱۱-	شیخ بہاؤ الدین	گجراتی
۱۱۲-	حکیم بھوہ خان	اکبر آبادی
۱۱۳-	شیخ پیارہ بن کبیر	مندھوی

۱۱۴-	بیرم خان خان خاناں	۱۱۴-
۱۱۵-	شیخ پیر محمد	۱۱۵-
۱۱۶-	مولانا پیر محمد	۱۱۶-
۱۱۷-	مولانا پیر محمد	۱۱۷-
ت		
۱۱۸-	شیخ تاج الدین	۱۱۸-
۱۱۹-	مولانا تقی الدین	۱۱۹-
ج		
۱۲۰-	شیخ جعفر بن میراں	۱۲۰-
۱۲۱-	جلال الدین اسماعیل	۱۲۱-
۱۲۲-	مولانا سعد اللہ	۱۲۲-
۱۲۳-	شیخ جلال الدین	۱۲۳-
۱۲۴-	شیخ جلال الدین	۱۲۴-
۱۲۵-	شیخ جلال الدین	۱۲۵-
۱۲۶-	شیخ جلال الدین	۱۲۶-
۱۲۷-	شیخ جلال الدین	۱۲۷-
۱۲۸-	مولانا جلال الدین	۱۲۸-
۱۲۹-	قاضی جلال الدین	۱۲۹-
۱۳۰-	شیخ جلال الدین	۱۳۰-
۱۳۱-	شیخ جلال الدین	۱۳۱-
۱۳۲-	شیخ جلال الدین محمد	۱۳۲-
۱۳۳-	شیخ جمال الدین بن احمد	۱۳۳-
۱۳۴-	شیخ جمال بن حسین	۱۳۴-
۱۳۵-	شیخ جمال الدین بن محمود	۱۳۵-
۱۳۶-	مفتی جمال دین بن نصیر	۱۳۶-

- ۱۳۷- مولانا جمال دین
۱۳۸- شیخ جمال الدین
۱۳۹- شیخ جمال محمد
۱۴۰- مفتی جنید القرشی
۱۴۱- شیخ چائین
۱۴۲- مولانا چاند منجم
۱۴۳- شیخ چندلی
۱۴۴- شیخ چندن
۱۴۵- شیخ چندن
۱۴۶- شیخ چکن
۱۴۷- قاضی جگن

ح

- ۱۴۸- مولانا حاتم
۱۴۹- شیخ حاجی بن محمد
۱۵۰- شیخ حافظ
۱۵۱- شیخ حامد حسینی
۱۵۲- شیخ حان بن عبدالرزاق
۱۵۳- قاضی حبیب اللہ
۱۵۴- مولانا حبیب اللہ
۱۵۵- شیخ حسام الدین
۱۵۶- شیخ حسن بن احمد
۱۵۷- شیخ حسن بن حسام
۱۵۸- شیخ حسن بن دادم

- شیرازی
بہا پوری
گجراتی
ملتان
سمنوی
دہلوی
جونپوری
جونپوری
اکبر آبادی
کھنڈوتی
گجراتی

- سبھلی
دہلوی
جونپوری
مانکیپوری
الانچی
گھوسوی
گجراتی
ملتان
گجراتی
نارنوی
بنارس

- ۱۵۹- شیخ حسن بن طاہر
۱۶۰- شیخ حسن بن عبداللہ
۱۶۱- شیخ حسن بن محمود
۱۶۲- شیخ حسن بن موسی
۱۶۳- فقید حسن عرب
۱۶۴- شیخ حسین بن اسد
۱۶۵- شیخ حسین بن خالد
۱۶۶- مرزا شاہ حسن
۱۶۷- حسین شاہ لنگاہ
۱۶۸- شیخ حسین بن محمد
۱۶۹- شیخ حسین بن محمد
۱۷۰- مولانا حسین
۱۷۱- کمال الدین حسین
۱۷۲- شیخ حسین
۱۷۳- شیخ حسین
۱۷۴- شیخ حسین
۱۷۵- قاضی حماد
۱۷۶- شیخ حمید الدین
۱۷۷- مولانا حمید الدین
۱۷۸- مولانا حمید الدین
۱۷۹- شیخ حنیف حسینی
۱۸۰- مرزا حیدر

خ

- جونپوری
کالیپوری
شیرازی
گجراتی
داجپوری
گلبرگوی
ناگوری
منڈھی
ملتان
گوالبیری
سکندری
تبریزی
اردستانی
بغدادی
برہمپوری
ملتان
رددہلوی
گوالبیری
گجراتی
سبھلی
گورگانی

کشمیری	۲۰۳-	مولانا رفیع الدین
شیرازی	۲۰۴-	شیخ رفیع الدین محدث
بیانوی	۲۰۵-	شیخ رکن الدین
مینری	۲۰۶-	شیخ رکن الدین
سندھی	۲۰۷-	شیخ رکن الدین
لاری	۲۰۸-	مولانا روح الدین
		ذ
دہلوی	۲۰۹-	شیخ زکریا بن عیسیٰ
ملیباری	۲۱۰-	شیخ زین الدین بن عبد العزیز
ملیباری	۲۱۱-	شیخ زین الدین علی
خوافی	۲۱۲-	مولانا زین الدین
دہلوی	۲۱۳-	شیخ زین العابدین
		س
کوروی	۲۱۴-	شیخ سالار بن صبیح الدین
کاپڑی	۲۱۵-	شیخ سراج الدین
گجراتی	۲۱۶-	حکیم سراج الدین
لاری	۲۱۷-	شیخ سعد الدین
لاہوری	۲۱۸-	مولانا سعید اللہ
دہلوی	۲۱۹-	شیخ سعد اللہ
بیانوی	۲۲۰-	شیخ سعد اللہ
سندھی	۲۲۱-	مولانا سعد اللہ
میرپوری	۲۲۲-	شیخ سعدی
الحبشی	۲۲۳-	شیخ سعید

۱۸۱-	شیخ خاصہ بن خضر	امیتوی
۱۸۲-	خان جیو بن داؤد صدیقی	گجراتی
۱۸۳-	شیخ خانوں	گوایری
۱۸۴-	شیخ خواجہ عالم	گجراتی ✓
۱۸۵-	شیخ خواجگی	مدھوی
۱۸۶-	خسرو آقا	لاری
۱۸۷-	شیخ خضر بن رکن	جونپوری
۱۸۸-	مید خند میر	گجراتی
۱۸۹-	شیخ دانیال بن حسن	جونپوری
۱۹۰-	شیخ داؤد بن حسن	کشمیری
۱۹۱-	شیخ داؤد بن عجب شاہ	گجراتی
۱۹۲-	شیخ داؤد بن فتح اللہ	کرمانی
۱۹۳-	شیخ داؤد بن قطب	بنارس
۱۹۴-	شیخ داؤد	سندھی
۱۹۵-	قاضی دتہ	سندھی
۱۹۶-	مولانا درویش محمد	دہلوی
۱۹۷-	شیخ ذہین	بہنپوری
		د
۱۹۸-	شیخ راجح بن داؤد	گجراتی
۱۹۹-	شیخ راجحی محمد	اجینی
۲۰۰-	شیخ رحمت اللہ	سندھی
۲۰۱-	شیخ رحمت اللہ	گجراتی
۲۰۲-	مولانا رزق اللہ	دہلوی

۲۲۲	شیخ سلطان بن قاسم	مانکیوی
۲۲۵	شیخ سلطان شاہ	غزنوی
۲۲۶	شیخ سلیم بن محمد	سیکروی
۲۲۷	سلیم شاہ	سوری
۲۲۸	شیخ سلیمان بن اسرائیل	لاہوری
۲۲۹	شیخ سلیمان بن غفان	مندوی
۲۳۰	سلیمان خان	کراتی
۲۳۱	شیخ سماء الدین	ملتان
۲۳۲	شیخ سیف الدین	دہلوی
۲۳۳	شیخ سیف الدین	کاکوری
۲۳۴	مولانا شاہ محمد احمد	شرعی
۲۳۵	شاہ قلی	ترکمانی
۲۳۶	سید شاہ میر	اکبر آبادی
۲۳۷	شاهی بیگ	قندھاری
۲۳۸	شیخ شرف الدین	گجراتی
۲۳۹	شیخ شرف الدین	شیرازی
۲۴۰	مولانا حبیب واعظ	دہلوی
۲۴۱	شیخ شکر	گجراتی
۲۴۲	قاضی شکر اللہ	مندھی
۲۴۳	مولانا شمس الدین	سلطانپوری
۲۴۴	شیخ شمس الدین	ملتان
۲۴۵	شیخ شمس الدین	بیجاپوری

۲۲۶	حکیم الملک شمس الدین	گیلانی
۲۲۷	میر شمس الدین	عراقی
۲۲۸	مولانا شمس الدین	کشمیری
۲۲۹	مولانا شمس الحق	جہانپوری
۲۵۰	ملا شنگرف	کنانی
۲۵۱	شیخ شہاب الدین	جہانپوری
۲۵۲	مولانا شہاب الدین	بہروی
۲۵۳	مولانا شہیدی	قمی
۲۵۴	شیخ بن عبد اللہ	حضری
۲۵۵	شیخ شیخ جیو	گجراتی
۲۵۶	شیخ شیخ مشائخ	مدھوی
۲۵۷	شیر شاہ سوری	سلطان شاہ
۲۵۸	مولانا شیر	لاہوری
۲۵۹	مولانا شیر علی	سرہندی
۲۶۰	مرزا صادق	اردوبادی
۲۶۱	قاضی صدر الدین	لاہوری
۲۶۲	شیخ صدر الدین	مندھی
۲۶۳	سید صدر الدین	قنوجی
۲۶۴	سید صفائی	تریدی
۲۶۵	خواجہ صقر	رومی
۲۶۶	قاضی صلاح الدین	جہانپوری

تنوی	مولانا عبدالرحمن	۲۸۸-	بنوئی	قاضی ضیاء الدین	۲۹۷-
لاہوری	مولانا عبدالرحمن	۲۸۹-	مدنی	مولانا ضیاء الدین	۲۹۸-
سہارنپوری	قاضی عبدالرحیم	۲۹۰-		ط	
مکی	شیخ عبدالرزاق	۲۹۱-	ہمدانی	شیخ طاہر بن رحمن	۲۹۹-
جھنجھالی	شیخ عبدالرزاق	۲۹۲-	سندھی	مولانا طیب	۲۹۰-
سہارنپوری	شیخ عبدالرزاق	۲۹۳-		ع	
اچھی	شیخ عبدالرزاق	۲۹۴-	برہانپوری	میرزا عادل شاہ	۲۹۱-
سندھی	شیخ عبدالرشید	۲۹۵-	کابی	مولانا عالم	۲۹۲-
سہارنپوری	شیخ عبدالستار	۲۹۶-	سندھی	مولانا عباس	۲۹۳-
بجنوری	شیخ عبدالسلام	۲۹۷-	جونیپوری	مولانا عبدالاول	۲۹۴-
جونیپوری	شیخ عبدالسلام	۲۹۸-	سندھی	میرک عبدالباقی	۲۹۵-
لاہوری	مولانا عبدالسلام	۲۹۹-	لاہوری	شیخ عبدالجلیل	۲۹۶-
اندھانی	قاضی عبدالسمیع	۳۰۰-	جونیپوری	شیخ عبدالجلیل	۲۹۷-
سہوانی	قاضی عبدالشکور	۳۰۱-	برہانپوری	شیخ عبدالحکیم	۲۹۸-
اٹاری	خواجہ عبدالشہید	۳۰۲-	کالیپوری	شیخ عبدالحکیم	۲۹۹-
ردولی	شیخ عبدالصمد	۳۰۳-	سنبھلی	شیخ عبدالحکیم	۳۰۰-
دہلوی	شیخ عبدالصمد	۳۰۴-	گجراتی	امیر عبدالحکیم	۳۰۱-
سائن پوری	شیخ عبدالصمد	۳۰۵-	دہلوی	مولانا عبدالغنی	۳۰۲-
بیانی	وزیر عبدالصمد	۳۰۶-	گیلانی	مولانا عبدالخالق	۳۰۳-
سرہندی	شیخ عبدالصمد	۳۰۷-	لاہوری	مولانا عبدالرحمن	۳۰۴-
دہلوی	شیخ عبدالعزیز	۳۰۸-	مکھانی	مولانا عبدالرحمن	۳۰۵-
سہارنپوری	شیخ عبدالعزیز	۳۰۹-	لاہوری	شیخ عبدالرحمن	۳۰۶-
گجراتی	الواتا اسم عبدالعزیز	۳۱۰-	تنوی	میرک عبدالرحمن	۳۰۷-

لاہوری	مولانا عبداللہ	۳۳۴
سنبھلی	شیخ عبداللہ	۳۳۵
اچی	شیخ عبداللہ	۳۳۶
اکبر آبادی	مولانا عبداللہ	۳۳۷
ملتان	مولانا عبداللہ	۳۳۸
بدایونی	مولانا عبداللہ	۳۳۹
سرہندی	شیخ عبداللہ	۳۴۰
کوٹلی	شیخ عبداللہ	۳۴۱
گنگوہی	شیخ عبدالمجید	۳۴۲
ملکی	شیخ عبدالمصطفیٰ باکیر	۳۴۳
کالیووی	شیخ عبدالمملک	۳۴۴
پانی پتی	شیخ عبدالمملک	۳۴۵
غزنوی	شیخ عبدالمملک	۳۴۶
امرہی	مفتی عبدالمملک	۳۴۷
جراتی	شیخ عبدالمملک	۳۴۸
مجازی	شیخ عبدالمملک	۳۴۹
اکبر آبادی	مولانا عبدالمومن	۳۵۰
گنگوہی	شیخ عبدالنبی	۳۵۱
اکبر آبادی	شیخ عبدالوہاب	۳۵۲
رادھووی	شیخ عبدالوہاب	۳۵۳
کشمیری	مولانا عبدالوہاب	۳۵۴
بخاری	مولانا عبدالوہاب	۳۵۵
سنبھلی	مولانا عثمان	۳۵۶

امجری	مولانا عبدالعزیز	۳۱۱
دہلوی	مولانا عبدالغفور	۳۱۲
پانی پتی	قاضی عبدالغفور	۳۱۳
امرہی	مفتی عبدالغفور	۳۱۴
اعظم پوری	عبدالغفور	۳۱۵
فتح پوری	شیخ عبدالغفور	۳۱۶
سنبھلی	شیخ عبدالغفور	۳۱۷
گیلانی	شیخ عبدالقادر	۳۱۸
مندوی	شیخ عبدالقادر	۳۱۹
حالی	شیخ عبدالقادر	۳۲۰
سرہندی	مولانا عبدالقادر	۳۲۱
گنگوہی	شیخ عبدالقدوس	۳۲۲
نظام آبادی	شیخ عبدالقدوس	۳۲۳
سہارنپوری	مولانا عبدالکریم	۳۲۴
شیرانی	مولانا عبدالکریم	۳۲۵
جراتی	مولانا عبدالکریم	۳۲۶
قزوینی	شیخ عبداللطیف	۳۲۷
سندھی	قاضی عبداللہ	۳۲۸
امرہی	شیخ عبداللہ	۳۲۹
تلپنی	مولانا عبداللہ	۳۳۰
جونپوری	مولانا عبداللہ	۳۳۱
سندھی	شیخ عبداللہ متقی	۳۳۲
سلطانپوری	شیخ عبداللہ	۳۳۳

۳۵۷-	شیخ عجائب	سنبھلی	۳۸۰-	مولانا علی گل	اکبر آبادی
۳۵۸-	شیخ عجائب	دہلوی	۳۸۱-	مولانا عظیم الدین	مندوی
۳۵۹-	مولانا عزیز اللہ	دودلوی	۳۸۲-	مولانا گمر	جہانپوری
۳۶۰-	مولانا عزیز اللہ	تلپنی	۳۸۳-	مولانا عنایت اللہ	قاسمی
۳۶۱-	مولانا عزیز اللہ	ملتان	۳۸۴-	مولانا عنایت اللہ	شیرازی
۳۶۲-	شیخ عطا محمد	گجراتی	۳۸۵-	شیخ علاؤ الدین عیسیٰ	دہلوی
۳۶۳-	شیخ علاء بن الحسن	بیانوی	۳۸۶-	مولانا علاؤ الدین عیسیٰ	گجراتی
۳۶۴-	شیخ علاؤ الدین	دودلوی	غ		
۳۶۵-	علاؤ الدین عماد شاہ	براری	۳۸۷-	مولانا غیاث الدین	ہروی
۳۶۶-	مولانا علاؤ الدین	لاہوری	۳۸۸-	مولانا غیاث الدین	بروجی
۳۶۷-	شیخ علاؤ الدین	دہلوی	ف		
۳۶۸-	شیخ علاؤ الدین	اودھی	۳۸۹-	امیر فتح اللہ	شیرازی
۳۶۹-	علی عادل شاہ	بیجاپوری	۳۹۰-	شیخ فتح اللہ	دہلوی
۳۷۰-	شیخ علی بن ابراہیم	گجراتی	۳۹۱-	شیخ فخر الدین	اکبر آبادی
۳۷۱-	شیخ علی بن جلال	تتوی	۳۹۲-	شیخ فخر الدین	بجنوری
۳۷۲-	شیخ علی بن حرام الدین تنقی	برہانپوری	۳۹۳-	شیخ فخر الدین سرور دی	جونپوری
۳۷۳-	شیخ علی بن قوام	جونپوری	۳۹۴-	شیخ فرید الدین	بنارس
۳۷۴-	شیخ علی بن محمد	حشیانی	۳۹۵-	شیخ فضل اللہ	مندوی
۳۷۵-	شیخ علی بن سن اللہ	گلبرگوی	۳۹۶-	شیخ فضل اللہ	دہلوی
۳۷۶-	مولانا علی	خاری	۳۹۷-	شیخ فضل اللہ	بہاری
۳۷۷-	مولانا علی شیر	گجراتی	۳۹۸-	قاضی فضل اللہ	دیوبندی
۳۷۸-	مولانا علی شیر	سرہندی	۳۹۹-	مولانا فضل اللہ	سندھی
۳۷۹-	علی قلی خان	شیبانی	۴۰۰-	مولانا فضل اللہ	رہتکی

۲۰۱- مولانا فیروز الدین لاہوری

۲۰۲- مفتی فیروز کشمیری

قصہ

۲۰۳- شیخ قاسم بن احمد ماکپوری

۲۰۴- شیخ قاسم بن یوسف سندھی

۲۰۵- حکیم قاسم بیگ تبریزی

۲۰۶- مولانا قاسم دیوان سندھی

۲۰۷- مولانا قاسم گامی

۲۰۸- مولانا قاسم علی ہمالیہ

۲۰۹- قاضی بیگ طبرانی

۲۱۰- شیخ قاضی خان ظفر آبادی

۲۱۱- شیخ قاضی خاں گجراتی

۲۱۲- قاضی قاضی سندھی

۲۱۳- قرا حسن رومی

۲۱۴- شیخ قطب الدین منبری

۲۱۵- قاضی قطب الدین کالپوری

۲۱۶- شیخ قطب الدین جوہوری

۲۱۷- مولانا قطب الدین سرہندی

۲۱۸- شیخ قطب الدین گجراتی

۲۱۹- شیخ قطب الدین جوہوری

۲۲۰- شیخ قیص قادری رادھوری

کے

۲۲۱- قاضی کاشانی سندھی

۲۲۲- شیخ کبیر الدین

۲۲۳- شیخ کبیر الدین

۲۲۴- شیخ کبیر الدین

۲۲۵- مولانا کریم الدین

۲۲۶- مولانا کمال دین

۲۲۷- مولانا کمال الدین

۲۲۸- مولانا کمال الدین

۲۲۹- شیخ کمال الدین

۲۳۰- شیخ کمال الدین

۲۳۱- شیخ کمال الدین

۲۳۲- شیخ لشکر محمد

۲۳۳- شیخ مبارک

۲۳۴- شیخ مبارک

۲۳۵- شیخ مبارک

۲۳۶- قاضی مبارک

۲۳۷- شیخ مبارک

۲۳۸- شیخ مبارک

۲۳۹- شیخ مبارک

۲۴۰- مولانا مبارک

۲۴۱- شیخ مبارک

۲۴۲- شیخ محب اللہ

جونپوری

قنوجی

ملتان

سندھی

کالپوری

تبریزی

سندھی

گامی

ہمالیہ

طبرانی

ظفر آبادی

گجراتی

سندھی

رومی

منبری

کالپوری

جوہوری

سرہندی

گجراتی

جوہوری

رادھوری

سندھی

کاشانی

سندھی

سندھی

۲۴۲-	شیخ حب اللہ	مانکی پوری
۲۴۳-	شیخ محمد بن ابراہیم	بہاری
۲۴۵-	شیخ محمد بن ابراہیم	ملتان
۲۴۶-	شیخ محمد بن احمد	فاکھی
۲۴۷-	شیخ محمد بن احمد	ہڑوالی
۲۴۸-	شیخ محمد بن اسحاق	سندھی
۲۴۹-	شیخ محمد بن تاج	گجراتی
۲۵۰-	شیخ محمد بن حسن	جونپوری
۲۵۱-	شیخ محمد بن حسن	گجراتی
۲۵۲-	مولانا محمد بن حسن	علمی
۲۵۳-	شیخ محمد بن خواجگی	سردھوی
۲۵۴-	شیخ محمد بن غوث	گوالیری
۲۵۵-	جمال محمد بن زین	عرفی
۲۵۶-	شیخ محمد شاہ میر	جلبی
۲۵۷-	شیخ محمد بن شمس	گجراتی
۲۵۸-	شیخ محمد بن طاہر	فتنی
۲۵۹-	محمد بن عادل	برہانپوری
۲۶۰-	شیخ محمد بن عاشق	چیریا کوٹی
۲۶۱-	شیخ محمد بن عبدالرحیم	عمودی
۲۶۲-	شیخ محمد بن عبدالعزیز	بلیباری
۲۶۳-	شیخ محمد بن عبدالقدوس	گنگوہری
۲۶۴-	شیخ محمد بن عبدالملک	غالدی
۲۶۵-	شیخ محمد بن عبدالوہاب	دہلوی

۲۶۶-	شیخ محمد بن علی	حشیہری
۲۶۷-	شیخ محمد بن علی	سمرقندی
۲۶۸-	شیخ محمد بن عمر بقرق	حضری
۲۶۹-	شیخ محمد بن فخر	رہتاسی
۲۷۰-	شیخ محمد بن مبارک	جونپوری
۲۷۱-	شیخ محمد بن محمد	اچی
۲۷۲-	شمس الدین محمد بن محمد	گجراتی
۲۷۳-	شیخ محمد بن مالکی	مصری
۲۷۴-	علامہ محمد بن محمود	طارمی
۲۷۵-	شیخ محمد بن محمود	سندھی
۲۷۶-	شیخ محمد بن محمود	تنوی
۲۷۷-	شیخ محمد بن معظم	کالیپوری
۲۷۸-	میر محمد بن منتخب	امروہی
۲۷۹-	شیخ محمد بن منکن	ملانوی
۲۸۰-	شیخ محمد بن ہبۃ اللہ	شیرازی
۲۸۱-	شمس الدین محمد بن یار محمد	غزنوی
۲۹۵-	ہبید محمد بن یوسف احمدی جونپوری	۳۲۱ صفحہ
۲۸۳-	شیخ محمد بن یوسف	برہانپوری
۲۸۴-	شیخ محمد	اچی
۲۸۵-	ملک محمد	بہاؤسی
۲۸۶-	مولانا محمد	لاہوری
۲۸۷-	مولانا محمد الدین محمد	سرہندی
۲۸۸-	فتیہ محمد	نائلی

۲۸۹-	مولانا محمد	نارنولی	۵۱۲-	سلطان محمود بن محمد	گجراتی
۲۹۰-	قاضی محمد	یزدی	۵۱۳-	سید محمود بن محمود	جونپوری
۲۹۱-	قاضی محمد	تھانیسی	۵۱۴-	شیخ محمود بن محمود	گجراتی
۲۹۲-	سید محمد مکی	سبھلی	۵۱۵-	قاضی محمود	گجراتی
۲۹۳-	مولانا شمس الدین محمد	شیرازی	۵۱۶-	خواجہ امین الدین محمود	ہروی
۲۹۴-	شیخ محمد جفاد	دکنی	۵۱۷-	شیخ محمود قلندر	لکھنوی
۲۹۵-	مولانا محمد حسین	یزدی	۵۱۸-	شیخ مخدوم اشرف	بسادری
۲۹۶-	مولانا محمد درویش	جونپوری	۵۱۹-	میر مرتضیٰ	شریفی
۲۹۷-	مولانا محمد سعید	خراسانی	۵۲۰-	مولانا مرشد الدین	صفوی
۲۹۸-	مولانا محمد سعید	ترکستانی	۵۲۱-	مصطفیٰ ابن بہرام	رومی
۲۹۹-	قاضی محمد معین	لاہوری	۵۲۲-	شیخ مصطفیٰ ابن عبدالستار	سہارنپوری
۵۰۰-	میرک محمود بن ابی سعید	سندھی	۵۲۳-	مولانا مصلح الدین	لاری
۵۰۱-	قاضی محمود بن احمد	نائٹی	۵۲۴-	سلطان مظفر حلیم	گجراتی
۵۰۲-	شیخ محمود بن ہداد	انتھبوی	۵۲۵-	خواجہ مظفر علی	تربتی
۵۰۳-	شیخ محمود بن بابو	گجراتی	۵۲۶-	شیخ معروف	انجیری
۵۰۴-	ملک محمود بن پیارو	گجراتی	۵۲۷-	شیخ معروف	جونپوری
۵۰۵-	شیخ محمود بن جلال	مندری	۵۲۸-	شیخ ملوک شاہ	برالونی
۵۰۶-	قاضی محمود بن حامد	گجراتی	۵۲۹-	قاضی محمد لا	جونپوری
۵۰۷-	شیخ محمود بن سام	انکپوی	۵۳۰-	شیخ منجھن	کمالپوری
۵۰۸-	شیخ محمود بن خوند میر ۳۳۶	گجراتی	۵۳۱-	شیخ منصور	لاہوری
۵۰۹-	مفتی محمود بن عطا	ہروی	۵۳۲-	امیر کبیر منعم خان	ترکمانی
۵۱۰-	شیخ محمود بن علیم الدین	گجراتی	۵۳۳-	شیخ منور بن نور اللہ	جھڑاتی
۵۱۱-	سلطان محمود بن لطیف	گجراتی	۵۳۴-	قاضی من اللہ	لاکھوری

۵۳۵	شیخ من اللہ	جونپوری
۵۳۶	شیخ مودود	گجراتی
۵۳۷ ✓	شیخ مودود	لاری
۵۳۸ ✓	شیخ موسیٰ ہمدانی	لاہوری
۵۳۹	شیخ موسیٰ	گجراتی
۵۴۰	شیخ میراں	سندھی
۵۴۱	مولانا میر علی	سرہندی
۵۴۲	میر محمد خان	غزنوی
۵۴۳	خواجہ میرک	اصفہانی
۵۴۴	قاضی مینا بن یوسف	مندوی
۵۴۵	شیخ میاں جتو	گجراتی

ذ

۵۴۶	قاضی نجم الدین	گجراتی
۵۴۷	مولانا نجم الدین	تتری
۵۴۸	قاضی نصر اللہ	سندھی
۵۴۹	شیخ نصیر الدین	دہلوی
۵۵۰	شیخ نصیر الدین	گجراتی
۵۵۱	مولانا نصیر الدین	کشمیری
۵۵۲	مولانا نصیر الدین	جھوسوی
۵۵۳	شیخ نصیر الدین	جونپوری
۵۵۴	شیخ نصیر الدین	ہندولی
۵۵۵	شیخ نظام الدین	کاکوروی
۵۵۶	شیخ نظام الدین	مندوی

۵۵۷	شیخ نظام الدین	نارنولی
۵۵۸	شیخ نظام الدین	امیتھوی
۵۵۹	شیخ نظام الدین	خیر آبادی
۵۶۰	شیخ نظام الدین	بدخشی
۵۶۱	جام نظام الدین	سندھی
۵۶۲	شیخ نظام الدین	منیری
۵۶۳	شیخ نور بن نعمت اللہ	سندھی
۵۶۴	شیخ نور الحق حسینی	مالکپوری
۵۶۵	شیخ نور الدین	سفیدونی
۵۶۶	شیخ نور الدین	جونپوری
۵۶۷	مولانا وجیہ الدین	گجراتی
۵۶۸	شیخ وجیہ الدین	چندوادی
۵۶۹	شیخ دود اللہ	بالوی
۵۷۰	شیخ ولی	شٹاری
۵۷۱	شیخ ولی محمد	گجراتی
۵۷۲	شیخ ہیبت اللہ	شیرازی
۵۷۳	ہمایوں شاہ	تیموری
۵۷۴	مولانا ہار محمد	سندھی
۵۷۵	مولانا یار محمد	سندھی
۵۷۶	شیخ یحییٰ بن ابوالفیض	احراری
۵۷۷	سید یحییٰ	سامانوی

۵۷۸-	شیخ یعقوب	گجراتی	۵۸۲-	مولانا یوسف	گجراتی
۵۷۹-	قاضی یعقوب	مانکپوری	۵۸۵-	مولانا یوسف	سندھی
۵۸۰-	شیخ یوسف بن احمد	گجراتی	۵۸۶-	یوسف عادل شاہ	بیجاپوری
۵۸۱-	شیخ یوسف بن داؤد	ملتان	۵۸۷-	شیخ یوسف قتال	دہلوی
۵۸۲-	شیخ یوسف بن سلیمان	گجراتی	۵۸۸-	مولانا یوسف	سمرقندی
۵۸۳-	شیخ یوسف بن عبداللہ	تمیمی	۵۸۹-	مولانا یونس	سندھی

Di Dajja Samandalon
Dongal Ta Kon Dilan
Doyan Jany he

جلد چہارم

دسویں صدی ہجری کے علماء و مشاہیر کا تذکرہ

Na hi ma da
Zada
Na hi ma da
Zada

۱۔ شیخ ابراہیم احمد بخاری بہاری المشہور سلطان

م۔ ۴ رمضان ۹۱۴ھ

”الشیخ صالح“ ابراہیم احمد بن ابوالحسن ابن الحسین العمری بلخی ہندی بہاری المشہور سلطان۔
مشائخ فردوسیہ سہروردیہ میں سے تھے۔ مولد و نشاء صوبہ بہار ہے، اپنے والد سے علم کی تحصیل کی۔ اور
طویل عرصہ تک ان ہی کی خدمت میں رہے اور ان کی رحلت کے بعد ۸۹۱ھ میں مشیخت کو مرتب فرمایا۔
ان کے لڑکے محمد بن ابراہیم کے علاوہ اور بھی بے شمار افراد آپ سے مستفید ہوئے۔ ۹۱۴ رمضان المبارک
۹۱۴ھ میں وفات پائی۔

(از غلام یحییٰ درحاشیہ شرح آذاب المریدین)

۲۔ سید ابراہیم بن احمد بغدادی

”بڑے عالم دین اور رہنما“ ابراہیم بن احمد بن الحسن الشریف الحسینی الجیلانی البغدادی اپنے
دور کے اکابر شیوخ جو حضرت سید عبدالقادر جیلانی سے وابستہ تھے۔ اور اپنے دادا سے مستفید ہوئے۔

اپنے والد کی زندگی ہی میں ہندوستان تشریف لائے۔ اور کاپی میں طرح وطن ڈالی۔ کہ درس و افادہ شروع فرمادیا۔ ان کے درس میں تفسیر معالم التنزیل، جامع الاصول، بخاری، ابوداؤد و عوالم البغیادی و علماء القادریہ اکثر رہتی تھیں۔

شیخ نظام الدین ابن سیف الدین علوی کاکردی اور ان کے سوا بے شمار علماء و مشائخ آپ سے **تلامذہ** مستفید ہوئے۔ (بحوالہ کشف المتواری)

۳۔ شیخ ابراہیم بن الجمال سندھی

م۔ ۹۳۲ھ

”رہنمائے بزرگ“ ابراہیم بن الجمال المعنی سندھی۔ علمائے باعمل و صالحین میں سے تھے۔ ان کے معاصرین میں فقہ کے اندر کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ قناعت کا یہ حال تھا کہ حکام دنیا و مال کی طرف کبھی رغبت نہ کی۔ سدا اپنے گھر میں بیٹھے رہتے۔ اور فقر و افلاس کا رتی بھر خوف کبھی دل میں نہ لاتے۔ (بحوالہ آثار حسنی)

۴۔ مولانا ابراہیم ابن فتح اللہ ملتانی المشہور بہ جامع

م۔ ۹۳۲ھ

”عالم بزرگ“ ابراہیم ابن فتح اللہ ملتانی المشہور بہ جامع۔ اپنے دور کے ممتاز الاقران اور مشہور تھے۔ مولد و نشاء ملتان ہے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ اور برسوں ان سے استفادہ فرمایا۔ بعد ازاں خود درس و افادہ میں مصروف ہو گئے۔ تلامذہ میں آپ کے شاگرد و معتمد ہیں۔ بیجاپوری نے آپ سے روایت کی ہے۔ یہ واقعہ تاریخ فرشتہ میں ہے کہ جب سلطان حسین بادشاہ ہند نے ملتان پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کیا۔ میں اس موقع پر ملتان میں اپنے والد ابراہیم الجمال کے پاس ان کے گھر میں تھا۔ جب سلطان نے ملتان فتح کر لیا۔ تو اس کی فوج نے شہر میں داخل ہو کر لوٹ مچادی۔ اور رعایا کو اذیت کرنے لگے۔ اس میں میں بھی اپنے والد کے ہمراہ گرفتار ہو گیا۔ فوجیوں نے ہمارے گھر میں جھاڑو لگا دی۔ آخر وہ ہمیں وزیر کے پاس لے گئے۔ وزیر نے میرے متعلق کچھ حکم تحریر کرنا چاہا۔ میں عرض گزار ہوا۔

وزیر صاحب اور منو کے بغیر کچھ نہ لکھیے۔ اس پر وہ دھنوکرنے بیٹھ گیا۔ میں نے موقع پا کر ایک کاغذ لیا۔ جس پر بوسیری کا یہ شعر لکھ دیا۔

فما لعینک ان قلت اکف فاعمتا
وما لتلیک ان قلت اعتفق یهم
تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ جب تو ان سے
کتا ہے کہ بس اتویہ اور روتی ہیں۔ اور تیرے دل کو
کیا ہو گیا ہے کہ جب تو اس سے کتا ہے کہ بس اتو
وہ اور غم کھاتا ہے۔

اور میں یہ شعر لکھ کر اپنی جگہ پر آ بیٹھا۔ اتنے میں وزیر اپنی جگہ پر پہنچا۔ اس کی نگاہ میرے شعر پر پڑی تو یہ شعر پڑھ کر اُسے میری طرف توجہ ہوئی۔ کیونکہ اس وقت وہاں میرے سوا اور کوئی نہ تھا۔ وزیر نے مجھ سے میرا نام دریافت کیا۔ جب میرے والد کا نام سنا۔ تو دفعۃً میرے پاس آ کر مجھے رہا کیا۔ اپنے بدن پر سے قمیض اتار کر مجھے پہنائی۔ اور مجھے بادشاہ کے سامنے لے جا کر والد صاحب اور میرا دونوں کا تذکرہ کیا۔ شاہ حسین نے میرے والد کو بھی طلب کر لیا۔ اسی وقفہ میں علمائے دربار ہدایہ کے ایک مسئلہ پر مباحثہ کر رہے تھے۔ بادشاہ نے ہم دونوں کو رہا کر دیا۔ میرے والد نے اس مجلس میں مسئلہ زیر بحث پر جو تقریر فرمائی، تو حاضرین اور سلطان سب لطف اندوز ہوئے۔ بادشاہ نے میرے والد کو اپنے ہمراہ لے جانا چاہا، لیکن انہوں نے بڑھاپے کی وجہ سے معذرت چاہی۔ اور اس سے دو ماہ بعد دنیائے منہ موڑ لیا۔ یہ واقعہ ۹۳۲ھ میں رونما ہوا۔ (تاریخ فرشتہ)

۵۔ شیخ ابراہیم بن محمد ملتانی

بعد سلطان ابراہیم گو لکنڈی

م۔ ۲۳ شوال ۹۳۲ھ

”بزرگ اور عالم نیک کہ دار“ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن فتح اللہ الربیع الاسماعیلی الملتانی ثم البیدری۔ اپنے والد کی اکبر اولاد میں سے تھے۔ احمد آباد مولہ و غشاء ہے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ اور طریقت بھی انہی سے حاصل کی۔ جس کی طفیل ان کی خلافت سے سرفراز ہوئے۔ رہد و تقویٰ اور فتاعت ان کے خصائص سے تھے۔ اہل دنیا کی طرف کبھی راغب نہ ہوئے۔ سلطان ابراہیم قطب الدین

نے آپ کو بار بار گولکنڈہ آنے کی دعوت پیش کی۔ مگر آپ نے اسے کبھی قبول نہ کیا۔

تصنیف | معدن الجواہر (عربی) اس کتاب میں اپنے والد کے احوال قلمبند فرمائے۔ اور یہ کتاب ان کے والد کے مطالعہ سے بھی گزری۔

وفات | ۲۳ ماہ شوال ۱۰۹۷ھ میں ہوئی۔

۴۔ قاضی ابراہیم بن محمد کالپوی

”رہنما و عالم وقاضی و فقیہ“ ابراہیم بن محمد السنواری الکالپوی۔ یکے از علمائے صالحین تدریس و تلقین مشغول تھا۔ و بحوالہ گلزار ابرار

۵۔ قاضی ابراہیم بن معین ایرجی

م۔ ۹۵۳ھ۔ مدفن دہلی۔

رہنمائے عالم علامہ ابراہیم بن معین الدین ابن عبدالقادر الحسینی الایرجی تم دہلوی۔ اپنے والد کے ممتاز افاضل سے تھے۔

اساتذہ | شیخ علیم الدین محدث — اور طریقت میں شیخ بہاؤ الدین ابن العطاء الجندی۔ مرتد نے آپ کے لئے عطیہ کی غرض سے کتاب رسالہ فی الاذکار والاشغال لکھا۔

صاحب ترجمہ نے ۹۲ھ میں دہلی کے اندر طرح اقامت ڈال دی۔ اور تدریس و تلقین معمول مقرر فرمایا۔ ہر علم و فن کی بیش قیمت کتابیں جمع کیں۔ جن کی تصحیح و تخریج اور حل مشکلات میں بے حد سعی فرمائی۔ آپ سماع سے محترم رہتے۔

مُرید | شیخ رکن الدین ابن عبدالقدوس گنگوہی اور شیخ عبدالعزیز بن الحسن دہلوی۔ و شیخ نظام الدین بن سیف الدین کاکوردی اور دیگر بے شمار حضرات۔

شیخ عبدالملک محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ

میں نے علم میں ان کا ہم پلہ کسی کو نہیں پایا۔ جس کسی نے ان سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ یا ان کے علم کا معترف نہ ہوا وہ بے انصاف اور بد نصیب ہے۔

وفات | ۹۵۳ھ میں دہلی میں وفات پائی اور سلطان المشائخ کے جوار امیر خسرو کی تربت کے پاس
آسودہٗ لحد ہوئے۔

۸۔ حاجی ابراہیم سرہندی

بعہد جلال الدین اکبر

م۔ ۹۹۴ھ۔ مدفن رتھبور

”رہنمائے دہلی و حاجی“ ابراہیم سرہندی۔ کبار فقہا حنفیہ سے تھے۔ مفتی ابوالفتح ابن عبدالغفور
تھانوی سری اور دوسرے علما سے پڑھا۔ جس کے بعد زیارت حرمین کے لئے شہر سال فرمایا تو وہاں شیخ
شہاب الدین احمد ابن حجر تمیمی مکی سے حدیث پڑھ کر ہندوستان واپس تشریف لائے۔ اور امراء و مالوک سے
تقرب حاصل کیا۔

مناظرے میں نہایت طلیق اللسان تھے۔ مخالف پر یونہی چھا جاتے۔ سنسکرت میں بھی مہارت
تھی۔ سلطان اکبر کی ہدایت پر اتھروں وید کا ترجمہ کیا۔ اور گجرات دکن کی عداوت پر متمکن ہوئے۔ مگر
رشوت کے الزام میں معزول ہو کر دہلی طلب کر لئے گئے۔ چونکہ شیخ فتح اللہ شیرازی دابوالفتح گیلانی اور
ابن المبارک پر طعن میں کف لسان نہ کرتے۔ اکبر نے آپ کو قلعہ رتھبور میں نظر بند کر دیا۔ جہاں رحلت فرمائی۔
ان کی نعش پائین قلعہ میں ایک کپڑے کے اندر لپیٹی ہوئی ملی۔ سنا گیا کہ آپ نے خود کو ایک تھیلے میں
لپیٹ کر جس کے ایک سرے پر رسی باندھ رکھی تھی۔ اور اس کا دوسرا سر قلعہ کے ایک کنگرہ سے باندھا
ہوا تھا۔ خود کو فصیل قلعہ سے نیچے گرا دیا۔ مگر تھیلے کی رسی زمین پہ آئے۔ پھلے ٹوٹ گئی۔ اور آپ
لپٹے لپٹائے زمین پر گر کر راہی ملک عدم ہوئے۔

یہ واقعہ ۹۹۲ھ میں گزرا۔ (بحوالہ بدایونی)

۹۔ شیخ ابراہیم سندھی

م۔ ۹۹۱ھ

قاری بزرگ ابراہیم شطاری السندھی۔ فن قرآن و تجوید میں ممتاز۔ الاناضل۔ طریقت میں شیخ

محمد عارف گجراتی سے مستفیض اور ان سے لشکر محمد اور ان کے دوست عیسے یحییٰ بن قاسم سندھی نے قرآن و تجوید کافن حاصل کیا۔

آپ کو مشہور بزرگ حضرت محمد غوث گوالیاری نے اپنا امامِ نداد مقرر فرما کر ۱۲ سال تک آپ کے پیچھے نداد پڑھی۔

وفات ۹۹۱ھ میں برہان پور میں آسودۂ خاں ہوئے۔ (بحوالہ گلزار ابرار)

۱۰۔ شیخ ابراہیم بروچی

(بعہد امیر برہان پور محمد شاہ غلاتی
م ۹۰۹ھ)

بزرگ عالم ابراہیم شطاری بہرائچی گجراتی۔ اُن مشائخ میں سے تھے جو مرجع عوام کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ طریقت میں شاہ محمد غوث گوالیری (مصنف الجواہر الحسنہ) اور دوسرے بزرگوں سے مستفیض ہونے کے بعد گجرات سے برہان پور تشریف لائے۔ جہاں امیر میراں محمد شاہ غلاتی اور وزیر زین الدین الحسینی آپ سے بیعت ہوئے۔

صاحبِ وجد و حال تھے۔ ۹۰۹ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ایک صاحب نے خلیل الرحمن سے ان کا سالِ رحلت نہکا لایا ہے۔ (بحوالہ گلزار ابرار)

۱۱۔ مولانا ابوالبقاء خراسانی

(بعہد سلطان بابر ہمایوں)

م ۹۰۹ھ جمادی الاولیٰ

”وہ نہایت عالم و علامہ ابوالبقاء ابن عبدالباقی تھیں تقی الدین محمد الحسینی الخراسانی علوم حکمیہ میں ممتاز۔ سلطان بابر شاہ کی مصاحبت سے سرفراز تھے۔ ان کے ہمراہ آئے اور آگرہ میں سکونت پذیر ہو کر طرح تدریس ڈال دی۔ برسوں یہ شغل جاری رکھا۔ اور جب ہمایوں ایران گئے تو آپ بھی ان کی مشالعت میں تھے۔ اور ان کے ہمراہ سندھ میں بھی مدتوں رہے۔ جب سلطان ہمایوں نے حمیدہ بیگم سے

نوٹ: تذکرہ ملا تا کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں

عقد کیا تو خطبہ نکاح آپ ہی نے پڑھا۔ بادشاہ نے دو ہزار چاندی کے سکے نذر کئے۔ اور آپ کو ایک خط دے کر بھکڑ بھجوا دیا۔ جہاں آپ کو شکستہ ۹۳۸ھ میں قتل کر دیا گیا۔ جس کا تذکرہ گلبدن بیگم نے اپنی تصنیف بہایوں نامہ میں کیا ہے۔

مرزا نظام الدین نے طبقات میں لکھا ہے کہ سلطان بہایوں نے مولانا کو ایک خط دے کر یادگار نامہ کی طرف قندھار بھجوا دیا۔ تاکہ وہ اپنے لشکر کو واپس بلا لے۔ مولانا وہاں سے لوٹ کر سلطان بہایوں کی خدمت میں آئے۔ تو قلعہ بھکڑ کے قریب ایک گروہ نے ان پر تیر بربانا شروع کر دئے جن سے وہ رہگیرائے ملک عدم ہوئے۔ یہ واقعہ ۹۳۷ھ میں رونما ہوا۔ مگر صحیح یہ ہے کہ مولانا نے ۳۰ جمادی الاخریٰ ۹۳۸ھ بروز چہار شنبہ رحلت فرمائی۔

۱۵۔ شیخ ابوبکر اکبر آبادی

(بعد سلطان اسکندر بن بہلول لودھی)

عالم دینی رہنما ابوبکر قرشی الحنفی اکبر آبادی۔ اپنے زمانہ کے ممتاز علماء سے تھے۔ سلطان اسکندر ابن بہلول لودھی کے زمانہ میں آگرہ آئے۔ اور وہیں طرح اقامت ڈال دی۔

شرح وصایا محمد بن الحسن شیبانی و شرح علی اصول البزدوی۔ موضع جوگی پور

تصانیف | نواح آگرہ میں آسودہ لحد ہوئے۔ (بحوالہ گلزار ابرار)

۱۶۔ شیخ ابوسعید کالپوی

م ۹۶۶ھ

رہنمائے عالم ابوسعید بن سید راجو الحسینی الکالپوی۔ شعر و ادب اور انشائیں فخر اقران۔ اصل وطن چندیری جہاں سے منتقل ہو کر کالپی سکونت فرما ہوئے۔ کثیر الشعر تھے۔

شعراے قدیم کے کلام پر خوب خوب تلمیذ کی مشغلہ درس بھی جاری تھا۔ کالپی

تصانیف | میں آسودہ لحد ہوئے۔

(بحوالہ گلزار ابرار)

”رہنمائے فاضل“ ابوسعید ابن زین الدین حنفی بھکری۔ فقہ و اصول فقہ اور ادب میں بہت بلند پایہ رکھتے تھے۔ ذہن و ذکاوت کے اعتبار سے عالم میں ضرب المثل تھے۔ (بحوالہ تحفۃ الکرام)

۱۸۔ شیخ ابوالغیث بخاریؒ

م ۹۹۵ھ

”رہنمائے عالم و فقیہ“ ابوالغیث الحسینی البخاری یکے از علمائے صالحین۔ آپ نے مشایخ کبار سے استفادہ کیا۔ اور عالی مرتبہ ہوئے۔ امرا و بلوک کے قریب پہنچے۔ باایں ہمہ طریقہ ہائے ظاہریہ و صلاح و تقویٰ اور بذل و سخاوت و حسن معاملہ و صدق لہجہ و صلف صالحین کے اقتدا و انماک فی العبادت و افادہ میں مصروف رہتے۔

بدایونی نے لکھا ہے کہ باوجودیکہ اللہ نے انہیں مال حلال و جاہت بے حساب کے ساتھ عزت و شرف بخشا تھا۔ لیکن نماز باجماعت پڑھنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ تکبیر تحریمہ علالت میں بھی ترک نہیں ہونے دی۔ مرض قولنج سے شہر لکھنؤ میں ۹۹۵ھ داعی اجل کو لبیک کہا۔ جہاں سے آپ کی نعش دہلی لائی گئی اور اپنے اسلاف کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ بدایونی نے آپ کا سال وفات میرستودہ سیر سے مستخرج فرمایا ہے۔

۱۵۔ ابوالفتح بن جمال مکی (اکبر آبادی)

(بعد سلطان اسکندر بن بہلول لودھی)

م ۹۵۳ھ

”رہنمائے عالم فقیہ“ ابوالفتح ابن جمال الدین عباسی مکی اکبر آبادی اصل وطن شرواہ۔ مگر مکہ معظمہ میں طول اقامت کی وجہ سے مکی مشہور ہو گئے۔ سلطان اسکندر ابن بہلول لودھی کے عہد میں آگرہ کو وطن بنالیا۔ اور ۱۲ رمضان ۹۵۳ھ کو یہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی نماز جنازہ شیخ تذکرہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

رفیع الدین محدث شیرازی نے پڑھائی۔ اگرہ میں ہی آسودہ لحد ہوئے۔ (بحوالہ اخبار الاصفیاء)

۱۶۔ الحکیم ابو الفتح بن عبد الرزاق گیلانی

(بعد سلطان اکبر شاہ تیموری)

م ۹۹۴ھ

”رہنمائے عالم العلما“ میرح الدین ابو الفتح ابن عبد الرزاق شیعہ گیلانی علوم حکمیہ میں فخر زمان مولد و نشاء گیلان، اپنے والد سے تحصیل علوم کے ساتھ دوسرے علمائے صبی پڑھا۔ ۹۷۲ھ میں شاہ ظہاسپ صفوی کے عہد میں اپنے ہر دو برادران، بہائم اور نور الدین کے ہمراہ ایران سے ہندوستان وارد ہوئے۔ یہ زمانہ اکبر شاہ تیموری کا تھا۔ صاحب ترجمہ کو علوم حکمیہ کے ساتھ شعر و سخن میں بھی نام حاصل تھا۔ ذکاوت و ذہانت میں ممتاز اور طبابت میں حاذق تھے۔ بادشاہ اکبر کے مقرب خاص ہو گئے، بدایونی نے انہیں زندقہ والحاد سے اس حد تک مستم کیا ہے کہ ان کے نام سے الحار و زندقہ ویران ہوئی ہیں مثال دی جاتی ہے بقول اکبر کے دل میں اس سے نفرت انہوں نے ہی پیدا کی۔

عبد الرزاق خوانی نے مآثر الامراء میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ آپ نہایت ذہین۔ سخی محسن و کریم النفس تھے۔ جس کسی کو کچھ دیتے کبھی احسان نہ جتاتے۔ ان کے بھائی ان کے متعلق فرماتے کہ وہ محض دنیا تھے، سلطان ان کی ہر دہانت کو صواب سمجھتا۔ وہ عبد الرحیم والدینا ہی تھے۔ مصنف بھی تھے۔ ان کے تصانیف مندرجہ ذیل ہیں۔

شرح قانونچہ - شرح اخلاق ناصری - پیار باغ جس میں اپنے احباب کی طرف خطوط مرقوم ہیں

تصانیف

وفات ۹۹۴ھ - مدفن حسن ابدال (پنجاب ہے)

لے مگر آزاد نے ان کے عقائد و اعمال پر آب حیات کا اصطلاح دے کر سب کو دھوکا دیا ہے۔

۱۷۔ المفتی ابو الفتح بن عبد الغفور تھانی شری

م ۹۴۹ھ

”رہنمائے امام العالم کبیر المفتی ابو الفتح بن عبد الغفور بن شرف الدین العمری المنفی التھانی۔
اپنے دور کے اکابر علماء سے تھے۔ عوام و خواص ان کے علم و فضل کے معترف تھے۔

اساتذہ | نحو و فقہ و اصول قاضی محمد فاروق سے اور معقولات شیخ حسین بکری۔ سرپرست تھے۔
آگرہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ شیخ رفیع الدین محدث شیرازی کے ہمساے میں
سکونت اختیار کی۔ ان سے حدیث پڑھی اور آگرہ میں مسلسل پچاس سال تک درس و افادہ فرمایا۔

تلامذہ | شیخ افضل محمد تمیمی و قاضی ناصر الدین و حاجی ابراہیم سرہندی و شیخ عبدالقادر بدایونی
و کمال الدین حسین شیرانی اور دیگر بے شمار اہل علم ہیں۔

وفات | ۸ جمادی الاولیٰ ۹۴۹ھ آپ کے ایک دوست نے تاریخ وفات موت مفتی
سے نکالی ہے۔

۱۸۔ شیخ ابو الفتح بن محمد منیری المشہور بہ سرمست

(بعہر سلطان ہمایوں تیموری)

م ۹۲۶ھ

”رہنمائے نیکو کردار و بزرگ ابو الفتح بن محمد بن العلاء منیری۔ نام ہدیۃ اللہ شطاری المشہور
بہ ”سرمست“ مولد و منشامینر۔ اپنے والد کے سامنے دانوٹے تلمذتہ کیا۔ برسوں مصروف بہ استفادہ رہے
اور مرتبہ شیخو خبیت پر پہنچے۔

صاحب گلزار ابرار محمد بن الحسن نے لکھا ہے کہ سلوک کی تمام منازل اپنے والد سے پوری
نہ کر سکے۔ لہذا شیخ حمید کا دامن پکڑا۔ جنہوں نے آپ کو مدتوں اشتغال و اذکار میں مصروف رکھنے کے
بعد جب آپ کامل ہو گئے تو خرقة عطا فرمانے کے بعد کچھ مدت اور اپنی خدمت میں رکھا اور نہ صرف خود
ان سے خرقة حاصل کیا۔ بلکہ خود کو ان سے منسوب بھی کیا۔

۹۴۶ء میں سلطان ہمایوں آپ سے قصبہ منیر میں ملاقات کے بعد اپنے ہمراہ لے گیا۔ مگر جب حاجی پور پہنچے۔ تو صاحب ترجمہ ہمایوں سے الگ ہو کر وہیں رہ گئے اور وہیں وفات پائی۔

۱۹۔ ابوالفضل خطیب گادرونی

(بعد سلطان محمد بن محمد گجراتی)

”عالم کبیر بزرگ علامتہ“ اپنے دور کے مشہور ارباب تدریس سے تھے، مولد و منشائرازم ہے۔ علامہ جلال الدین محمد بن اسعد مدیقی دوانی و دیگر علمائے مشہورین سے پڑھا اور ہندوستان آکر گجرات میں طرح اقامت ڈال دی۔ یہ دور سلطان محمود بن گجراتی کا تھا۔ تدریس شروع فرمادی۔ شیخ مبارک بن خضر ناگوری اور بے شمار حضرات نے آپ سے پڑھا۔

بیضاوی پر حاشیہ

تصنیف

مندوی نے آپ کو شیراز کی طرف منسوب کیا ہے اور ابن المبارک نے گادرون کی طرف

۲۰۔ شیخ ابوالفضل استرآبادی

”مہتمم عالم اکبر“ ابوالفضل الحسینی اثرانی استرآبادی۔ علوم حکمت میں بر سر عنوان تھے۔ علامہ دوانی (جلال الدین محمد بن اسعد دوانی) سے پڑھا۔ اور ہندوستان آکر گجرات کو وطن ثانی بنا لیا۔ آپ کے شاگردوں میں عبد العزیز بن محمد گجراتی اور دوسرے بے شمار افراد ہیں۔ مکہ معظمہ میں اپنے شاگرد عبد العزیز کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے ان کی بڑی قدر و منزلت کی۔ وہ عبد العزیز ابن حجر قشیری سے ملاقاتی ہوئے۔ جس کا تذکرہ ابن حجر ہی نے اپنی کتاب ریاض الرضوان کے اندر ان مقلدوں میں کیا ہے کہ میں نے عبد العزیز کے ہاں ابوالفضل استرآبادی کے ملاقات کی۔ وہ شافعی تھے۔ ان کے سامنے اُس وقت کتب شافعیہ میں مندرج ایک مسئلہ تھا۔ جسے وہ آسان ہونے کے باوجود مشکل مسائل میں سے سمجھ رہے تھے۔

وہ مسئلہ یہ تھا کہ اگر نمازی نماز میں عباد کوئی ایسی حرکت کرے جس سے سجدہ سہولاً لازم آتا ہو تو آیا سجدہ سہو کرے یا نہ۔ اس کا جواب علامہ رافعی شافعی نے اپنی کتاب الرزیزہ میں دیا ہے کہ سہو

عہد اور سہو خطا دونوں پر یکساں سجدہ سہو لازم آتا ہے۔ جس میں اور مشکل ہے کہ فقہاء تو بعض میں سجدہ پر متفق ہیں۔

میں (ابن حجر) نے ان سے یہ بات سن کر کہا کہ آپ کے اس فرمان پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ شوافع کی ابتدائی کتابوں میں تو یہ مسئلہ مذکور ہے۔ مگر اکابر شوافع اسے ان کتب مہمات تک نہیں لے گئے جن کتابوں کے اندر اذوقین و عجیب مسائل کے ساتھ نہایت دلچسپ مباحث و ترجیحات وغیرہ فیما بین مذکور ہے۔ جن میں ان کے بعض مشفق منفرد ہیں اور کسی مسئلہ میں مختار بھی ہیں۔

اور اگر ایسے مسائل ان کی ان کتابوں کے آخر میں ہیں بھی! یعنی در کتاب فلیس و تشطیر و صدق و دوریات الوصایا وغیرہ تو یہ اب تک چھوٹے نہیں رہے۔

اور نہ وہ اس قابل سمجھے گئے کہ ان کی طرف سے قطع نظر کر لیا جائے ابن حجر فرماتے ہیں :- اس پھر میں نے ان سے کہا کہ حالت نماز میں تو سجدہ سہو صرف سہو میں ہے جسے نمازی نے بھول یا بوجہ کا بدل سمجھا۔ لیکن جب اس (نمازی) نے خود عمدتاً بھول سمجھا تو اس پر عمل نہ کیا۔ کہ اس کے نزدیک یہ کمی سہو تھا ہی نہیں۔

اور اس بارے میں معتد پر یہ جبر نہیں کہ دو ضرور سجدہ سہو ادا کرے کہ تلافی کا (سجدہ سہو کا) بار تو کمی میں سہو پر ہے یا زیادتی پر!

(امام ابو حنیفہ اور دوسرے اکابر کے نزدیک معتد پر کفارہ بھی نہیں کہ اس کا گناہ کفارہ سے بہت بڑا ہے۔) جیسا کہ ظہار اور مجامعت و رمضان کے دن کا معاملہ ہے کہ اس نے عمدتاً یہ حرکت کی۔ ہم شوافع کے لئے اور ابن حجر بھی شافعی ہی تھے یہ دلیل مفید ہے۔ باوجودیکہ ہمارے اور ان کے درمیان کچھ ترقی بھی ہے۔

د قول ابن حجر بعد ازاں میرے اور ان کے درمیان دل میں کوئی غبار نہ رہا۔ اور دونوں نے شاداں و درماں یہ مجلس برخواست کر دی۔ میں نے اس کے دیرے مقابل کے پاس مسئلہ فیما بین میں نہ تہ الصاف تھا اور نہ معرفت و تبحر در علم و بزرگی۔ کہ وہ میرے مقابلہ میں ہم پلہ ہی ہوتے۔

۲۱۔ شیخ ابوالقاسم بن احمد مکی

م ۹۲۵ھ

عالم بزرگ محدث ابوالقاسم بن احمد بن محمد بن محمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن فہم الشرف
ابن محمد بن المحب ابو بکر ابن التقی الماشی الشافعی المکی۔ جو اپنے اہلاد کی باتند ابن فہم کھواتے شب
شنبہ ۱۲۔ ربیع الاول ۹۲۵ھ کو مکہ مبارکہ میں پیدا ہوئے اور سن رشد میں قاہرہ و دمشق کے علمائے
سند و اجازت کے بعد ہندوستان آکر گجرات میں طرح اقامت ڈال دی۔ جہاں برسوں قیام کے
بعد بڑھاپے میں مندو کا قصد فرمایا۔ اور یہیں وفات پائی۔

محمد بن عمر اصفی نے اپنی کتاب ظفر الالہ کے اندر لکھا ہے کہ آپ ہندوستان میں اپنے والد
اور عم بزرگوں کے قلم سے لکھی ہوئی فتح الباری اپنے ساتھ لائے تھے۔ جو ایک بادشاہ کی نذر کی۔ اور
گجرات سے مندر کا سفر آپ نے سلطان محمود شاہ بیکرہ کی رحلت کے بعد کیا۔ آپ نے مندو ہی میں
وفات پائی انہی برس کی عمر سے زیادہ ہیں!

۲۲۔ شیخ ابو محمد تمیمی برہسان پوری

م ۹۲۴ھ

”الشیخ العالم الصالح“ ابو محمد بن خضر بن بہاؤ الدین تمیمی برہسان پوری ہندوستان کے مشہور شائخ
سے تھے۔ ۹۲۸ھ میں برہسان پور کے اندر پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے ممتاز اساتذہ سے پڑھا۔ اور
شیخ فضل اللہ جو پوری برہمان پور بارادہ حج تشریف لائے تو ان سے بیعت کی۔ پھر شیخ جلال الدین
ابن نظام الدین بن نعمان برہمان پوری کی بیعت ہوئے۔ اور ۹ سال تک ان کی خدمت و صحبت میں
رہے۔ صائم السمار اور قائم اللیل تھے۔ قلیل شے پر افطار کرتے۔

جب ان کے مرشد جلال الدین فوت ہوئے۔ تو حج کا سفر اختیار کیا۔ جب احمد آباد میں داخل
ہوئے تو شیخ فضل اللہ ممدوح الصدر سے ملاقات ہوئی۔ جن کی خدمت میں کچھ مدت تک رہے
اور ان کی صحبت سے استفادہ فرمانے کے بعد حرمین شریفین روانہ ہو گئے۔

تکمیل حج و زیارت کے بعد مکہ مکرمہ میں شیخ علی متقی (علی بن حسام الدین متقی برہان پوری) کی ملاقات ہوئی۔ جن سے بے شمار فیوض حاصل ہوئے۔ اب ہندوستان لوٹے تو شیخ فرید الدین پسر عالم لنگی کی صحبت میں سالہا سال گزار دئے۔

ان کے مریدوں میں شیخ محمد بن فضل اللہ برہان پوری ہیں۔ ۲۳ محرم ۹۹۲ھ میں برہان پور میں وفات پائی اور مقبرہ شیخ کے اندر آسودہ لحد ہوئے۔

۲۳۔ قاضی ابوالمعالی البخاری اکبر آبادی

(بعد سلطان اکبر شاہ تیموری)

رہنما د عالم فقہ۔ ابوالمعالی حنفی بخاری۔ فقہ و اصول میں ممتاز الاقران تھے۔ ۹۹۰ھ میں ہندوستان وارد ہوئے۔ یہ زمانہ اکبر شاہ تیموری کا تھا۔ آگرہ میں طرح اقامت ڈال دی آپ سے مولانا عبد القادر بدایونی اور دیگر بے شمار افراد نے پڑھا۔

تصنیف | حُبُّ الْفَقْهِ سَاطِعٌ وَدَقٌّ مِیْنُ شَیْءٍ جِسْمِیْ کِی اِبْتِدَاءُ اِنِ الْفَاظُ سَعِیْ کِی ہُوَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْعِلْمَ هَدًی اِیْتًا اِلِی الدَّرَجَاتِ الْعَظِیْمِ "جس کا نسخہ خدا بخش خان لاٹبریری پٹنہ میں ہے۔

۲۴۔ شیخ ابو الواحد ہروی

(بعد شہنشاہ بابر تیموری)

"رہنمائے عالم دین" ابو الواحد ابن وجیہ الدین ہروی۔ اپنے معاصرین میں ممتاز تھے۔ ایک فتنہ کی وجہ سے قندھار کا سفر اختیار کیا اور پھر دوبارہ مراجعت فرماتے ہندوستان ہوئے۔ یہاں بابر شاہ تیموری کے دربار میں عالی مرتبہ حاصل کیا۔ اور آپ خوش و خرم رہنے لگے۔ فارسی میں نہایت عمدہ شعر کہتے، ازاں جملہ سے

چوں تیر خود کشی از سینہ ام بگذار پیکار را
مراد دل دہ کہ تا مردانہ در را بہت دہم جاں را

۹۲۰ھ میں آگرہ میں وفات پائی، اور شیخ زین الدین خوانی کے مدرسہ میں مدفون ہوئے۔

۲۵۔ شیخ ابویزید برہان پوری

م ۹۹۹ھ

رہنمائے بکویت فقیہ ابویزید ابن لشکر محمد برہان پوری۔ یکے از مشایخ۔ عشقہ شطالہ اپنے والد اور شیخ جیسے ابن القاسم سندھی سے طریقت میں استفادہ کے بعد سند شیخو خیمیت پر متمکن ہوئے۔ اور صبر و قناعت و زہد و تقویٰ اور توکل کے ساتھ اپنی عمر کا بقیہ حصہ افادہ و عبادت میں صرف کر دیا۔ (بحوالہ گلزار ابرار)

۲۶۔ مولانا اثیر الدین کاہانی (سندھی)

رہنمائے عالم محدث اثیر الدین ابن عبدالعزیز البہری تم کاہانی سندھی۔ صلاح و تقویٰ میں معروف۔ ۹۲۸ھ میں ہرآقا سے سندھ میں وارد ہوئے۔ کاہان درنواح سیستان (سندھ) میں سکونت اختیار فرمائی۔ متنوع الفنون کے درجہ پر تھے۔ اپنے والد سے حدیث پڑھی۔ اور آپ سے بے شمار افراد سندھ نے استفادہ کیا۔ تدریس و افادہ مشغلہ ہی تھا (بحوالہ نہاندی در کتابش المآثر)۔ نہاندی نے اپنی کتاب المآثر میں ان کا ذکر کیا ہے۔

۲۷۔ شیخ احمد بن ابوبکر حضرمی

رہنمائے نیک طینت۔ نام احمد ابن ابوبکر بن عبداللہ عبیدرہسی التیمی الحضرمی المشہور بباقیہ صاحب السبک (یا السبک برہاشیہ فن) شافعی احمد نگری۔ یکے از اولیا سالکین۔ ہندوستان آکر شہر احمد نگر میں سکونت اختیار فرمائی اور وہیں رحلت کی۔

۲۸۔ شیخ احمد بن ابوالفتح غازی پوری

عالم بزرگ و فقیہ۔ اصول فقہ و ادب میں ممتاز۔ مولد غازی پور، اپنے والد کے سوا دوسرے

اساتذہ سے بھی پڑھا۔ زمانہ (درنواح غازی پور) میں اقامت گزیر ہوئے۔ تدریس کا مشغلہ اختیار کر لیا۔ (بحوالہ عاشقہ)

۲۹۔ شیخ احمد بن اسحاق سندھی

م ۹۳۶ھ

شیخ فاضل احمد بن اسحاق سندھی۔ علمائے صالحین سے تھے۔ مولد و نشاء سرزمین سندھ ہے شیخ عبدالرشید سندھی سے پڑھا کہ مسند تدریس پر راستہ فرمائی۔ دین دار اور پارسا تھے۔ ان کے کرامات و مکاشفات اور عجیب عجیب واقعات مشہور ہوئے۔ مدفن ہاکہ لندہ میں ہے۔ ۹۳۶ھ میں وفات پائی

۳۰۔ شیخ احمد بن اسماعیل ظفر آبادی

م ۹۹۶ھ

المشہور بہ احمد نور۔ بزرگ عالم قاضی احمد حسین واسطی ظفر آبادی چارہ اسطوں سے ابو العیث قطب الدین ظفر آبادی کی اولاد سے ہیں فقہ حنفیہ میں ماہر تھے منصب قضا کو رد و تہنشی اور اپنے نام کی مناسبت سے قریہ احمد نور آباد تعمیر کرایا۔ کثیر الدروس و افتادہ ہے۔ کچھ ادپر تیس برس کی عمر میں ۹۹۰ھ میں وفات پائی۔ (تجلی نور)

۳۱۔ شیخ احمد بن اسماعیل مندوی

بزرگ عالم و محدث احمد بن اسماعیل قادری مندوی فقہ و حدیث میں فائق الاقرون تھے۔ حرمین شریفین کا سفر کیا۔ ادریش محمد بن الحسن بکری شافعی کی خدمت میں برسوں رہ کر استفادہ کیا۔ (گلزار ابرار)

۳۲۔ شیخ احمد بن بدر الدین مصری

م ۲۶ رمضان ۹۹۲ھ

شیخ العالم المحدث لقب شہاب الدین نام احمد پسر بدر الدین عباسی شافعی مصری الہندی
الکجراتی۔ علم و فضل میں نامور اور صلاح و تقویٰ میں مشہور۔ شیخ عبد القادر عیدارس نے ان کا تذکرہ اپنی
کتاب النور السافر کے اندر ان لفظوں میں کیا ہے۔

سال ولادت ۹۳۳ھ اور مولد مصر ہے۔ وہی کے اساتذہ سے پڑھا۔ ازاں جملہ شیخ الاسلام
زین الدین زکریا انصاری و شیخ العلامة برہان الدین ابن ابوالشریف و شیخ الہمام نور الدین مکی اور
شیخ کمال الدین الطویل و شیخ زین الدین الغزی و شیخ نور الدین ملتجی ہیں۔

شیخ الاسلام ابو العباس طنبیادوی بکری سے زید کے اندر ۹۳۶ھ میں یک جائی کا اتفاق ہوا
اور ان سے استفادہ بھی کیا

تصانیف | شرح المنہاج نوی (در فقہ) شاطبیہ (قرآۃ) الحمدۃ المفدسی (الحديث) الاربعین
علم لسانیات و ہیئت اور تقویم میں ید طولی تھا۔ تقوے میں فائق ہوئے کی وجہ سے
تلیل الاختلاط تھے۔ کتاب و سنت اور طریقہ سلف صالحین پر تکیہ تھا۔

ایک عجیب واقعہ | ان کی ولادت سے قبل ان کے والد اپنے زمانہ قیام شام میں جلوس فرما رہے
ہو گئے۔ تو انہوں نے بواسطہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صحت کے
لئے دعا کی۔ خواب میں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھے پر تھپکی دے کر فرمایا کہ اے
ابو احمد کھڑے ہو جاؤ تو یہ صحت یاب ہو گئے۔ وہ دان کے والد اپنی بیوی کو مصر کے اندر حادثہ
میں چھوڑ آئے تھے۔ جن کے بطن سے فرزند متولد ہوا۔ اور اس کا نام احمد رکھا گیا۔ تب ان کی کنیت
ابو احمد قرار پائی۔

صاحب ترجمہ ابو احمد کو بے شمار شعر ضبط تھے۔ عبد اللہ بن باکیر نے جو مکہ معظمہ کے اندر ۹۲۳ھ
میں فروکش تھے۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ مصر سے ایک عالم مکہ معظمہ میں آکر وہیں مقیم ہو گئے۔ یہ صاحب
ایک روز حرم شریف میں ممبر پر آکر وعظ فرمانے لگے۔ تو خطبہ افتتاجیہ میں الحرمین والصلوة

والسلام علی رسول اللہ کے بعد فرمایا۔ میرے والد نے میرے عہد بلوغ مجھے یہ شعر سنائے۔
 اگر تو عزت سے رہنا چاہتا ہے اور تکالیف سے محفوظ رہنا چاہتا ہے اور
 تجھے اپنے گناہوں کی بخشش کی خواہش ہے۔ تو اپنی زبان سے بری بات نہ کہہ۔
 کیونکہ برائیاں اور لوگوں کے اندر بھی ہیں اور ان کی زبانیں بھی ہیں۔
 اور اگر تیری آنکھ نے تجھے راستہ دکھایا ہے۔ تو تو چشم پوشی کر اور کہ لے آنکھ!
 اور لوگ زیادہ آنکھ دالے ہیں۔

اور تو اپنے طریقے سے زندگی بسر کر!
 اور جو تجھ پر زیادتی کرے۔ اس سے چشم پوشی کر!
 اللہ بدی کو نیکی سے دور کر۔

واللہ وہ بہت بڑے عالم تھے تمثیل بیان کرنے میں۔
 اور واللہ وہ عالم فقہ تھے اور ان کی عزت بے داغ تھی۔ ماسوائے ازیں
 کہ وہ لوگوں کی مدارات نہ کرتے۔ حالانکہ دوسروں کی مدارات بہت بڑی خوبی
 ہے۔

شب جمعہ ۴ رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ ہجری میں احمد آباد میں داعی اجل کو لبیک کہا اور
 وہیں آسودۂ خند ہوئے۔ (بحوالہ النور السافر)

۳۳۔ شیخ احمد بن جعفر گجراتی

م ۱۲۷۲ھ ۱۴ صفر ۱۲۹۲ھ

شیخ عالم صاحب تجوید۔ نام احمد بن جعفر ابن محمود حسینی سندھی گجراتی۔ قرآن و تجوید اور دیگر تمام
 علوم میں ممتاز الاثر محدث تھے۔ میں گجرات کے اندر متولد ہوئے وہیں پروان چڑھے۔ اپنے والد اور
 دوسرے علما سے پڑھنے کے بعد مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ مدت تک یہ شغل رہا۔ پھر حج و زیارت
 کے لئے گئے۔ واپس پر گجرات تشریف لے آئے اور تالیف و تدریس فرمائی۔ اور بروز دو شنبہ
 ۱۴ صفر ۱۲۹۲ھ میں وفات پائی۔ (قرآن احمدی)

۳۴۔ شیخ احمد بن جلال گجراتی

م ۹۸۸ھ

شیخ صالح احمد بن جلال ازجاپانیر گجرات دکن یکے از مشائخ عشقیہ شطاریہ بہ سوں شیخ صدر الدین ابن محمد جاپانیری بڑو دی کی خدمت میں ملازم رہے ان کی بیعت سے مشرف ہوئے اور ان کے اذکار و مشاغل عبادت سے استفادہ فرمایا۔ حتیٰ کہ مرتبہ مشیخت پر فائز ہو گئے۔ صاحب وجد و حال تھے ۹۸۸ھ میں برودہ میں انتقال کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔ (گلزار ابرار)

۳۵۔ شیخ احمد بن خطیر گوالیاری

(بعد سلطان ہمایوں تیموری)

م ۹۹۵ھ

شیخ فاضل، لقب فرید الدین احمد لیسر خطیر الدین گوالیری المشہور بہ شیخ پھول صاحب دعوت ہونے کے ساتھ قبول عام سے بہرہ مند تھے۔ حمید الدین شطاری کے مرید۔ اور ان سے ان کے بھائی محمد الغوث مصنف جواہر خمسہ و شیخ جلال الدین توی و مولانا فرملی اور دیگر بے شمار حضرات مرید تھے کہا جاتا ہے کہ بادشاہ ہمایوں تیموری نے ان کی بیعت کی۔ یہ تذکرہ محمد بن الحسن نے گلزار ابرار میں کیا ہے۔ اور عبدالرزاق نے اپنی کتاب قاشرا لامرا میں لکھا ہے کہ

شیخ پھول نے طریقت حاصل کی۔ شیخ قیص بن ابوالحیات سداڑھوری سے غالباً طریقہ قادریہ میں نگر یہ بات ہماری مقدم الذکر بات کے خلاف نہیں کہ انہوں نے شیخ حمید شطاری سے اخذ طریقت کی۔ اور بادشاہ ہمایوں نے ان کے صلاح و تقویٰ کا معتقد تھا جو جلالت و خلوت بہر مقام پر ان کی خدمت میں باریاب ہوتا۔ حتیٰ کہ شیخ صمد درج ان کی مشایعت میں بنگالی تشریف لے گئے اور ایک مدت تک بخت آباد گور میں اقامت گزیر رہے پھر ہمایوں نے آپ کو اپنے بھائی ہندال کے پاس خط و کہ بھیجا۔ جو اگر وہیں بغاوت کی تیاری کر رہا تھا۔ شیخ نے ہندال کو ہمت سمجھایا۔ مگر اس پر لبناوت کا بھوت مسلط ہو چکا تھا۔ اس نے الٹا شیخ کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ۹۹۵ھ میں رونما ہوا۔ شاہ محمد

غوث صاحب شیخ کے بھائی نے ان کی تاریخ وفات "فقد مات شهيداً" سے مستخرج کی اور شہر
بیانہ کے قلعہ کی پشت پر ان کو دفن کیا گیا۔

۳۶۔ شیخ احمد بن خلیل بجاپوری

(بعد سلطان علی عادل شاہ)

م ۹۸۰ھ

شیخ فاضل احمد بن خلیل بن احمد بجاپوری۔ عالم دین اور محدث تھے۔ ہندوستان کے مشہور
اساتذہ سے پڑھا۔ اور حرمین شریفین تشریف لے جا کر حج و زیارت سے فراغت کے بعد حجاز کے
ائمہ عصر سے حدیث پڑھ کر ہندوستان واپس تشریف لے آئے تو بادشاہ علی عادل شاہ نے آپ
کو اپنے مقرب کا درتہ بخشا۔ جو خلوت و جلوت دونوں میں انہیں اپنے ساتھ رکھا۔
شیخ نے بنگلہ کے جوار میں موضع کندرگی میں رحلت فرمائی۔ ان کے ایک مرید نے لفظ فرشتہ
سے ان کی تاریخ رحلت نکالی ہے۔ آپ نے عید الفطر کی شب ۹۸۰ھ میں وفات پائی۔

۳۷۔ شیخ احمد بن زین جونپوری

م ۹۶۳ھ

شیخ عالم صالح۔ احمد بن زین الدین بریلوی جونپوری یکے از علمائے ربانیین شیخ معروف بن عبد
جونپوری سے علوم کی تحصیل کی۔ اور طریقت بھی انہی سے حاصل کی۔ مدتوں ان کی خدمت میں حاضر رہا
رہے۔ حتیٰ کہ مرتبہ کمال حاصل کر لیا۔ جس طرح انہیں متعدد علوم میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اسی طرح
شریعت مطہرہ پر عمل میں درجہ عالیہ پر فائز تھے۔ لوگوں کے ہدایا قبول نہ فرماتے۔ مزدوری کر کے
کھاتے۔ ان کے شیخ نے انہیں کچھ رقم عنایت کی تھی جس سے تجارت کرتے اور تفع سے روٹی کھاتے۔
ان کے اقوال ^(۱) الزم الفقراء فان الخیر فیہم فقرائے محبت رکھو کیونکہ خیر انہیں میں ہے۔
ان کے اقوال ^(۲) اسئل العلماء فان الحق مہم علماء سے مسئلہ پوچھو اس لئے کہ حق اور راستی
ان کے ساتھ ہے۔ جن کے اندر صداقت ہی صداقت ہے۔

ماہ جمادی الاخریٰ ۹۶۳ھ میں بروہ میں وفات پائی۔ یہ قریب جون پور کے حوالی میں ہے جسے
لوگوں نے ان کی تاریخ وفات ان ہی کے نام شیخ احمد کے مستخرج کی ہے۔ (بحوالہ گنج ارشدی)

۳۸۔ شیخ احمد بن ضیا مندوی

م ۹۸۸ھ

شیخ عالم فقیہ احمد بن ضیا الدین حسینی لقب سراج العاشقین مندوی علوم ظاہر و باطن
دونوں سے واقف شیخ سلیمان بن عفان مندوی کے مرید زائد عبادت گزار کم خود۔ کبھی سیر ہو کر نہ کھاتے
اور نہ کبھی پوری نیند سوتے۔ ۲۹ محرم ۹۸۸ھ کے روز وفات پائی (بحوالہ اخبار الاحضیا)

۳۹۔ شیخ احمد بن عبد القدوس گنگوہی

(بعد اکبر بادشاہ)

م ۹۶۲ھ

شیخ عالم فقیہ۔ نام احمد بن عبد القدوس الحنفی از گناوہ یکے از مشایخ مشہورین۔ اپنے والد
سے علم ظاہر و باطن دونوں میں تفتیش۔ جو از سماع و وجد اور وحدت الوجود کے مسلک کو اپنایا۔ تصانیف
میں ان کا ایک رسالہ اثبات وحدت الوجود اور حلقہ الغناوہ میں ہے۔ جس کی غنائت ان کے تلامذہ
عبد النبی محدث نے کی۔ پھر والد نے انہیں گھر سے نکالی دیا۔ اور یہ دہلی چلے گئے۔ جہاں سلطان اکبر
تیہوری کی طرف سے صدارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز ہوئے اور ۹۶۲ھ میں وفات پائی۔

۴۰۔ شیخ احمد بن عبد الملک لاہوری

م ۱۰ محرم بعد جمعہ ۹۶۶ھ

الشیخ الفاضل احمد بن عبد الملک حنفی لاہوری۔ فقہ و حدیث میں ممتاز۔ ابتدائی کتب
شیخ منصور لاہوری اور اوپر کے درسیات شیخ عبد اللہ بن شمس الدین سلطان پوری سے پڑھیں جس کے
بہرہ لاہور تشریف لے آئے (غالباً اول الذکر کے ہمراہ رہے) اور یہیں اقامت اختیار کر لی۔ آپ

دہد و تقویٰ و ریاضت اور شریعت کی پابندی میں مصروف اور تدریس مشغول تھا۔ یوم جمعہ عاشورہ محرم
۹۴۶ھ ہجری میں وفات پائی۔ (بحوالہ اخبار الاصفیاء)

شیخ احمد بن محمد الدین شیبانی

م ۲۵ صفر ۹۲۷ھ

شیخ عظیم کبیر احمد ابن محمد الدین ابن تاج الافاضل شیبانی نادنولی۔ امام محمد بن الحسن شاگرد
امام ابو حنیفہ کی نسل سے تھے۔ قصبہ نادنول میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے۔ دریات شیخ حسین
ابن خالد ناگوری اور شیخ بامینید ابن قیام الدین اجمیری سے پڑھیں اور برسوں تک ان کی خدمت و
صحبت میں رہے۔ طریقت شیخ حسین ممدوح سے حاصل کی۔ اپنی ۱۸ سال کی عمر میں منہ تدریس مزین فرمائی۔
بعد اجمیر تشریف لے جا کر شیخ معین الدین کی قبر پر مسلسل ۷۲ سال تک چلتے کھینچا۔ مگر جب ہندوؤں کے
ایک بڑے راجہ سانگانے اجمیر پر حملہ کر کے مسلمانوں کا قتل عام اور لوٹ شروع کر دی۔ تو صاحب قہر
دوشنبہ ۹۲۷ھ کے روز اجمیر سے نکل کر نادنول تشریف لے گئے۔ جہاں سے ایک مدت کے بعد ناگور
منتقل ہوئے۔ اور یہیں وفات پائی۔

ممدوح قاضی متقی تھے اور بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے میں کسی کا خوف دل میں نہ لاتے۔ رات
میں ذکر و مراقبہ و تہجد میں مصروف ہو جاتے۔ حتیٰ کہ پچاشت کے وقت تدریس میں منہمک ہو کر ظہر کا وقت
لے آتے۔ جس کے بعد تائب عصر اور اد سقرہ میں رطب اللسان ہو جاتے۔ عصر کے بعد پھر تدریس۔
وعظ میں تفسیر مدارک پر مدار تھا۔ دوران تذکیر میں رقت و بکا کا غلبہ رہتا۔ جس سے سامعین بھی بہت
متاثر ہوتے۔ تفسیر مدارک کے بیان میں اپنے اساتذہ و شیوخ کے افادات بیان کرتے۔ ۲۵ صفر ۹۲۷ھ
میں انتقال کیا۔ (بحوالہ اخبار الاخبار شاہ عبدالحق)

۴۲۔ شیخ احمد بن محمد نہروالی

الشیخ العالم المحدث امام ابن محمد بن قاضی خان ابن بہاؤ الدین بن یعقوب ابن اسماعیل بن علی ابن
القاسم بن محمد ابن ابراہیم بن اسماعیل عدنی خرقانی ابو العباس علاؤ الدین احمد نہروانی گجراتی۔ جو والد تھے

مفتی قطب الدین محمد نردانی کے۔ اور وہ مکہ معظمہ میں مفتی تھے۔ مگر ان کے داد قاضی خاں معصفت فتاویٰ قاضی نہیں بلکہ نردانہ کے مشہور عالم اور صاحب فتوے تھے شیخ احمد کاسن پیدائش سنہ ۱۲۸۵ھ ہے تحصیل علوم اپنے عہد کے اساتذہ نردانہ سے کرنے کے بعد حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ عزیز الدین عبد العزیز ابن نجم الدین عمر بن محمد اور دوسرے آئمہ حدیث سے علاوہ حدیث کا استفادہ کیا۔ مجمع بخاری کی ایک سند میں حافظ نور الدین ابوالفتح ابن عبد اللہ طاووسی زبیل گجرات سے تابع امام بخاری علوم حاصل ہے۔

شیخ احمد صاحب ترجمہ نے شیخ معمر ۳۰۰ سالہ یوسف ہروی المعروف بہ ۳۰۰ سالہ سے سند حدیث حاصل ہے اور شیخ معمر محمد بن شاد بخت فرغانی سے بھی حاصل ہے۔ جس سند کے جملہ شیوخ میں شیخ احمد ابدال سمرقندی ابوالقمان یحییٰ ابن عمار ابن مقبل ابن شاہان جیلانی المعمر بہ ۱۴۳۰ سالہ ہیں۔ آپ نے ان جملہ شیوخ کی روایت محمد بن یوسف فربری روایت امام محمد بن اسماعیل بخاری سنی۔ اور محمد صرح الذکر شیخ علاؤ الدین جو مرد پارسا اور تھے۔ مکہ مبارکہ تشریف لے گئے۔ جہاں آخر عمر میں آپ نابینا ہو گئے۔ معلوم ہوا ہے کہ مکہ معظمہ میں آپ نے احمد شاہ گجراتی کے مدرسہ میں مستند تدریس مزین فرمائی۔

ان کے صاحبزادہ مفتی قطب الدین نے اپنی کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام میں لکھا ہے کہ:-

میرے والد کفوف البصر ہونے سے پہلے ہر سال قربانی کے روز منیٰ کے اندر بہت سویرے دمی الجمرہ کر کے واپس آکر حطیم میں بیت اللہ کے سامنے بیٹھ جاتے اور طواف کرنے والوں کی طرف دیکھتے رہتے۔ یہ حالت مغرب کی نماز تک رہتی۔ ادائے نماز مغرب کے بعد طواف سے فارغ ہو کر پھر منیٰ میں چلے جاتے۔
فرمایا کرتے تھے کہ اولیاء اللہ کے لئے ہر سال حج کرنا لازم ہے۔ جہاں ان کو افضل عمل کرنا چاہیے۔ اس لئے میں چوم الخرمیں اول وقت جا کر واپس آنے میں

۱۔ یہ صاحب عنوان کا لقب ہے۔

بھی عجلت کرتا ہوں اور حطیم میں بیٹھ کر طواف کرنے والوں کی طرف دیکھتا رہتا ہوں
کہ میری نظر ان میں سے کسی پر پڑ جائے۔ یا ان میں سے کسی کی نظر مجھ پر پڑ جائے
اور مجھے یا اسے برکت حاصل ہو۔

ان کا یہ معمول زندگی کے آخری سال تک رہا۔

۹۲۹ھ کے اندر مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔

۴۳۔ شیخ احمد بن محمد بہاری

الشیخ العالم الفقیہ احمد بن محمد بن طیب حنفی البہاری جو اپنے دور کے مشہور فقیہ تھے۔ بہار کے
ایک حوالی قریہ میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے اپنے والد سے پڑھا۔ جن کی خدمت میں برسوں رہے۔
ان کے والد مشہور اساتذہ سے تھے۔ جو بڑھا طیب کے لقب سے مشہور تھے۔

۴۴۔ شیخ احمد بن محمد سندیلوی

الشیخ العالم فقیہ مفتی احمد بن محمد حسینی السندیلوی۔ فقہ و اصول میں ممتاز تھے مولد و منشاء
سندیلوہ ہے اپنے والد کے سوا بعض اور اہل علم سے بھی کتاب کیا اور مندرجہ آراء سے فرمائی برسوں یہ
مشغلہ رہا۔ (بحوالہ عاشقینہ)

۴۵۔ قاضی احمد بن محمود نصیر آبادی

۹۳۵ھ

السید الشریف قاضی احمد بن محمود بن اکھلاہ الحسنی نصیر آبادی بہار سے (مؤلف نزہۃ الخواطر کے)
حدیث اکبر ہیں جو کہ امیر قطب الدین محمد ابن احمد دہلوی بغدادی نیز ہند کی نسل سے تھے۔ اور اپنے بھائی
قاضی محمد کی رحلت کے بعد ۸۹۵ھ میں نصیر آباد کے قاضی مقرر ہوئے۔ اس منصب پر مسلسل ۲۸ سال
نہایت مخلص رہے۔ بعد ازاں معزول ہو گئے۔ تو نصیر آباد سے رائے بریلی آکر طرح اقامت ڈال دی۔
اس ہجرت کا سبب وہ مناقشہ تھا۔ جو سید نصیر الدین نجفی نصیر آبادی کی اولاد سے ترکہ

ہیں ہوا۔ یہ مقدمہ قاضی کی عدالت میں لے جایا گیا۔ جس پر قاضی نے شرع کے مطابق فیصلہ کیا۔ تفریقین اس فیصلہ پر متفق نہ ہوئے۔ قاضی معزول کر دیا گیا۔ اور ممدوح نصیر آباد سے یہ کہتے ہوئے ہجرت کر گئے کہ یہ بستی اقامت کے لائق نہیں ہے۔

صاحب ترجمہ نے رائے بریلی ہی میں داعی اہل کولیک کہا۔ اور سیدراجی کے قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔ تاریخ وفات ۱۳۵۵ھ ہے۔ (بحوالہ سیرت السادات)

۴۶۔ شیخ احمد بن نصر اللہ ٹھٹھوی شندھی

(بعد سلطان اکبر شاہ تیموری)

م ۹۹۶ھ

الشیخ الفاضل العلامة۔ نام احمد بن نصر اللہ الشیعی۔ ساکن ٹھٹھہ سندھ۔ حضرت عمر بن الخطاب کی نسل سے تھے۔ اولاد میں تھے۔ مگر اتفاق سے اپنے شہر کے شیعہ علماء کی محبت مل گئی۔ جن کے ہمراہ شہر چلے گئے جہاں فنون ریاضی کے ساتھ شیعہ علم کلام و احادیث پڑھنے کا موقعہ شیخ افضل قاضی سے ملا۔ اب یزدادروہاں سے شیراز پہنچے۔ تو شیخ کمال الدین اور مرزا جان شیرازی کے سامنے زانو سے تلمذ کر گئے۔ یہاں سے قزوین آئے۔ جو اس ملک کا تخت نگاہ تھا، تو سلطان طہماشپ شاہ کے پاس کچھ مدت قیام ہوا۔ مگر جب سلطان ممدوح کی رحلت کے بعد اسماعیل نے وہاں حکومت ماٹھ لی۔ اور وہاں پر میلان رکھتے تھے تب شیخ احمد صاحب قزوین چھوڑ کر عراق آ گئے۔ اور یہاں کے علماء سے جملہ علوم میں تکمیل کے بعد آخر ہندوستان لوٹے۔ یہ زمانہ سلطان اکبر کا تھا۔ جس سے شیخ نے راجہ پیدا کر لیا۔ اور بادشاہ اکبر نے انہیں تاریخ عالم کی تالیف پر مگادیا۔ جو بدو اسلام سے ۶ ہزار سال کی متفق ہو۔ اور اس کا نام قاضی ہو۔

یہ تذکرہ بدایونی نے کرتے ہوئے شیخ کے متعلق لکھا ہے کہ شیخ احمد بہت بڑے فاضل اور تھے۔ لیکن انہیں اپنے صاحب دعوت ہونے کا خبط تھا۔ اہل سنت کے ساتھ مناظرہ کرنے کا بہت شوق تھا۔ اور نہایت بد زبان بھی تھے ان کے مقابل مرزا فولاد خراسانی شیعوں کے ایسے ہی مخالف تھے۔ جسے شیخ احمد نے قتل کر دیا۔ اور خود اس کے قصاص میں مارے گئے۔ واقعہ لاہور کا ہے۔

تصانیف | خاصۃ الحیاة نامی کتاب ہے۔ جس کے ۳ ابواب ہیں۔
(۱) مقدمہ (۲) دو مقصد (۳) خاتمہ۔

خاتمہ کے دو مقصد ہیں مقصد اول میں اسلام سے مقدم حکما کا ذکر ہے۔ اور مقصد دوم میں بعد از اسلام کے حکما کے احوال۔

اور خاتمہ میں ان مذاہب مختلفہ کا تذکرہ ہے۔ جو ان حکما کے زمانوں میں تھے۔ یہ کتاب شیخ نے حکیم ابو الفتح گیلانی کی ترغیب سے لکھی۔

دوسری تصنیف | "تاریخ الفی" ہے۔ آغاز اسلام سے لے کر چنگیز خاں تا تاری کے عہد تک یہ ایمائے سلطان اکبر۔ ۲۵ صفر ۹۹۶ھ میں قتل کئے گئے۔ ابو الفیض بن مبارک نے "در جست و پیچ ماہ صفر" سے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔ سال وفات ۹۹۶ھ ہے اور فیضی نے ۲۵ صفر کا اضافہ کیا ہے۔ (بدایونی)

۴۷۔ شیخ احمد بن نظام مانک پوری

م ۹۲۲ھ

الشیخ الصالح احمد بن نظام الدین بن فیض اللہ بن حسام الدین العمری المانک پوری۔ مولد و منشا مانکپور بشارت چشتیہ سے ہیں۔ اپنے والد ادرع بزرگوار حسن کلیم اللہ مانکپوری سے پڑھا۔ اپنے والد کے بعد درجہ شیخو نجات پر سرفراز ہوئے۔ اور بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ کیا۔ صاحب وجد و حالت تھے۔ مانکپور ہی میں آسودہ لحد ہوئے۔ (اشرف السیر)

۴۸۔ شیخ احمد بن نعمت اللہ چندیری

(بعد سلطان قادر شاہ مالوی)

الشیخ الصالح احمد بن نعمت اللہ بن نصیر الدین بن اسماعیل بن علاؤ الدین ملتانی چندیری۔ مولد و منشا چندیری (در صوبہ مالوہ) احباب علم و طریقت سے تھے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد کاپی کے نواحی قریہ جتھرہ میں آگئے۔ اور یہاں سے قبضہ رائیں مالوہ میں جا پہنچے۔ جہاں سے

بادشاہ قادر شاہ مالوی نے آپ کو اجپین لے جا کر شیخ الاسلام کے منصب پر فائز کر دیا۔ اجپین ہی ان کا دفن بنا ان کی اولاد میں دو فرزند جمال الدین اور عبد القادر تھے (گلزار ابرار)

۴۹۔ شیخ احمد سرہندی

م ۹۸۶ھ

شیخ العالم الفقیہ احمد الحنفی السربندی۔ فقہ و اصول فقہ میں ممتاز۔ برسوں درس و تدریس میں مصروف رہے۔ استفتا کے لئے مرجع عوام و خواص تھے ۹۸۶ھ میں انتقال کیا۔ (گلزار ابرار)

۵۰۔ شیخ احمد اجمینی

م ۹۹۸ھ

شیخ الصالح احمد متوکل الاجینی۔ صلحا میں سے تھے۔ حضرت شاہ محمد غوث گوالیری مؤلف الجواہر الخمد سے طریقہ عشقہ میں بیعت کی۔ برسوں ملازم خدمت ممدوح رہے بعدہ شراجین میں ارشاد و تاقین کے لئے خود کو وقف کر دیا۔

قانع دپاکباز و متدین اور متوکل علی اللہ تھے (گلزار ابرار)

۵۱۔ قاضی احمد الغفاری

م ۹۷۵ھ

شیخ الفاضل القاضی احمد الغفاری القزوی۔ علم تاریخ کے ماہر شیخ نجم الدین عبد الغفار شافعی کی نسل سے تھے۔ جن کا فقہ میں بلند مقام تھا۔ تاریخ میں ان کی یہ تصانیف ہیں۔

۱۔ جہاں تارا۔ ضخیم کتاب تاریخ الملوک پر مشتمل۔

۲۔ انگارتان۔

تصانیف

شعر و ادب فارسی میں فائق الاقران تھے۔

پس از شرے نشیند گردے در پشیم آں بد خو
نپدول در برم، ترسم کہ ناگہ زدود بر خیسزد
حج دریاوہ سے واپسی پر دکن میں رجعت فرمائی۔

۵۲۔ قاضی احمد سندھی

شیخ فاضل احمد سندھی مقتول و مقبول میں سربراہ آوردہ روزگار نہادندی نے ان کا ذکر اپنی کتاب
تکثر میں بایں الفاظ کیا ہے کہ ہمیشہ درس و افادہ میں مصروف رہتے۔

۵۳۔ شیخ احمد ہری

(بعد سلطان عادل شاہ بجاپوری)

الشیخ الفاضل المہتمم احمد الحسینی الہردی۔ مشہور علمائے ہرات سے تھے۔ ہندوستان آکر بادشاہ
یوسف عادل شاہ بجاپوری کے مقرب ہو گئے۔ یہ بادشاہ اور ان کا صاحبزادہ اسمعیل دونوں اپنے
عمد میں ان کے قدر دان تھے۔ نہایت خوش دل اور خوش مزاج تھے۔ مجلس کو بہار گلزار بنا دیتے
اس پر نورانی چہرہ۔ ۹۲۱ھ تک زندہ تھے بروایت تاریخ فرشتہ۔

۵۴۔ شیخ احمد الفیاض المصطفوی

شیخ عالم الصالح احمد الفیاض المصطفوی۔ اپنے دور کے مشہور فقہا سے تھے۔ حدیث و تفسیر
و تاریخ و سیر میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ایک سال کے اندر قرآن مجید حفظ کر لیا۔ معلومات کا معدن۔
کثیر المسالک و شیعہ میں مقال ہونے کے ساتھ درس و افادہ پر توجہ رہتی۔ بایں ہمہ تقویٰ و فقر و قناعت
دستور تھا۔ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے۔ اور اس بارے میں وہ اپنے معاصر شاہ نظام الدین مصطفوی
کا رد کرتے۔ آپ فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔

۵۵۔ شیخ احمد ملتانی

ولجہد سلطان اسکندر بن بہلول لودھی،

سید عالی نسب نام احمد حنفی ملتانی فقہ و اصول و کلام و ادب میں ممتاز سلطان اسکندر ابن بہلول لودھی کے عہد میں دہلی آئے۔ اور متعدد شیوخ سے ملاقات کے بعد شیخ عبد القدوس ابن اسماعیل گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے کتاب غوارف اور عرائس البیان وغیرہ سنا کر پڑھیں حتیٰ کہ دھردۃ الوجود کے معترف ہو گئے۔ یہ بات رکن الدین ابن عبد القدوس گنگوہی نے اپنی تالیف لعایف القدوسہ میں بیان کی ہے۔

۵۶۔ شیخ اڈھن بلگرامی

الشیخ الفلاح اڈھن بلگرامی المشہور بے شیخ الاسلام کہ شیخ سالار قنوجی کی نسل سے تھے جن کا سلسلہ نسب شیخ عثمان ہارونی سے ملتا ہے۔ اسی لئے ان کے ہم قبیلہ خود کو عثمانی بتاتے ہیں۔ بحسب تحریر شیخ غلام علی آزاد در آثار الکرام، اڈھن اصحاب شیخ مبارک علی سندیلوی سے تھے اور بہار میں کثیر الدرس و افادہ تھے۔ اعلام ان کے سامنے دالو سے تلمذ نہ کرنا اپنا فخر سمجھتے یہ بات شیخ محمد حرازی شاگرد احمد حندی نے کہی۔ جب کہ اپنے زمانہ وادد ہندوستان میں۔ شیخ اڈھن کے حلقہ تلامذہ میں شریک ہوئے۔ ان کا نام اڈھن ہندوستان کے قدیم انداز پر تھا یا اصلی نام کچھ اور ہو گا۔ دانشدا علم۔

۵۷۔ شیخ اسحاق بن کاکول لاہوری

م ۹۹۶ھ

الشیخ العالم الکبیر نام اسحاق ابن کاکول العمری لاہوری۔ کہ حضرت فرید الدین مسعود اجدادی کی اولاد سے تھے۔ مولد و منشا لاہور ہے۔ اپنے والد شیخ کاکول م ۸۸۲ھ سے پڑھا۔ ان کے والد شیخ پیر محمد لاہوری کے اصحاب سے تھے۔ دوسرے اہل علم سے بھی پڑھا۔ اور طریقت میں شیخ داؤد ابن فتح اللہ کرمانی سے مستفیض ہوئے۔ ان کے مرید شیخ سعد اللہ اور شیخ منور کے سوا اور بھی

مشائخ و علماء تھے۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ آپ کثیر الدرس و اشتغال اور نفع رساں انواع علوم میں شیریں مقال و بلیغ البحث تھے۔ مگر دیر تک بات سوچتے رہتے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک تابکار نے شیر برنج سے بھری ہوئی ایک ٹانڈی ان کے سر پر رکھ دی۔ چنانچہ آپ اسے سر پر اٹھائے ہوئے پورے بارہار سے گزر کر اس کے گھرنے تک پہنچا کر آئے اور اس میں عار کی کوئی بات نہ سمجھی۔

بدایونی کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک سو برس سے زیادہ عمر پائی اور ۹۹۹ھ میں وفات پائی۔

صاحب اخبار الاصفیاء نے لکھا ہے کہ ۲۹ ربیع الاول ۹۹۶ھ میں رحلت فرمائی۔

۵۸۔ شیخ اسحاق بن محمد بن ابراہیم ملتانی

م ۱۵ ارشوال ۸۴۴ھ

الشیخ الصالح اسحاق بن محمد بن ابراہیم بن فتح اللہ الرزعی الاسماعیلی الملتانی ثم احمد آبادی بیدار دکن کے مشائخ میں ممتاز تھے۔ مولد و منشا احمد آباد بیدار ہے۔ جواب صرف احمد آباد کے نام سے موسوم ہے۔ شیخ محمد وح نے علم ظاہر و باطن دونوں اپنے والد سے حاصل کئے، جن کی خدمت میں برسوں رہے۔ حتیٰ کہ مرتبہ کمال تک فائز ہو گئے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد سبب مشغیت آرائے فرمائی اور ان کے بعد دس سال تک زندہ رہے۔

انہیں علم معرفت میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اور زہد و تقاضت میں بلند پایہ رکھتے تھے۔

۵۹۔ اسکندر بن بہلول لودھی بادشاہ ہند

م ۲۳ ذی قعدہ ۹۲۳ھ

سلطان عادل و صالح و فاضل علوم۔ اسکندر بن بہلول بن کالا لودھی ۸۹۷ھ میں اپنے والد کی رحلت کے بعد سربراہانے حکومت ہوئے۔ عدل و احسان کے ساتھ داد بادشاہی دی۔ دور دراز ملکوں سے علما کو جمع کیا۔ اور انہیں مال کر دیا۔

اسے علما کی مجلس کی طرف بہت رغبت تھی۔ انہیں دربار میں بلاتا۔ دسترخوان پر بھی شریک

طعام کرتا۔ کبھی خود بھی بغیر اطلاع ان کے ہاں چلا جاتا۔ گاہے ان کی تدریس کے اوقات میں مسجد یا مدرسہ کے کسی کونے میں چھپ کر کھڑا ہو جاتا تاکہ ان کا درس سُن سکے۔
 سادہ سُنّت کا بڑا پابند تھا۔ ادب و باشوں پر نظر رکھتا۔ باطل کے مٹانے میں سدا جہد کرتا۔ لباس میں تکلف اُسے گوارا نہ تھا۔ اراذل کے ساتھ نشست و برخاست کا روادار نہ تھا۔ نہ آداب میں ان کی مدد کرتا۔ وہ دینی اور بادشاہت دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہتا اور رعیت کے پیش آمدہ معاملات میں خود بھی خفیہ طور پر چھان بین کرتا۔ قاضیوں کے فیصلوں کی مسلسل خود مطالعہ کرتا۔ اپنے وکیل دریاخان سے کہہ رکھا تھا کہ کچھ رات گئے تک بھی عدالت میں رہے۔ اور اس کی مدد کے لئے فقہاء و فضاہ بھی مقرر کر رکھے تھے۔ وہ عدالت کے دفاتر گھڑی گھڑی جانتا۔

نماز ظہر کے بعد علما کی مجلس منعقد کرتا۔ ان کے ساتھ مذاکرات میں خود بھی شریک ہوتا۔ اکثر قرآن مجید کی تلاوت کرتا۔ حرم شاہی میں ذرا دیر کے لئے جاتا۔ اپنے محل میں علما کو جمع کر کے آدھی رات تک مذاکرات جاری رکھتا۔ ان کی واپسی کے بعد امور سلطنت پر غور کرتا۔ وہ فراہم شاہی اپنے قلم سے لکھتا۔ سلطنت کے امور ہیں اس کی نظر دور رہتی تھی۔ ضرورت مندوں کو دل کھول کر عطیات بخشتا۔ اس نے علما کے لئے گرامر و وظائف جاری کر رکھے تھے۔ اور لائق لوگوں کو ان کے حسب حال مراتب دے رکھے تھے۔ یتامی اور یتیم خانوں کے بزرگین مقرر کر رکھے تھے۔ مساجد و مدارس آباد تھے۔ علوم کی ترویج جاری رہتی۔ لشکریوں کے ساتھ عمدہ طریق سے پیش کیا کسانوں کی مدد کرنا اس کا شعار تھا۔ اور انہی کی اصلاح اور پیداوار کی کثرت پر سدا نگاہ رہتی۔ راستوں پر محاسبہ تھا۔ رہنروں کے ساتھ رعایت نہ تھی بلکہ ان کو سخت سزائیں دی جاتیں۔ جب وہ اپنا لشکر کسی طرف بھیجتا۔ تو دم بدم ان کی خبریں آتی رہتیں۔ اور انہی سے مرتبہ انہیں فراہم بھیجتا کہ یہ کرو۔ یہ کرو!

(دین کا تو بہت ہی پابند تھا۔ اس نے بہت سے بہت خانہ قورڈاد لئے۔ اور ان کی جگہ بے شمار مساجد و مدارس اور خانقاہیں تعمیر کرا دیں۔ اور ہندوؤں کو پورا سہولت دینے سے منع کر دیا۔ اس نے بہت سے مراسم کی بنیادیں کھولی کر دیں۔ وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے علماء کو عربی

علوم فارسی میں متعل کرنے پر تعینات کیا۔ خراسان اور دوسرے دور دراز ملکوں سے بلا کر انہیں
 ویدک طریق علاج کو فارسی میں لانے کا حکم دیا۔ جنہوں نے ایسی بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان میں طب
 اسکندر بھی ہے۔ اس کے نتائج میں یہ بات نادرات سے ہے کہ جب وہ اپنے بھائی بارہک کی
 سرکشی مٹانے کے لئے جون پوز گیا۔ تو اثنائے موکہ میں ایک قلند درویش نے اس کا ہاتھ زبردستی سے
 اپنی طرف کھینچ کر فسج کی بشارت دیتے ہوئے کہا۔

”جب مسلمانوں کے درمخالفت لشکر میں ایک لشکر مغلوب ہو جائے۔ تو فاتح لشکر
 کے لئے اپنا غلبہ ثابت کرنے کی بجائے ہفتہ چ کو مسلمانوں کی خیر خواہی پر جمع کرنا
 چاہیے۔“

سلطان اسکندر موسیقی کا ماہر اور فارسی میں شعر بھی کہتا تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

(۱) سرو سے کہن پیر میں دگل بدنش

روح است مجسم کہ در پیر منش

(۲) شکے فتنے چیست کہ صندر مملکت چین

در حلقہ آں زلف شکن تلش

(۳) در سوزن مرثگان بکشم رشتہ بجاں را

ناچار بدوزم کہ در آں پیر منش

وفات بروز یک شنبہ ۱۲۳۳ھ

۴۔ شیخ اسماعیل بن ابدال لاہوری

م ۹۹۲ھ

شیخ عالم اجل اسماعیل ابن ابدال بن نصر بن محمد بن موسیٰ بن عبد الجبار بن ابوصالح بن عبدالرزاق

بن عبدالقادر الشریف الجیلانی لاہوری۔

اپنے عہد کے مشہور علمائے تھے۔ فقہ و اصول و کلام و ادب میں یدِ طولیٰ تھا۔ دارالحکومت دہلی میں فروکش ہوئے۔ اور مدت تک یہاں رہے۔ پھر انتہی طور پر تشریف لے گئے اور وہیں آسودہ لحد ہوئے۔

شیخ محمد بن الحسن جون پوری و شیخ عبدالملک ابن عبدالغفور پانی پتی اور علامہ جمال الدین **تلاذہ** لاہوری اور کئی علماء و مشائخ ^{۹۹۴ھ} میں رحلت فرمائی (تذکرۃ الکملاء)

۶۱۔ شیخ اسماعیل بن حسن ناگوری

الشیخ الصالح اسماعیل بن حسن بن سالار ناگوری یکے از مشائخ چشتیہ سپہ والد اور شیخ اختیار الدین ایرجی سے علوم کی تحصیل کی۔ اور ان سے شیخ خاں بن العلاء ناگوری نے۔ (گلزار ابرار)

۶۲۔ شیخ اسماعیل بن عبداللہ لاہوری (بعہد اکبر شاہ تیموری)

م ۹۷۸ھ

الشیخ الصالح الفقیہ۔ اسماعیل ابن عبداللہ ابن محمد شریف الحسنی الاجلی لاہوری شیخ عبدالقادر جیلانی کی نسل سے تھے۔ شہر آج بولد و منشا۔ اپنے والد سے فراغت علم کے بعد سلطان اکبر تیموری کے عہد میں لاہور آئے۔ اور اکبر نے آپ کو ارغن خراجی کے ایک ہزار ایکڑ عطا فرمائے۔ اور یہ لاہور ہی سکونت پذیر ہوئے۔

آپ بڑے عالم صالح اور پارہ ہونے کے ساتھ ریاضت و مجاہدہ کے عادی تھے۔ ^{۹۷۸ھ} میں شہر لاہور میں آسودہ لحد ہوئے۔ (بحوالہ خزینۃ الاسفیاء)

۶۳۔ شیخ اسماعیل بن محمد ملتانی (بعہد سلطان عماد شاہ)

۱۱۳۰ھ مطابق ۱۷۸۵ھ

الشیخ الصالح الفقیہ۔ اسماعیل ابن محمد بن ابراہیم نسیج اللہ الرضوی الاسماعیل ملتانی ثم ابیدری

ان علمائے ہیں جن کی قبولیت عام تھی۔ احمد آباد بیدار مولد و منشا ہے۔ اپنے والد سے علوم ظاہر و باطن حاصل کئے۔ اور دونوں میں کامل ہو گئے۔ ان کی والد کی رحلت کے بعد عماد شاہ نے انہیں برادر بھوا کر قریہ پھتری ان کو جاگیر میں دے دیا۔ جہاں وہ ۱۳۵۱ھ ۹۸۵ھ میں فوت ہو گئے۔

۶۴۔ مولانا اسماعیل نقشبندی

م ۹۸۵ھ

الشیخ العلامة۔ اسماعیل نقشبندی لاہوری فقہ و حدیث میں فخر اقران۔ شیخ سیف الدین احمد شبیہ ہردی اور شیخ جمال الدین عطاء الحسینی محدث سے پڑھا۔ ۹۸۵ھ میں لاہور ہی میں رحلت فرمائی۔ (گلزار ابرار)

۶۵۔ مولانا اسماعیل عرب

(بعد سلطان ہمایوں تیموری)

ایشیخ الفاضل الکبیر۔ اسماعیل عرب دہلوی۔ اپنے عہد کے اندر ہیئت و ہندسہ و طبابت بلکہ جملہ فنون حکمید میں مشہور تھے۔ جیسا کہ سہارنپوری نے ذکر کیا ہے۔ اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ عرب صاحب نے طریقہ نقشبندیہ خواجہ عبدالرشید اور شیخ عبدالباقی دہلوی سے حاصل کیا۔ آپ کا درس بہت وسیع تھا۔ علمائے بھی آپ سے پڑھا۔ بدایونی نے لکھا ہے کہ وہ اور شیخ حبیبی برہری دہلی کے مدرسہ میں مدرس تھے۔ انہیں رات کے وقت ان کے گھر میں ایک چور نے انہیں قتل کر دیا۔ دہلوی نے لکھا ہے کہ وہ مدرسہ سلطان ہمایوں تیموری میں دار الحکومت دہلی کے اندر پڑھاتے تھے۔

۶۶۔ شیخ افضل حسینی کشمیری

ایشیخ العالم الصالح۔ افضل حسینی کشمیری۔ علمائے وقت سے تھے۔ طریقت میں ۵۱ شیخ حمزہ کشمیری سے کسب و فیض حاصل کیا۔ اور ان سے شیخ داؤد بن حسن خاکی اور دیگر بے شمار افراد

مستفیض ہوئے۔ آخر عمر میں حرمین شریف لے گئے اور وہیں وفات پائی (روفتہ الابراہ)

۶۷۔ شیخ الہ بخش گیلانی

م ۱۲ ربیع الثانی ۹۹۲ھ

”الشیخ العالم الفقیہ الہ بخش ابن محمد بن زین الدین ابن عبدالقادر الشریف الحنفی الہی
لاہوری۔ ہندوستان کے ممتاز مشائخ سے تھے۔ اُج سے لاہور تشریف لائے اور یہیں حکومت اختیار
کری۔ ایک مدت کے قیام کے بعد بنگال کا سفر کیا۔ اور وہیں ۹۹۲ھ میں ماہی ملک بجا ہوئے۔
(خزینۃ الاصفیاء)

۶۸۔ شیخ الہ بخش گجراتی

”الشیخ الصالح الہ بخش چشتی گجراتی۔ فقہ و اصول فقہ و ادب میں ماہر تھے۔ برسوں یہ مشغلہ
رہا۔ مگر آخر میں بحث و مکالمہ چھوڑ کر طریقہ عشقیہ شعاریہ میں شاہ محمد غوث گوالیری کی بیعت کر لی۔
اور برسوں ان کی خدمت میں رہے۔ صاحب ہمال و دھند بزرگ تھے۔ آخر عمر میں قرآن و حدیث سے
لگاؤ ہو گیا۔ ۱۲ ربیع الثانی ۹۹۲ھ میں رحلت کی۔

۶۹۔ مولانا الہداد سلطان پوری

”الشیخ الفاضل الہداد ابن احمد بن شمس الدین ابن کمال الدین داؤد الملتانی سلطان پوری
منطق و فلسفہ میں ممتاز تھے۔ اور ان کے دادا حضرت کمال الدین اپنے دور کے علمائے کبار کی صف
میں تھے۔ مولانا الہداد نے فلسفہ میں سید شریف زین الدین علی جرجانی سے اکتساب کیا۔

۷۰۔ شیخ الہداد بن حمید المندوی

(بعہد غیاث الدین خلجی سلطان مالوہ)

الشیخ الہداد بن حمید مندوی۔ اپنے دور کے مشہور علما سے ہیں۔ سلطان غیاث الدین خلجی

حکمران مالوہ کے نڈاؤ سے ہیں۔ اور سید محمد بن یوسف جون پوری (محمدی جونپوری) کے حلقہ مبایعین میں شریک۔ جی کے ہمراہ گجرات کی طرف ہجرت فرمائی۔ صاحب تصانیف ہیں اداں جملہ !
 (۱) دیوان الشعر غیر منقوط (درفارسی) (۲) بار امانت رسالہ در تفسیر آیہ انا غرضنا
 (۳) الامانۃ ۔ سید محمد بن یوسف جونپوری کی ہمدویت کے اثبات میں ایک مختصر رسالہ، نیز کئی اور تصانیف ہیں۔ جیسا کہ تاریخ پالن پور میں مذکور ہے۔

۷۱۔ شیخ الہدایہ بن سعد اللہ قنوجی

”الشیخ الفاضل الہدایہ بن سعد اللہ عثمانی قنوجی ثم گویا مٹوئی۔ مولد و منشاء گویا مٹو۔ مشاہیر علما میں سے تھے۔ دریات کا زیادہ حصہ شیخ نظام الدین عثمانی، مٹوئی سے پڑھا جن کی خدمت میں برسوں رہے، بعض کتابیں دوسرے علما سے بھی پڑھیں۔ گویا مٹوئی میں بزم تدریس آراستہ فرمائی۔ آپ سے شیخ عبد اللہ بن بہلول سندیلوی گجراتی نے نحو و ادب پڑھے۔ یہ ان کے ناموں ہوتے تھے۔ (گلزار ابرار)

۷۲۔ شیخ الہدایہ بن صالح سرمندی

م ۹۲۷ھ

”الشیخ العالم العکبر الہدایہ بن صالح انصاری لاری ثم الہندی السرمندی مشہور اساتذہ سے ہیں۔ اپنے زمانہ میں درس و افادہ کے اعتبار سے بے نظیر و بے مثل تھے
 مولانا محمد الدین محمد مولانا عبد القادر (میر دايت محمد بن حسن در گلزار ابرار) اور مختیار خان
 تلامذہ نے اپنی کتاب مرآة العالم میں لکھا ہے کہ وہ شیخ عبد الغفور لاری الفاضل المشہور کی اولاد سے ہیں۔ جن کا نسب حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

۳۔ شیخ الہدایہ بن عبد اللہ جون پوری

(بعد سلطان اسکندر بن بہلول لودھی)

۹۲۳ھ

اشیخ الفاضل العلّامہ "علاء الدین الہدایہ بن عبد اللہ حنفی سو فی جون پوری" کے از فاضل عصر مولد و منشاء جون پور، شیخ عبد الملک جون پوری سے پڑھا۔ حتیٰ کہ بحث و مناظرہ میں کامل ہو گئے۔ درس بھی دیا۔ فتاویٰ بھی لکھے اور کتابیں بھی تصنیف کیں۔ تا آنکہ اپنے استاد کی زندگی ہی میں اکابر علما کی صف میں پہنچ گئے۔ طریقت میں سید حامد شاہ مالک پوری سے استفادہ کیا۔

وہ اپنے زمانہ میں نحو و فقہ و اصول کے اندر فقیہ المثال تھے اور مندرجہ ذیل کتابیں لکھیں۔

۱۔ شرح کافیہ ابن حاجب جس کی شرح قاضی شہاب الدین دولت آبادی نے بھی لکھی۔

(۲) شرح ہدایہ (در فقہ)

(۳) شرح اصول بزودی۔

(۴) شرح مدارک التنزیل۔

شاہ عبدالحق نے اپنے ایک رسالہ میں لکھا ہے کہ ان کے سوالات ان کے جوابات سے زیادہ قوی ہوتے۔ اور قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی بعض کتب کی جو انہوں نے شرح لکھیں۔ وہ دوسرے شاہ جین شرح سے کہیں بہتر ہے۔ اور انہی کی شرح ہمارے ملک میں مقبول ہیں۔

شیخ عبدالحق نے اپنی کتاب اخبار الاختیار میں لکھا ہے کہ وہ صاحب علم و معرفت تھے۔ انہوں نے قاضی شہاب الدین کے دو ایک شاگردوں سے بھی پڑھا۔ مگر کسی مصنف نے ان کے نام غیباً نہیں کئے۔ البتہ زیدی نے تجلی نور میں لکھا ہے کہ ان کا نام عبد الملک ہے۔ اور سید غلام علی بلگرامی نے سمعۃ المرآۃ میں شیخ عبد اللہ بن الہدایہ و تلبیٰ اور شہزادہ یعنی بن الایمن الہ آبادی کا یہی نام لیا ہے۔ و قیات از علامہ میں ان کے استاد کا نام عزیز اللہ تلبیٰ مرغومہ ہے مگر یہ دونوں باتیں درست نہیں۔ اس لئے کہ شیخ عبد اللہ اور عزیز اللہ دونوں دارالعلوم میں عہدہ

اسکندر بن جلول لودھی میں آئے۔

اور شیخ الہداد توجون پور کے اندر بعد سلطان اسکندر لودھی کبار اساتذہ میں سے تھے۔ برائی
نے منتخب کے اندر لکھا ہے کہ

یہ دونوں وہی آئے۔ تو سلطان اسکندر نے ان کے علم کی وسعت دیکھنے کے لئے شیخ ہداد اور
ان کے بیٹے بھکاری کو جون پور سے طلب کر کے ان کے ساتھ مباحثہ کر دیا۔ جس سے شیخ ہداد ان کے
پیشے اور شیخ عزیز اللہ و عبد اللہ چاروں کے علوم کی پہنائی کا یہ اندازہ ہوا۔ کہ شیخ ہداد اند بھکاری تحریر
اور شیخ عبد اللہ و شیخ عزیز اللہ ہر دو تحریر میں اپنا اپنا جواب نہیں رکھتے۔

بجسب روایت تجل نور وفات ۹۲۳ھ میں ہوئی۔ مگر دفن میں اختلاف ہے۔ شیخ
وقایہ غلام رشید نے گنج ارشدی میں سرائے العزیز لکھی ہے جو شہر بہار سے ۲ یا ۳ میل کے
فاصلے پر واقع ہے اور مشہور یہ ہے کہ وہ جو نیوہی میں آسودہ لحد ہیں۔ (واللہ اعلم)

۴۔ مولانا الہداد بن کمال لکھنوی

بعد سلطان جلال الدین اکبر

م ۹۹۱ھ

”الشیخ الفاضل“ الہداد ابن کمال الدین بن محمد بن محمد اعظم حسینی لکھنوی۔ اپنے عہد کے مشہور
علمائے تھے مولد و منشا لکھنوی ہے۔ وہیں کے علمائے پڑھا۔ وہیں اپنا درس جاری فرمایا۔ اور کتابیں
لکھیں۔ یہ ذکرہ برائیونی نے کیا ہے۔ فرماتے ہیں میں نے ان سے لکھنوی میں ملاقات کی تو انہیں بڑا عالم
پایا۔ فقہ و اصول و ادب میں فائق دیکھا اور ان کے دور رساے دیکھے۔

ایک رسالہ تو علوم متعارفہ میں تھا۔ اور دوسرا قیطون جو حرری کی مقامات کے افراد
تصانیف میں لکھا گیا اور باخ مقامات پر مشتمل تھا اسے دیکھ کر بہت بڑا تعجب ہوا۔ لیکن

مولانا ہداد کے علم زادے کہتے تھے کہ یہ دونوں رحلے حکیم زبیری کی تالیف ہیں جو قاضی شہاب الدین
دولت آبادی کے عہد میں جو نیوہ آئے اور جنہوں نے قاضی صاحب سے کئی مسائل میں معارضہ
کیا۔

وہ بہت بڑے عالم تھے۔ قاضی ہداد کے بعد اعلیٰ محمد الاعظم یہ دونوں کتابیں جو پورے آئے۔ جو تورات مولانا ہداد کو ملی گئیں۔ اور انہوں نے ان دونوں کتابوں کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔

خوافی نے اپنی کتاب لب الالباب میں لکھا ہے۔ کہ جب جلال اکبر شاہ غان زمان خان کا قبا کرتے ہوئے جو پور کی طرف بڑھا۔ تو وہ لکھنؤ میں وارد ہوا اور اس نے عبدالنبی گنگوہی کے ذریعہ مولانا ہداد کو ملاقات کے لئے طلب کیا تاکہ ان کے علم کی پیمائی کا اندازہ کر سکے۔ کیونکہ وہ ان کی علمی و صوم و حام سے بہت متاثر تھا۔

مگر مولانا ہداد نے تعمیل سے انکار کر دیا۔ جب اکبر جامع مسجد میں آیا جہاں مولانا ہداد نماز جمعہ کے لئے تشریف لایا کرتے۔

اور اکبر نے انہیں فتوے دیے کے لئے مقرر کر دیا جس سے مولانا انکار نہ کر سکے۔

یہ واقعہ ۹۸ھ کا ہے۔ اس منصب پر آپ زندگی بھر فائز رہے۔

مولانا کا ایک رسالہ اور ہے قطبی مدنی جو جس میں آپ نے تعریفات کے ضمن میں بہت سی مثالیں درج کی ہیں۔ ۹۹ھ میں دنیا سے سفر فرمایا (بحوالہ باغ بہار)

۵۵۔ مولانا ہداد امروہی

(بعد اکبر شاہ)

م ۹۹۳ھ

”الشیخ الفاضل“ ہداد الحنفی امروہی مشہور علمائے ہند میں سے تھے۔ بدایونی کہتے ہیں وہ خوش مزاج، ظریف الطبع، ہنس مکھ، شیریں مقال، حاضر جواب، آداب شریح سے بے نیاز، بے باک اور بزرگوار اور علما کے لباس سے بے واسطہ تھے۔ بادشاہ اکبر کے عہد میں لشکر کے اندر بھرتی ہو گئے۔ اور ایک سفر میں سیالکوٹ میں وفات پائی۔ جہاں سے ان کی لاش امروہہ لاکر سپرد خاک کی گئی۔

۵۶۔ مولانا الیاس اردبیلی

”الشیخ الفاضل المنجم“ الیاس ابن ابیہ اردبیلی کے مشہور فاضل جن کی متعدد علوم میں نظیر نہ تھی۔

خصوصاً علم ہیئت، ہندسہ، نجوم بلکہ ان تمام فنون سے عارس تھے جن کا تعلق ریاضی سے ہے سلطان
بہاؤیوں تیموری نے آپ کو ملاقات کے لئے طلب کیا۔ تو سلطان ممدوح سے عراق سے واپسی کے
زمانہ میں کابل کے اندر ان کی ملاقات کی۔ سلطان نے اپنے عطیات سے نہ صرف آپ کو مال مال کر
دیا۔ بلکہ مولان کے گرد و فراہ میں کئی مواضع جاگیر میں عنایت فرمائے۔ اور قطب الدین رازی کی مشہور
کتاب درۃ التاج ان سے بہت پڑھی۔ جس پر علما آپ کے حد پر آمادہ ہو گئے۔ مولانا اولیس کو الیاری
لے آئے آپ سے ایک مناظرہ کے اندر فریب دہی سے کام لیا۔ اور بے شمار عبارتوں کے غلط جواب
مستند کتب سے دئے۔ مولانا اولیس حوالوں میں غیر معتبر تھے ہی۔ آپ ان کو نہ سمجھا سکے اس
پر صاحب ترجمہ اپنی جاگیر میں مولان تشریف لے آئے۔ جس سے کچھ عرصہ بعد یہ اراضی اور اس
کی کانیں اور جملہ سامانی معیشت چھوڑ چھاڑ کر گجرات تشریف لے آئے جہاں سے مکہ مکرمہ اور بالآخر
عراق مشقل ہو کر اردبیل کو وطن بنایا۔ اور یہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (مجموعہ ہدایونی)

۷۷۔ مولانا امان اللہ سرہندی

”الشیخ الفاضل امان اللہ ابن غازی سرہندی۔ علوم عربیہ میں ممتاز۔ حافظ القرآن، شیخ
بر الدین سرہندی کی خدمت میں مدت تک ملازم رہ کر تکمیل کر کے اقران و امثال میں امتیاز حاصل کیا۔
شعر، خطاطی اور موسیقی میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ واقعات ماضی کے ماہر اور عموماً مستقیم الحال تھے
سرہندی وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔“

۷۸۔ سید امین الدین گجراتی

م ۱۳ جمادی الاخریٰ ۹۹۲ھ

”الشیخ الصالح امین الدین بن جمال الدین حبیبی دہلوی گجراتی اپنے دور کے مشہور شیخ طریقت
تھے۔ علوم ظاہر و باطن دونوں اپنے والد اور ان کے سوا دوسرے شیوخ سے حاصل کئے اور جب
تک زندہ رہے علوم و طریقت کی تبلیغ میں منہمک رہے۔ قریب پچھریس وفات پائی۔ عبد الجبار آصفی
نے تاریخ دکن میں ایسا ہی ذکر کیا ہے۔“

۷۹۔ شیخ اولیا بن سراج کاپیوی

”الشیخ الصالح“ نام اولیا بن سراج بن عبد الملک حنفی صوفی کاپیوی مشہور افراد سے تھے۔
تقویٰ و سخاوت شعار و ثار تھا۔ کاپی سے اجین آکر سکونت اختیار کر لی۔ ستر سال کی عمر میں حج و زیارت
کے لئے حرمین گئے اور وہیں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۸۰۔ مولانا اویس گوالیری

”الشیخ الفاضل“ اویس گوالیری مجددی مناظر و پرگو خطیب تھے۔ جو آپ سے مناظرہ پر
دریافت شکست پا کر لوٹا۔ کیونکہ وہ عبارات کتب پر پڑھنے کے بڑے ماہر تھے۔ مگر نقل میں معتبر نہ تھے
یہ ذکر بدیہی نے کیا ہے کہ مولانا اویس طویل عبارات فر فر پڑھتے اور ان کے ماخذ بھی بیان کرتے
لیکن ایک مرتبہ میں نے جو شخص کیا۔ تو کوئی عبارت ان کے بتائے ہوئے ماخذ میں نہ ملی۔ اس وجہ سے
علمائے کبار ان کے ساتھ مناظرہ نہ کرتے۔

۸۱۔ خواجہ ایوب الکشی

(بعہد ہمایوں تیموری و بہادر شاہ دہلی گجرات)

”الشیخ الفاضل“ ایوب بن ابوالبرکۃ الکشی (بالفتح) علمی خاندان کے فرد تھے۔ ہندوستان آئے
تو سلطان ہمایوں تیموری نے اپنے قبیلہ کی بڑگی ان کے حبانہ عقد میں مناسک فرمادی۔ مگر وہ بدخوا
اور بے دین ثابت۔ ایک مرتبہ انہوں نے حج و زیارۃ کے لئے جانے کا اظہار کیا۔ تو ہمایوں نے
انہیں زاد راہ کا پورا انتظام کر دیا۔ جب یہ گجرات کی راہ سے کشتی پر سوار ہوئے تو شرکائے کشتی
سے پوچھا۔ کہ حج کا فائدہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حج گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ یہ سن کر کشتی
سے اتر گئے۔ اور فرمایا اگر حج گزشتہ معاصر کا کفارہ ہے تو ہم دل کھول کر عیش و عشرت کیوں نہ
کر لیں۔ آخر میں حج کر لیں گے اور سب گناہ مٹ جائیں گے۔ گجرات کے الی بہادر شاہ نے ایک ننگہ چوہہ

لے مفرس ملکہ است از در باشہ خواہ از فقرہ و من (غیاث اللغات)

وظیفہ مقرر کر دیا۔ اور یہ کھیل کھیلتے۔ ایک روز بہادر شاہ ان کے قریب سے گزرا۔ تو پوچھا کیسی گذرتی ہے؟ فرمایا ایک تنکہ ایک عضو کے لئے کیا فقع رساں ہو سکتا ہے۔ بہادر شاہ نے دو تنکے مقرر کر دئے۔ ایک مدت تک گجرات میں رہنے کے بعد آخر احمد نگر کی طرف کوچ کیا۔ تو وہاں کے والی نظام شاہ نے ان کی آمد غنیمت سمجھ کر وظیفہ مقرر کر دیا۔

وہ اچھے شاعر بھی تھے ایہ تذکرہ امین بن احمد رازی نے اپنی کتاب "ہفت اقلیم" کے اندر کیا ہے۔ نمونہ شعر ۷

رزلف و خال تو آموختم و قائل عشق زہے مجاز کہ مجموعہ حق الیق بود

۸۲۔ سلطان بابر شاہ تیموری

۱۵۱۸ء تا ۱۵۳۰ء

الملک المویذ بابر تیموری ابن عمر بن ابو سعید بن میراں شاہ ابن تیمور۔ سلطان ظہیر الدین محمد بابر شاہ سلطان الهند تاریخ ولادت ۱۵۰۱ء مکران کھٹنام شیخ عبداللہ احراری نے ظہیر الدین محمد رکھا بکر وہ بابر شاہ کے نام مشہور ہو گئے۔

بادشاہت کے گوارے میں پہلے وہاں چڑھے۔ بالغ ہو کر فنون جنگ حاصل کئے۔ بڑے ذکی عاقل و سرلیع الادراک اور قوی الحافظہ تھے۔ کئی فنون سے محاسر ہوئے۔ خصوصاً شعر و الشار و عروض و لغات و خطاطی سے۔

تاریخ تخت نشینی | یوم شنبہ ۵ رمضان ۸۹۹ھ سے۔ یہ تقریب مقام اندھمان میں سرانجام پائی۔ جب کہ ان کا سن ۱۲ سال کا تھا۔ جنگی معرکوں میں انہیں ناقابل بیان

سختیوں سے مقابلہ کرنا پڑا۔ لیکن دشمنوں پر غالب ہی رہتے۔ بہت سے شہر فتح کرنے کے بعد کابل میں سربراہان حکومت ہوئے۔ اس لمحہ میں ہندوستان کی تمام سلطنت سلطان ابراہیم ابن اسکندر لودھی کے ماتھے میں تھی۔ بابر کابل سے بارہ ہزار گھڑ سوار اور پیادہ فوج لے کر ہندوستان کی طرف بڑھا۔ ادھر سے ابراہیم نے دس ہزار گھڑ سوار اور ایک ہزار جنگی ہتھیاروں کی طاقت کا پرالے کر دہلی سے پانی پت کے میدان میں ڈیرے ڈال دئے۔ مگر لڑائی میں لودھی شکست یاب ہو کر اپنے ہزاروں ساتھیوں سمیت قتل

ہو گیا۔ اور اس کا بقیہ لشکر تتر بتر ہوا۔ یہ معرکہ اور خاتمہ ہختر ماہ جمادی الاخری ۹۳۲ھ میں ہوا۔

بابر کا دہلی میں ورود | بابر قاتحانہ انداز میں دہلی وارد ہوا۔ اور تخت سلطنت کو آراستہ کیا۔ کئی اور شہر فتح کئے۔ بعدہ آگرہ پہنچا۔ اور اطمینان کا سانس آنے کے ساتھ ہی اصلاحات پر توجہ کی۔ راستوں کی اصلاح کی۔ زمین کی پیمائش کرائی۔ تاکہ اس پر مناسب ٹیکس لگایا جا سکے۔ باغات لگوائے۔ جنہیں پھل دار درختوں سے گلزار بہار کیا۔ آگرے سے لے کر کابل تک ڈاک کی بے شمار سہولتیں کیں۔ بابر شاہ فوجی طرز زندگی کے ساتھ مختلف علوم و فنون سے بہرہ مند تھا۔ فارسی اور ترکی دونوں زبانوں میں شعر کہتا۔

تصانیف | ترک کی میں اس کا دیوان بھی ہے۔ بدرجہ غایت شیریں کلام ہیں۔
(۱) مشنوی معارف الیہ جو خواجہ عبید اللہ احرار کی خاطر لکھی۔

(۲) ترک بابری دیا و قانع بابری (جس میں بابر نے اپنے ابتدائے حکومت سے زندگی کے آخری سانس تک اپنے تجربات قلمبند کئے ہیں۔ اصل کتاب ترکی میں ہے۔ ترجمہ مرزا عبد الرحیم خان خاناں ابن بیرم خاناں خاناں نے فارسی میں کر دیا۔ دو شہر دی اور اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے)
(۳) عروض میں چند مسائل

(۴) مہین (بفتح الہاء و تشدید با) اس کتاب خوانی نے مہین (کبر الیاء) شرح لکھی۔

(۵) خط البابری (در فن خطاطی) اس خط میں بابر نے پورا کلام مجید لکھ کر مکہ بھیج دیا۔

نوروز و نو بہار دمی و لبری خوش است

شعروں کا نمونہ

بابر بہ عیش کوش کہ عالم او دوبارہ نیست

خدا سے معاف فرمائے۔ ادا اٹل عمر میں شراب کا بڑا زسیا تھا۔ مگر آخر عمر میں اسے ترک کر دیا۔

آگرہ میں وفات پائی۔ اس لمحہ زندگی کی پچاسویں بہار دیکھ رہا تھا۔

۸۴۔ میرک بابر زندہ می سکھری

”الشیخ العالم الفقیہ“ بابرید ابن ابوسعید بن میر علی شاہ العرب شاہی سبزواری ثم ندھی اسکھری۔

مشہور الاناغل، سبزواری سے قندھار اور بہان سے شاہ بیگ ارغون ہندی کے ہمراہ سندھ تشریف لا کر

سکھر میں طرح وطن ڈال دی۔ اور مسند شیخیت کو آراستہ فرمایا۔ (تحفۃ الکرام)

۸۴۔ الشیخ بایزید اجمیری

”الشیخ العالم الصالح“ بایزید بن قیام الدین اجمیری المشہور بہ صغیر۔ احمد بن محمد شیبانی اور دوسرے اساتذہ علم کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ فائزہ الحرام ہونے کے بعد تدریس و فتوے نویسی شروع کر دی۔ مشہور افراد اور ہستیوں نے آپ سے کتاب فیض کیا۔ (البحر الزخار)

۸۵۔ شیخ بایزید جالندھری

از ۹۳۱ھ تا ۹۸۹ھ تقریباً

”الشیخ الفاضل“ بایزید بن عبداللہ الانصاری الجالندھری۔ مشہور علمائے حق۔ حضرت شیخ سراج الدین انصاری آپ کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ مولد جالندھر اور سن ولادت ۹۳۱ھ ہے۔ علمائے اثر سے پڑھا۔ اور تکمیل کے بعد جب مغل ہندوستان میں پورے آئے۔ تو اپنی والدہ کے ہمراہ جبال روہ میں اپنے ماموؤں کے ہاں چلے آئے۔ یہ واقعہ ۹۷۹ھ کا ہے۔ اس واقعہ پر بعضوں نے انہیں صاحب کشف و کرامت اور بعض نے محمد و زغریٰ ٹھہرایا۔

خیر البیان لغت افغانیہ۔ (یہ کتاب اثبات وحدت الوجود کے موضوع پر ہے)

تصانیف

وفات ۹۸۹ھ سے قبل داعی اجل کو لبیک کہا۔ یہ انتازہ ابن کے صاحبزادہ جلال الدین کا اکبر بادشاہ صاحب اللہ کے حضور حاضری ہے ہوا۔ (بحوالہ ناثر الامراء)

۸۶۔ جام بایزید سندھی

(بعد سلطان حسین شاہ لنکاہ و اسکندر لودھی)

(میر کبیر جام بایزید سندھی۔ از ممتاز ترین رؤسائے سندھ کہ بادشاہ فارس جمشید کے قبیلہ سے منسوب تھے۔ ایک مرتبہ قبیلہ میں جو تنازعہ بڑھ گیا۔ تو یہ فارس سے نکل کر اپنے بھائی ابراہیم کے راقعہ

ٹھٹھہ آئے (یہ زمانہ جام نظام الدین کا تھا) اور ملتان میں اقامت پذیر ہو گئے۔ حسین شاہ لنکاہ نے ان کا درود فقیت سمجھا۔ اور ان دونوں کے لئے قصبہ شوریع حوالی جاگیر میں لکھ دیا۔ اور ان کے بھائی کے لئے اُنچ کا علاقہ لکھ دیا۔ انہوں نے جمال الدین قرشی ملتان کو اپنی جاگیر کا سربراہ مقرر کر کے خود تحصیل علوم شروع کر دی۔ علما آنا شروع ہو گئے۔ جن سے یہ علمی مذاکرات کرتے اور شریعت کے اتباع میں بھی پیش پیش رہتے۔

ایک مرتبہ انہوں نے اپنے محل کی بنیاد میں خزانہ یا جسے تصرف کے بغیر حسین شاہ موصوف کے پاس سمجھا دیا۔ حسین شاہ اس بات پر بہت خوش ہوا اور انہیں گونا گوں انعامات سے نوازا۔ حتیٰ کہ اپنی آخر عمر میں ممدوح کو اپنا وزیر مقرر کر کے اپنے دلی عہد اور پوتے محمود کی اتالیقی سپرد کر دی۔ لیکن جب محمود بن فیروز بن الحسین سربراہ آئے حکومت ہوا۔ تو وہ عیش میں ڈوب گیا اور جام بایزید پر گرفت شروع کر دی۔ مگر جام صاحب محمود سے متفق نہ ہوئے۔ اور وہاں سے اپنی جاگیر شوریع چلے گئے۔ جس کے بعد سلطان دہلی اسکندر بن بجلول سے واسطہ پیدا کر کے دہلی تشریف لے آئے۔ اسکندر نے اپنے نائب دولت خان کی طرف لکھا۔ کہ پنجاب کے اندر جام بایزید کی اعانت کی جائے۔ اور انہیں خلعت فاخرہ سے سرفراز کر کے پنجاب بھجوا دیا۔ محمود شاہ مذکور الصدر نے یہ سنا۔ تو لشکر لے کر آ پہنچا۔ مگر کارزار گرم ہوا۔ ادھر سے دولت خان ممدوح لشکر لے کر آ گیا۔ تب محمود شاہ نے صلح کر لی۔ اور بایزید اپنی جاگیر میں اقامت گزین ہو گیا۔ یہ تذکرہ محمد قاسم نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بایزید لوگوں پر احسان کرتا۔ علما کی مجلس میں شریک ہو کر مذاکرات میں حصہ لیتا۔ اور انہیں عطایا سے مالا مال کر دیتا۔ بعض کو خراجی زمین میں سے جاگیر بھی عطا کرنا۔

۸۷۔ شیخ بخشومت سوری

م ۹۱۶ھ

آئین العالم الصالح، حنفی صوفی مند سوری، مشائخ زاہدین و عبادت گزار سے تھے۔ ان کے کرامات اور کشف مشہور ہیں۔ اولاد میں تین صاحبزادے (بدھن، تہن اور معین الدین) ہیں۔ (بحوالہ گلزار ابرار)

۸۸۔ شیخ بدرالدین گجراتی

م ۲۹، ماہ ربیع الاول ۹۴۳ھ

”الشیخ العالم الفقیہ بدرالدین (ابن جلال الدین) حنفی صوفی گجراتی۔ گجرات کے ممتاز شیوخ سے تھے۔ مولد و منشا گجرات ہی ہے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ جنہوں نے اپنے باپ محمد سے انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنے جدِ علے سے پڑھا۔ جو کمال الدین دہلوی کے شاگرد تھے۔ صاحب ترجمہ عالم، فقیہ و مستقیم الحال اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ (بحوالہ گلزار ابراہان)

۸۹۔ شیخ بدرالدین اکبر آبادی

م ۹۹۸ھ بتاریخ ۲۹ ربیع الاول

”الشیخ العالم الفقیہ بدرالدین ابن جلال الدین حسینی اکبر آبادی۔ یکے از علمائے کبار۔ مولد و منشا آگرہ (اکبر آباد) سن ولادت ۹۷۳ھ۔“

شیخ جلال الدین بن عبد اللہ اکبر آبادی دیشخ ابوالفتح ابن عبدالغفور تھانیسری اپنے والد کی رحلت کے بعد مسند ارشاد و دعوت آراستہ فرمائی اور زہد و قناعت و صلاح احوال کے ساتھ زندگی بسر کر دی۔ پچیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ (بحوالہ اخبار الامنیاء)

۹۰۔ شیخ بدرالدین ملتانی

(بعہد ابراہیم قطب شاہ)

۲۸ ذیقعدہ ۹۸۰ھ

”الشیخ العالم الصالح بدرالدین محمد بن ابراہیم بن فتح اللہ رحیمی۔ اسماعیلی الملتانی ثم احمد آباد البیدری۔ از مشائخ مشہورین مولد و منشا احمد آباد بیدر۔ اپنے والد سے تکمیل علوم کے بعد احمد آباد میں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ یہ زمانہ سلطان ابراہیم قطب شاہ کا ہوتا۔ جو ان کا بہت معتقد تھا۔ اس نے شیخ کو اپنے دار السلطنت گوکنڈہ میں بلا کر اپنا مقرب بنالیا۔ باوجودیکہ شیخ شیعہ

اللہ سلطان مہی تھا۔

مگر اس نے انہیں مال کر دیا۔ ۲۸ دیقہ ۹۸۰ء میں وفات پائی۔

۹۱۔ مولانا بدر الدین سرہندی

”الشیخ الفاضل“ بدر الدین حنفی سرہندی یکے از مشائخ مشہورین مرید شیخ یحییٰ سندیلوی۔ اور
الحکے مرید امام اللہ سرہندی۔ مولانا میر علی کنوہ اور دوسرے بے شمار افراد تھے (بحوالہ گلزار ابراہیم)

۹۲۔ شیخ بڑھن مہد سوری

”الشیخ العالم الصالح“ بڑھن بن بخش اللہ مند سوری۔ از مشائخ مشہورین اپنے والد کے سب سے
بڑے فرزند اور سب سے بلند پایہ علم و عمل و استقامت علی الصلاح و طریقت ہیں (بحوالہ گلزار ابراہیم)

۹۳۔ شیخ بڑھن منیری

م ۹۹۰ء

”الشیخ العالم الصالح“ بڑھن بن رکن الدین بلخی منیری یکے از مشائخ مشہورین و طریقت
فرقہ فردوسیہ۔ یہ طریقہ انہوں نے شیخ محمد بن ابراہیم بلخی ائبہادی سے حاصل کیا۔ ان سے ان کے فرزند
قطب اور دوسرے بے شمار لوگوں نے سیکھا۔ غالباً ۹۹۰ء میں رحلت فرمائی۔

۹۴۔ شیخ بڑھن اجونوی

”الشیخ الکبیر“ بڑھن چشتی اجونوی ہندوستان میر کے مشہور شیوخ سے تھے۔ علم و طریقت دونوں
میں شیخ محمد بن عیسیٰ جونپوری سے بہرہ مند ہوئے۔ جن کے بعد سند ارشاد منور فرمائی۔ بڑے صاحب
کرامات عجیبہ تھے۔ یہ ذکر عبد الرحمن دینیوی نے مرآۃ الاسرار میں کیا ہے۔

۹۵۔ برہان نظام شاہ احمد نگری

م ۹۳۱ھ

”الامیر الکبیر“ برہان بن احمد بن الحسن البحرى احمد نگرى۔ برہان نظام شاہ بادشاہ احمد نگر۔ اپنے والد کے بعد ۹۱۲ھ میں سات سال کی عمر میں حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ اور مکمل خان کھنی کو اپنا معتمد کلی مقرر کیا۔ جس نے برہان کی تربیت و تعلیم پڑے انہماک سے کی۔ برہان نے کافیہ کے سوا دیگر علوم متوسطات تک پڑھے اور دس سال کی عمر میں خط نسخ میں بھی دسترس حاصل کر لی۔ برہان نے اپنی بیس سال کی عمر میں سلطنت کی باگ اپنے ہاتھ میں سنبھال لی۔ وہ شیعہ ہو گیا جس میں اس نے بڑا مبلغ لکھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی سلطنت میں یہ احکام جاری کر دیئے۔

(۱) سنیوں کی مساجد و خانقاہوں اور باداروں و راستوں میں خلفا پر کھلم کھلا دشنام طرازی کی جائے۔

(۲) جس کے عوعدانہ میں لوگوں کے سالانہ وظائف مقرر کر دیئے۔ جو لوگ انکاری ہوتے وہ

یا تو شہید کر دیتا۔ یا اسیر۔

برہان کی اس قلبی ہمت کا سبب؟

بروایت محمد قاسم جب اسماعیل بن حیدر

سفوی سلطان فارس نے شیخ طہا ہر

ابن رضی اسماعیل کے قتل کا حکم نافذ کیا۔ تو وہ ایران سے بھاگ کر ہندوستان آکر حیدر آباد دکن کے قلعہ پیندہ میں خواجہ حیدر ان دکنی کے پاس آکر ٹھہر گیا۔ جب سلطان برہان شاہ نے اس کے آنے کی خبر سنی۔ تو اسے ۹۲۸ھ میں احمد نگر بلالیا۔ اور قلعہ ہی کے اندر اس کے لئے مدرسہ بنوا کر تدریس پر متعین کر دیا۔ جہاں وہ ہفتہ مہر میں دو روز درس دیتا۔ جس میں سلطان برہان اور تمام علماء شریک ہوتے۔ برہان وہاں آخر تک بیٹھتا۔ حتیٰ کہ اگر اسے قضاء و حاجت کا غلبہ ہوتا تب بھی اٹھ کر حلقہ سے باہر نہ آتا۔

اسی زمانہ میں اتفاق سے اس کا بیٹا عبدالقادر کسی سخت مرض میں عاصب فراش ہو گیا جس کے علاج سے اطباء نے ہاتھ کھینچ لئے اور تمام لوگ اس کی زندگی سے بالوس ہو گئے۔ پر چند

برہان شاہ نے نقد جو اسہ اور دوسرے اموال کے دھارے چلا دئے مگر کچھ نہ ہوا۔ آخر ایک روز طاہر مذکور نے برہان کو بڑھایا کہ آپ جمعہ وعیدین کے اندر ائمہ و اذدہ کا خطبہ پڑھا کریں۔ اور ان کے مذہب کا پڑا جاری کر دیں۔ برہان شاہ نے یہ بات خود پر اوٹ ہی لی۔ اسی رات کو خواب دیکھا کہ ایک صاحب میرے ہاں اس طرح تشریف لائے ہیں کہ ان کے جلیو میں چھ افراد سمت راست پر اور چھ ہی سمت چپ ہیں طاہر سے یہ خواب بیان کیا۔ تو اس نے کہنا ہی تھا کہ ان ۱۲ افراد کے بیشتر و حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بارہ حضرات آپ کے اہل بیت تھے۔ برہان نے اس خواب میں اس وفد کی سرقد ہو کر تعظیم دی۔ تو رسول اللہ نے فرمایا۔ جاؤ! تمہارا بیٹا تندرست ہو گیا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ جو کچھ میرے فرزند طاہر نے تم سے کہا ہے۔ اس پر عمل کرو۔ اتنے میں برہان شاہ کی آنکھ کھل گئی۔ تو معلوم ہوا کہ واقعی میرا بیٹا صحت یاب ہے۔ اور اس نے طاہر مجدد ج سے شیعہ مسلک کی پوری ترکیب تو لا و تبراتک کے انداز تک معلوم کرنے کی ترکیب شروع کر دی۔ اس کے تمام گھر بار والے بھی شیعہ ہو گئے جن کی تعداد مع خدم و حشم تیس ہزار تک تھی۔ طاہر اس تدبیر سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ محمد بن قاسم شیعہ بجا پوری کا کلام ختم ہوا۔ مندرجہ ذیل حضرات برہان نظام شاہ کے ندائے خاص تھے۔ شیخ شاہ محمد نیشاپوری اور ملا علی گل استرآبادی و ملا رستم جہانی و ملا محمد امامی استرآبادی و سید حسن مدنی۔ برہان کی رحلت احمد نگر ہی میں ہوئی اور وہ اپنے والد کے جوار میں سپرد خاک ہوئے۔

۹۶۔ شیخ برہان الدین کالپوی

م ۹۷۵ھ یا ۹۸۵ھ

الشیخ الصالح الفقیہ برہان الدین ابن تاج الدین الانصاری الکالپوی مشائخ کبار سے تھے تحصیل علوم ظاہری شیخ عبد الملک بن ابراہیم کالپوی سے کی۔ مدتوں جن کی خدمت میں رہے۔ بعد از فراغ تمام لوگوں سے دامن جھٹک کر گھر میں بیٹھ گئے اور زندگی بھر گھر سے نکلے۔ (بحوالہ گلزار ابرار) بدایونی سنہ اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ وہ سید محمد بن یوسف جون پوری المشہور التبعیدی ایک واسطہ سے شاگرد تھے۔ تفسیر میں کامل تھے اور ۹۷۵ھ میں آسودہ لحد ہوئے مگر یہی کہتے ہیں کہ ان کا وفات ۹۸۵ھ ہے۔

۱۔ یہ تکلف اپنے تئیں مہدی موعود ظاہر کرنے والا۔

۹۷۔ القاضی برہان الدین گجراتی

”الشیخ العالم المحدث الفقیہ القاضی برہان الدین نیروالی گجراتی۔ مشہور اساتذہ علم سے تھے۔
 گجرات میں انہی کی بدولت نشر علوم کی ابتدا ہوئی۔ وہ امام شہاب الدین گجراتی کی اولاد سے ہیں۔
 برسوں تدریس فرمائی بے شمار افراد ان کے شاگرد ہوئے۔ آصفی نے اپنی کتاب ”ظفر والہ“ میں لکھا ہے
 ”میرے والد اور انہی محذوم اسحاق ان کے عیدائے علم داد بھائی تھے۔ انہوں نے نیروالہ میں انتقال
 کیا۔“

۹۸۔ الشیخ برہان الدین گجراتی

م

”الشیخ العالم الصالح برہان الدین حنفی صوفی گجراتی نولد و منشا احمد آباد فرقہ شطاریہ کے
 مشائخ سے تھے۔ احمد آباد ہی میں وہاں کے اساتذہ سے پڑھا۔ طریقت میں شیخ صدر الدین محمد بڑودی
 کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ۹۸۷ھ میں اپنے شیخ کے ہمراہ گوالیار تشریف لے گئے۔ اور انہی کی
 میں مندو (مالوہ) آئے اس دوران میں شیخ محمد غوث گوالیاری کے صاحبزادے ضیاء اللہ وہاں
 تشریف لائے۔ تو صاحب ترجمہ ان کے ہمراہ شہ ۹۸۷ھ میں اجمیر پہنچے۔ اور وہیں رحلت فرمائی۔
 (دکھن ابراہیم)

۹۹۔ مولانا برہان الدین ملتانی

”الشیخ الفاضل برہان الدین الحنفی الملتانی فقہ و اصول فقہ اور ادب عربی میں یکتائے ہونگا
 تھے۔ شہر حصار میں مسند تدریس مزین فرمائی۔ شیخ عبداللہ ابن بھلول ندیلوی الگجراتی نے آپ سے عربی
 ادب و تفسیر پڑھے۔ اور آپ اپنے اس شاگرد کے ہمراہ گجرات تشریف لے گئے (دکھن ابراہیم)

۱۰۰۔ شیخ بلال محدث سندھی

م

”الشیخ العالم البکر المحدث بلال تلمیذ سندھی۔ حدیث و فقہ میں فرد اکابر، درس و تدریس

شغل۔ زہد و تقویٰ و عمل علی شریعت اور کتاب و سنت پر مواصلت طرہ امتیاز تھا۔ صاحب کشف و کرامات تھے۔ (بروایت محمد معصوم بن صفائی ترمذی بدر تاریخ سندھ)

۱۰۱۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی

م ۹۳۳ھ

”الملك المريد الظفر“ بہادر شاہ ابن مظفر شاہ ابن محمود شاہ انگبیر گجراتی۔ سلطان مجاہد ۹۳۲ھ میں اپنے بھائی اسکندر اور محمود کے بعد عید الفطر کے روز دہم حکومت ہاتھ میں لی۔ رتبہ دہی میں ماتحت رعایا کے ساتھ حسن سلوک شروع کر دیا۔ سلطنت کی بنیاد استوار کی۔ لشکر جبار کے کربا کو اردو ماں سے چتوڑ روانہ ہوا۔ جہاں کے راجہ نے ان کی اطاعت کا قبائلی پیش کیا۔

اب وہ شہر مندو (مالوہ) کی طرف بڑھا۔ اور غوریزہ جنگ کے بعد سلطان محمود شاہ خلجی کو گرفتار کر لیا۔ یہ واقعہ ۹۳۴ھ کا ہے۔ یہاں سے اس نے اپنی فوج اُجین اور سارنگ پور روانہ کی۔ جس نے یہ دونوں شہر فتح کر لئے۔

اب اس نے شہر بھیل سے فتح کر لیا۔ جس کے بعد اس خطہ کے مضبوط ترین قلعہ رائے سین کو دہاں کے راجہ کو سر کر لیا۔ بعدہ کالور۔ ہوشنگ آباد و اسلام آباد اور مندسور کو اسی سال میں فتح کیا۔ آخر ۹۳۹ھ میں اپنے مفتوح شہر چتوڑ کی طرف لوٹا۔ اور رومی خاں کو چتوڑ کا سربراہ مقرر کر دیا۔ جس کی فوج نے قلعہ چتوڑ کے محصورین کو سر کرنے کی بہت کوشش کی۔ آخر قلعہ کے سردار نے اس شرط پر سواگلی کا اشارہ کیا کہ جن شرائط پر اس قلعہ کے مالک رانا سانگہ نے سلطان علاؤ الدین خلجی کے ساتھ صلح کی تھی۔ ان پر آپ بھی رضامند ہو جائیں اور اس پر صلح ہوگی۔ جس کے مطابق ہندو رئیس قلعہ نے تاج دموطن اور قلا دے وغیرہ رومی خاں کے سامنے پیش کر دیئے۔ اس کے بعد بہادر شاہ نے اپنے مفتوحہ و مقبوضہ شہروں کی طرف عنان پھیر دی۔ وہ رتھبور کی طرف بڑھا۔ یہ سن کر گرد و لواح سے اس کے تمام ہاتھوں کے لشکر ہر طرف سے اس کی امداد کرتے آئے۔ رتھبور کے سرکاری آدمی قلعہ بند ہو چکے تھے۔ وہ اس لشکر بے کراں کی خبر سن کر گھبرا اٹھے۔ بہادر شاہ نے یہ قلعہ ان کو مغلوب کر کے فتح کر لیا۔ جس کے بعد وہ بارہ گڑ ۹۴۱ھ میں چتوڑ روانہ ہوا۔ اور یہاں سے مندو کا رخ کیا۔

سلطان ہمایوں ہمایوں اس کے ساتھ لڑائی پر تلا ہوا تھا۔ جو مند

آچھیا۔ مگر تیموری تعاقب میں تھا۔ وہ مندو سے گجرات کی جانب پلکا۔ ہمایوں نے بہادر شاہ کو یہاں گھیر لیا۔ گھمسان کارن پڑا۔ یہ سلسلہ کا واقعہ ہے۔ جب اس مقام پر بہادر شاہ میدان چھوڑ کر دیو میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گیا۔ بہادر شاہ کی تاریخ فرار میں فل بہادر کہا گیا۔ مگر مقام خیبر پر جا کر جس شجاعت اور جرأت سے کام لیا۔ اس کے دیکھتے ہوئے اوپر کا مادہ تاریخ ذلیل ہو گیا۔ کہ وہ میدان کارزار میں تلوار سے زیادہ گہرا زخم پہنچانے والا شیر سے زیادہ بہادر۔ سیلاب سے بڑھ کر دشمن کو روکنے والا۔ اور پہاڑ سے فروں تر اپنی جگہ پر ڈٹا رہنے والا تھا۔ لیکن اس کا اقبال ختم ہو کر بد بختی مسلط ہو چکی تھی۔ بقول نکل مد تہ تلتنقضی: زندگی کا ہر دور گزر جاتا ہے

ما خلت الايام الا من مضی زیادہ نہیں گزرتا مگر اس شخص کا جو اس دریاہ پر رہنا مندر ہوا۔

ہمایوں کے پیچھے شیر شاہ پڑا ہوا تھا۔ وہ اسی سن کے اندر گجرات میں اپنے ایک نائب کو تعینات کر کے خود آگرہ کی طرف لوٹا۔ بہادر شاہ نے موقع پا کر ہمایوں کے معنوحہ شہر فوساری، مہروج، سوات اور کھنباہیت پر قبضہ کر لیا۔ اس کے سپہ سالار ہمایوں کے تمام مقبوضات پر چھا گئے۔ اور ہمایوں کے مال احمد آباد کی طرف سمٹ گئے۔ بہادر شاہ نے احمد آباد پر بھی حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ اب وہ جاپا نیرو پر حملہ آور ہوا۔ اور اسے بھی سر کر لیا۔ جیسا کہ یہ شہر پہلے بھی مندو سے ملحق تھا۔

بعد ازیں اس نے مالوہ پر قادر شاہ کو اپنا سربراہ مقرر کر دیا۔ جس نے مندو میں بہادر شاہ کے

نام کا خطبہ پڑھا۔

فرانسسیسی فرنگی کا خروج بہادر شاہ کو اطلاع ملی۔ کہ بیزری فرنگی نے دیو پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ سن کر وہ ادھر روانہ ہوا۔ تاکہ اُسے وہاں سے فغان کرے۔ مگر جب بہادر شاہ ساحل سمندر پر وارد ہوا۔ تو فرنگی نے اس کے ساتھ یہ فریب کیا کہ میں تو

صاحب فراش ہونے کی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکتا۔ آپ خود تشریف لائیے۔ میں آپ کو اس فتح کی مبارک کہنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے اُسے اپنے آنے کی اطلاع دے دی۔ مگر جب مشیروں کو بلا کر مشورہ طلب کیا۔ تو انہوں نے کہا بغیر سپاہیوں کی مشایعت کے نہ جائیے۔ بہادر شاہ اس انداز سے

گیا۔ بزدلی نے یہ سنا تو بہ تکلف مر فیض تو ہو کر پڑا رہا۔ گویا کہ اس پر غشی طاری ہے سلطان گلے میں تلوار
حائل کئے ہوئے اس کے قریب ہی جا بیٹھا۔ بزدلی بیٹھ گیا تو سلطان اٹھ کھڑا ہوا۔ بزدلی نے اس قیام
کا سبب دریافت کیا۔

مگر بہاد شاہ۔ دہاں سے نکل کر اپنے سپاہیوں کے ہمراہ آیا پتا ہوتا ہے۔ پس وہ پھوٹی کشتیوں کے
ایک بیڑے کے ساتھ آیا۔ اور بزدلی اپنے ہمراہیوں کے محبت نردوار ہوا۔ جو خود کو بہ تکلف مر فیض ظاہر کئے
ہوئے تھے۔ جیسے وہ غنیمتیں ڈوبا ہوا ہے۔ آخر سلطان بیٹھ گیا اس وقت سلطان نے اپنے گلے میں
تلوار حائل کر رکھی تھی۔ بزدلی نے آنکھیں کھول دیں۔ اور سلطان اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ بزدلی نے اسے فدا دیر
ٹھہرنے کے لئے کہہ دیا۔ مگر وہ نہ رکا۔ بلکہ اپنی کشتیوں کے بیڑے میں آ پہنچا۔ اس وقت بزدلی نے اپنے پیر
کو اشارہ کیا۔ جس نے نقطہ مشعل کر دی۔ سمندر کا پانی آگ کی حدت سے کھول اٹھا۔ لیکن سلطان اپنے
صحرائیوں سمیت بزدلی کی فوج سے لڑتا رہا۔ حتیٰ کہ تلوار کی نوک اس کے پیچھے میں پیوست ہو گئی جس
سے وہ شہید ہو کر سمندر میں گر پڑا۔ اس کی تاریخ شہادت ظفر دالہ سے مستخرج ہوئی۔ عماد کا تلب نے
نور الدین شہید کے مرثیہ میں جو اشعار کہے ان کا ذکر یہاں سب سے جانتہ ہو گا۔

یا صلحا ایاصلاحہ۔ تزل نفصلا فاصلۃ فاحیرۃ
ملکت دنیاک وخلقنا دبورت حتی یتلک الآخرة

اے بادشاہ! تیرا دور ہمیشہ قابل فخر رہا

تو دنیا کا مالک ہو گیا اور ہمیں اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔

اور یہاں سے روانہ ہوا یہاں تک کہ تو آخرت کا مالک بھی ہو گیا۔

اس کے لئے آخری غلبہ مقام بیانہ قلعہ آگرہ میں پڑھا گیا۔ جب کہ تاج خان پسر عالم خان

لودھی کا قلعہ اس کے سر پر منڈلا رہا تھا۔

اسی دہ میں تنگہ (۱۷۹۹ء) تانبے کا تھا مگر ۲۱۔ دہ تانہ کو نہیں۔ مترجم اور بہاد شاہ علیا کے وقت

ایک لاکھ تنگہ سے کم کا غنیمت زبان پر نہ لانا۔ اس کے وزراء سنہ تنگہ کی تعمیر کا مشورہ دیا۔ بہادر شاہ

۱۷۷۳ء کو قتل ہوا۔ تاریخ وفات قتل سلطان بہادر۔ اور فرنگیاں بہادر کش سے مستخرج

کی گئی۔

۱۰۲۔ بہاؤ الدین انصاری جندی

(بعہد سلطان غیاث الدین خلجی)

م ۹۲۱ھ

شیخ العالم الکبیر بہاؤ الدین ابن ابراہیم بن عطاء اللہ انصاری شطاری جندی مولود و منشا
شہر جندی۔ ہندوستان کے ممتاز و مشہور مشائخ سے تھے۔ تمام علوم سبقاً پڑھے۔ اور ادب و اصول فقہ
میں تبحر و کمال کے منصب پر آہنچے۔ کئی مشائخ کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ حج و زیارت کی سعادت
سے بھی بہرہ حاصل ہوا۔ حرم ہی میں بیعت کی۔ شیخ احمد شریف شافعی حیلانی کی۔ واپس وطن تشریف لائے
تو سلطان غیاث الدین حکمران مالو کی حکومت تھی۔ شہر مندوین اقامت فرما ہوئے۔ اور کچھ عرصہ بعد
احمد آباد تشریف لے گئے۔

تصنیف | اذکار و اشغال میں ایک رسالہ ہے جو شیخ ابراہیم بن معین ایرجی نے قلمبند فرمایا۔ آخر
۹۲۱ھ میں دولت آباد میں آسودہ گرد ہوئے (اخبار الاخیار)

۱۰۳۔ شیخ بہاؤ الدین العمری جوئی پوری

۲۰ جمادی الاولیٰ ۹۲۱ھ

شیخ العالم النقیب المحدث بہاؤ الدین پیر خلیق اللہ بن مبارک ابن احمد پیر الوائیں بن نصر اللہ بن محمود
بن محمود بن شیخ حمید الدین العمری ناگوری ثم جوئی پوری۔ مولود و منشا جوئی پور۔ شیخ محمد ابن عیسیٰ کے دریاں پڑھیں
اور علم کے بلند ترین درجہ تک پہنچے۔ اور طریقت میں شیخ حامد شاہ ناگپور کے حضور باریاب ہو کر طریقہ چشتیہ
کے ممتاز مشائخ کا مقام حاصل کیا۔

شیخ غلام رشید نے گنج اوردی میں لکھا ہے کہ "ممدوح شیخ حسین بالادستی کی خدمت میں مسلسل
سات سال تک رہے۔ اور جب جوئی پور تشریف لے گئے تو (۲۷) سال تک شیخ حامد ابن عیسیٰ مذکور اللہ
کے حضور زانوئے تلمذ تہ کرتے رہے۔ پھر شیخ حامد ناگپوری کے ملازم ہوئے تو (۹) سال اس میں نیر
کر دیئے۔ حتیٰ کہ ان کے سوا اور شیوخ سے بھی مستفید ہوئے۔"

مکہ مبارکہ کا سفر کیا (۳۰) سال وصال دہے۔ یہاں جبل البقیس میں چلہ کاٹا۔ صرف اوقات نمازیں مسجد بیت اللہ میں ادا کئے صلوة کے لئے آتے اس وقت عمر شریف ایک سو سال کی تھی۔ باایں ہمہ چشمہ کی ضرورت نہ پڑی۔

شیخ بہاؤ الدین نے مکہ مکرمہ کے اندر حدیث پڑھی۔ یہاں طریقہ نقشبندیہ میں شیخ کمال الدین افعی کی بیعت کا رقبہ بھی حاصل کیا۔ برسوں ان کی خدمت میں رہے۔ شیخ موصوف شیخ الکبیر عبد اللہ احمد کے مرید تھے۔ بہاؤ الدین ہر لمحہ مطالعہ حدیث میں مشغول رہتے۔ ارشاد الما لکین اپنے باب میں ان کی مشہور تالیف ہے۔ ماہ رمضان ۹۱۱ھ یا ۲۰ جمادی الاول ۹۱۲ھ کے روز انتقال ہوا (البحر الزخام)

۱۰۴۔ شیخ بہاؤ الدین کوڑوی

”الشیخ الصالح“ بہاؤ الدین ابن سلالہ حنفی کوڑوی۔ مشائخ کہاوتے تھے۔ کوڑوہ مولد و منشا ہے شہر بستی کان پور اور فتح پور کے درمیان میں ہے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ ان کا گھرانہ علم و صلاح کا مرکز تھا۔

اپنے والد کی رحلت کے بعد مندر شیخوخیت مزین فرما کر اعلیٰ شمار افراد نے ان سے اکتساب کیا

۱۰۵۔ مفتی بہاؤ الدین اکبر آبادی

نصف شوال ۹۷۹ھ

”الشیخ العالم المحترم“ بہاؤ الدین ابن شمس الدین قریشی الملتانی۔ شیخ کبیر بہاؤ الدین ذکر یا ملتان کی اولاد سے تھے۔ مولد و منشا ملتان ہے ان کے عہد میں جو جو علما ملتان تشریف لائے ان کے سامنے نانوسے تلمذ کرتے۔ بحث و اشغال ان کا اور ہونا بچونا رہا۔ یہاں تک علوم میں کمال کے بعد منصب اتنا دہریس کو مزین فرمایا۔

ملتان سے آکر آئے تو یہاں بھی فتوے دہی جاری کر دی۔ مرحوم صاحب ایثار اور نعمت استقامت سے طریقہ ظاہریہ میں بہرہ مند تھے۔ ضرورت مندوں کے لئے ہر قسم کی مشقت برداشت کریتے۔ ان کی سفارش کرنا تو معمول عام ہی تھا۔ (بحوالہ بدایونی)

وفات ماہ نصف شوال ۹۷۸ھ میں ہوئی۔ (اختیار الاخبار)

۱۰۶۔ شیخ بہاؤ الدین قلندر حیلانی

م ۹۷۲ھ

”الشیخ المحرم بہاؤ الدین ابن شیخ عبدالقادر حیلانی۔ مولد و منشاہ بخارا۔ کم سنی میں اپنے والد کے ہمراہ بدایوں آ پہنچے۔ اور ان کی رحلت کے بعد گھر سے نکلے تو سالہا سال آبادیوں اور جنگوں میں گزرا۔ کے بعد پنجاب آکر قریب حجرہ شاہ میں طرح اقامت ڈال دی کہتے ہیں کہ ان کی عمر دو سو پچاس سال سے بھی متجاوز ہوئی۔ یہ زمانہ حلال الدین اکبر بادشاہ کا تھا۔ وفات ان کی ۹۷۲ھ میں ہوئی۔

مادہ تاریخ عبدالقادر ثانی ہے۔ (دخیزہ الاصفیاء)

۱۰۷۔ الشیخ بہاؤ الدین گجراتی

م ۹۷۲ھ

”الشیخ الصالح الفقیہ بہاؤ الدین بن معز الدین بن علاؤ الدین بن شہاب الدین خطابی گجراتی حضرت لفیل بن خطاب برادر امیر المومنین عمر بن الخطاب کی اولاد سے ہیں۔ مولد و منشاہ کربلا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ ابن عربیہ رحمۃ اللہ المتوکل الکجراتی کی خدمت میں رہنے لگے۔ اس وقت (۲۱) سال تک اسی خدمت میں رہے۔ ان سے حصول طریقت کے بعد گھر سے نکلے۔ متعدد شہروں میں آئے۔ برسوں یہ شغل رہا (۸) سال بعد لوٹ کر گجرات آئے۔ مگر کچھ عرصہ بعد پھر نکلے اور برہان پور میں اقامت فرما ہوئے۔ جہاں ایک خانقاہ اور جامع مسجد تعمیر کرائی۔ شیخ علی متقی پسر حسام الدین نے اپنی جوانی کے زمانے میں ان کی بیعت کی۔

آپ ”اجن“ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ جو آج تک مشہور ہے۔ ۹۷۲ھ میں رحلت

فرمائی (مجزہ تھار)

۱۰۸۔ حکیم بھوہ خاں اکبر آبادی

”الشیخ الفاضل بھوہ خاں ابن خاص خان حکیم اکبر آبادی طب میں اکابر روزگار سے تھے۔

تھے۔ سلطان اسکندر خان لودھی نے انہیں اپنا مشیر مقرر کیا اور آخر آپ کو وزارت کا منصب تفویض فرمایا۔ اسکندر اہم معاملات مملکت میں ان کی رائے پر بہت اعتماد کرتا تھا۔ مگر اسکندر کی رحلت پر جب اس کا بیٹا ابراہیم بدیر حکومت ہوا۔ تو وہ الٹا بھوہ خان کے کھٹک گیا۔ انہیں ۹۲۳ھ تک نظر بند رکھنے کے لئے آدم کے حوالے کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ محبس ہی میں رحلت فرما ہوئے۔

سلطان اسکندر کے حکم سے طب میں فارسی زبان کے اندر معدن الشفاء کے نام سے ایک ضخیم کتاب لکھی۔ جس میں سنسکرت کی مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی۔
سمسرت، جوگ، دس، ناگر، سارنگ، دھرمادھو بدان، چتامن، بنک سین،
چکروت، کتیت، ماکھت، بھوج، بھید وغیرہ۔

۱۰۹۔ شیخ پیارہ پسر کبیر مندوی

م ۹۹۳ھ ماہ رمضان المبارک

”الشیخ الصالح پیارہ ابن کبیر بن محمود چشتی مندوی۔ مولد و منشا لکھنؤ۔ شیخ فخر الدین حامد چشتی نہروالی سے درسیات پڑھیں۔ اور ممتاز علمائے دین کی صف میں آ پہنچے۔ مسلسل ۶ مرتبہ حج و زیارت کے بعد (۸) ویں برس اپنی والدہ ماجدہ کو ہمراہ لیا۔ اور واپسی کے بعد شہر مندو (بالوہ) میں مسند تدریس آراستہ کی جس پر ۵۰ سال تک پڑھایا۔ (گلزار ابرار)

۱۱۰۔ بیرم خاں خاناں

”الامیر الکبیر قلم اور تلوار دونوں کے دھنی تھے۔ اس طرح دلیری اور سخاوت میں برسرِ عنوان تھے۔ نام بیرم خاں ابن سیف علی بن یار علی بن شیر علی ترکمانی بلخی از قبیلہ قراقویلیلو۔ مولد غزنہ جہاں ان کے والد سلطان بابر تیموری کی طرف سے گورنر تھے۔ جو اپنے فرزند کی کم سنی میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پہلے انہیں غزنہ میں سپرد خاک کر دیا۔ مگر ایک عرصے کے بعد ان کی ہڈیاں سمیٹ کر پنج خے جانی گیش اور یہاں دفن ہوئیں۔

بیرم خان نے بلخ ہی میں لشکر و بنا پائی۔ ہمایوں بادشاہ کے عہد میں بیرم خان حکومت سے منسلک ہو گئے برسوں سلطان کی ملازمت میں رہے۔ ہمایوں نے بیرم خان کے بشرے سے ان کی شرافت کا اندازہ کر کے اپنا معتمد و قرار دیا۔ حتیٰ کہ ہمایوں کے والد سلطان بابر دنیا سے سدھار گئے۔ اور بادشاہت ان کو تفویض ہوئی۔ تب انہیں ہمایوں نے اسماعیل پور میں اپنا معتمد کی مقرر کر لیا۔ حتیٰ کہ جب شیر شاہ سوری ^{۹۷۶ھ} میں ہمایوں پر غالب آگیا۔ تو ہمایوں شیر شاہ گندہ کی طرف رخ پھیرا کہ خود چوسہ اور ویاں سے قنوج آیا۔ تب بیرم خاں سنبھل میں ویاں کے رئیس نصیر خاں کے پاس پہنچا۔ تو اس نے بیرم خاں کی سفارش شیر شاہ سے کی۔ جس سے کچھ مدت بعد وہ گجرات نکل گیا۔ اور بالآخر سندھ میں اپنے مربی سے ^{۹۷۵ھ} محرم میں ملاقی ہو کر سلطان کو بحری راستہ سے ایران جانے کی ترغیب دی۔ جس سفر میں وہ خود بھی سلطان محمد صرح کے ہمراہ تھا۔

ہمایوں شاہ ایران سے لوٹے تو قندھار فتح کر کے ویاں اپنا ایک نائب تعینات کیا۔ جس کے بعد بیرم خاں پشاور میں ہمایوں کے پاس آ پہنچا۔ جہاں ہمایوں نے اسے خان خانان کا خطاب دیا جس کے معنی امیر الامرا کے ہیں۔ اب تک ہمایوں نے دوسری مرتبہ ہندوستان کے کچھ اور علاقے اپنے زیر نگیں کر لئے تھے۔ جن میں سے بیرم خاں کو پرگنہ سنبھل اور سرہند دونوں جگہیں جاگیریں عطا فرمادیں۔

دور اکبری جب ہمایوں کی رحلت کے بعد اس کا تخت جگر اکبر اپنی صغر سنی ہی میں تخت نشین ہوا تو بیرم خاں نائب کی حیثیت سے پورے ملک کی عنان حکومت ہاتھ میں سنبھالے رہا۔ مگر اکبر کے بالغ ہونے پر پورے اختیارات اس کے قبضے میں چلے گئے۔ ^{۹۷۶ھ} تو اس میں دو دنوں کے درمیان اس قدر شدید اختلاف ہو گیا کہ فریقین میں لڑائی کی نوبت آ پہنچی۔ سلطان نے اپنی طرف سے اپنے ایک معتمد شمس الدین محمد اتک کو ایک لشکر جرار دے کر بھیجا۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو بیرم خاں اپنی فوج کے آگے آگے تھا۔ مگر وہ اپنے لشکر کو حملہ کرنے کا اشارہ تک نہ کر پایا بلکہ انہیں ضبط کا حکم دیتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ مخالف لشکر کے قریب آ پہنچا یہ دیکھ کر اکبر کے فوجیوں نے اسے گھیرے میں لے لیا۔ مگر بیرم خاں اس نرنغے سے نکل کر اکبر کے دستے میں آگیا۔ اور فوراً سلطان کے قریب پہنچ کر معافی کا خواستگار ہوا۔ سلطان نے

اس جگہ پر اُسے حجاز چلے جانے کا حکم دیا۔ بیرم خان نے تعمیل کی۔ مگر جب وہ اس سفر میں فتنی پہنچا۔ تو ایک افغان نے اسے شہید کر کے شیخ حسام الدین ملتانی کے حظیرے میں دفن کر دیا۔ جہاں سے کچھ عرصہ بعد اس کی ہڈیاں دہلی لاکر سپرد زمین ہوئیں۔ اور دہلی سے لاہور مشہد امام رضا میں دفن کرائی گئیں۔

جس طرح بیرم خان سلطنت تیموریہ کے بارے میں اعلیٰ درجہ کا مدبر تھا۔ اسی طرح بخشیش اور بہادری میں لامثال تھا۔ سلطان ہمایوں اور اس کے بعد اس کے چانشین اکبر دونوں سنہ اُسے نایات سرکاری کا نگران مقرر کر رکھا تھا۔ اگر ان دونوں بادشاہوں کا کسی راجہ سے جھگڑا ہو جاتا تو بیرم خان ہی یہ ٹنٹا بٹاتا۔ سلطان نے اسے بعض صوبوں کی سربراہی بھی سپرد کر رکھی تھی۔ وہ راجدھانی اور سیاست میں نہایت لطیف تھا۔ بارعب ہونے کے ساتھ پیچیدہ امور سلطنت کی گتھی سلجھانے میں سب سے حاصل تھی۔ وہ گرد و پیش کی رعایا کے احوال و واردات سے باخبر رہتا۔ اس حد تک کہ احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔ باایں ہمہ دھیری اور حسن تدبیر خفی و جلی ہر ایک پہلو میں یکتا ئے ذمہ تھا۔ ان تمام اوصاف کے ساتھ وہ ادب و مطالعہ کتب تاریخ و اہل فضل و کمال کی محبت میں بھی فرد روز گزار تھا۔ وہ اراذ کے کبھی تعلق نہ رکھتا۔ مگر سر بلند افراد سے میل جول کا ہمیشہ خواہش مند رہتا۔ وہ شاعر بھی تھا۔ ترکی زبان کے ساتھ فارسی میں بھی شعر کہتا۔ نمونہ ۱

شے کہ بگذرد از نہ سپہرا نسراو

اگر غلام علی قیست خاک بر سر او

اس کی تاریخ قتل ۹۸۵ھ ہے۔ ایک صاحب نے اس کی تاریخ شہادت شہید شہ محمد بیرام سے استخراج کی ہے۔

۱۱۔ شیخ پیر محمد گجراتی

م ۹۶۹ھ

الشیخ الصالح الفقیہ پیر محمد بن جلال ابن عبدالعزیز ابن عبداللہ بن ابراہیم ابن جعفر بن جلال ابن محمود بن عبداللہ بن عبدالحمید بن عبدالرحمن بن عثمان بن معتب بن ابان بن عامر بن سعد

ابن ابی وقاص صحابی یکے از عشرہ مبشرہ بالجنۃ رضی اللہ عنہ

شیخ پیر محمد مولد و منشا جاپانیر ازا طرف گجرات ہے۔ تحصیل علم انہوں نے علمائے معاصرین سے کی۔ زیارت و حج کے بعد واپس وطن تشریف لائے۔ اور شیخ محمد غوث گوالیری کی خدمت میں برسوں رہے۔ ان سے طریقہ شطاریہ میں بیعت کی۔ اور ان کی رحلت کے بعد ان کی نیابت تفویض ہوئی۔ آپ مشہور مشائخ شطاریہ میں سے تھے۔

اور آد غوثیہ در وظائف و اذکار۔ اور فتح اللہ بن محمود شطاری نے مونس الطالبین کے نام سے ان کے ملفوظات مرتب کئے (بحوالہ حدیقۃ الاحمدیہ و تاریخ دکن مولفہ عبدالحی) (صفحہ ۴)

۱۱۲۔ مولانا پیر محمد احمد نگری

”الشیخ الفاضل پیر محمد حنفی شروانی احمد نگری۔ یکے از علمائے مشہورین۔ سلطان نظام شاہ احمد نگری نے آپ کے حضور ذاتی تلمذتہ کیا اور اپنے مقربین میں جگہ دی۔ جس سے آپ مقبول خاص و عام ہو گئے۔ بعد ازیں اتفاق سے آپ دکن کے قلعہ پر بندہ میں سلطان نظام شاہ احمد نگری سے کی طرف سے ایک خط لے کر خواجہ جہاں دکنی کی طرف گئے۔ یہاں ان کی ملاقات طاہر بن رضی اسماعیلی سے ہو گئی۔ مولانا پیر محمد ان سے کتاب مجسطی پڑھنے کے بعد ایک سال تک مزید استفادہ میں مصروف رہے۔ آخر احمد نگر لوٹے۔ تو آپ نے اپنے ممدوح سلطان نظام شاہ سے اسماعیلی المذکور کا ذکر کیا۔ جسے سلطان نے اپنے ہاں بلا کر اسے مقرب خاص کے درجے پر فائز کر دیا۔ اسماعیلی صاحب نے سلطان کو تشیع کی تلقین کی۔ تو وہ اپنے تین ہزار اہل بیت و خدم و حشم سمیت شیعہ ہو گیا۔ منبر پر علامہ ائمہ دو اذدہ پر رحمت اور خلفائے ثلاثہ پر لعنت برسنے لگی۔ جس سے احمد نگر میں ہنگامہ قیامت برپا ہوا۔ عوام نے مولانا پیر محمد کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حملہ آور تعداد میں ہارے ہزار تھے۔ پینل اور اسوار دونوں قسمیں ان میں تھیں۔ نظام شاہ کے محل بھی اس انبوہ کے حصار میں تھے۔ آخر کار انبوہ چھٹ گیا۔ اور قلیل سی جماعت باقی رہ گئی۔ جس نے مولانا کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ جس میں سے ۴ سال بعد نظام شاہ نے انہیں رہا کر لیا۔ یہ واقعہ ۹۲۸ھ کے بعد رونما ہوا اور در تاریخ فرشتہ

۱۱۳۔ مولانا پیر محمد شروانی

(بعد سلطان اکبر تمجوری)

مر ۹۶۹ھ

”الشیخ الفاضل پیر محمد حنفی شروانی یکے از علمائے ممتاز ملقب بہ ناصر الملک، مولد و منشا
خواسان۔ ہندوستان دار دہوئے اور خان خانانایں بیرم خاں کا تقرب حاصل کیا۔ بیرم نے ان کی
سرپرستی فرمائی۔ حتیٰ کہ یہ امارت کے درجہ تک آپہنچے۔ اب یہی عوام و خواص کا مرجع اور مقتدر تھے
لوگ ان کے محل کے ارد گرد منڈلاتے رہتے۔ مگر انہیں بکتر نے گھیر لیا۔ اور تو اور ایک روز اپنے
محسن بیرم خاں کے لئے بھی لے لئے۔ جس پر بیرم خان نے انہیں ضرور کی سزا دینے کے لئے
شہر بیانہ بھجوادیا اور وہاں کے قلعہ میں قید کر دیا۔ یہ واقعہ ۹۶۵ھ کا ہے۔ مولانا اس محبس میں برسوں
بند رہے آخر انہوں نے بیرم خاں کی طرف ایک خط بھجوادیا۔ جس میں آیا: وَكُوْ كُنْ فِيْهَا
آبَةُ الْاَلَلِ لَفَسَدَتَا۔۔۔ سے برہان قانع کا اثبات تھا اور مقصود اس سے یہ تھا کہ بیرم خان کو
کسی صورت اپنے سے راضی کریں۔ چنانچہ اس پر بیرم خان انہیں رہا تو کر دیا۔ مگر انکی طرف توجہ نہ کرنے
کی بجائے مولانا کو ایک مدت تک انتظار میں رکھنے کے بعد دوبارہ دجج کا حکم دیا۔ ابھی مولانا گجرات
ہی پہنچے تھے کہ خود بیرم خان اور سلطان کے مابین نزاع کی خبر سنی اور آپ اُلٹے پاؤں دہلی لوٹ
آئے۔ بکتر نے اس اطلاع پر انہیں تلاش کر کے اپنے پاس بلالیا اور انہیں ناصر الملک کا خط
دے کر مالوہ کی حکومت سپرد کر دی۔ انہوں نے برہان پور فتح کر لیا۔ اس کے بعد قلعہ بیجا گڑھ
مرنگوں کیا۔ وہاں سے خاندان کو ممالک محروسہ میں شامل کیا۔ مگر یہاں والپسی پر آپ دریائے نربدا
میں ڈوب کر ختم ہو گئے (تاریخ بدایونی)

۱۱۴۔ شیخ تاج الدین مندی

از ۸۸۵ھ تا ۹۵۰ھ

”الشیخ الصالح الفقیہ تاج الدین یوسف ابن کمال الدین قرشی رتھجوری ثم المندی ہاوی

مولد و منشأرتھبور۔ بلوچ پر مند و تشریف فرما ہوئے۔ جہاں سلطان ناصر الدین خلجی نے آپ کو بڑی تعظیم و تکریم کی اور راحتہ الحیاء سے آپ کی شادی کر دی۔ جس سے آپ کو مند و میں رہنا پسند آگیا۔ اس بیوی کے بطن سے محمد پیدا ہوا۔

شیخ تاج الدین علم و صلاح میں ممتاز اور مغلوب الحالی میں مبتلا تھے۔ گلزار ابرار

۱۱۵۔ مولانا تقی الدین پنڈوی

الوزیر الکبیر تقی الدین ابن عین الدین پنڈوی فقیہ محدث۔ بادشاہ نے انہیں مبارک ملا ان کے والد کو مجلس مختار اور ان کے دادا کو مجلس سرور کا لقب دیا۔ صاحب ترجمہ برسول منصف و نادر پر نصرت شاہ کے عہد میں فائز رہے۔ ان کے والد حسین شریف مکی جو بنگالہ میں وزیر تھے انہوں نے وہاں سر فلک عمارتیں تعمیر کرائیں۔ انہوں نے شہر سناہ گاؤں کی بڑی مسجد ہے جو ۹۲۹ھ میں مکمل ہوئی یہ مسجد مقبرہ شیخ ابراہیم فاضل سے متصل ہے جس کے آثار اب تک باقی ہیں۔

۱۱۶۔ شیخ جعفر ابن میراں سندھی

”الشیخ العالم الکبیر جعفر ابن میراں بوبکائی سندھی۔ اپنے گرو و ذراخ کے علما میں مشہور تھے سیوستان کے شہر بوبک میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد بڑے عالم تھے کہ شیخ طاہر بن یوسف سندھی برہان پوری نے آپ سے پڑھا۔ یہ (ان کے والد) بیعت العلم کی یادگار تھے اور خود مشائخ میں سے۔

کہا جاتا ہے کہ شیخ جعفر نے آخر عمر میں اپنی منطق کی سب کتابیں تلف کر دیں اور صرف احیاء العلوم۔ عوارف المعارف اور فصل الخطاب کے مطالعہ پر اکتفا کیا۔

۱۱۷۔ شیخ جلال الدین اسماعیلی گجراتی

”الشیخ الفاضل جلال الدین ابن الحسن اسماعیلی ہندی، گجراتی۔ ہندوستان کے اندر اسماعیلی گروہ کے داعی۔ یہ ذکر سیف الدین بن عبد العلی گجراتی نے اپنی تالیف المجالس السفینہ میں کیا۔

اور یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بلادین میں گئے اور وہاں علم تنزیلی و تاویلی شیخ عماد الدین ادیس بن الحسن
یمانی سے پڑھ کر ہندوستان چلے آئے۔ جب یوسف بن سلیمان گجراتی نے رحلت کی۔ تو ان کی
وصیت کے مطابق اسماعیلی دعوت کی تبلیغ ان کے سپرد ہوئی۔ اور انہوں نے اپنے بعد داؤد بن
عجب شاہ کو اپنا وحی قرار دیا۔ (ملک الجواہر)

۱۱۸۔ شیخ جلال الدین اکبر آبادی

از ۹۲۳ھ تا ۹۶۱ھ۔ ۱۶ ذی قعدہ

”الشیخ العالم الکبیر“ جلال الدین بن عبد اللہ بن یوسف اکبر آبادی۔ اپنے دور کے ممتاز
علمائے حق۔ حفظ قرآن کے بعد اپنے والد سے نحو و ادب اور فقہ پڑھی۔ منطق و فلسفہ علامہ
ابو البقا ابن عبد الباقی خراسانی سے پڑھے۔ ۲۰ سال سے کم عمر ہی میں مسند تدریس کو مزین فرمایا۔
آپ سے قاضی جلال الدین ملتانی۔ شیخ افضل محمد انصاری اور شیخ بدر الدین بن جلال حسینی کے
سوا بے شمار افراد نے پڑھا۔ اکبر آبادی آسودۂ لحد ہوئے (قیسی در اخبار الاصفیاء)

۱۱۹۔ شیخ جلال الدین دہلوی

۲ ذی قعدہ۔ م ۹۴۲ھ

”الشیخ الفاضل“ جلال الدین دہلوی المتخلص بہ جمالی۔ مولد و منشا دہلی۔ تکمیل درسیات
کے بعد بر سول شیخ سماء الدین ملتانی کی خدمت میں ملازمت کے بعد سند حاصل کی۔ بعد ازاں
سیاحت کے لئے جو کمر باندھی۔ تو ان شہروں میں گھوم پھر کر واپس وطن پہنچے۔ بغداد، دمشق،
شیراز، ہرات، قاہرہ، اندلس (در مغرب) ہندوستان، خراسان۔ جبل وغیرہ اسی سفر میں
شیخ جلال الدین محمد بن اسعد درانی مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی، شیخ عبد الغفور لاری و
محمد الحنفی۔ احمد اندلسوی اور نظام الدین محمود شیرازی سے ملاقات ہوئی۔ اس سیاحت کے
حج و زیارت کے ساتھ شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی سے محدث پڑھی۔ ہندوستان پس
آکر گھر میں پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے۔ اب ہر عبادت شعار و دثار تھا۔ سلطان ہمایوں شاہ تیموری

جوان کے دین و صلاحیت کا قدردان تھا۔ اس نے صدارت پیش کی مگر آپ نے انکار فرمادیا۔
(برداشت بدالیونی)

ان کا فارسی دیوان ہے۔ ہر ماہ نام۔ دوسری کتاب مرآۃ المعانی ہے تیسری
تصنیف | تالیف ہے سیر العارفین (بحوالہ اخبار المشائخ) اور نمونہ شعر یہ ہے :-

مارا ز خاک کویت پیراہن است برتن
آں ہم نہ آب دیدہ صد چاک تابدا من
۲۰ ذیقعدہ ۹۴۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۱۲۰ - شیخ جلال الدین تھانیسری

۱۲ رذی الحجہ ۹۴۹ھ یا ۹۸۹ھ

”ایشیخ الصالح المحترم“ جلال الدین بن محمد الحمیری تھانیسری یکے از مشائخ کبار حفظ قرآن
کے بعد درسیات پڑھنے شروع کئے۔ بیعت و اشتغال میں ایسا کمال حاصل کیا کہ نوادرتانہ میں
شمار ہوئے۔ کچھ مدت مسند تدریس مزین فرمائی۔ پھر اسے چھوڑ کر طریقت کی راہ پر چلتے ہوئے۔
حضرت گنگوہی شیخ عبد القدوس کے حلقہ مسترشدین میں داخل ہوئے۔ حتیٰ کہ ان کے حکم سے
بیعت و ارشاد کا سلسلہ قائم کر لیا۔ مگر وہ عبادت نے دنیا کی طرف سے منقطع کر دیا تھا۔ ۹۳
سال تک اس عالم غفل کی بہار دیکھی۔ کثرت ریاضت سے اس قدر کمزور ہو گئے۔ کہ تکبیر پر لیٹے
رہتے۔ لیکن با این ضعف و پیری جب اذان کی آواز کان میں پڑتی تو قوت کی ایک لہر ان کے
پورے بدن میں دوڑ جاتی اور فوراً اٹھ کر پورے حضور و خضوع سے نماز ادا کرتے۔

ان کی ارشاد اللطائف نام ایک کتاب ہے جس میں لکھتے ہیں کہ
تصنیف | عشاق نہ تو کشف و کرامات پر اکتفا کرتے ہیں۔ نہ کسی اور ایسی بات

پر، بلکہ عبادت اور زہد و تقویٰ اور ریاضت پر کار بند ہو کر بھی ان مشاغل
سے دامن نہیں جھٹکتے بلکہ انہی محمولات میں اپنا نفس ہلاک کرتے کرتے موت
آنے سے قبل مر جاتے ہیں۔ اسی کتاب میں ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ اکثر

درعیان سلوک اور عیال صوفی صحیح راستے سے بہک کر گمراہی کا شکار ہو جاتے

ہیں

اور ان کے اس ارشاد کی سلف و صالحین کے اس قول سے یہی تائید ہوتی ہے کہ:-

ان لوگوں نے اصول چھوڑ کر وصول الی اللہ خود کے لئے حرام کر دیا۔

اور اصول ہے۔ شریعت و طریقت دونوں پر عمل۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور امور شرع پر مواظبت

اچھے کام ہیں یہ صحیح ہے۔ مگر طالب کی شان اس سے مختلف ہے۔ ان کی ڈوڑ

نوافل و راتیں ہیں۔ مگر طالب کی شان تو فرائض و تسبیح و تہجد کے بعد شغل باطن

ہے۔ جو کثرت نوافل اور اعضا و جوارح کے اعمال ہی سے حاصل نہیں ہوتا۔

۱۲۱۔ شیخ جلال الدین برہانپوری

م ۹۵ھ

”الشیخ الصالح جلال الدین ابن نظام الدین بن نعمان چشتی آسیری برہانپوری۔ مولد و منشا

آسیر۔ اپنے والد سے پڑھا۔ اور ان کی وفات کے بعد مرتبہ شیخو خیت پر فائز ہوئے۔ جس میں

مشائخ کبار از چشتیہ کی صف میں آ پہنچے۔ ان کے مریدوں میں شیخ ابو محمد بن خضر تمیمی شیخ

جمال محمد برہانپوری اور دوسرے بے شمار حضرات ہیں وفات ماہ ربیع الاول ۹۵۱ھ میں

ہوئی۔ اور آسیر ہی میں اپنے جد اعلیٰ نعمان کے جوار میں آسودہ لحد ہوئے۔

۱۲۲۔ شیخ جلال الدین برہانپوری

م ۳۳-۳۲۸ھ

الشیخ العالم الفقیہ جلال الدین برہانپوری المشہور بہ متوکل مشائخ کبار سے تھے۔

فیضان شیخ شرف الدین بن عبد القدوس گجراتی برہانپوری سے پہنچا۔ جن کی خدمت میں برسوں

شرف ملازمت حاصل ہوا۔ ان کے مریدوں میں سید ابراہیم بکری اور دوسری مخلوق ہے۔

۹۳۸ھ میں رحلت فرمائی۔

۱۲۳۷- مولانا جلال الدین ٹھٹھوی

م ۹۳۶ھ

”الشیخ الفاضل الکبیر“ جلال الدین حنفی ٹھٹھوی سندھی۔ ہندوستان بھر کے مشہور علما سے تھے۔ طریقت میں شیخ فرید الدین عطار دی گوالیری سے مستفیض ہوئے۔ ہمایوں بادشاہ نے آپ کو ہندستان کے منصب صدر پرفائز فرمادیا۔ ہمایوں نے آپ سے بعض کتابیں بھی سبقا پڑھیں۔ آپ مقام چوسہ صوبہ بہار میں دریائے گنگا کے اندر ڈوب کر راہی بھر لقا ہو گئے۔

۱۲۴۷- قاضی جلال الدین ملتانی

م ۹۹۹ھ

”الشیخ الفاضل الکبیر“ قاضی جلال الدین حنفی ملتانی یکے از علمائے کبار، مولد شہر بھکر اور ملتان میں پر دان چڑھے تحصیل علم کے لئے آگرے تشریف لائے۔ یہاں شیخ جلال ابن عبد اللہ اکبر آبادی کے حضور ذالوئے تلمذتہ کئے۔ یہ قسیمی نے اپنی کتاب اخبار الاصفیاء میں حوالہ فلم فرمایا ہے۔

مگر محمد الحسن نے گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ قاضی جلال الدین گجرات آئے اور علامہ وجیہ الدین ابن نصر اللہ علوی الکجراتی سے پڑھنے کے بعد آگرہ پہنچے۔ اور کچھ عرصہ تک یہاں گننامی میں ایک تجارت کا مشغلہ اختیار کئے رکھا اور پھر تدریس کا آغاز کر دیا۔ اور علمائے معاصرین میں آپ کے علم کی دھوم مچ گئی۔ قاضی کمال الدین یعقوب کر دی کے بعد اکبر بادشاہ نے قضاۃ پرفائز کر دیا۔ مگر جلد ہی معزول ہو گئے۔ پھر جب سلطان اکبر نے علما سے آگرہ کو خالی کرایا تو آپ کو دکن میں جلا وطن کر دیا۔ تب قاضی صاحب ممدوح بیجا پور جا پہنچے۔ جہاں کے رئیس نے آپ کی گونا گوں تعظیم کی۔ اسی شہر میں آسودہ لحد ہوئے۔ تاریخ وفات ۹۹۹ھ ہے۔

۱۲۵۔ شیخ جلال الدین بدایونی

”السید الشریف جلال الدین حسینی بدایونی عالم حدیث۔ بدایون مولد و منشا ہے۔ وہاں سے دہلی آکر منطق و فلسفہ شیخ عبداللہ بن ہداد تلبیسی عثمانی سے پڑھا۔ اور اگرہ چلے آئے۔ جہاں شیخ رفیع الدین محدث صفوی شیرازی سے حدیث پڑھ کر واپس بدایوں آکر شغل تدریس اختیار کر لیا۔ جس میں مدت تک منہمک رہے۔ آپ کے تلامذہ میں سید محمد الامیر امیر العدل و شیخ عبداللہ بدایونی کے سوا اور بھی کئی افراد ہیں۔ (بدایونی در تاریخ منتخب)

۱۲۶۔ شیخ جلال الدین کالپوی

”الشیخ الصالح الفقیہ جلال الدین کالپوی۔ حنفی، صوفی۔ مشہور بہ جلال و اصل آپ مولانا خواجگی نحوی کی نسل سے تھے۔ طریقت میں شیخ محمد غوث عطاری شطاری گوالیری مصنف الجواہر سے مستفیض ہوئے۔ سلطان اکبر کو آپ سے بہت حسن ظن تھا۔ آپ ہر وقت وجد و حالت سے درچار رہتے۔ آپ کی وفات ۹۹۹ھ کے بعد کالپی ہی میں ہوئی۔

۱۲۷۔ شیخ جمال الدین بن احمد چندیری

م ۹۸۷ھ۔ ۲۷ رمضان

”الشیخ الصالح جمال الدین بن احمد بن نعمت اللہ ملتانی چندیری۔ یکے از بندگان صالح، مولد و منشا چندیری۔ اپنے والد کے ہمراہ رالیسین آئے اور وہاں سے اجین پہنچے جہاں سکونت اختیار فرمائی۔ تدریس میں ”نہایت الارواح“ وغیرہ کتابیں تھیں۔ آپ بے حد احسان پیشہ تھے۔ کبھی تنہا دسترخوان پر نہ بیٹھتے۔ سدا وجد و حالت میں سرشار رہتے۔ موت کے وقت یہ اشعار ان کی زبان پر جاری تھے۔

پردہ بردار کہ من عارض زبیا نگر م
ورنہ از آہ جگر پردہ عالم بدر م

۹۸۶ھ میں ۲۷ ماہ رمضان کے روزِ داعی اجل کو لبیک کہا (گلزار ابرار)

۱۲۸۔ شیخ الصالح جمال بن حسین گجراتی

۲۳ شعبان ۹۷۱ھ

”الشیخ الصالح جمال ابن الحسین بن ابوالمنظف بن ابوالوقت الشریف الحسنی الکجراتی۔
عبد الوہاب بن عبدالقادر شیخ جیلانی کی نسل سے تھے۔ قریب بہتری از اعمال احمد نگر میں پیدا ہوئے۔
اور وہیں پروان چڑھے۔ اکتساب اپنے والد سے کیا۔ جن کے سفر آخرت پر مسند شیخو خیت پر ممکن
حاصل ہوئے اور آخر مہار شاہ گجراتی نے آپ کو احمد آباد بلا لیا۔
وہ صالح بزرگ، دین دار اور قانع تھے اور کثوف و کرامات سے بہرہ مند۔ ۳ شعبان
۹۷۱ھ کے روز وفات پائی۔ احمد آباد میں سپرد خاک ہوئے۔ (الحدیقۃ الاحمدیہ)

۱۲۹۔ شیخ جمال الدین بن محمود گجراتی

”الشیخ الصالح الفقیہ جمال الدین ابن محمود بن علم الدین، بن سراج الدین العمری الکجراتی
مولد و منشا گجرات۔ اپنے والد اور علم زاد نصیر الدین ابن مجد الدین گجراتی سے پڑھا۔ اور علوم
کتابی و طریقت میں اپنے بزرگوں کے مسلک پر عمل فرما ہوئے۔

تصانیف | المذکرۃ جس میں حقائق و معارف کو فارسی زبان میں بیان کیا گیا ہے اور
دیوان شعری ایضاً در فارسی۔ وفات ۹ ماہ ربیع الاول ۹۸۶ھ اور ایک
قول کے مطابق ۹۸۷ھ میں ہندوؤں کے ہاتھوں احمد آباد میں شہید ہوئے (انوار العارفین)

۱۳۰۔ مفتی جمال الدین بن نصیر دہلوی

۹۸۴ھ بم ۹۰ سال

”الشیخ الفاضل العلّامۃ جمال الدین ابن نصیر الدین بن سماء الدین حنفی دہلوی۔ دار الحکومت
دہلی میں احناف کے مفتی تھے۔ ایک مشہور علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے اپنے بھائی عبدالغفور

اور اپنے والد سے پڑھا۔ بعد ازاں دہلی میں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ بے شمار افراد نے آپ سے پڑھا۔ عربی میں بے مثال۔ فقہ و اصول و کلام میں فرد زمانہ، اندہ و تقویٰ میں نمونہ اور ہر شے کم سے کم استعمال میں لاتے۔ شریف النفس ایسے کہ بادشاہوں اور امیروں کے دروازوں پر نہ جاتے دن اور رات دونوں میں تدریس و افادہ میں مصروف رہتے۔

تصانیف شرح العنصریہ - شرح التوارق - شرح مفتاح العلوم (مصنفہ سکاکی) جس میں دونوں شرحوں پر محاکمہ ہے۔ شرح جامی پر طویل حاشیہ جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے "الحمد للہ المرفوع شانہ، المنصوب برہانہ، المجہور سلطانہ" نوے سال کی عمر میں ۹۸۴ھ میں انتقال کیا۔ (بحوالہ شمس التواریخ)

۱۳۱۔ مولانا جلال الدین شیرازی

م ۹۹ھ

"الشیخ الفاضل جمال الدین حنفی شیرازی۔ یکے از علمائے مشہورین۔ شیخ جمال الدین محمد ابن اسعد ذوقانی سے اکتساب علم کیا۔ اور جس زمانے میں شاہ اسماعیل صفوی نے فارس کے شہرں پر خروج کیا۔ آپ زیارت حرین کے لئے وطن حجاز اور حج و زیارت کے بعد شیخ رفیع الدین محدث اور شیخ ابو الفتح کی صحبت و رفاقت میں ہندوستان تشریف لائے۔ پہلے گجرات اور بعد میں آگرہ میں سکونت اختیار کی

میں حاشیہ ہے قدیمہ للذوقانی پر۔

تصانیف ۹۹ھ کے بعد انتقال کیا۔ (محبوب الالباب)

۱۳۲۔ شیخ جمال الدین برہان پوری

"الشیخ العالم الصالح جمال الدین برہان پوری محدث شیخ ابراہیم بکری کی مسجد و شہر برہان پور میں تدریس فرماتے۔ جب شیخ طیب ابن یوسف سندھی محدث برہان پور میں آکر زندگی پور میں مقیم ہوئے جو مسجد مذکور سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔ تو شیخ جمال الدین نے ان کا ورود

غنیمت جاننا۔ اور با ایں مرتبہ و مقام ہر روز ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ان سے صاحب ترجمہ نے بخاری اول سے آخر تک سبقا پڑھی۔ شہر بہان پور ہی میں رحلت فرمائی اور شیخ ابراہیم کی قبر سے متصل دفن ہوئے۔

۱۳۳۔ شیخ جمال محمد گجراتی

”الشیخ العالم المحدث جمال محمد بن ملک چاند گجراتی المشہور جموجی۔ مولد و منشا گجرات، وہاں کے مشہور شیوخ سے تھے اور سیات پڑھنے کے بعد حجاز کا رخ فرمایا۔ اس کا روانہ میں محمود و عبد القادر و محمد حسن وغیرہ اشرف گجرات بھی تھے۔ حج و زیارت کے بعد واپس گجرات تشریف لے آئے۔ اور بہان پور آکر بزم تدریس آراستہ فرمائی۔ حدیث و تفسیر دونوں میں مکملہ تھیں۔ اور صبح سے شام تک یہی شغل جاری رہتا۔ یہیں ۹۹۸ھ میں رحلت فرمائی۔“

۱۳۴۔ المفتی جنید قرشی ملتانی

۲۶ شعبان ۹۹۸ھ

”الشیخ العالم الفقیہ المفتی“ جنید بن ہماؤ الدین قرشی ملتانی ثم اکبر آبادی۔ یکے از اہل اللہ ان کا گھرانہ بیت العلم تھا۔ آپ نے اپنے والد سے اکتساب علوم کے بعد ان کی نیابت میں افتاء و تدریس شروع فرمادی۔ سخاوت پیشہ تھے۔ دستہ خوان پر اپنے ساتھ کئی ہمانوں کے بغیر نہ بیٹھتے۔ ان کی سفارش اور نفع رسانی بھی بہر عنوان فرماتے۔ ۲۶ ماہ شعبان ۹۹۸ھ کے روز بقول محمد بن حسن در گلزار ابرار و بروایت تمیمی ۹۹۹ھ وفات پائی اور اگرہ ہی میں سپرد خاک ہوئے۔

۱۳۵۔ شیخ چائین سہنوی

م ۹۹۸ھ

”الشیخ الصالح“ چائین صوفی نجم الحق سہنوی۔ یکے از مشائخ کبار گروہ چشتیہ۔ اللہ تعالیٰ نے مسنیہ ربیع السین المملہ فتح الہاء کی طرف منسوب ہے۔ (منہ)

نے انہیں علوم ظاہر و باطن دونوں سے بہرہ مند فرمایا۔ کہ صحبت شیخ عبدالعزیز ابن النعمان عباسی میں گزارنے کا موقف مل گیا۔ ہر سوں طریقہ فقر و استغنا و توکل و رخصا پر قائم رہے۔ ان کے درس میں قصص الحکم اور نقد النصوص اور اسی نوع کی دیگر کتابوں کی تعلیم بغایت تحقیق و تنقیح کے ساتھ ہوتی۔ سلطان اکبر شاہ ان کے علمی کمالات کا معتقد کیا ہوا۔ کہ سلطنت کے امور مہم پر بھی انہیں افتتاح کے لئے تکلیف دیتا۔ اکبر اپنے بیت العبادۃ میں جو فتح پور سیکری میں تھا۔ شیخ مدوح کے ساتھ مسلسل کئی راتیں بسر کرتا۔ جن میں ان سے استفادہ کرتا۔ مگر ایک شب میں انہیں صلوٰۃ معکوس پڑھتے ہوئے دیکھا تو انہیں خود سے دور کر دیا۔

۱۳۶۔ مولانا چاند المنجم دہلوی

”الشیخ الفاضل مولانا چاند المنجم دہلوی۔ یکے از علمائے کبار۔ ان کے معاصرین کے اذکار علوم ریاضی میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ سلطان ہمایوں نے انہیں اپنے خاص مقررین کے حلقہ میں شامل کر لیا۔ اور اپنے زمانہ شاہی میں انہیں اعلیٰ مرتبے پر فائز فرمایا۔ یہاں تک کہ ہمایوں کے عہد عزول میں بھی مولانا ان کے ساتھ ہی رہتے۔ عراق میں ۹۴۷ھ میں سلطان کے ہمراہ تھے۔ ہمایوں انہیں فتح شکست کے کسی موقع پر خود سے دور نہ کرتا۔“

۱۳۷۔ شیخ چندن مند سوری

م ۹۵۳ھ

”الشیخ چندن مند سوری ابن چچو۔ طریقہ پیشیہ کے ممتاز افراد سے تھے۔ شیخ مند الدین حشتی سے طریقت حاصل کر کے درس و افادہ شروع کر دیا۔ آپ نفیس کتابیں جمع کرتے رہتے۔ اور جب کسی غریب ضرورت مند کو دیکھتے تو اسے پیہ کر دیتے۔“

ان کا وطن سکندریہ راؤ (ضلع علی گڑھ) تھا۔ جہاں سے ان کے والد چچو مند سوری (مالوہ)

میں منتقل ہو گئے۔ (گزار ابراہان)

۱۳۸۔ شیخ چندن جون پوری

”الشیخ العالم الفقیہ“ چندن جون پوری۔ فقہائے اعلام سے تھے۔ حدیث میں ماہر اور تدریس مشغلہ تھا۔ ان سے شیخ نصیر الدین چھوٹسوی نے جملہ درسیات جون پور میں پڑھیں (گنج ارشدی)

۱۳۹۔ شیخ چندن اکبر آبادی

”الشیخ الصالح“ چندن القرشی اکبر آبادی۔ فقہ و اصول و ادب میں فرد روزگار تھے۔ یہ علوم شیخ سید الدین دہلوی سے پڑھے۔ آپ انا شیخ فضل بن مبارک ناگوری کے جد (نانا) تھے۔ آپ کے اقوال میں سے ہے کہ مجھے چار چیزیں محبوب ہیں۔ علم و عمل و زندگی اور عافیت۔

۱۴۰۔ شیخ چکن کھندوتی

م ۹۱۱ھ

”الشیخ الصالح“ چکن کھندوتی (یہ قریہ پرگنہ کالیپی میں ہے پورا نام کھندوت جلال پور ہے) آپ نے کم سنی ہی میں شیوخ سے فیض حاصل ہوا۔ حتیٰ کہ خود اکابر زمانہ کے درجے پر آپ نے ان کے کثوف و کرامات مشہور ہیں۔ اور کھندوت ہی میں رحلت فرمائی (گزار ابراہان)

۱۴۱۔ قاضی چکن گجراتی

م ۹۲۰ھ

”الشیخ العالم الفقیہ“ چکن گجراتی۔ یکنے از فقہائے مشہورین۔ حنفی فقہ میں آپ کی خزائنہ الروایات نام ایک کتاب ہے جس میں تمام جزئیات کو کمال تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ کشف الظنون میں اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں خزائنہ الروایات فروع حنفیہ میں قاضی چکنو ہندی کی تصنیف ہے جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے ”الحمد لله الذی خلق الانسان و علمہ البیات“ اس میں قاضی چکن نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی مزیج مسائل و غریب الروایات سمیٹنے میں فنا کر دی۔ اس

جلد کا باب اول علم سے شروع ہوتا ہے "کیونکہ علم اشرف العبادات سے ہے"
 مولانا لکھنوی اپنی کتاب النافع الکبیر میں فرماتے ہیں کہ خزائن الروایات غیر معتبر کتابوں
 میں سے ہے کیونکہ اس کے اندر رطب و باس اقوال کے ساتھ احادیث وضعیہ اور اخبار مختلفہ
 بفر دئے گئے ہیں۔

قامنی جگن چار بھائی تھے اور پیاروں قاضی الوقت۔ ان کا انتقال ۹۲۰ھ کے لگ بھگ
 ان کا انتقال ہوا۔

۱۶۲۔ مولانا حاتم سنبھلی

م ۶۸-۹۹۹ھ

"الشیخ العالم الکبیر حاتم بن ابو حاتم سنبھلی یکے از علمائے مشہورین در ہند۔ بعض علماء
 مختصرات سبقا پڑھیں۔ پھر شیخ عزیز اللہ تبلیغی کی خدمت و صحبت جملہ محفول و منقول آپ سے
 پڑھے۔ ممدوح ہی سے طریقت میں فیض حاصل کیا۔ اس میں آپ کے مرشد شیخ علاؤ الدین دہلوی
 بھی ہیں بعد از تکمیل ہر دو علم (شریعت و طریقت) سنبھلی میں محفل تدریس و افادہ قائم کر لی۔ چالیس
 سال تک یہ مشاغل جاری رہے۔ آپ فاضل کبیر اور کثیر الدرس، الافادہ اور بڑے عبادت گزار اور
 منانت و سنجیدگی کا پیکر تھے۔ ان کے مہتر شہیدین میں سید محمد امروہی و شیخ عبد القادر بدایونی اور شیخ
 ابو الفتح خیر آبادی و شیخ عثمان بنگالی کے سوا بے شمار علماء اور بھی تھے۔

سنبھلی ہی میں آسودۂ لحد ہوئے۔ بدایونی (عبد القادر) نے آپ کا مادہ تاریخ "محسن
 درویش دانشمند" سے مستخرج کیا۔ ایک اور موقع پر اسی کتاب میں بدایونی نے ان کا سہ و فائز
 ۹۹۸ھ درج کیا ہے اور وفات کی تاریخ "عند ملیک مقتدر" سے نکالی ہے۔

۱۶۳۔ الشیخ حاجی بن محمد دہلوی

م ۹۹۸ھ

"الشیخ الصالح" حاجی ابن محمد ابن الحسن ابن طاہر عباسی دہلوی۔ یکے از مشائخ کبار۔ شیخ

عبد الرزاق جھنجھانوی سے پڑھا۔ یہ صاحب ان کے والد محمد بن الحسن کے شاگرد تھے۔
(بحوالہ ہر جہاں تاب)

۱۴۴۔ شیخ حافظ جون پوری

”الشیخ الصالح“ حافظ بن ابوالحافظ جونپوری المشہور بہ واسطہ کاربکے از مشائخ عشقینہ شطاریہ
مرید شیخ عبداللہ الشطار خراسانی۔ جن کی خدمت میں برسوں رہے۔ حتیٰ کہ مرتبہ مشیخت پر آپہنچے۔
شیخ نے انہیں اپنی خلافت تفویض فرما کر ارشاد تلقین کی اجازت مرحمت فرمائی۔
ان سے شیخ بدھن شطاری بدون پانی پت اور شیخ ولی شطاری م ۹۵۶ھ اور شیخ
عبدالقدوس نظام آبادی نے استفادہ کیا۔

۱۴۵۔ شیخ حامد الحسینی مانک پوری

م۔ ۲۵ شعبان ۹۰۱ھ۔

”الشیخ الکبیر“ حامد ابن ابوالحامد ابن عزیز الدین، ابن شہاب الدین بن حسام الدین بن
شہاب الدین الحسینی الگردیزی المانک پوری۔ یکے از مشائخ کبار فرقہ چشتیہ۔ محدث شیخ حسام الدین
ابن شہاب الدین گردیزی مانکپوری چشتیہ کبار سے تھے اور مرید تھے شیخ حسام الدین عمری مانکپوری
کے۔

صاحب تذکرہ شیخ حامد نے برسوں ان کی خدمت میں گزارے۔ تب آکر منصب مشیخت
عظمیٰ پر فائز ہوئے۔

آپ ان پڑھ تھے، لکھنا پڑھنا مطلقاً نہیں جانتے تھے۔ با این ہمہ ان کے لئے کشف نظر
و شہود کے دروازے کھلے رہتے۔ علما ان کی خدمت میں آکر نظری مسائل دریافت کرتے۔ اور ان
کے جواب پر حیران رہ جاتے۔

ان کے مسترشدین میں یہ حضرات ہیں (۱) شیخ حسن بن طاہر عباسی دہلوی۔ (۲) شیخ حمید اللہ
ابن ہداد جون پوری کہ مشہور تصانیف کے مؤلف ہیں۔ اور ان کے علاوہ اور بھی بے شمار علماء نے

ان سے استفادہ کیا۔ نانکپور میں رحلت فرمائی اور وصیت میں فرمایا کہ شہر سے باہر میری قبر بنائی جائے اور اس پر کسی قسم کی عمارت تعمیر نہ کی جائے۔ (بحوالہ گنج ارشدی)

۱۴۶۔ شیخ حامد بن عبد الرزاق اچھی

م۔ ۲۰ ذیقعدہ ۹۹۸ھ

”الشیخ البکیر“ حامد ابن عبد الرزاق بن عبد القادر ابن محمد الشریف الحسنی الاچھی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی نسل سے تھے مولد و منشا شہر اچھی ہے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد مسند شخصیت مزین فرمائی۔ تو لوگ اُمنڈ کر آ گئے۔ ارشاد و تلقین کی بردش میں ان کے معاصرین میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ ہو سکا۔ شیخ داؤد بن فتح اللہ کرمانی اور اکثر حضرات آپ سے بیعت ہوئے۔ ۱۹ ماہ ذیقعدہ ۹۹۸ھ کو وفات پائی (اخبار الانبیاء)

۱۴۷۔ قاضی حبیب اللہ گھوسوی

”الشیخ العالم الفقیہ“ قاضی حبیب اللہ بن احمد بن ضیاء الدین بن یحییٰ بن شرف الدین بن نصیر الدین بن الجنتی حسین العثماني الاصغفانی ثم گھوسوی البکونپوری۔ فقہ و اصول و ادب عربی میں ممتاز اور فربہ گھوسوی کی مسند قضاء پر فائز ہوئے۔ جس پر بدقولی ممکن رہے۔ یہ موضع جو پور کے نزدیک ہے۔ آپ طریقت میں مرید تھے شیخ علی ابن القوام جون پوری کے (بروایت رسالہ عاشقینہ) نسب میں ابان ابن عثمان یا عمر بن عثمان سے وابستہ تھے۔ (رحمنی اللہ عنہ)

۱۴۸۔ مولانا حبیب اللہ گجراتی

”الفاضل العلامہ“ حبیب اللہ بن شمس الدین الکابلی الگجراتی۔ یکے از علمائے مشہورین در صوبہ گجرات۔ ان کا لقب منصف الملک ہے۔ جو گجرات ہی کے ایک سلطان کا دیا ہوا تھا۔ آپ زمانہ محمود شاہ صغیر گجرات میں سفارت پر مامور تھے۔ اور ان کے علم بزرگوار شیخ سراج الدین عمر بن کمال الدین نہروالی آصف خاں کے وکیل تھے۔ ایدر کی فتح تک زندہ تھے۔ سلطان محمود کو اس

فتح کی خبر انہوں نے لکھی۔ آپ سفارت کے ساتھ معرکوں کی تیاری میں لشکریوں کے صلاح کار بھی تھے۔ جیسا کہ آصفی نے اپنی تاریخ ظفر الدین میں ذکر کیا ہے۔

۱۴۹۔ شیخ حسام الدین ملتانی

م ۹۶ھ

”الشیخ العالم الصالح“ حسام الدین متقی ملتانی۔ یکے از علمائے اقلیاء۔ ان کے نام خراجی اراضی کا پٹہ تھا۔ جسے خود کاشت کرتے اور اس کا خراج ادا فرمادیتے۔ یعنی اپنے بیس ناخن کی کمائی پر بسر کرتے۔ اور جب فتنہ ملتانی کے دوران میں ان کی اس اراضی میں دوسرے کسان دخیل ہو گئے تو فاقوں سے بسر کرنے لگے۔

آپ شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے مقبرے کے سائے میں نہ بیٹھتے۔ فرماتے کہ یہ عمارت بیت المال کی رتم سے تعمیر ہوئی ہے کہ مسلمانوں کا مال اس طرح ضائع کیا گیا ہے۔

آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی کی رعایت نہ کرتے۔ مشتبہات سے اس قدر بچتے کہ اس سے زیادہ گریز ممکن نہ تھا اگر مشتبہ لقمہ کھا لیتے۔ تو طبیعت میں گرائی آجاتی اور طبیعت خطر میں پڑ جاتی۔ شاہ عبدالملک دہلوی نے اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ ایک روز کھانا کھا کر گھر سے نکلے۔ تو طبیعت میں گرائی محسوس ہوئی۔ لوٹ کر گھر والوں سے دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ خادم پڑوس سے ذرا سی سوکھی ہوئی دوپ لے آیا تھا۔ جس سے چولہے میں آگ مشتعل کی گئی۔ آپ اس آگ سے بچنے کے پاس گئے۔ تو اسے کچھ دے کر معافی طلب کی۔ جس سے قبضہ رنج ہو گئی۔

ایک مرتبہ کوئی شخص ان کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ تو ٹوٹتا ہوا بے خبری میں ان کا پاپوش پہن گیا۔ اپنے گھر جا کر اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اور اٹے پاؤں واپس آ کر طلب معافی کے بعد پاپوش رکھ دیا۔ مگر شیخ نے لینے سے انکار فرمایا۔ تو اس کی قیمت ادا کر کے قبول کیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں اپنی ہر شے کو وقف کے طور پر استعمال کرتا ہوں تاکہ یہ شے اس شخص کے لئے حرام نہ ہو جائے۔ جو میرے اذن کے بغیر اس کا استعمال کرے ۹۶ھ میں رحلت فرمائی۔

۱۵۰۔ الشیخ حسن بن احمد گجراتی

از ۹۲۳ھ تا ۹۸۳ھ

”الشیخ الفاضل الکبیر“ حسن بن احمد بن نصیر الدین العمری ابو صالح حسن محمد گجراتی۔ از اولاد شیخ کمال الدین دہلوی۔ مولد و منشا احمد آباد۔ مقامی دساتذہ سے درسیات پڑھیں۔ طریقت میں اپنے والد اور عم شیخ جمال الدین اور دوسرے شیوخ چشتیہ سے مستفیض ہوئے۔ ازاں جملہ شیخ حسن ابن طاہر عباسی جو پوری ہیں اور دوسرے شیخ محمد غیاث ہیں۔ جو شیخ علی اور یہ شیخ محمد سے اور یہ شیخ اسحاق خٹکائی سے اور یہ شیخ علی ابن شیخ ہمدانی سے تائبہ ابو النجیب سروردی۔

اور طریقہ مدادیہ اپنے بھائی شیخ فرید الدین از شیخ تاج الدین از شیخ صادق از شیخ سعدی از شیخ حسن از شیخ بدیع الدین مدارکنوی (برداشت مجمع الامراء)

شیخ حسن صاحب اعلیٰ پایہ کے عالم تھے فقہ و اصول عربی و تصوف و تفسیر میں باکمال تھے۔ ۴۱ سال مسند شیخت پر فائز رہے۔ اور سی کتابیں تصنیف کیں۔ ازاں جملہ تفسیر القرآن ہے۔ جس میں ربط آیات کا التزام ہے۔ (۱۲) اور تفسیر بیضاوی پر حواشی (۳) نہایت الارواح کا حاشیہ ہے۔ ۵۹ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ (انوار العارفین)

۱۵۱۔ شیخ حسن بن حسام الدین النارنولی

م ۹۹۸ھ

”الشیخ العالم الفقیہ“ حسن بن حسام الدین چشتی نارنولی۔ از اولاد قاضی تاج الدین ہروی۔ مولد و منشا نارنول۔ درسیات اپنے والد سے پڑھیں۔ اور طریقت شیخ شمس الدین نارنولی اور شیخ نظام الدین سے حاصل کی۔ طویل مدت آخر الذکر کی خدمت میں گزاری۔

لاہور تشریف لائے تو یہاں چالیس سال تک مسند تدیس میں رہے۔ (اخبار الاصفیاء)

۱۵۲۔ شیخ حسن بن داؤد بنارسی

”الشیخ العالم الصالح“ حسن ابن داؤد بنارسی۔ یکے مشایخ کبار فرقہ چشتیہ۔ درسیات اپنے علم بزرگوار فرید بن قطب بنارسی سے پڑھ کر مدتوں مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ طریقہ چشتیہ میں بھی ممدوح ہی مستفیض ہوئے۔ جس سے اپنے نفس کی حفاظت خود پر لازم فرمائی۔ ریاضت میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایک ہفتہ میں ایک مرتبہ افطار کرتے وہ بھی بخور کی روٹی سے۔ اور کبھی بین مشغال سے زیادہ تناول فرماتے۔

۱۱) مرغوب الطالبین در علم صرف۔ سفر حجاز میں بحری ڈاکوؤں نے آپ کو شہید کر دیا۔
تصنیف (گنج ارشدی)

۱۵۳۔ الشیخ حسن بن طاہر جون پوری

”الشیخ العالم الفقیہ“ حسن بن طاہر بن کمال عباسی جونپوری۔ لقب کمال الحق ہے ہندوستان کے مشہور شیوخ طریقت سے تھے۔ مولد بہار اور منشا جون پور ہے، اصلاً ملتان وطن تھا۔ جہاں سے ان کے والد ترک اقامت فرما کر جون پور آ گئے۔ اور مدت تک قیام کے بعد بہار آ پہنچے۔ یہاں مدرسہ شیخ محمد ابن طیب میں قیام فرمایا۔ یہیں نکاح کیا۔ اور اولاد کے مدق سے متمتع ہوئے۔

شیخ حسن کی پیشانی پر اوائل ہی سے علامات رشد ہوید ا تھیں۔ بچپن ہی میں تحصیل علم شروع کر دی۔ اور اپنے والد کے ہمراہ جون پور آ کر قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے تلامذہ کے سلسلے زانوے ادب تک کیا۔ اور شیخ محمد بن عیسیٰ جونپوری کی صاحبزادی سے نکاح کیا۔

طریقت میں شیخ حامد بن ابو حامد چشتی مانکپوری سے مستفیض ہوئے۔ تو آپ نے انہیں کمال الحق کے لقب سے ملقب فرمایا۔ ان کے نزدیک حسن حجتہ واضح تھے قیامت کے روز۔

۱۲) ایک مشغال مساوی ایک تولہ کے ہوتا ہے

شیخ حسن بڑے عالم، عارف، صاحب مقامات علیہ اور کرامات عجیبہ و ذوقِ معصیہ و وجد
صادقہ سے بہرہ مند تھے۔ جو پور سے ترکِ اقامت کر کے عہدِ اسکندر لودھی میں آگرہ تشریف لائے
مدتوں کے بعد یہاں سے دہلی چلے آئے اور بچے منڈل میں شاہی محل بدیع منزل میں آباد ہوئے۔
رحلت ۲۴ ربیع الاول ۹۰۹ھ میں ہوئی (بحوالہ اخبار الاخبار)

۱۵۴۔ الشیخ حسن بن عبد اللہ کالپوی

”الشیخ العالم الصالح“ حسن بن عبد اللہ القرشی الکالپوی۔ اپنے دور کے مشہور الافاضل،
مولد و منشا کالپی۔ اپنے عہد کے اساتذہ سے پڑھا۔ سندِ حدیث شیخ عبد الباقی محدث گنگوہی سے لی۔
طریقت میں شیخ بریلان الدین انصاری سے مستفیض ہوئے۔ آپ صالح و عالم و شاعر اور متقی تھے اگر
صوفیہ کی مجلسِ سماع میں شرکت فرماتے تو عقل و دین اور سکون و طمانیتِ قلب کے ساتھ توحیدِ بیان
کرتے۔

تدریس و توجہ دونوں آپ کے معمولات سے تھے۔

بقولِ تیسوی ۹۸۹ھ (اخبار الاصفیاء) اور بقول محمد بن الحسن مؤلفِ گلزار ابرار، البراء بن
وقات ناگوری نے آپ کا سالِ ارتحال ”فنائلِ پناہی“ سے مستخرج کیا ہے۔
۹۸۹ھ

۱۵۵۔ الشیخ حسن بن محمود شیرازی

”الشیخ الفاضل“ ابن محمود انصاری شیرازی المشہور بہ خطاط۔ مولد و منشا شیراز اپنے شہر کے
اساتذہ سے پڑھا۔ مگر جب سلطان طہاسب صفوی نے سنی رعایا کو شیعیت کے لئے مجبور کیا تو
آپ گہر بار چھوڑ کر حرمین چلے آئے۔ اور حج و زیارت کے ساتھ تکمیلِ حدیث کے بعد ہندوستان
آکر گجرات میں وارد ہوئے۔ یہ دور سلطان مظفر شاہ الحلیم گجراتی کا تھا۔ گجرات کے بعض علما سے
بھی پڑھا۔ بعدہ آگرہ آکر مستقل مکونت اختیار کر لی۔ شیخ زین الدین خوانی نے ان کی مدح میں کہا ہے
ہست شعر من ز عقل و نقل خواہم بشنو بہ جامع المعقول و المنقول مولانا حسن

۴۰ رجب ۹۵۶ھ کے روزِ رحلت فرمائی۔ اگرچہ یہی میں سپردِ خاک ہوئے یہ ذکرِ مندوی نے اپنی کتاب گلزارِ ابرار میں کیا ہے۔

۱۵۶۔ حسن بن موسیٰ الجبراتی

م۔ یوم جمعہ ۱۲ ماہ صفر ۹۴۳ھ

”الشیخ الصالح“ حسن ابن موسیٰ الجبراتی یکے از عباد اللہ الصالحین۔ مولد و منشأ جرات (دکن) خود فقہ اور حدیث اساتذہ عصر سے پڑھنے کے بعد شیخ جلال ابن احمد بن جعفر حسینی رفاعی سے طریقت حاصل کی۔

اور جب ہمایوں نے جرات فتح کیا تو محمد روح ۹۴۱ھ میں مندو (مالوہ) میں تشریف لے آئے یہاں مناکحت فرمائی اور اپنے بعد بہت سے اخلاف چھوڑے۔ آپ نہایت صالح۔ دین دار اور سخی تھے جمعہ کے روز ماہ صفر ۹۴۳ھ میں رحلت فرمائی۔ (گلزارِ ابرار)

۱۵۷۔ الفقیہ الحسن العربی بھیل

”الشیخ الفاضل العلما“ حسن دابھولی جبراتی المشہور بہ فقیہ العرب بستی سرکھج در معنات اخلاص بہ حمد سلطان محمود شاہ الکبیر اور اس کے صاحبزادہ مظفر شاہ العلیم جبراتی درس و افتادہ میں معروف تھے ان کے تلامذہ میں شیخ عبدالقادر انجینی کے سوا بے شمار حضرات ہیں (در گلزارِ ابرار)

۱۵۸۔ شیخ حسین ابن اسد کلبرگوی

م۔ ۹۴۹ھ

”الشیخ الصالح“ حسین ابن اسد اللہ بن عسکر اللہ بن صقر اللہ بن الحسن ابن محمد بھی یوسف الحسینی کلبرگوی یکے از مشائخ وقت۔ مولد و منشأ کلبرگہ ۹۵۸ھ میں گوکنڈہ تشریف لے آئے یہیں سکونت فرما ہو گئے۔ سلطان ابراہیم قطب شاہ نے آپ کو اور ان کے صاحبزادہ کو جاگیر عطا فرمائی۔ جس سے آپ غنی ہو گئے۔ اور ان کے تعمیر کردہ آثار میں حسین ساگر کے نام سے حیدر آباد

میں ایک بہت بڑا تالاب ہے جس پر دو لاکھ روپے خرچ کئے، یہ تالاب ۹۹۵ھ میں مکمل ہو
۱۶ جمادی الاخریٰ ۹۹۹ھ میں رحلت فرمائی (مہر جہاں تاب)

۱۵۹۔ شیخ حسین بن خالد ناگوری

م ۹۰۱ھ

”الشیخ الکبیر المعمر“ ابن خالد بن نظام الدین ناگوری المعروف بہ شیخ کمال الدین، شیخ حمید الدین
سعیدی سواہلی کی اولاد سے تھے۔ اساتذہ میں شیخ کبیر الدین چشتی ناگوری ہیں۔ جن کی خدمت میں طویل
مدت تک رہے۔ بعد ازاں اجیر قشرف لائے۔ اور حضرت معین الدین سنجر کی تربت پر مدت تک
چلے کھینچا۔ آپ چلے فرد ہیں جنہوں نے حضرت اجیری کے مزار پر سرفلک عمارت تعمیر کرائی۔

(۱) نور النبی (بقدر القرآن تیس جلدوں میں) مشتمل بر تفسیر القرآن۔ جو مندرجہ ذیل
تصانیف

دو مضامین کی حامل ہے (۱) حل ترکیب (۲) توضیح المعانی۔
(۳) مفتاح العلوم سکا کی کی ”لم ثالث کی مسبو ط شرح۔

(۲) اصول الانوار فی ذکر الابرار (یہ کتاب مشائخ چشتیہ کے حالات میں ہے)

(۳) چند دوسرے رسائل۔

(اخبار الاصفیاء)

۱۶۰۔ مرزا شاہ حسن سندھی

م ۲۹ ربیع الاول ۹۴۲ھ

الملك المؤید سلطان مظفر حسین بن شاہی بیگ بن ذی النون الارغون قندھاری سندھی۔

الفاضل الکبیر سال ولادت ۸۷۹ھ اپنے والد کی رحلت کے بعد ۹۲۸ھ میں عنان سلطنت ہاتھ میں
لی اور ۳۴ سال تک داد حکومت دی۔

یہ بادشاہ علمائے کبار سے تھا۔ اساتذہ میں شیخ معلم الدین لاری و شیخ یونس سمرقندی وغیرہ

ہیں۔ جن کی خدمت میں برسوں مقیم رہے اور بحث و تنقیح میں ملکہ کے بعد متبحر فی العلوم کے درجہ پر فائز

ہوئے۔

تدریس کے دوران میں اپنی تقریر فارسی میں لکھتے جاتے۔ سید معصوم ابن صبغانی حسینی ترمذی نے اپنی کتاب تاریخ سندانہ میں لکھا ہے کہ میں جس زمانے میں قاضی سیوتان کے درس میں شریک تھا۔ مرزا محمد روح کے ان مسودات کے دس اجزاء میں نے بھی دیکھے۔

یہ سلطان عادل، سخی، محبت العلماء و اشرف تھے۔ جنہیں اپنے گرد و پیش جمع کر کے شاہانہ عطایا سے مالا مال کر دیا۔ وہ پیش آمدہ مقدمات کو شریعت مطہرہ کے مطابق طے کرتا۔

۱۱ ربیع الاول ۹۶۲ھ کو ہوئی۔ اور آپ کا جسد مکہ معظمہ لے جا کر قبرستان معلیٰ میں دفن کیا گیا۔ جہاں آپ کے والد پہلے سے محرابِ راحت ابدی تھے (نہاوندی درمآثر)

وفات

۱۶۱۔ سلطان حسین شاہ لنگاہ ملتانی

۲۶ صفر ۹۰۸ھ

”الملك المؤید“ حسین بن قطب الدین ملتانی سلطان فاضل۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد ۸۶۳ھ میں زمام سلطنت ہاتھ میں لی۔ اور عدل و عطایا کے ساتھ حکومت کا آغاز کیا۔ قلعہ شاہ کوٹ فتح کرنے کے بعد چنیوٹ کا رخ کیا۔ اور اس پر علم حکومت لہرانے کے بعد ملتان پہنچا۔ کچھ عرصہ کے بعد کوٹکر کا رخ کیا۔ اور اس کے گرد و نواح کے ساتھ کوٹکر بھی اپنے محرمات میں شامل کر لیا۔

یہ بادشاہ عدل گستر سخی، اہل علم کا محبت اور ان کے لئے محسن تھا۔ بے شمار علما اپنے ہاں جمع کر لئے۔ جنہیں خورد و نوش سے بے فکر کر دیا۔

آخر عمر میں لوگوں سے کنارہ کر کے ایک طرف ہو گیا۔ اور سلطنت اپنے بیٹے فیروز کو سونپ دی۔ مگر جب وہ حکومت نہ سنبھال سکا۔ تو سلطان اپنے بیٹے فیروز کو سونپ دی۔ مگر جب وہ حکومت نہ سنبھال سکا۔ تو سلطان (حسین) نے اس کے ہاتھ سے زمام حکومت دوبارہ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ۲۶ صفر ۹۰۸ھ اور ایک قول کے مطابق ۹۰۸ھ میں تیس یا چونتیس سال حکومت

کرنے کے بعد انتقال کیا۔

۱۴۲۔ شیخ حسین بن محمد گوالیری

م ۹۵۲ھ

”الشیخ الصالح“ حسین بن محمد بن جلال بن زہید الحسینی الترمذی الساردی ثم گوالیری۔ یکے از مشائخ عشقہ شطاریہ۔ مولد شہر گوالیار۔ شیخ محمد غوث گوالیری سے طریقت حاصل کی۔ نہایت مغلوب الحال تھے۔ ایک گروہ لے آپ کو محمود آباد گجرات میں فریب سے شہید کر دیا۔ (گلزار ابرار)

۱۴۳۔ شیخ حسین بن محمد سکندری

م ۹۸۶ھ

”الشیخ الصالح“ حسین بن محمد حشتی سکندری۔ یکے از مشائخ مشہورین، اپنے دور کے شیوخ سے فیضان حاصل کیا۔ حجاز تشریف لے گئے۔ اور حج و زیارت کے بعد ہندوستان لوٹے۔ شیخ صفی الدین عبد الصمد سائیں پور کی خدمت میں برسوں مقیم رہ کر مستفیض طریقت ہوئے۔ اور آپ سے شیخ عبد الواحد حسینی بگرامی کے علاوہ اور بھی بے شمار افراد نے استفادہ کیا۔ (گلزار ابرار)

۱۴۴۔ مولانا حسین تبریزی

”الامیر الفاضل“ حسین بن نوری الجراح تبریزی نواب خان خانان، نظم ریاست و نظم سیاست میں مشہور الاما فاضل تھے۔ سلطان مر قنوی نظام نے انہیں اپنا ندیم مقرر کر لیا۔ بعد ازاں وہ کابل مملکت مقرر کر کے خطاب خان خانان سے سرفراز فرمایا۔ وہ ریاست کے جملہ امور میں مرجع و مقصد تھا۔ اس نے مولانا عنایت اللہ قانتی کو اس لئے قلعہ جوہد میں قتل کرادیا۔ کہ میاں دا سلطان اُسے میرا منصب تفویض کر دے۔ جس پر سلطان نے اس سے ناراض ہو کر اس کو دے معزول کر دیا۔

(تاریخ فرشتہ)

۱۴۵۔ کمال الدین حسین اردستانی

م ۹۸۸ھ

”الامیر الفاضل“ کمال الدین حسین اردستانی نواب مصطفیٰ خاں۔ فہم و فراست میں معروف تھے۔ سلطان ابراہیم قطب شاہ کے دور میں گوکنڈہ آئے۔ تو عہدہ وزارت سے سرفراز ہوئے۔ انہوں نے سلطنت کی بنیاد تدبیر و رعیت کے ساتھ حسن سلوک، نئے شہروں کی تعمیر اور عوام کی بھلائی حاصل کر کے خود کو سلطنت میں مرجع و مقصد بنا لیا۔ جس پر امرا حسد پر تل آئے، سلطان ابراہیم بھی ان سے کبیدہ خاطر رہنے لگا۔ حتیٰ کہ موقع کی تاک میں لگ گیا۔ صاحب ترجمہ نے جب یہ محسوس کیا تو آپ گوکنڈہ سے بیجاپور چلے آئے۔ جہاں کے بادشاہ علی عادل شاہ نے ان کا آنا غنیمت سمجھ کر بہت عزت کی۔ انہیں وزارت تفویض فرمائی اور وکیل ریاست مقرر کر کے جاگیر بخشی۔ مگر آپ کشور خان کے حکم سے قلعہ بنکا پور میں ۹۸۸ھ میں شہید کر دئے گئے۔ (بساتین السلاطین)

۱۴۶۔ شیخ حسین بغدادی

م ۹۷۷ھ بعمر ۷۷ سال

”الشیخ الفاضل العلامة“ حسین بغدادی یکے از علمائے کبار۔ امام ابوحنیفہ کی اولاد سے تھے مولد و منشا بغداد ہے۔ زوراء کے اساتذہ سے پڑھ کر شیراز آئے تاکہ امیر غیاث الدین بن منصور شیرازی سے پڑھیں۔ جب شیراز داخل ہوئے تو شہر کے امیر ابراہیم خان نے ایک مجلس منعقد کی جس میں ممدوح کو طلب کیا۔ اور حضار مجلس کے سامنے وہ اعتراض پیش کئے جو غیاث الدین بن منصور نے شرح تخرید کی بحث علت و معلول پر کئے ہیں۔ لیکن علامہ بغدادی کے سوا کسی عالم کی زبان سے کوئی کلمہ نہ نکلا۔ علامہ ممدوح نے بھی کہا تو یہ کہا۔ کہ

اگر کتاب شرح تخرید مجھے دو روز کے لئے عنایت کر دی جائے تو میں امر

تنازعہ فیہ کا مطالعہ کر کے دیکھوں۔

اس پر امیر نے کتاب علامہ صاحب کے حوالے کر دی۔ علامہ صاحب نے دوسری

مجلس میں وہ تمام اشکال اس خوبصورتی سے حل کر دئے۔ کہ علمائے اسلام نے کھل کر تحسین کی۔ مگر مولانا غیاث الدین نے شرمندہ ہو کر آپ کو ناصبی و خارجی وغیرہ کے الزامات سے ملوث کیا۔ اور امیر بلدیہ سے کہا۔ کہ علامہ صاحب کو خارج البلد کر دیا جائے۔ مگر امیر شہر نے انکار کرتے ہوئے علامہ حسین صاحب کی سفارش کی۔ اور فرمایا کہ لوگ تو مولانا حسین سے استفادہ کے لئے آئیں۔ اور میں انہیں خارج البلد کر دوں؟ — آخر مولانا غیاث الدین بھی علامہ حسین سے خوش ہو گئے۔ اس کے بعد مولانا کچھ مدت تک شیراز میں مقیم رہنے کے بعد حرمین گئے اور حج و زیارت سے مستفیض ہو کر ہندوستان وارد ہوئے۔ کئی بڑے شہروں کی سیاحت کے بعد آخر احمد آباد گجرات میں طرح اقامت ڈال کر مسند تدریس آراستہ فرمادی۔ آپ سے مولانا عبدالقادر بغدادی اور حکیم عثمان بوبکانی کے سوا بے شمار افراد نے پڑھا۔

۹۷۷ھ میں چھتر سال کی عمر میں رحلت فرمائی اور رسول آباد میں دفن ہوئے۔

(اد گلزار ابرار)

۱۴۷۔ شیخ حسین بزمہری

”الشیخ العالم الکبیر“ حسین بزمہری۔ اپنے دور کے مشہور اساتذہ سے شہر دہلی میں پڑھا۔ اور آپ سے بھی بے شمار افراد نے کتاب فرمایا۔ عبدالقادر بدایونی نے المنتخب میں مدوح کے علم و تبحر کی تعریف کی ہے۔

۱۴۸۔ شیخ حسین ملتانی

م ۹۲۵ھ

”الشیخ الصالح“ حسین چشتی ملتانی یکے از علمائے شریعت و طریقت۔ اجمیر شریف لے گئے۔ اور حضرت معین الدین کی قبر پر معتکف ہوئے پھر سلطان محمود شاہ نے آپ کو سفارت کے لئے سندھ (مالوہ) میں بھیجا۔ یہاں سکونت فرما ہو گئے۔ آپ بڑے زاہد و دین دار اور صاحب کشف و کرامات تھے۔ قریہ قرار یہ نواح سندھ میں رحلت فرمائی۔ اس وقت سن شریف ۱۱۹ سال کا تھا۔

اور سن وفات ۹۳۵ھ (گلزار ابرار)

۱۴۹۔ شیخ حماد ردولوی

”الشیخ العالم الفقیہ“ قاضی حماد تنفی ردولوی۔ اپنے دور کے مشہور علما سے ہیں۔ اور

تدریس و افادہ پر عمل پیرا (از لطائف قدسیہ)

۱۵۰۔ شیخ حمید الدین گوالیری

م ۲۲ ذوالحجہ ۹۳۰ھ

”الشیخ العارف“ حمید الدین ابن ظہیر الدین غزنوی گوالیری۔ یکے از علمائے مشہورین
ملقب بہ الحاج الظہور الحمید المحصور سال ولادت ۸۳۵ھ ہے۔ اپنے باپ کے ہمراہ ہندوستان
تشریف لے آئے۔ اور گوالیار میں طرح اقامت ڈال دی۔ کچھ عرصہ بعد منیر بہار چلے گئے اور
شیخ محمد بن غلام شطاری منیری کی خدمت و صحبت میں رہنے لگے۔ پھر ان کے فرزند شیخ
ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست سے طویل عرصہ تک استفادہ کیا۔ پھر حرمین تشریف لے گئے۔
اور حج و زیارت سے مستفیض ہوئے۔ شیخ علی شیرازی سے بہ ہند عزیز اللہ بن حبیب اللہ المصری
طریقہ اویسیہ میں استفادہ کیا۔ اور طریقہ چشتیہ میں شیخ محمد غیاث بن شیخ معین الاسلام بسند
شیخ حسام الدین چشتی مانک پوری سے بیعت ہوئی۔ مدینہ منورہ میں چالیس سال اقامت کے
بعد ہندوستان لوٹے اور گوالیار ہی میں قیام فرمایا۔ جہاں شیخ فرید الدین گوالیری اور ان کے
بھائی شیخ محمد غوث مصنف الجواب المخلص سے استفادہ کیا۔

وفات | ماہ ذوالحجہ ۲۲، در ۹۳۵ھ رحلت فرمائی (در گلزار ابرار)

۱۵۱۔ مولانا حمید الدین گجراتی

”الشیخ الفاضل“ حمید الدین ابن لاد گجراتی یکے از علمائے کبار مولد و منشا گجرات۔
پڑھنا شروع کیا، اور اپنے معاصرین پر فوقیت حاصل کی حتیٰ کہ درس و تدریس کی مسند

ہر امت کی۔ جس زمانے میں شیخ محمد غوث گوالیری گجرات وارد ہوئے۔ تو یہاں کے علمائے
ان کی کتاب الجواہر المنسہ کی بنا پر شیخ ممدوح کو ہدف اعتراضات بنایا۔ اس پر مولانا حمید الدین نے
ان معتزین کا رد منقول و معقول سے کیا۔ اور شیخ گوالیری کی خدمت میں مدت تک رہے۔
آپ سے لڑتے عشقہ شطاریہ میں استفادہ کیا۔ آخر عمر میں برہان پور منتقل ہو گئے۔ انہی برس
کی عمر پائی اور برہان پور ہی میں آسودۂ لحد ہوئے۔

۱۷۲۔ مولانا حمید الدین سنہ ۹۸۳ھ

م ۹۸۳ھ

”الشیخ العالم الفقیہ حمید الدین سنہ ۹۸۳ھ“ تفسیر قرآن میں ید طولیٰ اور اہل
کے درس میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ (برہانیت بدایونی)

”دین پر عمل میں خود بھی اور دوسروں سے بھی پابندی کراتے۔ سلطان ہمالیوں مولانا کا
بہت معتقد تھا۔ دونوں ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتے۔ جب سلطان ممدوح ایران
سے واپس تشریف لائے۔ تو مولانا ان کی ملاقات کے لئے کابل پہنچے۔ مولانا کا خیال تھا کہ
ہمالیوں ایران جا کر شیعہ ہو گیا ہے۔ وہ سلطان پر بہت خفا ہوئے۔ سلطان نے فرمایا کہ مولانا
آپ نے میرا شیعہ ہونا کیسے آزمایا۔ فرمایا تمہارے لشکریوں کے افسر سے۔ کسی کا نام یاد
ہے۔ کسی کا کنش علی۔ اور کوئی حمید علی کے نام سے موسوم ہے۔ مگر وہ میرے صحابہ کا ہم نام
ایک سپاہی نہیں! ہمالیوں پر یہ بات بہت گراں گزری۔ قلم ہاتھ سے رکھ کر فرمایا۔ میں تو یہ
جانتا ہوں کہ میرے جد کا نام مگر شیخ مرزا تھا۔ یہ کہہ کر ہمالیوں باہر نکل آیا۔ پھر دفتر میں گیا۔
اور ذرا دیر بعد باہر نکل کر مولانا صاحب سے ملاطفت کر کے اپنا عقیدہ بتایا۔ مولانا کی رحلت
مرحوم ۹۸۳ھ شہر سنہ ۹۸۳ھ میں ہوئی (الاسرار الہیہ)

۱۷۳۔ شیخ حنیف حسینی

م ۹۱ھ

شیخ الصالح حنیف بن البرحیف حسینی محمد آبادی بیدری یکے از مشائخ مشہور بن عصر شاگرد شیخ مسعود بک۔ دکن کی طرف گئے۔ اور سلطان احمد شاہ بہمن نے آپ کی تعلیم میں سبقت کی۔ آپ نے بیدری میں سکونت اختیار کر لی۔ اور ۹۱ھ میں وہیں انہی سال کی عمر میں سودہ طرد ہوئے۔ (دہر جہاں تاب)

۱۷۴۔ مرزا حیدر گورگانی

از ۹۵ھ تا ۹۵۸ھ

الامیر الفاضل حیدر ابن حسن چغتائی گورگانی از نسل چنگیز خاں ماوراء النہر کے شہر اور تہ میں پیدا ہوئے۔ اپنے شہر کے علما میں صاحب فضیلت ہوئے۔ بعدہ مرزا ابوسعید کاشغری سلطان یاققند کے تقرب سے بہرہ مند ہوئے۔ سلطان نے آپ کو ۹۳۵ھ میں چارہ ہزار لشکر پول کاسپہ سالار مقرر کر کے تبت بھیج دیا۔ اور بعدہ کشمیر۔ یہ دونوں علاقے آپ نے فتح کر لئے۔ تو سلطان ممدوح نے آپ کو تبت کا سربراہ مقرر کر دیا۔ اس منصب پر آپ مدت تک فائز رہے، مگر ابوسعید کی رحلت کے بعد بدخشاں آگئے اور وہاں سے ہندوستان۔ یہ دور سلطان کامران پسر بابر شاہ تیموری کا تھا۔ جس نے مولانا حیدر کو لاہور اور اس کے گرد و نواح کا سربراہ مقرر کر دیا۔

اور جب شیر شاہ سوری بہایوں پر غالب آگیا اور اُسے ایران چلے جانے پر مجبور کر دیا۔ تب مرزا حیدر اپنے ہمراہ ڈیڑھ سو لشکر لے کر کشمیر چلے گئے۔ جیسے آپ نے عقل و تدبیر کے ساتھ زیر نگین کر لیا۔ اور خطبہ و سکہ نازک شاہ کے نام سے جاری کر دیا۔ جو دہراؤ تک ان کی رسائی کا باعث بنے تھے، انہوں نے مستقل طور پر حکومت سنبھال کر شہروں کی تعمیر و زراعت کی ترقی اور علوم و فنون کی اشاعت میں بیش از بیش حصہ لیا۔ ۱۲ سال اسی طرح گزارے۔ پھر

شیعہ افراد نے انہیں دھوکے سے قتل کر دیا۔

تصنیف تاریخ رشیدی درقاری سی (تاریخ کی ضخیم کتاب جو عبدالرشید بن ابوسعید کاشغری کے لئے لکھی) نمونہ اشعار :-

عاشق شدہ را اسیر غم باید بود محنت کش درد را ستم باید بود

یا از سر کوئے یار باید برخاست یا از سگب کوئے یار کم باید بود

وفات ۸ ذیقعدہ ۵۸۰ھ ہے اور مدفن شہر سری نگر مقبرہ ملوک میں دفن ہوئے۔

۱۷۵۔ الشیخ خاصہ بن خضر اینٹھوی

م ۲۷ ذالحجہ ۹۲۲ھ

”الشیخ العالم الصالح“ خاصہ بن خضر بن گردن بن خیر الدین الصالحی الملکی بہاؤ الحق خاصہ خدا حنفی اینٹھوی۔ علوم ظاہر اور باطن ہر دو سے آگاہ۔ ان کا نسب نامہ عبد اللہ علیہ السلام صالِحی ملکی تک پہنچتا ہے۔ ان کا تذکرہ ان کے پوتے شیخ احمد بن ابوسعید اینٹھوی نے اپنی کتاب مناقب الاولیاء میں کیا ہے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ہمارے دادا حضرت خاصہ نے جون پور کا سفر فرمایا اور وہاں شیخ محمد ابن عبد العزیز جون پوری کی صحبت میں ان کے علوم حاصل کئے۔ بعدہ اپنی بستی میں لوٹ آئے۔ جہاں کچھ مدت قیام کے بعد قبضہ مدھور میں داخل ہوئے۔ اور وہاں شیخ خواجگی ابن علی الانصاری کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے استفادہ اور آپ کی دو دختر سے یکے بعد دیگر نکاح فرمایا۔ پھر ایستھن آکر اقامت فرما ہوئے اور مندر تدیس کو زینت بخشی۔ بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ فرمایا۔ یہیں آسودہ طرد ہوئے۔

۱۷۶۔ خان جیوین داؤد الصدیقی گجراتی

م ۹۲۲ھ

”الودیر الکبیر“ خان جیوین داؤد صدیقی گجراتی سیکے اور ذرا سنے صوبہ گجرات جن کا دوسرا نام اختیار خان اور اپنے شہر نرپاد خانوادہ تفساۃ میں سے تھے۔ جو ان کا مولد و منشا تھا تکمیل

علوم کے بعد والی وقت کی خدمت پر متعین ہو گئے۔ حتیٰ کہ اوج مرتبت پر فائز ہو گئے۔ آپ ذہین رہا
و تدبیر اور فراست سے بہرہ مند تھے گویا کہ ایسا بن قرہ ثانی ہیں۔ رہے علوم فلسفہ، تو ان کے اندر
بھی ان کا حریف نہ تھا۔ ان اوصاف کی وجہ سے آپ دین و دنیا دونوں کی ریاست و سیادت
کا مجموعہ تھے۔ ان کی انہی خوبیوں کی وجہ سے سلطان مظفر شاہ حلیم نے انہیں اپنا معتمد خاص مقرر
کر کے شہر لاد پر متعین کر دیا۔ اور انہیں اپنی مجلس کا ایک رکن تجویز کر لیا۔ ان کے لطائف نہایت
مرغوب ہوتے۔ سلطان ان پر بے حد مہربان ہوا۔

آپ نے سلطان بہادر شاہ کی وزارت بھی ۱۳ سال تک کی۔ اور جب بہادر شاہ شکست
کھا کر ۹۴۲ھ میں شہر دیو کی طرف بھاگ گیا۔ اور اب ہمایوں گجرات پر قابض ہوا۔ تو خان جیو کو
ہمایوں کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو سلطان نے اُسے اپنا مقرب مقرر کر لیا۔ دونوں میں علمی گفتگو
رہتی، وہ آپ کی سلطنت کے اہم امور میں مشورہ طلب کرتا۔ اور فلسفہ و حکمت و ہیئت کے اہم
قرین مسائل میں دونوں کے مکالمات ہوتے۔ تو ہمایوں نے ان علوم میں انہیں بھرنا پیدا کننا پایا۔
جس کی وجہ سے وہ سلطان کے دل میں گھر کر گئے۔ ہمایوں جب انہیں دیکھتا۔ ان کے لئے وہی لفظ
دہراتا۔ جو حضرت الدولہ ابو الحسن محمد ابن عبداللہ ابن الخرمی السلامی شاعر کے متعلق کہا کرتا تھا کہ
جب میں سلامی کو اپنی مجلس میں دیکھتا ہوں تو ایسا لگتا ہوتا ہے کہ گویا عطار د آسمان سے اتر کر
میرے حضور میں کھڑا ہو گیا ہے۔

جب بہادر شاہ قتل ہو گیا اور اس کی جگہ محمود شاہ صفیر نے عنان حکومت ہاتھ میں لی تو
آخر الذکر نے ماہ ربیع الاول ۹۴۲ھ میں انہیں اپنی پوری نیابت تفویض کر دی۔ اس وقت میں
عماد الملک منصب امیر الامراء پر فائز تھا۔ جسے یہی اختیارات تفویض تھے، افضل خان خان
کو مشورہ دیا کہ اس منصب کو ترک کر اپنے گھر میں بیٹھے رہیں۔ کیونکہ عنقریب عماد الملک کو مزید
اختیارات تفویض ہو جائیں گے اور وہ نہیں چاہتا کہ اس کے اختیارات میں دزیریوں میں سے کوئی
اور شخص دخل ہو۔ مگر اختیار خان یعنی خان جیو نے ان کی ایک نہ سنی۔ اتنے ہی افضل خان خود
ہی معزول ہو کر ایک طرف ہو گیا۔ جس پر خان جیو کا دہی حشر ہوا۔ جو اس نے کہا تھا کہ عماد الملک
نے انہیں قتل ہی کرا دیا۔

اصفی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جب جلا دے خاں جیو کی گردن میں پھانسی کی رسی ڈالی۔ تو ان کی زبان سے صرف لا الہ الا اللہ ہی نکلا تھا کہ جلا دے رسی کھینچی اور یہ زمین سے اوپر اٹکنے لگے جب تھوڑی دیر بعد جلا دے انہیں مردہ سمجھ کر رسی کو ڈھیلا پھوڑا اور ان کی نعش زمین پر پڑی تو آنکھیں پھر روشن ہو گئیں اور زبان سے محمد رسول اللہ کہہ کر ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

یہ واقعہ ۹۴۴ھ میں ہوا۔ اور اس پر ایک صاحب نے مادہ تاریخ "ناحق کشت جوب" سے نکالا۔ (الاصفی)

۱۷۷۔ الشیخ خانون گوالیری

م ۲ جمادی الاولیٰ ۹۴۰ھ

"الشیخ الکبیر" خانون ابن العلاء بن تاج چشتی گوالیری یکے از مشائخ مشہورین طریقت میں شیخ اسمعیل بن الحسن ابن سالار از والدش از جدش از اختیار الدین عمر ابرجی — اور ان کے ہوا شیخ حسین ابن خالد ناگوری سے مستفیض۔

سال ولادت ۸۴۳ھ اور (۸۷۰) سال عمر پائی۔ زندگی کا ایک ایک سانس زہد و تقویٰ اور صبر و توکل و صبر قناعت میں گزارا۔ آپ سے نظام الدین نرنولی اور ان کے بھائی اسمعیل نے طریقت حاصل کی۔

بے حد تجسس کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا نام خان محمد تھا۔ وفات ۲ جمادی الاولیٰ ۹۴۰ھ کو ہوئی۔ (گلزار ابرار)

۱۷۸۔ خواجہ عالم گجراتی

"الشیخ الصالح خواجہ عالم الحسینی الگجراتی یکے از مشائخ طریقت عشقہ شطاریہ۔ والد کی طرف سے آپ کا نسب شیخ مودود چشتی امد والدہ کی جانب سے شیخ جلال الدین پانی پتی سے ملتا ہے مولد و نشا گجرات ہے۔ علوم متعارفہ پڑھنے کے بعد قدر اندازی میں یہاں تک ملکہ حاصل کیا کہ

اپنے معاصرین سے بادی لے گئے۔ طریقت میں فرقہ عشقیہ شطاریہ کے شیخ محمد غوث گوالیری سے
برسوں ان کی خدمت میں باریاب رہ کر حاصل کی مشاغل میں تدریس و افادہ تھا۔ اعمال گجرات
کے قریہ بیرپور میں رحلت فرمائی (محمد بن الحسن)

۱۷۹۔ شیخ خواجگی سدھوری

”الشیخ الصالح الفقیہ“ خواجگی ابن علی ابن خیر الدین بن نظام الدین انصاری سدھوی
ان کے دادا نظام الدین ششمہ میں اودھ کے مشہور قصبہ سدھور میں ہجرت کر کے آئے۔
حضرت خواجگی کبار مشائخ چشتیہ سے تھے، مولد و منشائی قصبہ سدھور ہے تحصیل علم
کے لئے جو پور گئے اور وہاں کے اساتذہ سے اکتساب کیا۔ طریقت میں شیخ تاج الدین جو پوری
سے مستفیض ہوئے جو شمس الدین اودھی ازید عبد الرزاق کچھوچھوی کے مرید تھے۔

حضرت عبد القدوس گنگوہی نے لکھا ہے کہ خواجگی نے حضرت محمد ابن عیسیٰ جو پوری
کے مرید علامہ بڑھن کا دمانہ پایا۔ حضرت گنگوہی نے جناب بڑھن کو شیخ الاسلام کے لقب سے
ملقب کیا ہے۔

شیخ خواجگی کے چار فرزند تھے۔

- | | |
|--------------------------|----------------|
| اور ہر چار عالم دین تھے۔ | ۱۔ شیخ المشائخ |
| | ۲۔ محمد |
| | ۳۔ محبت اللہ |

آپ کا نسب شیخ عبد اللہ انصاری سے ملتا ہے جن کے جد نظام الدین شیخ جمال الدین
ابن محمد ابن غیاث ابن معز بن حبیب ابن شمس بن جلال ابن ظہیر بن محمد ابن نظام بن شہاب
ابن محمود بن عوض بن ایوب بن جابر بن اسماعیل عبد اللہ ہروی ہیں۔

۱۹۰۔ خسرو آقا لاری

م ۹۵۶ھ

”الامیر الفاضل“ خسرو آقا لاری نواب اسد خاں بیجا پوری دانش و فراست اور سیاست داری میں مشہور و معروف تھے۔ اسماعیل عادل شاہ نے انہیں اسد خاں کا خطاب دے کر بہت سی اراضی جاگیریں بخش دی۔ اور اپنے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا۔ آپ نے بہت سے نئے علاقے اور قلعے فتح کئے۔ اسماعیل مذکور اور ان کے فرزند ابراہیم کی ۳۵ سال خدمت کی اور خود ایک سو برس تک دنیا کی بہار دیکھی۔

آپ مرد باحوصلہ، دلاور، فاضل، امین اور ناصح ہونے کے ساتھ اہل علم کے محبت اور محسن تھے۔ سخاوت و کرم ان کا خاصہ تھا۔ خط بہت اچھا تھا۔ مطبخ کے لئے روزانہ ایک سو بکری اور دو سو مرغی ذبح ہوتے تھے۔ شہر بلگام میں ان کا سر بلند قلعہ، اس قلعہ کی اندرونی مسجد حوض اور پانی کے تالاب اب تک ان کی یاد دلانے کے لئے موجود ہیں۔

میں نے ان کی مصنفہ کتاب الجامع پڑھی۔ جس پر ان کا نام اسد خاں مرقوم تھا۔ مگر لوگوں کی زبانوں اور کتابوں میں ان کا نام اسد خان ہی ہے۔ واللہ اعلم۔ بلگام میں رحلت فرمائی۔

۱۹۱۔ شیخ خضر بن رکن جون پوری

”الشیخ الفاضل“ خضر بن رکن صدیقی جونپوری المعروف شیخ بڑھن میاں خاں ابن قوام الملک علوم ظاہری اور طریقت دونوں کے جامع۔ حرمین گئے۔ زیارت و حج سے فیض یافتہ ہوئے۔ وہاں سے قدس شریف آئے۔ طریقت کے لئے شیخ عبدالقدوس ابن اسماعیل خنقی گنگوہی کی خدمت میں برسوں باریاب رہے۔ تصانیف میں کئی رسائل ہیں جو ایک مجموعہ میں مدون کر دئے۔

لے تذکرہ کی ترتیب صحیح ہے صرف نمبر شمار غلط ہوئے۔ یہ دراصل تذکرہ نمبر ۱۸۰ ہے قارئین نوٹ فرمائیں!

۱۹۲۔ سید خوند میر گجراتی

م ۹۳۰ھ

”السید الشریف خوند میر بن موسیٰ ابن شحجوبن سعید ابن یحییٰ البیسی النہروالی الگجراتی یکے از مشاہیر وقت۔ مولد و منشأ نہروالہ۔ آپ نے سید محمد ابن یوسف جون پوری مقہدی کے نہروالہ میں ورود پر آپ کی بیعت کی۔ اور ان کے جملہ دعاوی کے مصدق ہو کر ان کے ہمراہ خراسان روانہ ہوئے۔ یہاں سے برسوں کے بعد جونپوری نے انہیں گجرات بھیجا۔ سید محمد مدی جونپوری کے صاحبزادہ سید محمود نے ان کی معیت میں کئی سال خراسان کے اندر گزارے بعد ازاں محمود مدوح بھی گجرات میں لوٹ آئے۔ سید خوند میر نہروالہ سے ۸ میل کی مسافت پر قریہ کھانہیل میں اقامت گزین ہو گئے۔ اور یہاں رہ کر دعوت ہمدویہ میں منہمک ہو گئے۔ جس سے بے شمار لوگ ان کے مذہب کی طرف آ گئے۔ اور ملک میں شورش برپا ہو گئی۔ جس پر سلطان مظفر شاہ حلیم گجراتی نے اس فتنہ کو دبانے کے لئے عین الملک متعین نہروالہ کو ایک لشکر بے کراں دے کر بھیجا یا اور گھسان کارن پڑا۔

خوند میر کا لقب ہمدویوں میں صدیق الولاية اور خلیفہ ثانی تھا۔

بحر الفوائد و ام العقائد دو کتابیں ہیں۔

تصانیف

۱۴۱۷ھ شوال ۹۳۰ھ میں دشمنوں کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔ یہ ذکر گلاب بن عبد اللہ پالن پوری نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔

۱۹۳۔ شیخ دانیال بن حسن جون پوری

م ۹۹۲ھ - ۲ ربیع الاول ۱۵۸۴ھ

”الشیخ الفاضل دانیال بن الحسن ابن حسام الدین العمری البیہقی ثم جونپوری۔ یکے از افاضل وقت۔ ہندوستان وارد ہوئے۔ اور مختلف بادشاہوں کے ندما میں شریک رہے۔ آخر یہ دھند اچھوڑ کر شہر درگشت فرماتے ہوئے شیخ حامد بن ابوالحامد مانکیپوری سے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔ جس کے بعد بنارس تشریف لائے۔ اور وہاں سے جون پور لوٹ کر طرح اقامت

ڈال دی۔ تدریس و افتادہ مشغلہ تھا۔ آپ کے مہرشدین میں شیخ محمود بن یوسف چشتی جو پوری اور ان کے بھائی احمد بن یوسف ہیں۔ احمد مدوح نے کتاب مقالات خضریہ لکھی جس میں اپنے مہرشد کے اقوال جمع کر دئے۔ اور اس کے مقدمے میں لکھا۔ کہ چونکہ انہیں حضرت خضر کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا جن سے انہوں نے بہت کچھ استفادہ کیا۔ اس لئے لوگوں میں ان کا لقب ہی خضری پڑ گیا۔ وفات آپ کی ۱۸ ربیع الاول ۹۹۲ھ میں ہوئی (گنج ارشدی)

۱۹۴۔ الشیخ داؤد بن حسن کشمیری

م۔ ۹۹۴ھ
۶۱۸۸۴

”الشیخ الفاضل“ داؤد بن حسن الحماکی الکشمیری۔ یکے از افراد علوم ظاہر و باطن مولد و منشا کشمیر۔ درسیات کا کچھ حصہ شیخ نصیر الدین النصیر سے پڑھ کر اس بنا پر انہیں چھوڑ دیا کہ نصیر الدین شیعہ ہیں۔ اب شیخ رضی الدین کشمیری کے سامنے ڈانٹے تلمذتہ کیا اور آپ سے درسیات کی تکمیل کی۔ ان کے سوا مولانا افضل کشمیری سے بھی پڑھا۔

طریقت میں شیخ حمزہ بے تقیض ہوئے۔ جن کی خدمت میں برسوں مقیم رہے ان کے سوا شیخ احمد حسینی کرمانی و اسماعیل الحسینی اور شیخ محمد قادری سے بھی فیوض و برکات کا استفادہ کیا۔ کئی کتب کے مصنف ہیں، ازاں جملہ العقیدۃ الجلالیہ و رسالۃ و تعالیہ۔ و ورد المریدین اور اس کی شرح دستور آسا لکھیں سے۔ جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد لله الذی هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا الله

اور ۹۹۴ھ میں وفات پائی (در صفة الابرار)

۱۹۵۔ الشیخ داؤد بن عجب شاہ گجراتی

”الشیخ الفاضل“ داؤد بن عجب شاہ الہندی الکجراتی یکے از داعیان اسماعیلیہ، مندرجات یہ تذکرہ سیف الدین عبد العلی گجراتی نے اپنی تالیف المجالس السلفیہ میں کیا ہے۔ با ایں صورت کہ شیخ داؤد نے یمن کا سفر کیا۔ اور وہاں شیخ عماد الدین بن ادریس بن الحسن اسماعیلی الیمانی سے

علم تنزیل و تادیل پڑھ کر ہندوستان واپس آ گئے۔ اور جلال الدین ہندی نے اپنے بعد دعوت اسمعیلی کے لئے انہیں نامزد کیا۔ چنانچہ جلال الدین کی وفات کے بعد دعوت کی خدمت کو انہوں نے انجام دیا اور انہوں نے اپنے بعد دعوت کے لئے اودین قطب شاہ گجراتی کو نامزد کیا۔

رحلت ان کی ۲۷ ربیع الثانی ۹۹۷ھ کو ہوئی۔

۱۹۴۔ شیخ داؤد بن فتح اللہ کرمانی

۹۹۲ھ
۱۵۸۳ء

”الشیخ الکبیر الزاہد“ داؤد بن فتح اللہ الحسینی الکرمانی یکے از مشائخ تادریہ جیلیہ، ان کے والد ان کی ولادت سے پہلے وفات پا گئے اور والدہ ان کی صغریٰ میں۔ چنانچہ ان کی تربیت ان کے بھائی نے کی۔ آپ نے قرآن مجید پڑھا۔ اور برسوں تحصیل علم میں مصروف رہے۔ بعض اساتذہ سے فقہ پڑھ کر لاہور آئے تو شیخ اسماعیل بن عبد اللہ اچھی کی خدمت میں بادیابی حاصل کر لی۔ ذکاوت کا یہ حال تھا جو کتاب پڑھتے ذہن میں محفوظ ہو جاتی۔ ان کے استاد شیخ اسماعیل فرماتے۔ جس طرح ہمیں مولانا جامی رحمۃ اللہ کی ملاقات اور ان سے استفادہ پر فخر ہے۔ اسی طرح یہ طالب علم بھی ایک روز علم و فضل میں اس مرتبہ کو پہنچے گا کہ لوگ اس سے استفادہ پر فخر کریں گے چنانچہ آگے چل کر یہ پیشگوئی سرف بھری صحیح ثابت ہوئی۔

طریقت میں شیخ حامد بن عبد الرزاق اچھی سے مستفید ہوئے۔ آخر میں زہد و عبادت پر میلان ہو گیا اور پنجاب کی بستی شیر گڑھ کو اپنا مآسین بنالیا۔ لوگ ان پر ہجوم کرتے اور ان کی نصائح و کلمات سے برکت حاصل کرتے، آپ سال میں دو یا ایک مرتبہ گھر کا اثاثہ تک خیرات کر دیتے۔ اور کسی کے ہاں کبھی نہ جاتے وفات ۹۹۲ھ میں ہوئی۔ (بدایونی)

۱۹۷- الشیخ داؤد بن قطب بنارسی

م ۲۶ ماہ شوال ۹۷۶ھ

”الشیخ الصالح“ داؤد بن قطب بن خلیل عمری بنارسی یکے از اکابر علم و طریقت۔ مولد قریہ خالقہ جہاں اپنے نانا کے ہاں متولد ہوئے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد تحصیل علم کے لئے اپنے بھائی فرید الدین کے ہمراہ بنارس آئے۔ شیخ مبارک بنارسی سے درسیات پڑھیں۔ اور یہیں سکونت پذیر ہو کر تدریس شروع کر دی۔ آپ دریا گنگا میں غرق ہو کر راہی جنت ہوئے۔ جس کا قصہ ہم نے ان کے بھائی فرید الدین کے ترجمہ میں قلم بند کیا ہے۔ یہ واقعہ ۱۲ ماہ شوال ۹۷۶ھ کے روز رونما ہوا۔

۱۹۸- شیخ العالم الفقیہ داؤد سندھی

م ۳۱ ماہ شوال ۹۸۱ھ

”العالم الفقیہ القاضی“ داؤد سندھی یکے از قضاة عصر در شہر بھکر از صوبہ سندھ وطن پالو علاقہ سیوی کا قریہ فتح پور۔ جہاں سے محمود شاہ سندھی کے دور میں بھکر منتقل ہو گئے اور سلطان محمود نے آپ کو عمدہ قضاة سپرد فرما دیا۔ جس پر مدتوں شکیں رہے۔ قضاة میں نہایت بلند تیر اور اعلیٰ پایہ پر فائز تھے (نہاوندی) اور اس نے یہ بھی لکھا کہ آپ کو زہر ہلا کر ختم کر دیا گیا۔ سن ۹۸۱ھ ہے۔

۱۹۹- قاضی دتہ سیوستانی

”الشیخ العالم الفقیہ“ القاضی دتہ بن شرف الدین السنفی سیوستانی یکے از علمائے صالحین۔ اپنے والد اور شیخ محمود و شیخ عبد العزیز ہر دی سے علوم کی تحصیل کی اور حدیث و تفسیر شیخ بلال تلہتی سے پڑھی۔ مشائخ کبار کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ یہاں تک کہ علم و معرفت دونوں میں مرتبہ کمال حاصل کر لیا۔ تفسیر و جغرافیہ اور دوسرے علوم میں بھی ملکہ تام رکھتے تھے۔

ان کے شاگردوں میں حسین بن شاہی بیگ قندھاری سلطان مندرہ بھی ہیں۔ اور شیخ عثمان مندرہ نے انہیں الاتاذ کے لقب سے ملقب کیا۔ قبر ان کی قریہ باغبان میں ہے۔ جس کا تذکرہ معصوم ابن صفائی ترمذی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔

۲۰۰۔ مولانا درویش محمد دہلوی

م ۹۹۴ھ
۱۵۸۹ء

”الشیخ العالم الفقیہ“ درویش محمد الواعظ ماورالنہروی ثم الہندی الدہلوی۔ یکے از علمائے مشہورین، حجاز میں صدق و ارادت کے ساتھ کئی سال قیام فرمایا۔ اناغٹہ کے عہد حکومت ۹۵۵ھ میں ہندوستان تشریف لائے۔ اور یہاں کے شیوخ سے استفادہ فرمایا۔ دہلی میں سکونت اختیار فرمائی۔

نہایت عبادت شعار اور کردار میں حسن اخلاق سے بہرہ مند تھے۔ ظاہر شرع پر عمل تھا۔ ۹۹۴ھ میں شیخ برہان الدین کی قبر کے پاس آسودہ لحد ہوئے (اخبار الاخبار)

۲۰۱۔ شیخ دین جون پوری

م ۹۹۲ھ
۱۵۳۲ء

”الشیخ العالم الصالح“ دین بن احمد الرضی الشریف جون پوری۔ یکے از مشائخ چشتیہ۔ نام اصلی ہداد ہے۔ طریقت میں شیخ نور ابن حامد ماکپوری سے مستفیض اور ان سے شیخ جلال الدین ابن صدر الدین اکبر آباد اور دوسرے بے شمار افراد مستفید ہوئے۔ ۹۹۲ھ میں وفات پائی۔ (اخبار الاخبار)

۲۰۲۔ الشیخ راجح بن داؤد گجراتی

م ۹۰۲ھ
۱۴۹۸ء

”الشیخ العالم المحدث“ راجح بن داؤد ابن محمد بن محمد ابن احمد الحنفی الکجراتی۔ یکے از

علمائے باعمل سخا دی نے الفتوحہ رحمہ اللہ میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”آپ ماہ صفر ۸۷۱ھ کو شہر احمد آباد میں پیدا ہوئے۔ اپنے شہر ہی میں علی محمود ابن محمد المقرئ الحنفی سے نحو و صرف و منطق اور عروض وغیرہ پڑھ کر علی مخدوم ابن برہان الدین سے معانی و بیان و علی بن محمد تاج حنفی سے ہیئت و کلام پڑھ کر ان جملہ علوم و فنون میں ممتاز ہوئے۔ آپ نے اپنے ذہن کی رسائی سے شعر گوئی کے اندر بھی قدم رکھا۔ سخا دی لکھتے ہیں کہ مجھ سے ان کی ملاقات مکہ معظمہ میں ۹۴۲ھ میں ہوئی۔ جب کہ وہ اپنے بھائی قاسم اور چچا کے ہمراہ حج کے لئے آئے تھے۔ حج کے بعد زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے گئے۔ اور واپس آکر مجھ سے الفیہ در حدیث پڑھا۔ جس پر میں نے انہیں سند لکھ کر دی۔ جس سند کے اندر بدر دماینی کا ترجمہ بھی تھا۔ جس کی انہوں نے مجھ سے درخواست کی تھی کیونکہ دماینی کا انتقال ہندوستان ہی ہی میں ہوا تھا۔

اس سند کے اندر میں نے علاء بخاری حنفی کا ترجمہ بھی لکھ دیا تھا۔ اور علاء نے ابن عربی اور ان کے معتقدین کی توجہ کفر کی ہے بلکہ ابن عربی کے مصنفات کے مطالعہ سے جو لوگوں کو منع کیا ہے۔ اس پر بھی میں نے اس سند پر علاء سے انہیں بیدار کر دیا تھا۔ رحلت ۹۰۲ھ میں ہوئی۔

(تذکرۃ العلماء)

۲۰۳۔ شیخ راجی محمد الامینی

م ۹۸۲ھ ۲۷ رمضان

”الشیخ الصالح“ راجی محمد ابن شیخ خان حنفی امینی شیخ عین القضاۃ ہجذانی کی اولاد سے تھے کم سنی ہی میں تعلیم کی غرض سے برہان پور گئے اور دو سال تک وہیں قیام فرمایا۔ یہاں علوم کا ایک حصہ پڑھا اور پھر احمد آباد بید شریف لے گئے۔ وہاں شیخ محمد بن ابراہیم اسماعیلی ملتانی سے ۱۲ سال تک استفادہ کے بعد اہلین لوٹ آئے اور پچاس سال تک مصروف تدریس رہے۔

(گلزار ابرار)

۲۰۴۔ شیخ رحمت اللہ سندھی

م ۹۹۴ھ ۲۲ محرم الحرام

”الشیخ العالم الکبیر المحدث“ رحمت اللہ ابن عبد اللہ ابن ابراہیم العمری السندھی المہاجر المذنبی۔ در بیلہ (سندھ) میں پیدا ہوئے اور نہایت خوشحالی میں پروان چڑھے۔ اپنے والد کے ہمراہ گجرات آئے۔ یہاں سے حرمین وارد ہوئے۔ جہاں علی بن محمد ابن غزلق صاحب تنزیہ الشریعہ اور دوسرے ائمہ حدیث سے علوم حدیث کی تحصیل کی۔ ہندوستان لوٹے تو شیخ عبد اللہ ابن سعد اللہ سندھی آپ کے ہم سفر تھے۔ ہندوستان پہنچ کر گجرات میں سکونت اختیار کی کیونکہ حرمین جانے سے قبل یہ اتنا طویل عرصہ گجرات میں مقیم رہے تھے کہ گویا یہی وطن ہو گیا تھا۔ گجرات میں سالہا سال تک تدریس فرمائی۔ آپ سے بے شمار افراد نے علوم کی تحصیل کی۔

آپ صاحب تقویٰ و عریض تھے۔ حجاز کے زمانہ قیام میں کسی کا ہدیہ شبہ کے خیال سے قبول نہ فرماتے۔ سلطان عثمان کچھ رقم شیخ علی متقی برہان پوری کے پاس بھیجواتا تاکہ وہ اسے ارباب ضرورت اور علما پر تقسیم کر دیں۔ مگر اس خبرات میں سے صاحب ترجمہ نے کبھی کچھ قبول کرنا گوارا نہ کیا۔ آپ آخر عمر میں مکہ مکرمہ چلے گئے۔

تصانیف کتاب المناسک:- جس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ الحمد للہ احمل الحمد علی ما حمد انا الاسلام۔ اس کتاب کی شرح نور الدین علی بن سلطان محمد القاری الہروی ۱۰۱۲ھ نے کی۔ اور اس شرح کا نام السلك المتقسط فی السلك المتوسط رکھا۔

(۲) منک صغیر۔ اس کتاب کی شرح بھی نور الدین علی بن سلطان نے ہدایۃ السالک فی نہایۃ المسالک کے نام سے لکھی ان باتوں کا تذکرہ چلیپی نے کشف الظنون میں کیا ہے شیخ علی بن محمد الخطیب کی مشہور کتاب تنزیہ الشریعہ عن الاحادیث الموضوعہ کی تلخیص بھی انہوں نے لکھی جو بہترین کتب میں شمار ہوتی ہے (ابجد العلوم)

حضرت نے النور السافر میں ان کے ذکر میں لکھا ہے کہ ”علمائے عاقلین اور عباد اللہ العالیین“

تھے رحمۃ اللہ۔۔۔ اور بعض علما نے آپ کی تاریخ وفات حساب جمل کے مطابق "رحمۃ اللہ قد نال مراد" سے نکالی اور اس میں دو عدد بڑھا دئے ہیں۔ اور اہل فن کے ہاں اس میں کوئی قباحت بھی نہیں۔ بالخصوص جب کہ تاریخ مناسب حال بھی ہو۔ آگے چل کر حضری لکھتے ہیں کہ ہمارے محترم شیخ فاضل محمد بن عبد اللطیف جامی کی المشہور بہ مخدوم زادہ نے اپنے ایک قصیدہ میں ان کے مرثیہ میں کہا ہے۔

رحمۃ اللہ لا تفارق مشوی رحمتہ اللہ بالحیا والمغمام
قصہ مختصر یہ کہ مخدوم بقیۃ السلف الصالح تھے۔

ترجمہ شعر:- اللہ کی رحمت تیری قبر سے دور نہ ہو۔ اور یہ رحمت تجھ پر ابر اور مینہ کا سایہ رکھے۔

۲۰۵۔ شیخ رحمت اللہ گجراتی

"الشیخ العالم المتوکل" رحمۃ اللہ بن عزیز اللہ العمری الگجراتی۔ یکے از علمائے عالمین و عباد اللہ الصالحین۔ حمد العلم و معرفۃ میں پیدا ہوئے اور پر و ان چڑھے۔ اپنے والد سے پڑھا اور آپ ہی سے علمی تربیت بھی حاصل کی۔ ان کے والد مشائخ کبار سے تھے۔ آپ بھی ان کے بعد مرتبہ شیخیت اور رتبہ ظاہری پر فائز رہے۔ صلاح و عفاف و توکل اور گوشہ نشینی میں ممتاز تھے۔ زہد و ورع و استقامت میں ان کا مقام بلند تھا۔ ان سے شیخ بہاؤ الدین کے سوا اور بہت سے حضرات نے استفادہ کیا (بحر ذخائر)

۱۹ جمادی الاخریٰ ۹۲۷ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۲۰۶۔ مولانا رزق اللہ دہلوی

م ۹۸۹ھ

"الشیخ الفاضل" رزق اللہ بن سعد اللہ بخاری دہلوی شعر، تاریخ، تصوف اور موسیقی میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ سنسکرت میں بھی یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ دہلی میں ۸۹۷ھ میں پیدا ہوئے۔

اساتذہ | شیخ محمد بن الحسن عباسی دہلوی۔ اور شیخ محمد بن منکن ملا دی۔ اور طریقت میں بھی آخر الذکر سے مستفیض۔

آخر عمر کے اندر شعر و تصوف کی جانب الیا میلان ہوا کہ دونوں میں کمال پیدا کر لیا عقل و فراست اور حاضر جوابی میں بھی نوادر زمانہ میں سے تھے۔ ہر حال میں صبر و استقامت پر اکتفا تھا بڑھاپے میں بھی عشق و محبت شعار و ثار تھا۔ بادشاہوں کے احوال و سوانح اور مشائخ کے واردات پر بھی نظر تھی۔ یہ تذکرہ شیخ عبدالحق بن سیف الدین دہلوی نے اخبار الاخیار میں کیا ہے اور یہ صاحب ممدوح کے برادر زادہ بھی تھے۔

تصانیف | (۱) واقعات مشائخ (ملوک ہند کے حالات میں) (۲) پیمائش (۳) جوت رنجن } یہ دونوں کتابیں ہندی میں ہیں۔

۲۰۷۔ مولانا رضی الدین کشمیری

”الشیخ الفاضل رضی الدین حسینی کشمیری۔ یکے از افاضل مشہورین۔“

اساتذہ | شیخ نصیر الدین کشمیری البصیر۔ اور دوسرے ارباب علم و فضل۔

تدریس | مرزا حمید بن محمد حسین گورگانی کے عہد میں مدرسہ قطب پورہ سری نگر میں برسوں تک افتادہ و تدریس کا شغل رکھا۔

تلامذہ | شیخ داؤد بن حسن شمس الدین پال و یعقوب بن الحسن صر فی اور دیگر افراد۔ شعر گوئی، انشاء، چتیاہ گوئی اور خوش خطی میں کمال و دسترس حاصل تھی اور سات قسم کے مختلف خط لکھ سکتے تھے۔ اور متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ (بحوالہ رد و عنہ)

۲۰۸۔ شیخ رکن الدین بیانوی

”الشیخ الصالح“ رکن الدین بھی محمود بیانوی۔ یکے از علمائے باعمل۔ مولد و منشا شہر بیانہ

اساتذہ | علمائے معاصرین —

ہیو بقال کے عہد میں مندر (مالوہ) میں منتقل ہو گئے اور وہیں طرح اقامت ڈال دی۔
فقہ و ادب میں مہارت تھی۔ دولت کدہ ہی پر پڑھاتے۔ حتیٰ کہ اوقات نماز کے بغیر بھی گھر سے
باہر نہ نکلتے۔ (گلزار ابرار)

۲۰۹۔ شیخ رکن الدین منیری

”الشیخ الصالح“ رکن الدین ہدیۃ اللہ بن محمد ابن العلاء شطاری منیری۔ یکے از اہل باب
علم و طریقت، مولد و منشا منیر۔ اپنے والد سے پڑھ کر ان کے بعد ارشاد و تلقین پر مائل ہو گئے۔
اپنے والد اور جد کے انداز پر وہ علم و عمل پر گامزن تھے۔

شیخ کمال الدین الیہمان قرشی اور دوسرے بے شمار افراد۔
تلامذہ (گلزار ابرار)

۲۱۰۔ شیخ رکن الدین سندھی

م ۱۳۹۹ھ

”الشیخ الفاضل“ رکن الدین حنفی تتوی سندھی۔ المشہور بہ متو۔ فقہ و حدیث میں معاصرین
میں ممتاز درجہ کے مالک تھے۔

اساتذہ | شیخ بلال محدث تلمیذی۔

تصانیف | (۱) شرح البیعین (۲) شرح خلاصۃ کیدانی۔ اور دوسرے رسائل جن کے
نام معلوم نہیں ہو سکے۔ ۱۳۹۹ھ میں ٹھٹھہ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔
اور کچھ مگنی پر دفن ہوئے (تہذیبی و تاریخی سندھ)

۲۱۱۔ مولانا روح الدین لاری

”الشیخ الفاضل“ روح الدین لاری مشہور مدرس۔ علامہ غلام الدین محمد لاری کے ہم شیر
زادہ

ہرمز فرض الہند کے راستہ ہندوستان کے ایک خطہ میں وارد ہوئے اور احمد نگر پہنچے۔ مگر سلطان نظام شاہ نے توجہ نہ کی۔ تب آپ برہان پور تشریف لے آئے۔ یہاں عبد الرحیم خاں ناں سے ملاقات ہوئی تو مدوح نے آپ کے لئے مدرسہ تعمیر کرا کے قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔ آپ تازلیست برہان پور ہی میں مصروف تدریس رہے۔ اور یہیں اہری نیند میں ڈوب گئے۔

(گلزار ابرار)

۲۱۲۔ شیخ زکریا بن علی دہلوی

م ۹۷۰ھ

”الشیخ الصالح“ زکریا بن عیسیٰ عمری بہاؤ الدین لقب۔ ابن علاؤ الدین ابو دھنی ثم دہلوی کے از مشائخ چشتیہ۔

شیخ نمود و دلاوی۔ ان اسباق میں شیخ عبد الملک بن عبد الغفور پانی پتی بھی ان کے ساتھ سماع میں شریک تھے۔ دوسرے استاد شیخ عبد القدوس گنگوہی اور دیگر حضرات ہیں۔ آپ صاحب وجد و حالت تھے۔ (گلزار ابرار)

۲۱۳۔ شیخ زین الدین ابن عبد العزیز بلبیاری

”الشیخ العالم الفقیہ“ زین الدین بن عبد العزیز بن زین الدین ابن علی الشافعی بلبیاری کے از علمائے مشہور ہیں۔

شیخ ابن حجر ہیتمی در مکہ مکرمہ۔

اساتذہ

تہا ئیف (۱) قرۃ العین فی مہمات الدین (فقہ شافعیہ) یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس کی مفصل شرح خود انہوں نے فتح المعین شرح قرۃ العین کے نام سے ۹۸۲ھ میں لکھی۔

(۲) ارشاد العباد الی سبیل الرشاد۔ (موعظہ)

(۳) رسالہ مشتمل بر احادیث و آثار و مواظظ۔

۲۱۴۔ شیخ زین الدین علی ملیباری

م ۹۲۵ھ ۱۶ شعبان بروز جمعہ رمضان

”شیخ العالم العلامة“ زین الدین ابن علی بن احمد شافعی ملیباری یکے از علمائے عظامین
دائمہ محققین۔ مولد کش از شہر ہائے ملیبار، وقت پیدائش بعد از طلوع شمس بروز جمعرات بتائیں
۱۲ ماہ شعبان ۸۷۲ھ۔ ان کے عم قاضی زین الدین ابن احمد ملیباری جب فنان کے قاضی مقرر
ہوئے تو انہیں بھی ان کی صغر سنی ہی میں وہیں ساتھ لے گئے۔ اور جیب بالغ ہوئے تو میں
قرآن حکیم حفظ کیا۔ اور اپنے عم محدودی سے صرف، نحو، فقہ اور دوسرے علوم پڑھے۔ نیز بعض
اور اساتذہ مثلاً شہاب الدین احمد بن عثمان بن ابوالحل یمنی سے فقہ و حدیث وغیرہ پڑھے۔
شہاب الدین احمد سے کتاب الکافی در فرائض مولفہ حروری بھی پڑھی۔

دوسرے اساتذہ | شیخ ابوبکر غزالی ابن القاضی رمضان شالیباری ہیں، جن سے
فقہ و اصول وغیرہ میں استفادہ کیا۔ یہ صاحب شاگرد تھے شمس الدین
جو جری و شیخ ذکر یا انصاری و شیخ کمال الدین محمد بن ابوالشریف وغیرہ کے۔

طریقہ | شیخ قطب الدین بن فرید الدین بن عز الدین احمد دہنی سے سلسلہ چشتیہ کا اخذ و
استفادہ کیا جنہوں نے انہیں خرقہ مشیخت سے نوازا۔ مع خرقہ مرشد نے آپ
کو ذکر جلی کی تلقین بھی کی۔ اور مریدوں کی تربیت کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ حتیٰ کہ ذکر و خرقہ و
اجازہ کی اجازت بھی فرمادی۔

اور فرقہ چشتیہ کے معمولات سے علاوہ شیخ ثابت بن عین بن محمود نادی نے آپ کو طریقہ
شطاریہ کے مطابق ذکر کی تلقین کے ساتھ اس کی اجازت بھی مرحمت فرمائی۔ پس آپ نشر علوم و
معرفت دونوں پر قائم ہو گئے۔ آپ کثیر الاذکار و الاشغال تھے۔ اپنے اوقات و معمولات
مدنوں کے پابند اور عوام کی نصیحت پر عامل۔ علوم کے ناشر۔ بدعات و منکرات کے دشمن
مظلوم کے حامی۔ ستم کے جاری کنندہ۔

آپ کی ذات سے لوگوں نے بہت فائدہ حاصل کیا۔ اور بے شمار لوگ آپ کے ہاتھ پر

مشرف اسلام ہوئے۔

تصانیف (۱) مرشد الطلاب الی الکریم الوہاب (منیم ہے)
(۲) سراج القلوب (موسط مگر جامع)

(۳) مسعد در ذکر موت۔

(۴) شمس الہدیٰ۔ موعظۃ و نصائح پر

(۵) تحفۃ الاحباب و حرفۃ الالباء (مجموعۃ ادعیۃ ماثورہ)

(۶) ارشاد القاصدین دام غزالی کی منہاج العابدین کا اختصار

(۷) شعب الایمان (یہ کتاب شعب الایمان لاجی کی تعریف ہے)

(۸) کفایۃ الفرائض (مختصر کافی در علم فرائض)

(۹) الصفا من الشفاء۔

(۱۰) تسمیل الکافیہ (شرح کافیہ ابن الحاجب)

(۱۱) کفایۃ الطالب فی حل کافیۃ ابن الحاجب (کافیہ کے حواشی)

(۱۲) صفا (شرح الشفا فی عیاض)

(۱۳) حاشیہ مختصرۃ علی الفیۃ لابن مالک

(۱۴) حاشیتان علی التحفۃ ابن الوردی

(۱۵) حاشیہ علی الارشاد

(۱۶) حاشیہ بر ابن المقرئ

(۱۷) قصص الانبیاء پر ایک کتاب

(۱۸) سیرت النبی پر ایک کتاب

(۱۹) ہدایۃ الازکیاء الی طریقۃ الاولیاء

(۲۰) قصیدہ در سلوک

(۲۱) کتاب در تحریر بعض الی الایمان علی جہاد عبیدۃ الصلیبان۔

یہ رسالہ انہوں نے اُس موقع پر تالیف کیا جب کہ پرتگالیوں نے یلیباؤ پر حملہ کر کے اُسے

تاخت و تاراج کیا۔

(۲۲) قصیدہ - جو نزول برکت و اخراج فقر کے لئے تھا۔ ماخوذ از کتاب البرکۃ للوصالی۔

(۲۳) چند رسائل (خطوط) بنام ملوک و امراء۔

در فنان بعد نصف شب جمعہ بتاریخ ۱۰ ماہ شعبان ۹۲۸ھ۔

رحلت | (مساکن الاقنیاء)

۲۱۵۔ مولانا زین الدین خوانی

م ۹۲۰ھ

”الشیخ الفاضل“ زین الدین بن قطب الدین حنفی خوانی۔ شیخ کبیر مشہور ولی زین الدین خوانی

کی نسل سے تھے۔ مولد و منشاہرات ہے۔

آپ کے برادر کبیر نور الدین محمد خوانی۔ جن کی معیت میں یہ قندھار اور دہلی کے کابل

گئے مگر نور الدین نے ۹۰۸ھ میں کابل ہی میں رحلت کی۔ اس وقفہ میں سلطان بابر شاہ

تیموری کابل میں تھے۔ جن سے تقرب ہو گیا۔ حتیٰ کہ سفر و حضر میں ان کی مصاحبت سے سرفراز

ہوتے رہے۔ اور ان کے ہمراہ ہندوستان آ گئے۔ یہاں انہیں صدر کا منصب سپرد ہوا۔ اور

آپ نے آگرہ میں سکونت اختیار کر لی۔ جہاں ایک عالی شان مسجد اور مدرسہ تعمیر کرایا۔

تصنیف | ہندوستان کی لطیف تاریخ۔

آپ نہایت بلند پایہ شاعر بھی تھے۔

وفات | چنار گڑھ میں پائی اور جسد آگرہ میں ان کے تعمیر کردہ مدرسہ کے اندر

سپرد خاک ہوا۔

۲۱۶۔ شیخ زین العابدین دہلوی

م ۹۳۷ھ

”الشیخ الصالح“ زین العابدین حنفی دہلوی المشہور بہ اڈھن۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی

کے نانا۔

اساتذہ :- عبد اللہ بن النداد تبلیغی۔

شیوخ :- شیخ سماء الدین ملتان۔

سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی نے سفارت کے لئے درخواست کی تو انکار کر دیا۔

کثیر العبادت، زاہد اور حسین و جمیل تھے۔ دہلی میں سپرد خاک ہوئے۔ تاریخ وفات ۹۳۲ھ

ہے۔ (اخبار الانبیاء)

۲۱۷۔ شیخ سالار بن حبیب الدین کوروی

م۔ ۲۷ ربیع الثانی یا ۲۲ ربیع الاول ۹۶۶ھ

”الشیخ العالم الفقیہ“ سالار بن حبیب الدین حنفی کوروی۔ یکے از مشائخ چشتیہ مولد و منشا کورہ

اپنی بستی کے اہل علم سے پڑھا۔

مرید ہیں شیخ یعقوب سوسی کے۔ جن کے بعد شیخ شمس الحق جونپوری۔ اور

شیخ نظام الدین فتح پوری سے استفادہ کیا۔ اور ان کی خدمت میں برسوں

رہے۔ خرقہ شیخ بہاؤ الدین جون پوری سے حاصل کر کے اپنی بستی میں آگئے۔ جہاں علوم و عرفان کی

اشاعت شروع فرمائی۔

زاہد و بے سوال و متدین اور نہایت عبادت گزار۔ آپ کی نسل میں بڑے بڑے عالم

گزرے مثلاً شیخ جمال۔ وفات بروز چہار شنبہ ۷۲ ربیع الثانی۔ یا ۸ ربیع الاول ۹۸۳ھ

۲۱۸۔ شیخ سراج الدین کالپوی

”الشیخ العالم الصالح“ سراج الدین ابن عبد الملک ابن ابراہیم کالپوی۔ علوم عربیہ میں

افاضل معاصرین۔ اپنے والد مرحوم سے پڑھا۔ اور اکثر علوم میں قبضہ حاصل کیا۔ ذہن کی رسائی نے

درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ اپنے والد کی زندگی ہی میں سفر آخرت فرمایا۔

(گلزار ابرار)

۲۱۹۔ حکیم سراج الدین گجراتی

”الشیخ الفاضل سراج الدین گجراتی حکیم ایکے از علمائے عالمین و عباد اللہ الصالحین شیخ برہان الدین عبداللہ المحمود الحسینی البغدادی سے بیعت کی ان کے بعد شیخ علی خطیب کی صحبت میں منسلک ہوئے اور ان سے اکتساب کیا۔ اطباء کا لباس پہنتے اور لوگوں کا علاج کرتے۔ سید عبداللہ البغدادی نے انہیں یہ بشارت دی کہ تم سلطان محمود شاہ کبیر گجراتی کے مرض قلب کا علاج کرو گے۔ اتفاق سے ندمائے سلطانی سے ایک صاحب بیمار ہوئے۔ جن کے علاج تمام طبیبوں نے جواب دے دیا۔ تب صاحب ترجمہ کا علاج شروع ہوا۔ جس سے مریمیں اچھا ہو گیا۔ یہ بات سلطان محمود شاہ محمود کے کان میں پہنچی۔ سلطان کو ان کی ملاقات کا شوق ہوا چنانچہ ایک رات میں ملاقات ہوئی اور اس نے ان سے تصوف و سلوک میں رہنمائی کے لئے عرض کیا۔ انہوں نے وہاں تو کوئی جواب نہ دیا لیکن گھر جا کر اسے ایک خط لکھا کہ اگر آپ مجھے شاہی ندما میں منسلک فرمائیں تو میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ اس پر سلطان نے انہیں مستوفی الممالک مقرر کر دیا۔

اور کتاب مناقب المحضرت الشاہ بیہمیں میں شیخ جعفر نے لکھا ہے۔ کہ سلطان نے انہیں اطباء کی سلک میں منسلک کر دیا۔ جو زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ زمرہ اراکین میں شامل ہو گئے۔ سلطان کو ذکر کی تلقین کی۔ اور انہیں نسبت سے موسوم کر دیا۔ آخر جب سلطان نے ان کے ہاں جانا ترک کر دیا اور وعدہ کیا کہ وہ آپ کے ہاں کبھی نہیں آئیں گے۔

پہلے تو لوگ ان کے زہر اور استغنا کی وجہ سے بہت معتقد تھے۔ مگر جب وہ سلطان کے ندما میں داخل ہو گئے تو ان کا یہ عقیدہ کمزور ہو گیا۔ وہ سمجھنے لگے کہ حکیم صاحب بڑے گھٹیا آدمی ہیں اور ان پر ہر طرف سے طعن ہونے لگا۔ مگر حکیم صاحب کو ان باتوں کی پرواہ نہ تھی۔

(بحوالہ مرد احمد و مرآة سکندری)

۲۲۰۔ شیخ سعد الدین لاری

م ۹۰۲ھ ۱۵ مارچ ۱۵۰۲ء جمادی الاولیٰ

”الشیخ العالم المحدث“ سعد الدین لاری ثم مندوی۔ اپنے دوست کے شیخ المحدثین بنسری تھے۔ شہر مندو میں رحلت فرمائی۔ جسے وہاں کے لوگوں نے غنیمت سمجھا۔

۲۲۱۔ مولانا سعد اللہ لاہوری

م ۹۹۹ھ

”الشیخ الفاضل“ سعد اللہ بن ابراہیم بن فتح اللہ ملتانی ثم لاہوری یکے از علمائے مشہورین و تدوین و افتادہ۔ مولد ملتان سال ولادت ۹۲۱ھ۔ بعض درسیات اپنے والد سے پڑھیں۔ ان کی شاگردی ۱۳۲۷ھ تک کی۔ جب وہ تقریباً اسی سال میں راہی ملک بقا ہوئے۔ تو آپ لاہور منتقل ہو گئے۔ یہاں شیخ عبدالرحمن ابن عزیز اللہ ملتانی سے پڑھا۔
(برہانیت مصنف گلزار ابرار)

بختیار خان کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے والد کے بعد شیخ بابینید و بیال پوری سے پڑھا۔ ۸۰ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ بختیار خان نے اپنی کتاب ”مرآۃ العالمین“ لکھا ہے۔ ان کا حال ولادت و ذکر سے امدادت، عمر حفظ حکیم سے اور دونوں کے مجموعہ سے سال وفات استخراج ہوتا ہے۔

۲۲۲۔ شیخ سعد اللہ دہلوی

”الشیخ الفاضل“ سعد اللہ ابن فیروز بن موسیٰ ابن سعد الدین بخاری دہلوی۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے جد تھے۔ مولد و منشا دہلی، تعلیم کے بعد شیخ محمد ابن منکن صدیقی نلاوی سے طریقت حاصل کی۔ آپ بڑے نابہ بے سوال، متدین اور قانع تھے۔ دہلی میں وفات پائی۔

بروز جمعہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۹ھ یوم رحلت ہے۔

۲۲۳۔ شیخ سعد اللہ بیانونوی

الشیخ سعد اللہ نحوی بیانونوی یکے از علمائے معاصرین، مشرقی ہند کے رہنے والے ہیں۔
علمائے معاصرین سے پڑھا۔ اور شیخ محمد غوث گوالیری معنف جو اہر الخفسہ کی خدمت و صحبت
میں طویل عرصہ تک رہے۔ اسماء حسنی کئی مرتبہ چلہ کھینچا۔ اور بیانونہ میں آکر مسند تدریس آراستہ فرما
دی۔ جملہ فنون پڑھاتے۔ بے حد ذہین تھے۔ ان کے دود میں نحو کے اندر کوئی ان کا مثیل نہ
تھا۔ عبدالقادر دیرایونی نے آپ سے کافیہ ابن حاجب پڑھا جس کا ذکر انہوں نے اپنی تاریخ
میں کیا ہے۔

۲۲۴۔ مولانا سعد اللہ سندھی

الشیخ الفاضل "سعد اللہ سندھی" یکے از علمائے کاملین۔ ان کے بیٹے عبداللہ نے فاضل
عبداللہ ابن ابراہیم ملتانی کی معیت میں مکہ مبارکہ کی جانب ہجرت کی (تحفۃ الکرام)

۲۲۵۔ شیخ سعدی برہان پوری

م ۱۸۶۹ھ

"الشیخ العالم الصالح" سعدی بن محمد ابن یوسف القرشی البرہان پوری یکے از کاملین
علوم ظاہری و طریقت اپنے والد سے مستفیض ہوئے۔ اور ان کی رحلت کے بعد ۱۸۶۲ھ میں
خود مسند ارشاد و تلقین پر متمکن، ان کا مسلک ان کے والد ہی کے مطابق تھا۔
۱۸۶۹ھ میں رحلت فرمائی۔

(گلزار ابرار)

۲۲۶ - شیخ سعد الجبشی

م ۹۹۱ھ

”الشیخ الصالح“ سعید بن ابوسعید الجبشی، مدفون احمد آباد۔ علمائے کبار سے تھے زبردست
عبد القادر حنفی در کتابش النور السافر جس میں یہ بھی مسطور ہے کہ آپ امام ابو حنیفہ کی طرنداری
میں بہت متعصب تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا کہ وہ اس مبالغہ میں امام شافعی کی بھوکہ منے سے بھی
نہ چوکتے۔

آپ اعلیٰ پایہ کے فقیہ اور اکثر علوم پر حاوی تھے۔ قرآن مجید حفظ تھا۔ اور ہر رمضان
میں ۵ مرتبہ قرآن شریف ختم کرتے۔ جبشی امرا ان کی بے حد تعظیم کرتے۔ انہوں نے آپ کا
موجب پندرہ ہزار سونا (مگر وزن یا سکہ معلوم نہیں) مقرر کر رکھا تھا۔
محدوح حج کے لئے گئے تو مکہ مکرمہ میں علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی سے حدیث پڑھی۔ وہ
حج کتب کے بہت شوقین تھے۔

۲۲۷ - شیخ سلطان بن قاسم مانک پوری

م ۹۸۸ھ — ۲۸ ربیع الاول

”الشیخ الصالح“ سلطان بن قاسم ابن احمد بن نظام الدین عمری مانک پوری یکے از مشائخ
چشتیہ۔ مولد و منشأ مانک پور۔ اپنے والد سے مستفیض اور ان کی وفات کے بعد ان کی نیابت پر نائز
ان سے ان کے بیٹے عبداللہ اور دوسرے بے شمار افراد نے استفادہ فرمایا۔

۲۲۸ - شیخ سلطان شاہ غزنوی

م ۹۹۲ھ - ۲۰ ماہ صفر

”الشیخ الفاضل“ سلطان شاہ غزنوی یکے از صلحائے وقت۔ شیخ محمد بن عبداللہ حسینی
بخاری سے پڑھا۔ اور مدتوں — ان کی خدمت و صحبت میں رہے۔ اور ان سے شیخ

فضل اللہ کاشانی و دیگر افراد نے اکتاب کیا۔ بروز دو شنبہ ۲۰ ماہ صفر ۹۲۲ھ کے روز رحلت فرمائی۔ ۲۰ صفر ۹۲۲ھ میں رحلت فرمائی۔

۲۲۹۔ شیخ سلیم ابن محمد سیکروی (مرشد سلطان اکبر تمپوری)

”الشیخ المعارف المعتمد“ سلیم ابن محمد بن سلیمان بن آدم بن موسیٰ ابن مودود بن سلیمان ابن فرید الدین مسعود اجمود حسنی (یعنی پاک پٹنی) ثم سیکروی فقیہوری۔

ولایت میں مشہور اتمام تھے سال ولادت ۸۷۷ھ یا ۸۸۲ھ یا ۸۹۷ھ ہے۔

تحصیل علوم ظاہری علامہ مجد الدین سرہندی اور دوسرے علما سے کی۔ سفر حجاز کے لئے دو مرتبہ کمر باندھی۔ پہلی مرتبہ شام و عراق و روم، ممالک غریبہ۔ کربلا، نجف، بغداد اور قدس کی زیارت سے فائز المرام ہوئے۔ اس سفر میں شیخ مرتضیٰ سے دبند جلال الدین بخاری از نور الدین از عبد اللہ طواشی از مجذوب بربری از کمال الدین کوفی از ابو سعید ابو الفتح بغدادی از شیخ عبد القادر جیلانی، طریقت حاصل کی۔ (بحوالہ عطار در کتابش مجمع الابرار)

شاہ عبد الحق دہلوی نے اخبار الاخبار میں لکھا ہے کہ آپ اپنے نکاح سے قبل ۹۳۱ھ میں حج و زیارت کے لئے گئے، اور عرب و عجم کے اکثر شہروں کی زیارت کی۔ جس میں ہر مقام کے شیوخ کی صحبت سے فیض کام ہوئے۔ مدت کے بعد ہندوستان واپس لوٹے تو سیکری سے ملحقہ پہاڑ پر جو آگرہ سے ۱۲ میل پر ہے، ڈیرے ڈال دئے، شادی کی اور اولاد کی دولت سے مالامال ہوئے۔ یہ تو پہلے سفر کا ماجرا ہے۔ دوسرا سفر (حجاز) بیہو بقال کے فتنہ در ۹۴۲ھ میں کیا۔ اور مختلف شہروں کی بیاحت کے بعد ۹۶۴ھ میں بزمانہ اکبر تمپوری واپس لوٹے۔ اور آخر عمر میں عوام و خواص میں قبولیت کی وجہ سے ممتاز اقران ہوئے۔ اکبر محمد روح تو آپ کا بہت ہی معتقد ہو گیا۔ اور اس نے پہاڑ کی چوٹی پر آپ کے لئے ایک خانقاہ۔ ایک مسجد اور ایک مدرسہ تعمیر کرا دیا۔ اور اس کے بعد ایک مضبوط محفوظ شہر تعمیر کرا دیا۔ اس کا نام فتح پور رکھا۔ اکبر کو اپنے لئے اولاد کی بہت تمنا تھی۔ شیخ نے دعا کی تو اس کے ہاں تین فرزند متولد ہوئے اکبر نے ان کے تولد کو شیخ سلیم کی برکت سے تعبیر کیا۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ شیخ سلیم نے ۲۲ - حج کئے - ان میں سے ۱۲ حج پہلے سفر میں اور ۸ دوسرے
 ہیں - وہ ایک حج کے بعد دوسرے موسم حج تک میر و سیاحت کے لئے نکل جاتے - دوسری مرتبہ
 کے سفر میں مسلسل ۴ سال تک مکہ مکرمہ میں اور ۴ ہی سال مدینہ منورہ میں رہے - دوسرے سفر میں
 شیخ یعقوب بن حسن صوفی کشمیری بھی آپ کے ہمراہ تھے - انہوں نے جمعات کے روز ۲۹ ماہ رمضان
 ۹۴۹ھ میں رحلت فرمائی - آپ کے بعض مریدوں نے شیخ ہندی سے مادہ وفات مستخرج کیا -

۲۳۰ - سلطان سلیم شاہ سوری

م ۹۴۱ھ

”الملك العادل“ سلیم شاہ بن شیر شاہ سوری سہرامی - اپنے والد کی رحلت کے بعد
 ۱۵ ربیع الاول ۹۵۲ھ کے روز زمام حکومت سنبھالی - اور ۹ سال تک داد و شہادت دی - وہ
 نئے شہروں کی تاسیس، کثرت زراعت، عوام کی خوشحالی، رعیت کے ساتھ حسن سلوک اور مساجد
 میں مسلمانوں کے ساتھ اداائے نماز اپنے باپ کے نقش قدم پر تھے، علما کا احترام کرتے - ان کی
 مالی اعانت سے عزت حاصل کرتے - اور وقت بہ وقت ان کے ساتھ علمی مذاکرات میں دلچسپی
 لیتے - نشہ اور اشیاء سے انہیں رغبت نہ تھی - اس نے اپنے لشکریوں کے لئے بعض ایسے قوانین
 وضع کئے جو ان کے والد کے قوانین میں اضافہ تھے - مثلاً :-

دو قسم کے لشکر مرتب کئے -

۱ - بڑا لشکر

۲ - چھوٹا لشکر

ان میں چھوٹے لشکروں کی تقسیم اس طرح پر تھی -

۱ - ۵۰ سپاہیوں کا دستہ

ب - دوسو ”

ج - اڑھائی سو ”

د - پانچ سو ”

بڑا شکر

۱۔ پانچ ہزار فوجیوں کا دستہ

ب۔ دس " " " "

ج۔ بیس " " " "

اور اس طرح سے امر کی تقسیم کی۔

ہر (۵۰) فوجیوں پر ایک ایسا سردار مقرر کیا جو فارسی جانتا ہو۔ اور ایک منشی اردو جاننے والا مقرر کیا۔ اس طرح ہر لشکر میں دو قاضی مقرر کئے، ایک ہندوستانی ایک افغانی۔ اور اس کے والد نے جو فوجی قانون مدون کیا تھا اس میں مزید اضافہ کر دیا۔ اور سارے گاؤں سے لے کر کابل تک فوجی دستوں کے پڑاؤ متعین کر دیئے اور اس کے والد نے شاہراہ پر جو پڑاؤ تعمیر کرائے تھے ان کی عمارتوں میں اضافہ کر دیا۔

۲۳۱۔ شیخ سلیمان بن اسرائیل لاہوری

”الشیخ الفاضل“ سلیمان بن اسرائیل الحنفی لاہوری۔ یکے از علمائے کرام و صوفیائے عظام

مولد و منشا لاہور۔

اساتذہ | شیخ عماد الدین ابن اسماعیل (جن کی سند شیخ رکن الدین کلانوی از علم بزرگوارش الحاج صدر الدین از شیخ رکن الدین ابو الفتح فیض الدین محمد ملتانی تک ہے) سے

جج کئے۔ آپ پنجاب کے گھڑ خانان میں بہت موثر تھے۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے صاحبزادے عبدالشکور ان کے مقام پر فائز ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند عبدالحمید اور بعد ازاں ان کے بیٹے شیخ منور (گلزار اہمار)

۲۳۲۔ شیخ سلیمان ابن عفان مندوی

مستوفی

”الشیخ العالم الفقیہ“ سلیمان ابن عفان دہلوی مندوی یکے از مشائخ مصلحین عصر اور شاہد

دعوت اللہ تربیت میں ان کا ملکہ مسلم تھا جو دراز شہروں کی سیاحت کی۔ اور ہر شہر کے مشہور مشائخ

سے استفادہ کیا۔ تجوید و قرآن میں ملکہ تام حاصل تھا۔

شاگرد و مرید | شیخ عبدالقدوس حنفی گنگوہی جو ان کی خانقاہ میں برسوں مقیم رہے (خباہر الانبیاء) صاحب گلزار ابرار محمد بن حسن فرماتے ہیں "صاحب ترجمہ فتنہ تیمور میں دہلی سے (در ۸۸۵ھ) سے نکل کر مندو (مالوہ) آکر اقامت فرما ہو گئے۔ پھر گجرات تشریف لے آئے اور یہاں سے حمیرین کے لئے شہر حال کیا جہاں پچاس سال قیام فرمانے کے بعد شہر مندو مذکور میں آکر سکونت فرمائی۔ مگر دہلی میں وفات پائی اور شیخ قطب الدین بختیار کاکی کے مقبرہ میں آسودہ ہونے لگے۔

۲۳۳۔ سلطان سلیمان خان کراچی

م ۹۹۸ھ

"الملک العادل الفاضل" سلیمان خان کراچی "سلطان صالح" اپنے برادر حقیقی تاج خان کے بعد سرزمین بنگال کی عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ وہ مستقل بادشاہ تھے اور عدل گستر۔ سخی اور عالم دین ہونے کے ساتھ نہایت عبادت گزار رعایا کے معاملات میں رحیم و کریم۔ احسان تو شیوہ ہی تھا۔ دن میں روزہ اور شب بھر قیام محمول تھا۔ ان کے حلقہ میں ڈیڑھ سو اہل علم جلوس اور خلوت میں رہتے۔ جن سے حسن سلوک فرماتے۔ اور ان کے ساتھ علمی مذاکرات جاری رہتے۔

۲۳۴۔ شیخ سہاؤ الدین ملتانی

"ایشیخ الفاضل العلامة" سہاؤ الدین بن فخر الدین بن جمال الدین ملتانی دہلوی یکے از علمائے مشہورین ولادت ۸۰۸ھ۔ صغر سنی ہی میں تعلیم شروع کر دی۔ مولانا ثناؤ الدین ملتانی۔

اساتذہ | اور بیعت کی شیخ کبیر الدین حسینی بخاری سے۔ حتیٰ کہ مسند تدریس و افادہ پر فائز ہوئے برسوں اپنے مولد ملتان میں پڑھایا۔ پھر نہ تصور آکر برسوں قیام فرمایا۔ وہاں سے بیانہ آئے۔ مگر تھوڑی ہی مدت کے بعد بیانہ سے دہلی تشریف لا کر سکونت اختیار کر لی۔ آپ نسباً کمبو تھے۔

کنبوہ کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے اسے شہر کنب متصل غزنہ سے منتخب کیا۔ اور اس (کنبوہ) کی واؤ کو لفظ ہندو کی واؤ کے مطابق واؤ نسبت بتایا۔ بعض نے کہا کہ کنبوہ مخفف ہے کم انبوہ کا جو فارسی لفظ ہے "بمعنی قلیل الجماعة" اور یہ لفظ اس کا ہم معنی ہے یعنی جیسے قرآن مجید کی آیت و کم من فئۃ قلیقة غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ ہے کہ ایک قلیل سی جماعت ہمت بڑی جماعت پر غالب آگئی، پس آپ کنبوہ سے منسوب تھے۔ جن کا نسب صاحب مصباح العارفین شیخ زبیری العابدین اور شیخ مراتب علی لکھنوی کی تحقیق کے مطابق حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے (صاحب ترجمہ شیخ سماء الدین) نہایت باوقار اور رعب دار بزرگ تھے۔ زہد و استقامت دین سے متمتع۔ دنیا سے بے نیاز۔ زیادہ تر توجہ تدریس و افادہ پر تھی۔ لوگوں کو اللہ کی طرف آنے کی دعوت معمول تھا۔ کسی سے سوال نہ کرتے۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے۔ مگر کچھ مدت بعد کسی علاج کے بغیر بصارت لوٹ آئی۔

تصانیف

- ۱۔ شرح لمعات مولفہ شیخ فخر الدین عراقی۔
- ۲۔ مفتاح الاسرار۔ جو زیادہ تر ماخوذ ہے مسائل شیخ نسفی سے۔ رحلت ۱۰۷۰ ہجری الاولیٰ ۱۶۶۰ء کے روز دہلی میں ہوئی۔

۲۳۵۔ شیخ سیف الدین دہلوی

م ۹۹۰ھ - ۲۷ ماہ رمضان

"الشیخ الفاضل" سیف الدین بی سعد اللہ بن فیروز بخاری دہلوی۔ یکے از علمائے علوم ظاہر و باطن۔ مولد و منشا دہلی۔ ایک خاندانِ علم و صلاح کے چشم و چراغ تھے۔ شیوخ میں شیخ عبد الملک بن عبد العفور پانی پتی اور ان کے علاوہ دوسرے علماء و صوفیاء ہیں۔ جن سے آپ مستفیض ہوئے۔

تصانیف

- ۱۔ مکاشفات در بارہ متفائق و توحید۔
 - ۲۔ سلسلۃ الوصال (فارسی نظمیں)
- آپ اعلیٰ پایہ کے شاعر بھی تھے۔ نمونہ کلام ہے :-

کون و مکان بہ پر تو حسن و جمال اوست
دین طرفہ تر نگر کہ نہ کون است و نہ مکان
(اخبار الاخیار)

۲۳۶۔ شیخ سیف الدین کا کوری

م ۹۵۹ھ۔ ماہ ذی قعدہ

ایشیخ سیف الدین بن نظام الدین ابن نصیر الدین بن محمد صدیق علوی کا کوری۔ قرآن اور تجوید میں شہرہ آفاق تھے۔ اور سال ولادت ۸۹۴ھ۔ اپنے والد سے پڑھا۔ تکمیل کے لئے برسوں ان کی خدمت میں باریاب رہے۔ آگے چل کر لکھنؤ کے فوجی قصبہ کا کوری میں کوت اختیار فرمائی۔ یہاں شغل تدریس و افادہ جاری رہا۔ ان کے صاحبزادہ نظام الدین بھی کہنے ان سے پڑھا۔ خصوصاً خلاصۃ التجوید للشاطی و شرح العقائد وغیرہ۔
کا کوری ہی ماہ ذیقعدہ ۹۵۹ھ آہودہ طہ ہوئے (کشف المتواری)

۲۳۷۔ مولانا شاہ احمد شرعی

م ۹۲۸ھ

ایشیخ الفاضل شاہ احمد شرعی چندیری یکم از علمائے دعوت الاسماء۔ زاہد و پارہ ساد کم سوال اور متدین و کثیر العبادۃ امرا و سلاطین کے دروازوں پر نہ جاتے۔ بلکہ یہ دونوں طبقے نماز جمعہ کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ صاحب تصانیف ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان کی کوئی تصنیف بھی اب دستیاب نہیں۔ شیخ عبدالحق نے اخبار الاخیار میں مندرجہ ذیل اشعار ان کی طرف منسوب کئے ہیں۔

عجبا نقوم ظالمین تلقبوا بااحدال ما فیہم لعمری معرفہ
(ترجمہ) ایسے ظالم لوگوں کے بارے میں تعجب ہے جنہوں نے اپنا لقب صاحب عدل قرار دیا۔
حالانکہ علوم معرفت سے انہیں دور کا بھی تعلق نہیں۔

قد جاءهم من حيث لا يدرونہ تعطیل ذات اللہ مع نفی الصدقہ

(ترجمہ) واقعہ یہ ہے کہ انہیں معلوم نہیں کہ ان کے اس نظریے کی وجہ سے اللہ کی ذات کا "تعطل" اور اس کی صفات کی نفی لازم آتی ہے۔

صاحب ترجمہ نے یہ اشعار زعشری کے ان اشعار کے رد میں لکھے ہیں۔

وجماعة سموا هو اھم سنة وجماعة حمر لعمرى مو حقة

(ترجمہ) ایک جماعت نے اپنی ہوائے نفسانی کا نام سنت رکھا ہے اور فی الواقع یہ گدھوں کی ایک جماعت ہے جن پر پالان پڑے ہوئے ہیں۔

قد شبهوا بخلقه وتخوفوا منع الودى منسروا بالبلکفہ

(ترجمہ) اس جماعت نے خدا کو انسانوں سے تشبیہ دی اور پھر لوگوں کی ملامت سے ڈرے تو بلکفہ (بلا کیف کا مخفف ہے) کی ادب میں پناہ لی۔

بعض علمائے یہ اشعار امام فخر الدین جہاد برودی کی طرف منسوب کئے ہیں۔ جو تصنیف بیضاوی کے شاگرد ہیں۔

۲۳۸۔ شاہ قلی ترکمانی

م ۹۹۸ھ

”الامیر الکبیر“ شاہ قلی ترکمانی عشق و فراست میں مشہور امام تھے۔ شہ فارس اسماعیل بن جبر صغوی نے آپ کو برہان نظام شاہ بھری شہ احمد نگر کے ہاں بھجوا دیا۔ جہاں شاہ دلی نے نظام شاہ اور اس کے بعد اس کے بیٹے مرتضیٰ نظام شاہ کی برہسوں خدمت کی۔ نظام شاہ نے ان کو صلابت خان کا خطاب دیا۔ اور قلعہ کی چابیاں حوالے کر کے انہیں اپنا نائب بنا کر قلعہ پر افسر اعلیٰ مقرر کر دیا۔ ادھر انہیں شاہی اصطبل کی نگرانی پر متعین کیا۔ اور علاقہ بیر میں سے چند خواص انہیں جاگیر میں عطا فرمائے۔ حتیٰ کہ صلابت خان کو وکالت مطلقہ پر سرفرازی بخشی۔ تب وہ سرحدوں کی حفاظت پر متوجہ ہو گئے۔ کئی نئے شہر تعمیر کرائے۔ ذراعت کو ترقی دی۔ پانچ ہزار درخت احمد نگر کے علاقہ میں لگوائے۔ شہر احمد نگر ایک سرسبز باغ مرتضیٰ نظام شاہ کے حکم سے لگوا دیا۔ وہ برہسوں و وزارت اور وکالت کے منصب پر رہے۔ ان کا دور گذشتہ تمام امداد

سے زیادہ خوشحالی اور امن کا دور تھا۔ لیکن جب نظام شاہ مرض جنون میں گھر گیا۔ اور اس دوران میں وہ اپنے شاہی محل ہی میں قیام پذیر تھا۔ تو اس نے جنون ہی کی حالت میں صلابت خان کو قلعہ کیرلا نواح مندو کے قید خانے میں بند ہو جانے کا فرمان بھیج دیا۔ صلابت خان تو فرمانبردار پر تلا ہوا ہی تھا۔ فرمان کی تعمیل کی۔ مگر اس کی علیحدگی سے شاہی لشکر تلملا اٹھا۔ سلطنت میں گرد و بریل پھیل گئی۔ اور سلطان مرتضیٰ کو کچھ عرصہ بعد ہی کسی نے قتل کر دیا۔ جس کے بعد اس کا بیٹا حسین پڑ پڑھا اور اُسے بھی قتل کر دیا گیا۔ اب اسماعیل نے دمام حکومت ہاتھ میں لی۔ تو ادھر سے جمال خان صدوی باشندگان دکن کا لشکر بیکراں لے کر نمودار ہوا۔ جس کے ماتحت سیف الملوک الغخان حبشی تھا۔ یہ قلعہ احمد نگر پر چڑھ دوڑے۔ اور رعایا کو قتل کرتے ہوئے حسین کے قاتلوں کو تلاش کر کے کیفر کردار کو پہنچایا۔ پھر یہ لشکر اُس قصر شاہی کی طرف لوٹا جس میں اسماعیل نظام شاہ مقیم تھا۔ جمال خان نے اسماعیل مذکور کو بادشاہی کی پیشکش کی۔ اور جمال خان نے سیف الملوک سے کہا کہ نظام شاہ کے گھرانے کو تم نے تباہ کر دیا ہے اب کسی صورت اس نقصان کی تلافی کرو۔ اُس نے کہا۔ یہ کام صرف صلابت خان کر سکتا ہے۔ چنانچہ اسی وقت صلابت خان کو طلب کر کے اس کام کے لئے کہا گیا۔ لیکن بعد میں کہا کہ مجھے اتنی فرصت کہاں ہے کہ میں یہاں کی بادشاہت خود کروں یا صلابت خان وغیرہ کے حوالہ کروں۔ اور نہ ہی صلابت خان کو ضرورت ہے۔ وہ یہ کہہ کر رخصت ہو گیا کہ جمال خاں جانے اور اس کی سلطنت!

اور صلابت خان کو سیف الملوک کی طرف سے ایک خط ملا اور اس خط سے بھی پہلے لانی چاند بی نے اپنے ایک خط میں صلابت خان کو اس بارے میں تنبیہ کی کہ:-

بلاشبہ تم نہایت دانا ہو۔ لیکن میرے اور عوام کے نزدیک تو یہ سوچہ بوجھ کی بات نہیں کہ جب فرمانروا دیوانہ ہو جائے اور جسے وہ حکم دے وہ باموش ہو جیسا کہ نظام الملک کا معاملہ ہے کہ وہ پاگل ہو گیا۔ اور آپ مرد دانا ہیں۔ آپ کی اس لغزش کو کون نظر انداز کر سکتا ہے۔ کہ آپ نے پاگل کے فرمان پر خود کو جیس میں ڈال لیا۔ اور اس دفعہ کے اندر نظام کو زہر دے کر چلتا کر دیا۔ اس کے بیٹے کو قتل کر دیا گیا اور سلطنت کی بنیاد سرکشوں نے کھوکھلی کر دی مگر آپ تو

نظام کے اچھے رفقا میں سے تھے۔ آپ کی کنارہ کشی و درجس خانہ تو آپ کو قصور وار ٹھہراتی ہے۔ ان تمام خرابیوں کی تلافی تم پر واجب ہے۔

الغرض صلابت خان علیحدہ ہو کر براہ چلا گیا۔ وہاں کا حاکم اس کا اطاعت گزار ہو گیا اور دوسرے امراء نے بھی اپنی اطاعت گزاری کے اسے پیغامات بھیجے۔ چنانچہ یہاں سے وہ اپنے ہمراہ دس ہزار عسکری لے کر احمد نگر کی طرف بڑھ آیا۔ ادھر سے جمال خان نے نظام شاہ صغیر کو مقابلہ کے لئے بھڑکایا۔ ادھر سے صلابت خان کے ندیموں نے بھی اپنے سردار کو یہی سٹی پڑھائی مگر صلابت خان لڑائی سے ہاتھ کھینچنے میں رہا۔ اور نظام شاہ کو پیغام بھیجا کہ میں طلبی پر حاضر ہوا ہوں۔ نہ کہ اپنے اتان نظام شاہ سے لڑائی کے لئے۔ یہ لیجئے میں واپس بھی جا رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ملک میں برکت و ولایت کرے۔ یہ پیغام بھیج کر وہ براہ کی طرف لوٹا۔ حتیٰ کہ برہان پور میں داخل ہو گیا۔ یہاں جب اس کی ملاقات سلطان عادل شاہ برہانپوری سے ہوئی۔ تو اس نے عادل شاہ کا رجحان نظام شاہ کی سلطنت پر قبضہ کرنے کا دیکھا تو اس کے پاس گھوڑے ہاتھی اور اسلحہ جس قدر بھی تھا۔ جمال خان کو بھجوا کر یہ خط لکھا کہ

”اس لمحہ مجھے اطاعت کے سوا ریاست کی تمنا نہیں۔ البتہ مجھے وہ جائیداد دیکھنے

کی خواہش ضرور ہے جو میں نے لمبی کام پہاڑی کے دامن میں تعمیر کرایا تھا۔“
ادھر جمال خان نے جس کو صلابت خان کے ساتھ خصوصیت حاصل تھی۔ استعجالاً بڑھا
صلابت خان آہنچا۔ اور جمال خان نے اپنے ہراہیوں سمیت آگے بڑھ کر اس کا
استقبال کیا۔ دونوں ساتھ ساتھ قلعہ کے اندر آئے۔ صلابت خان ذرا دیر کے بعد قلعہ
سے نکل کر اپنے پڑاؤ میں آگیا۔ اور تین روز قیام کے بعد شاہ کوہ (نام) کی طرف لوٹ
گیا۔ یہ پہاڑ اتنا اونچا تھا کہ اس نے احمد نگر کو اپنے دامن میں لے رکھا تھا۔ اور
صلابت خان نے اس پہاڑ کی چوٹی پر اپنے لئے ایک گنبد نما کمرہ بنوا رکھا تھا۔ جس
کمرہ کے قریب ایک باغیچہ بھی تھا۔ صلابت خان اس گنبد کی طرف آیا۔ اور اس سے پہلے
وہاں اس کی بیوی۔ اور جمال خان اور دیگر امرا بھی پہنچے ہوئے تھے۔ صلابت خان
نے اپنی بیوی سے ملاقات کے ساتھ ہی دسترخوان بچھا کر اپنے تمام ہوا خواہوں سے

مل کر کھانا کھایا۔ اب ان کو رخصت کر کے اپنی جائیداد دیکھنے کے لئے گیا۔
 اور تادفات وہیں مقیم رہا۔ (اصغی در کتاب ظفر والہ)
 وہ بڑا عاقل و عادل اور جمیع اوصاف حسنہ سے متصف تھا۔ اس کی ذات میں اہل علم
 کے لئے احسان ہی احسان تھا۔ ان علما میں سبھی ہیں۔ ظہوری ہیں۔ ترشیزی ہیں اور بھی بے شمار علما
 ہیں۔ اور وہ اپنے تعمیر کردہ قبہ میں دفن ہوا۔

۲۳۹۔ سید شاہ میر اکبر آبادی

م ۹۹۶ھ۔ بروز چار شنبہ (دفن آگرہ)

”السید الشریف“ شاہ میر بن محمد بن معین بن الشرف شیرازی ثم الہندی اکبر آبادی کے از
 علمائے مشہورین در ظاہر و باطن۔ ان کا نسب چار واسطوں سے سید شریف زین الدین علی
 جبرجانی سے ملتا ہے۔ گجرات آئے اور وہاں سے آگرہ پہنچے۔ جہاں شیخ عبد الملک بن عبد الغفور
 پانی پتی سے استفادہ کیا۔

بہت پاک نفس، ہنس مکھ اور خوش کلام تھے۔ انشاء و شعر و جبر ثقیل اور بلاغت ہر ایک
 میں با کمال ہونے کے ساتھ پارسائی اور تقویٰ میں بھی کامل اور مفتی بہاؤ الدین کے جوار میں
 تدریس و افادہ مشغول۔

ان کے شاگردوں میں مولانا فرید (بھینگے) نوادر زمانہ سے تھے۔ جو ایک حرف تک نہ
 پڑھے تھے۔ اور قلم ہاتھ میں لینے سے قاصر تھے۔ مگر نہایت پیچیدہ سوالات چٹکیوں میں حل کر
 دیتے۔ جیسے تمام علوم پڑھ چکے ہیں۔ اگر کسی طرح دو چار الفاظ لکھ ہی مارتے تو خود بھی نہ پڑھ
 سکتے۔

شیخ ضیاء اللہ ابن شاہ محمد غوث گوالیری ان کے کمالات کے بہت معتقد تھے۔ اور ان
 سے برکت حاصل کرتے۔ چہ جائے کہ خود شاہ میر سے ان کے والد شاہ محمد غوث سے مستفیض تھے
 یہ ثبوت ہے صاحب ترجمہ کے علم و عرفان میں بلوغ نظر کا۔
 (بدایونی)

۲۲۰۔ شاہی بیگ قندھاری

”الملك الفاضل“ شاہی بیگ ابن ذوالنون الارغنون القندھاری۔ السلطان الفاضل اپنے والد کی رحلت کے بعد زمام سلطنت ہاتھ میں لی۔ اور برسوں داد حکومت دی۔ جب سلطان بابر شاہ تیموری نے ان سے یہ ملک چھین لیا۔ تب شاہی بیگ نے سندھ پر حملہ کر کے اس پر حکومت کی۔

صاحب ترجمہ معقول و منقول دونوں میں متعجب اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

تصانیف

۱۔ اہل جملہ !

۱۔ شرح کافہ

۲۔ شرح مطالع

۳۔ سراجیہ مید شریف پر حاشیہ ہے۔

اور دوسری کتابوں پر بھی حواشی ہیں۔

۲ شعبان ۹۲۸ھ۔ مدفن بھکر سندھ۔ بعد میں آپ کا جسد مبارک مکہ معظمہ لے جایا

وفات

گورستان معلیٰ میں سپرد خاک کیا گیا۔

۲۲۱۔ شیخ شرف الدین گجراتی

م۔ ۱۰ ربیع الاول ۹۳۴ھ

”الشیخ الکبیر“ شرف الدین ابن عبد القدوس گجراتی بہان پوری۔ المشہور بہ شہباز۔ اپنے دور کے مشہور مشائخ سے تھے۔ مولد گجرات۔ کم سنی ہی میں اپنے والد کی معیت میں خاندیس پہنچے۔ اور وہاں کے اساتذہ سے پڑھ کر احمد آباد لوٹ آئے۔ یہاں خطیب گجراتی سے معرفت میں استفادہ کیا۔ اور ان کی خدمت میں برسوں گزار کر بہان پور آئے۔ اور ارشاد و تلقین میں مشغول ہو گئے۔ آپ زاد ہر دن نافع اور متوکل تھے۔ اہل دنیا کے ہاں نہ جانتے اور نہ ان کے مبلغ کا کھانا تنہا دل فرماتے۔ جب کوئی اہم کام سامنے آتا تو جنگل میں چلے جاتے۔ اور مراقبہ نماز

کے اندر ڈوب جاتے۔

۲۴۲۔ شیخ شرف الدین شیرازی

م ۹۳۴ھ

”الشیخ الفاضل“ شرف الدین شطاری شیرازی۔ یکے از علمائے مشہورین مولد و منشا شیراز و ہاں کے اساتذہ سے پڑھ کر ہندوستان آئے۔ اور طریقت میں شیخ محمد غوث شطاری گوالیری سے مستفیض ہوئے۔ جن کے زمانہ قیام احمد آباد میں برسوں ان کی خدمت میں ملازم رہے۔ پھر بیجاپور تشریف لے گئے اور وہاں سکونت پذیر ہو گئے۔

تصنیف :- حاشیہ بیضاوی۔

وفات :- ۹۳۴ھ۔

۲۴۳۔ مولانا شعیب الواعظ دہلوی

م ۹۳۶ھ

”الشیخ العالم الصالح“ شعیب بن مفتی منہاج حنفی دہلوی۔ یکے از علمائے واعظین۔ اپنے والد سے پڑھا۔ اور متعدد علوم میں مہارت حاصل کی۔

صاحب سیرت و جمال تھے علم میں کمال حاصل تھا۔ عمل میں بہت فائز تھے۔ ان کا وعظ نہایت موثر تھا۔ ان کے دوران وعظ میں جو شخص قریب سے گذرتا۔ وعظ سننے کے بغیر آگے نہ بڑھ سکتا۔ اہل علم بھی ان کے مواعظ میں شریک ہوتے۔ اور اثر لے کر لوٹتے۔ قدیم دہلی میں فوت ہوئے اور حوض شمس میں سپرد خاک ہوئے۔

۲۴۴۔ شیخ شکر گجراتی

”الشیخ العالم الفقیہ“ شکر ناٹلی گجراتی۔ یکے از عباد اللہ الصالحین۔ مولد و منشا موضع جھیر گجراتی جو احمد نگر سے تین روز کی مسافت پر ہے۔ وہاں کے اساتذہ سے پڑھا۔ اور وہیں برسوں تک رہے۔

فرمائی۔ آخر بحث و مناظرات ترک کر کے زہد و عبادت کی طرف لوٹ آئے۔ شہدہ میں وفات پائی۔ (گلزار ابرار)

۲۲۵۔ قاضی شکر اللہ سندھی

”الشیخ العالم الفقیہ“ شکر اللہ بن وجہ الدین بن نعمت اللہ ابن عرب شاہ بن میرک شاہ بن المحدث جمال الدین حسینی دشتکی شیرازی ثم ٹھٹھوی سندھی۔ فقہ و اصول و ادب میں مشہور۔ ہرات سے ۹۲۷ھ میں قندھار اور یہاں سے ۹۲۷ھ میں ٹھٹھ (تتہ) سندھ تشریف لے آئے۔ یہاں بادشاہ شاہی بیگ نے قضاۃ تفویض کی جس پر برسوں فائز رہے۔

آپ فقیہ و محدث ہونے کے ساتھ پارسا اور اخلاقاً قابل تعریف تھے۔ نہایت بارعب اور مقتدر تھے۔ اللہ کے معاملے میں کسی سے نہ ڈرتے۔ حتیٰ کہ بادشاہ حسین ممدوح نے ایک نووارد سوداگر سے گھوڑا خرید کر جب ادائے قیمت میں تاخیر کر دی۔ تو تاجر نے انہی قاضی شکر اللہ کی عدالت میں بادشاہ پر نالش کر دی۔ قاضی نے فریقین کو طلب کر کے ایک ہی جگہ کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ اور بادشاہ کے خلاف فیصلہ سنا دیا۔ فیصلہ سنانے کے بعد قاضی بادشاہ کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ تب بادشاہ نے اپنی کمر سے تلوار کھول کر دکھائی اور کہا یہ تلوار میں اس غرض سے لایا تھا کہ اگر آپ فیصلہ میں میری رعایت کریں تو آپ کا سر قلم کر دوں۔ قاضی صاحب نے اپنے ٹیکے کے نیچے سے قرابین نکال کر دکھائی۔ اور فرمایا۔ یہ میں نے اس لیے چھپا کر رکھ لی تھی۔ کہ اگر آپ اپنے خلاف میرے فیصلے پر کچھ کہیں تو میں اسے آپ کے پیٹ میں پیرا دوں۔ بادشاہ بیٹھ کر خوش خوش عدالت سے باہر چلا آیا کہ اس نے ادائے رقم میں اتنی تاخیر بھی موقع دیکھنے کے لئے کی تھی۔ کچھ مدت کے بعد قاضی صاحب منصب قضاۃ سے مستعفی ہو کر اپنے گھر میں پاؤں توڑ کر بیٹھ گئے (تحفۃ الکرام)

مولانا شمس الدین سلطانپوری

”الشیخ الفاضل“ شمس الدین بن احمد بن شمس الدین بن کمال الدین ملتانی۔ ثم السلطان پوری

منطق اور حکمت میں مشہور، ان کے دادا شیخ کمال الدین کے شاگرد تھے۔ سید شریف
جرجانی کے جو مشہور کتابوں کے مصنف ہیں (محمد بن حسن)

۲۴۶ - شیخ شمس الدین ملتانی

م ۹۸۰ھ ۲۴ ربیع الاول

”الشیخ العالم الفقیہ شمس الدین بن شہر اللہ ملتانی ثم لاہوری، شیخ کبیر ہسار الدین
ذکر یا ملتانی کی اولاد سے تھے۔ اپنے والد سے پڑھ کر لاہور تشریف لے آئے۔ اور یہیں
اقامت فرمائی۔ ۲۴ ربیع الاول ۹۸۰ھ کو وفات پائی (اخبار الاصفیاء)

۲۴۷ - شیخ شمس الدین بیجاپوری

م ۹۸۶ھ درماہ رجب

”الشیخ الفاضل العلامة شمس الدین شطاری شیرازی ثم بیجاپوری یکے از علمائے مشہورین در
جغرو مساحت مولد و منشأ شیراز۔ علمائے عصر سے پڑھ کر بیجاپوری پر حاشیہ لکھا۔ جو ابتر خمسہ سے
طریقیت میں مستفیض ہوئے۔ بعدہ شہر بیجاپور سے باہر ۵ میل دور سکونت فرمائی۔ اور طریقیت ہی
پر مدت العمر لنواظب رہے۔ قناعت و ترک سوال اور توکل و عوام سے استغنا شعار تھا۔
محمد بن الحسن مندوی نے مساحت و جفران کے زمانہ قیام مندوی میں ان سے پڑھا۔
تلامذہ | جب آپ کو الیاء سے رخصت ہو کر اس راہ سے گزرے۔ جیسا کہ محمد بن الحسن نے
اپنی تالیف گلزار ابرار میں لکھا ہے۔

۲۴۸ - حکیم الملک شمس الدین گیلانی

م ۹۸۹ھ

”الشیخ الفاضل العلامة شمس الدین حکیم الملک گیلانی۔ علوم منطق و فلسفہ اور ان کے
مثال فنون نظری میں وحید العصر تھے، اسی طرح نحو و فقہ اور اصول میں بکثرت ہمیشہ تدریس افادہ

میں مصروف، سخاوت پیشہ، صداقت شعار۔ محبت کیش اور طلبہ کے لئے ہر لمحہ رحیم و کریم تھے۔
جملہ فنون پڑھانے۔ کسی کے ہاں خود ملاقات کے لئے نہ جاتے کہ مبادا اسباق میں خلل پڑ جائے
اور نہ کبھی طلبہ کے بغیر تنہا دسترخوان پر بیٹھتے۔

شیخ شاہ محمد الہ آبادی اور دوسرے ارباب علم و فن پڑھ کر دہلی وارد ہوئے۔ اور وہیں
سکونت اختیار کر لی۔ سلطان اکبر نے آپ کو اپنے مصاحبوں میں شامل کر لیا۔ جن سے آپ کو
بیش ادب و قوم عطا ہوئیں۔ آپ بادشاہوں کے تحائف سے مالا مال رہتے۔ مگر امرار و
سلاطین پر حکم نافذ کرتے۔ دوسروں کی سفارش بھی ان سے کرتے۔ اور عوام کے ساتھ اچھا
سلوک کرتے۔ ۹۸۸ھ یا ۹۸۹ھ میں حجاز گئے اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا (بدایونی)

۲۴۹۔ میر شمس الدین عراقی

”الشیخ الفاضل“ شمس الدین العراقی عراق کے فضلا سے تھے۔ وہاں کے سلطان
حسین مرزا والی خراسان نے آپ کو ۸۷۲ھ میں بادشاہ کشمیر الحسن ابن حیدر کی طرف سفارت
پر بھیجا۔ مگر الحسن بیمار تھا جو اس قصر میں لقمہ اجل ہو گیا۔ جس کے بعد اس کا بیٹا محمد شاہ
سربراہ آرائے تخت حکومت ہوا۔ اور پھر فتح شاہ اور اس کی معزولی کے بعد بار دگر محمد شاہ
تخت پر بیٹھا۔ پس یہ شمس الدین اپنی سفارت میں کامیاب نہ ہوئے۔ اور بابا اسماعیل کی مجلس
اختیار کر لی۔ اور اس نے لوگوں کو شیعیت کی طرف بلانا شروع کر دیا۔ جس سے بابا بھٹا شیعہ
ہو گیا۔ اب یہ خراسان لوٹ گئے۔ مگر جب خراسان پہنچے اور سلطان حسین مرزا ان (شمس الدین)
کے نئے عقائد سے مطلع ہوا۔ تو انہیں دیس نکالا دے دیا۔ اب یہ کشمیر چلے آئے۔ اور یہاں کھلم کھلا
تبلیغ شیعیت شروع کر دی۔ جس سے مندرجہ ذیل تین افراد متاثر ہو گئے۔ (۱) ربیعہ (۲) حاجی
(۳) غازی چک جو وہاں کے سب رؤسا تھے۔ لیکن جب اس کارستانی کی اطلاع محمد بن الحسن
بہتقی کو ہوئی۔ جو سلطان محمد شاہ کے ہم عصر تھے۔ تو ان (میر شمس الدین) کو کشمیر سے اسکردو
کی طرف دھکیل دیا۔ جس پر وہاں کے باشندے ان سے خفا ہو کر محمد شاہ کے خلاف ہو گئے
اور ان کی بجائے فتح شاہ کو مکرر تخت نشین کر دیا۔ تب میر صاحب ممدوح واپس دارالسلطنت

کشمیر میں وارد ہوئے اور یہیں اقامت اختیار کر لی۔ موسیٰ رینہ مذکور نے دورِ الملک ہی میں ان کے لئے ایک بڑی خانقاہ تعمیر کرا دی۔ اب یہ گل کھلے اور مسلمانوں میں قتل و غارت شروع ہو گیا۔ کچھ شیعہ داعی گرد و نواح کے مواضع میں جا کر سُنی۔ باشندوں اور ہندوؤں کو زبردستی شیعہ بنانا شروع کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس دہلہ میں ۳۴ ہزار ہندو شیعہ ہوئے اور جو سنی شیعہ ہوئے ان کا

تو کوئی شمار ہی نہیں۔ یہ دعوت ۱۱ سال تک جاری رہی۔ حتیٰ کہ میر شمس الدین کو قتل کر دیا گیا۔

تصانیف کتاب الاحوط۔ کاجی چاک کے لئے لکھی گئی۔ جو فروع و اصول میں مبسوط کتاب ہے (بروایت محمد بن قاسم در تاریخ)

کہا جاتا ہے کہ میر شمس الدین نے ایک نیا ملک اختراع کیا۔ نور بخشی اور فقہ میں ایک کتاب لکھی جس کی جزئیات نہ سنی فقہ کے موافق تھے اور نہ شیعہ فقہ کے موافق اس کتاب میں لکھتے ہیں۔ ”مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ امت میں شریعت محمدیہ کے بارے میں جو اختلافات رونما ہو گئے ہیں انہیں دور کر کے شریعت کی وہی صورت و ہیئت بنادوں جو نبی علیہ السلام کے عہد باسعادت میں تھی دوم امت محمدیہ اور دوسری ائمہ میں جو اختلافات ہیں انہیں بھی رفع کر دوں، چنانچہ بہت سے لوگ ان کے تابع ہو گئے اس فرقہ کے لوگ تینوں خلفاء اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم کو سب سے بڑے کرتے اور سید محمد نور بخش کے مہدی موعود ہونے کا اعتقاد رکھتے تھے۔

۲۵۔ مولانا شمس الدین کشمیری

”الشیخ الفاضل“ شمس الدین حنفی کشمیری المشہور بہ پال۔ کہ کشمیر کی آزادی اور صدقِ مقال کے ساتھ فقہ و کلام میں بھی معروف تھے مع ہذا شریعت و طریقت دونوں کے جامع۔ گفتگو میں طبع اللسان مباحثہ میں مضبوط۔ معاصرین پر مناظرہ میں اکثر غالب آتے۔

مرزا حیدر گورگانی کی رحلت کے بعد حجاز تشریف لے گئے۔ اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔

(حدائق الحنفیہ)

۲۵۱۔ مولانا شمس الحق جون پوری

”الشیخ العالم الصالح“ شمس الحق حنفی جون پوری المشہور بہ حقانی۔ ممتاز از شیخ چشتیہ شیخ محمد بن عیسیٰ جون پوری سے طریقت اخذ کی۔ جس کے لئے نبیوں ان کی صحبت میں رہے۔ تا آنکہ اس مرتبہ کمال تک جا پہنچے۔ کہ اپنے اقران علماء و صوفیہ ہر دو میں فائق ہو گئے۔ اور دریں و افادہ میں نام پیدا کیا۔

سماع کے مشاق اور وجد و حالت سے بہرہ مند، بعض اوقات ان احوال میں الیامعوم ہوتا کہ روح نفس عنصری سے پر واز کر گئی ہے۔ تبلیغ کے باب میں بادشاہ اور فقیر دونوں ان کے نزدیک برابر تھے۔ کسی کی ملامت کا دل پر اثر نہ ہوتا۔ اس لئے تو ان کا لقب حقانی پڑ گیا۔ علوم تعارفہ میں نوادر العصر سے تھے ان سے بے شمار افراد نے پڑھا۔ (دکنج ارشدی)

۲۵۲۔ مولانا شگرف الکنانی

”الشیخ الفاضل“ ملا شگرف کنائی کشمیری۔ اپنے دور کے اساتذہ سے پڑھنے کے بعد حرمین شریف لے گئے۔ مکہ مکرمہ میں شیخ ابن حجر ہیتمی سے حدیث پڑھی۔ دیارت و حج کے بعد واپس کشمیر تشریف لے آئے اور تدریس و افادہ شروع کر دیا۔
شیخ (نامش ندارد) کشمیری کے پاس ابن حجر ممدوح کا وہ اجازہ دیکھا۔ جو اسماء الرجال کی ایک کتاب کے مقتوی پر لکھا ہوا تھا (بحوالہ تاریخ اعظمی) اور صاحب تاریخ مذکور نے یہ بھی لکھا ہے کہ :-

یہ کتاب تاہنوز مع کتاب شمائل الترمذی میرے ہی پاس ہے۔ یہ اجازہ ملا شگرف کے ہاتھ سے شگرف ہی کی روشنائی سے لکھا ہوا ہے۔ اور ان کا نام شگرف نہیں بلکہ شگرف کی روشنائی استعمال کرنے کی وجہ سے ان کا نام ملا شگرف پڑ گیا۔ وہ علم پر گوار ہیں مفتی فیروز کے (از روحہ)

۲۵۳۔ شیخ شہاب الدین جون پوری

”الشیخ الصالح“ شہاب الدین حسینی جون پوری یکے از مشائخ سہروردیہ مرید شیخ برہان الدین محمود الحسینی از مشائخ صدر الدین محمد ابن احمد حسینی بخاری اچھی۔ اور ان کے ابتدائی مریدوں میں سے ہیں شیخ علی بن قوام الدین جون پوری ہیں۔ (عاشقینہ)

۲۵۴۔ شیخ شہاب الدین ہروی

م ۹۲۲ھ

الشیخ شہاب الدین حقیری ہروی نزہیل و دین ہند۔ جملہ علوم میں تبحر۔ اور شعر و محکمہ وغیرہ میں طرۃ امتیاز حاصل تھا۔

رسالہ در توافیق آیات متعارضہ۔ مثلاً

تصانیف | ان اللہ خلق الارض والسموات فی سبعة ايام — و

ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستة ايام

کے لفظ سبعة دستہ میں رفع تعارض۔

اس رسالہ کے سوا اور بھی کئی رسائل ہیں

براہیونی نے لکھا ہے کہ شیخ محدث جمال الدین ہروی نے آیات متعارضہ میں توافیق پر جو ایک مرتبہ دو جہوں سے اظہار کیا۔ تو شیخ شہاب الدین (صاحب ترجمہ) نے ان کے بیان کردہ ہر دو جہ پر کچھ اور اضافہ کیا جو علما نے قبول کر لیا۔ آپ بکرات سے واپسی پر اسودہ ملد ہوئے۔

۲۵۵۔ مولانا شہیدی قمی ملک الشعراء

م ۹۳۵ھ

”الشیخ الفاضل“ شہیدی القمی شاعر المشور بہ فضل و کمال۔ آپ کو والی تبریز یعقوب نے

اپنے تقرب کا اعزاز بخش کر ملک الشعراء کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ مدتوں انہیں مذکور کے ساتھ گزارنے کے بعد ہندوستان آکر گجرات میں اقامت فرما ہوئے۔ یہاں برسوں رہے اور یہاں کے رڈسا سے پیش بہا تحائف حاصل کئے۔

محمد بن قاسم لکھتے ہیں کہ جب اسماعیل عادل شاہ بجاپوری نے ۳۳۷ھ میں احمد آباد فتح کیا۔ جس میں اُسے بے حساب غنیمت حاصل ہوئی۔ تو حضرت شہیدی بادشاہ محمود کے پاس آئے۔ بادشاہ نے خزانچی کو حکم دیا کہ مولانا شہیدی جس قدر اشرافی اٹھا سکیں۔ ان کی نذر کر دی جائیں۔

مولانا نے فرمایا: ”جب میں گجرات سے چلا تو مضبوط و توانا تھا۔ مگر سفر کی کلفت نے کمزور کر دیا ہے۔“ بادشاہ نے فرمایا کہ آپ ایک مرتبہ کچھ لے جائیے، یہ پہنچانے کے بعد دوسری مرتبہ تشریف لائیے۔ تو اور لے جائیے۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ ”دیر تاخیر آفتنا است و طالب را دیال دارد۔“

یہ کہنے کے بعد آپ خزانہ میں دو مرتبہ تشریف لے گئے۔ اور اشرافی کی بوری دو مرتبہ اٹھائی۔ جب انہیں الٹ کر گنا گیا تو پچیس ہزار تھیں۔ بادشاہ نے ہنس کر فرمایا۔ مولانا نے سچ فرمایا تھا کہ ان میں قوت نہیں!

زمانہ بر سر آزار ما است خوئے تو دارد

اپنے تذکرہ میں :- ہمیں سزا است کہے را کہ آرزوئے تو دارد
سام مرزا نے لکھا ہے کہ ان کا انتقال ۹۳۵ھ میں ہوا۔ مگر یہ صحیح نہیں۔ ملا قاطعی نے لکھا ہے کہ وہ سرخیز (نام مقام) علاقہ گجرات میں آسودہ لحد ہوئے۔

۲۵۶۔ سید شیخ ابن عبد اللہ حضرمی احمد آبادی

”الشیخ الکبیر السید شیخ ابن عبد اللہ السعیدی موس الحسینی الحضرمی۔ احمد آبادی۔ جن کی ذات کے اندر شہروں اور نندگان خدا کے لئے منفعت عام تھی۔“

شیخ شلی نے اپنی تالیف المشر الروی میں لکھا ہے کہ آپ ۸۱۹ھ میں ترمیم (بستی) میں

کے اندر پیدا ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد جملہ علوم پڑھے۔ اساتذہ میں ان کے والد اور امام شہاب الدین بن عبد الرحمن بیہقی اور شیخ عبد اللہ بن محمد باقر مصنف الغلائد میں۔ صاحب ترجمہ یہاں سے یمن کے لئے روانہ ہوئے۔ تو راستے میں عدن اتر پڑے۔ جہاں شیخ محمد ابن عمر باقنام وغیرہ سے استفادہ کے بعد اپنے والد ہی کے ہمراہ ۹۳۸ھ میں حجاز وارد ہوئے۔ زیارت و حج سے سرفراز ہوئے۔

شیخ ابو الحسن بکری کے ہمراہ یکجا رہنے کا موقع ملا۔ اور ان سے بھی کچھ پڑھا۔ اب اپنے والد کے ہمراہ ندینہ طیبہ روانہ ہوئے۔ اور جہاں سے شہر ترمیم لوٹ آئے۔ جس کے بعد اپنے والد کے ہمراہ ۹۴۱ھ میں دوسری مرتبہ حج کیا۔ اور مکہ مکرمہ میں صلواتی سلف کے تین سال قیام کیا۔ یہاں طلب علم اور کثرت عبادت شعار رہا تھا۔ اس دوران میں شیخ شہاب الدین احمد بن حجر بیہقی علامہ عبد اللہ بن احمد فاکہی اور ان کے بھائی عبد القادر بشمول علامہ عبد الرؤف بن یحییٰ و علامہ محمد بن الخطاب مالکی سے برسوں ان کی خدمت میں رہ کر پڑھا۔ یہاں تک کہ دین کے دونوں مآخذ تفسیر و حدیث کے علاوہ فقہ و ادب و تصوف و فرائض و حساب ہر ایک میں کمال حاصل کیا۔ آپ کثیر الطواف و عمرہ تھے۔ اور جب تک مکہ مکرمہ رہے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر زیارت ہوتی رہی۔ آخر ترمیم روانہ ہوئے۔ اور وہاں حافظ عبد الرحمن بن دبیع سے پڑھا۔ اور شجر میں شیخ کبیر احمد بن عبد اللہ افضل شہید سے بھی پڑھا۔ ان کو کئی مشائخ کی طرف سے تمام کتابوں اور روایات کا اجازہ حاصل تھا۔ اسی طرح بے شمار صوفیہ سے خرقہ عطا ہوا۔ اور اسی طرح ان گنت حضرات نے فصل خصومات اور خرقہ کا اجازہ بیت فرمایا۔ آپ ترمیم میں مسلسل تیرہ سال تک مقیم رہنے کے بعد ۹۵۸ھ میں ہندوستان آگئے اور احمد آباد میں وزیر عماد الملک کے میزبانی رہے۔ یہاں عوام کی نفع رسانی اور تدریس و مشاغل تھے۔ علاوہ ان کے بیٹے عبد القادر اور پوتے محمد بن عبد اللہ سواتی اور سید ابن علی مصنف الوہب و شیخ احمد بن علی البکری و عبد اللہ ابن احمد فلاح و شیخ محمد بن احمد فاکہی اور شیخ حمید بن عبد اللہ سندھی ہیں۔

تھیں انہوں نے کئی مفید کتابیں لکھیں۔ (۱) العقد النبوی (۲) السرمصطفوی

(۳) کتاب القوز (۴) البشری (۵) تحفة المرید کی دو شرحیں (۶) حقائق التوحید (ب) سراج النور
(۷) المولد ان جن میں ایک مفصل ہے اور دوسری مختصر (۸) رسالہ در معراج - (۸) رسالہ فی العدل
(۹) در ورد اسمہ الحرب النفس (۱۰) نفحات الحکم علی لایمة العجم و تصوف کے مصطلحات پر مگر مکمل نہ ہو
پائی (۱۱) اشعار کا دیوان - ان میں یہ شعر ہیں -

لنا بالرسول المصطفیٰ خیر نسبتہ مسلسلہ تغلو علی کل دلتہ

ہیں رسول مصطفیٰ سے بہتر نسبت حاصل ہے جو ہر درجہ میں مسلسل اور بلند ہے

انتم علم اللہ جوہر سچہ ذواہر حلم قدوۃ الطریقتہ

ہمارے مقتدا علم الہی کے پیشوا اور اس کے اسرار کے جوہر ہیں — جیسے روشن ستارے
اور طریقت میں منتخب ہیں۔

تجلت والبد و در طوالع نجوم لنا بالسعد منہ استمدت

وہ روشن آفتاب اور درخشاں ماہتاب ہیں — ایسے ستارے جو سعد ہیں اور ہمارے مددگار ہیں۔

دوسرے شیخ احمد بن علی بکری مکی ہیں جن کے کتابچہ کا نام نزمینہ الاخوان ذالنفوس فی مناقب

شیخ بن عبد اللہ السعید روس ہے۔ تیسرے شیخ کے صاحبزادہ عبدالقادر ہیں جنہوں نے اپنی

کتاب الفتوحات القدوسیہ فی الحرفۃ السعید اور سیہ میں ان کا مبسوط تذکرہ کیا ہے۔ اور ان کے
سوا اور دن نے بھی۔

آپ نے نعمت آباد کے اندر ۳۲ سال اقامت فرمائی اور یک شنبہ کی رات بتاریخ

۲۵ ماہ رمضان ۹۹۰ھ کو احمد آباد ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۲۵۷۔ شیخ شیخ جیو گوشتراقی

م ۹۳۱ھ ۲۰ ربیع الثانی

”الید الشریف“ شیخ جیو بن محمود ابن عبد اللہ بن محمود الحسین الحمیدی البخاری الکجراتی یکے از مشائخ

مشہورین در کجرات مولد قریہ اسادل سن ولادت ۹۵۳ھ۔ اساتذہ: اپنے والد اور عم محمد بن

عبد اللہ الحمیدی البخاری سے پڑھا اور مسند شیعیت مزین فرمائی۔ آپ سے بے شمار مشائخ طریقت

نے فیض حاصل کیا (المرآة)

۲۵۸۔ شیخ المشائخ سدھوری

”الشیخ العالی“ شیخ المشائخ بن خواجگی ابن خیر الدین بن نظام الدین انصاری الہروی ثم سدھوری
پیداوار وہیں ایک قصبہ ہے جو آپ کا مولد و منشا تھا۔ اساتذہ میں آپ کے والدین کی خدمت
میں برسوں رہے اور آپ سے بے شمار افراد نے استفادہ کیا۔

۲۵۹۔ شیرشاہ السوری سلطان الہند

م ۹۵۲ھ ۱۲ ماہ ربیع الاول

”السلطان العادل“ شیرشاہ بن حسن خان ابن ابراہیم سوری۔ نام فرید خان اور افاغنه
کے مشہور قبیلہ سور سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان کے دادا ابراہیم کوہ رود سے ہندوستان منتقل ہو گئے۔ جہاں ان کے بیٹے حسن خان
نے امیر جمال خاں افغان کے ہاں ملازمت کر کے نام پیدا کیا۔ جمال خاں نے سہرام اور خواں
پور دو پر گئے نواح رہتاس میں ان کو جاگیر میں عطا کر دیے۔ یہ (فرید خاں عرف شیرشاہ) اپنے
والد کے بڑے فرزند تھے جن کی والدہ ایک افغان خاتون تھی۔ مگر جب ان کے والد حسن خان

نے ایک اور خاتون سے عقد کر کے اس سے ربط ضبط بڑھا دیا۔ تو شیرشاہ (فرید خان) وہاں سے
جون پور چلے آئے۔ اور مدتوں قیام کیا۔ یہاں انہوں نے گلستان، بوستان، سکندر نامہ، کافیتہ
حاشیہ ادران کے سوا چند اور علوم متعارفہ پڑھے۔ بعد میں جب ان کے والد حسن خان جون پور آئے
تو ان کے چند دوستوں نے فرید خان کو ان کی خدمت میں پیش کیا۔ اب وہ فرید خان کو اپنے
ہمراہ لے گئے۔ اور انہیں اپنی جاگیروں پر نگرانی سونپ دی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد جب حسن خان
کے دوسرے حرم کی اولاد ادران کی والدہ نے فرید خان کا گلہ کیا۔ تو باپ نے انہیں معزول
کر کے احمد اور سلیمان کو یہ نگرانی سپرد کر دی اور فرید خان آگرہ کی طرف چلا گیا۔ جہاں اس نے
دولت خان کے مصاحبین میں شامل ہو کر کئی برس ان کی خدمت میں گزارے۔

جب فرید خان کو والد کے انتقال کی خبر پہنچی۔ تو سہرام لوٹ کر اپنے والد کی جاگیر کی نگرانی خود شروع کر دی۔ جس کے مہادی میں وہ اپنے بھائیوں پر غالب ہو کر بعدہ دوسرے امرا کو سر کیا۔ جس سے اس کا رعب ہر طرف بیٹھ گیا۔

ادھر اس نے بہار کے سربراہ سلطان محمد سے رابطہ بڑھانے کی تگ و دو کی۔ حتیٰ کہ اس کے ندیا میں شامل ہو گیا۔ سلطان محمد وح نے اُسے (فرید خان کو) شیر خاں کا لقب دیا۔ مگر تھوڑے سے وقفہ کے بعد دونوں میں بد دلی ابھر آئی۔ سلطان بہار شیر خاں پر خفا ہو گیا۔ اور اپنے ایک ماتحت انسر کو حکم دیا کہ جون پور کی جاگیر میں ان کے بھائیوں پر تقسیم کر دی جائیں۔ چنانچہ محمد خان لشکر لے کر جون پور جا پہنچا۔ جہاں اُسے فرید خان کے ماتحتوں شکست ہوئی۔ پھر فرید خاں اپنے علاقہ سے نکل کر جنید برلاس نائب پرگنہ کوٹہ کے پاس آیا۔ جو سلطان بابر تیموری کی طرف سے وہاں کا والی تھا۔ اس وقفہ میں برلاس آگرہ جانے کے لئے کمر باندھ رہا تھا۔ جو اپنے ہمراہ انہیں بھی لے گیا۔ اور انہیں بابر کے حضور پیش کیا۔ اور وہ بابر کے خواص میں شامل کر لیا گیا۔ فرید خان برسوں ان کے پاس رہا۔ آخر وہ بہار چلا گیا۔ اور سلطان محمد مذکور کے پاس مدتوں رہا۔ مگر جب محمد نے انتقال کیا۔ اور اس کی سلطنت کا والی اس کا فرزند جلال خاں ہو گیا۔ تو سلطنت کے جملہ امور کا انصرام اس (فرید خان کے) سپرد ہوا۔ اور جلال خاں کو ایک طرف ہونا پڑا۔

اس دوران میں محمود شاہ بن سکندر خاں لودھی نمودار ہوا۔ وہاں کی رعایا اس کی ماتحتی پر متفق ہو گئی۔ اور اُسے بہار کا مختار مطلق تسلیم کر لیا۔ تب شیر خاں بھی لودھی کی اطاعت کرنے پر مجبور ہو گیا۔ مگر جب محمود شاہ اپنا لشکر لے کر بابر تیموری سے مقابلہ کے لئے بڑھا تو محمود کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ جس پر فوجیں ایک طرف ہو گئیں۔ اب شیر خاں دوسری مرتبہ بہار پر بلا شکست غیرے قابض ہو گیا۔ اور ذرا دیر بعد اُس نے بنگال پر حملہ کر کے اُسے اپنے ماتحت کر لیا۔ ادھر سے سلطان ہمایوں بڑھا۔ اور بنگال پر قابض ہو گیا۔ جہاں وہ تین ماہ تک رہا۔ ہمایوں کے بعد جہانگیر قلی بنگال پر چھا گیا۔ یہ ایک شکری تھا۔

سلطان ہمایوں نے ادھر اپنے بھائی ہندال مرزا کی سرزنش کے لئے آگرے کا رخ کیا۔ مگر جب وہ مقام چوسہ پر پہنچا۔ تو شیر شاہ دونوں کے درمیان حائل ہو کر ہمایوں سے ٹکرا گیا۔ معرکہ

کارن پڑا۔ اور ہمایوں کو شکست ہوئی۔ یہ واقعہ ۹۴۶ھ کا ہے۔ شیرخان بنگال کی طرف لوٹا۔ اور اس نے جہانگیر قلی کو دلاں سے نکال دیا۔ شیرخان نے اس موقع پر خود کو شیرشاہ کے لقب سے ملقب کیا۔

شیرشاہ نے آگرے کا قصد کیا۔ مقام قنوج پر ۹۴۷ھ کی لڑائی میں ہمایوں کو شکست دی ہمایوں نے آگرے سے لاہور کا رخ کیا تو شیرشاہ بھی اس کے تعاقب میں تھا۔ جس نے ہمایوں کو لاہور سے سندھ کے بعد سندھ سے افغانستان کی طرف دھکیل دیا۔ اب وہ تنہا ہندوستان کے سیاہ و سفید کا مالک تھا۔

اوصاف شیرشاہ عمدہ سلاطین سے تھا۔ عدل گستر۔ سخاوت پیشہ۔ رحیم و کریم۔ دلاور اور بہادر، وہ جب کوئی دروازہ کھولنے کے لئے بڑھتا تو کامیاب ہو کر اندر آتا۔ اور جب کسی مہم کا آغاز کرتا تو اس میں کامیاب ہوتا۔ مگر یہ دور اس کی کبر سنی کا دور تھا۔ جس پر وہ خود بھی افسوس ظاہر کرتا۔

شیرشاہ نے اپنے اوقات مقرر کر رکھے تھے۔

۱۔ دن کا اتنا حصہ عبادت کے لئے

۲۔ " " " " عدل و انصاف کے لئے

۳۔ " " " " لشکر کی دیکھ دیکھ کے لئے

آخر شب میں بیدار ہوتا۔ غسل کر کے تہجد ادا کرتا۔ گھڑی تک تعقیبات صلوٰہ میں مصروف رہتا۔ پھر مختلف شعبوں کے دفاتر دیکھتا اور ان کے سربراہوں کو ہدایات کرتا۔ اپنا نقشہ ضبط اوقات ملاحظہ کر کے دیکھتا کہ کسی معاملہ میں کوتاہی تو نہیں ہو گئی۔ پھر وضو کر کے نماز فجر باجماعت ادا کرتا۔ اور پھر اوراد میں مصروف ہو جاتا۔ جس کے بعد اربعین دولت کی پیشی ہوتی جو سب سے پہلے سلام پیش کرتے۔ اب وہ نماز اشراق کے لئے قیام کر کے عوام کے عرضی عجے دیکھتا۔ محتاجوں کی امداد پر متوجہ ہو کر کسی کو اسپ۔ کسی کو جاگیر اور کسی کو نقد عطا کرتا۔ یہ اس لئے کہ ضرورت مند دوسرے اوقات میں آکر خلل انداز نہ ہوں۔ دوسرا مرحلہ مظلوموں کی داد رسی کے لئے ہوتا۔ جس میں وہ بے حد غور کر کے فیصلے نافذ کرتا۔

اشراق ہی کے بعد لشکروں کا معائنہ ہوتا۔ سوار یوں اور اسلحہ کو جانچتا۔ اور جو شخص اس خدمت سے دستبردار ہونے کی درخواست کرتا۔ اُسے سمجھا بچھا کر مطمئن کرتا۔

بعد ازاں | محاصل کے کھاتے پیش ہوتے۔ امرا اُسے دولت و مزارعین و سفراء حکومت و کلائے سلطنت کی ملی جلی مجلس قائم ہوتی۔ جس کے بعد عمال حکومت اور نذیبوں کی موصول شدہ درخواستیں پیش ہوتیں۔ جن میں سے ہر ایک کے جواب لکھواتا۔ پھر وہ دسترخوان پر آ بیٹھتا۔ جس پر علما و مشائخ بھی ہوتے۔ ان کے ساتھ تک مختلف موضوعات پر گفتگو رہتی۔ تناول طعام سے فارغ ہو کر قدرے قیلولہ کرتا۔ اور نیند سے بیداری کے بعد نماز ظہر باجماعت ادا کر کے تلاوت کے لئے بیٹھ جاتا۔ پھر سلطنت کے امور پر گفتگو کرتا۔ — الغرض اس کے معمولات مقرر تھے۔ جو خلوت و جلوت دونوں میں یکساں سرانجام دیتا۔ وہ اکثر کہا کرتا۔ بڑا آدمی وہی ہے جو ضروری امور پر اپنی توجہ مرکوز رکھے۔ وہ یہ بھی کہتا کہ عدل و انصاف ایسے صفات سے ہیں جو مسلم اور کافر دونوں کے نزدیک قابلِ تعریف ہیں۔ شیر شاہ ہمیشہ اچھے کاموں پر مائل رہتا۔ وہ کہتا کہ مختار شخص کے لئے شایاں نہیں کہ بڑے امور کے سامنے چھوٹے کاموں کو نظر انداز کرتا ہوا انہیں ماتحت عملہ کے سپرد کر دے وہ (ماتحت) تو اس قابل ہی نہیں ہوتے۔ اگر ان کی توجہ ہو بھی جائے تو رشوت و طمع کر کے ان امور میں خرابی پیدا کر دیتے ہیں۔

وہ رہنروں، چوروں، باغیوں اور بدکردار پر سخت لگائی کرتا۔ اور سزا دہی میں کبھی تغافل نہ کرتا۔ اگرچہ اس کے اقارب اور سسرال ہی کیوں نہ ہوں۔ شیر شاہ پہلا بادشاہ ہے جس نے سلطان علاؤ الدین خلجی کے بعد بادشاہی کے قانون وضع کئے اور انہیں اپنے سے بعد آنے والوں کے لئے دستاویز کی صورت بخش دی۔ اس کے ساتھ فوجی قوانین بھی تدوین کئے اور ان کی تنظیم کے لئے جدید اسلوب وضع کئے۔ اس نے مالی قانون بھی مقرر کئے۔ سکہ جات کے لئے بھی اور دوسرے قوانین بھی۔

لشکر کی سوار یوں اور بازو داری کے جانوروں کو داغنے اور انواع میں بھرتی کا قانون وضع کیا۔ داغنے کا طریقہ یہ تھا کہ لشکر کے سربراہ اپنے مملوک غلاموں کا فوجی دستہ پیش

کرتے۔ رہا آگ میں گرم کر کے ان کے گھوڑوں کو داغ دیئے جاتے۔ گھوڑوں کا حلیہ لکھا جاتا جس میں ان کی نسل کا، وطن ہوتا، قد ہوتا، عمر ہوتی اور ان کا خاص وصف از قسم خطوط و جلد ایک خاص ورق پر ہوتے۔

سپاہیوں کا کام۔ جب تک وہ جنگ سے فارغ ہوں۔

۱۔ بستیوں کا گشت اور اچھے بڑے لوگوں کی پڑتال کرتے رہیں۔

۲۔ جہاں ضرورت ہو۔ مٹی کے قلعوں کی تعمیر کریں۔

۳۔ ان کو مزارعات کی حفاظت پر پابند رکھنا۔ اور اس کی خلاف ورزی پر سخت سزا۔

جس کے لئے ایہ مقرر تھے۔ وہ رپورٹ کرتے۔ اور کسانوں کے نقصان کا معاوضہ سپاہی سے دلوا دیا جاتا۔

۴۔ سپاہیوں کو پابند کر دیا کہ رعیت کے کسی فرد کو لڑائی کے زمانے میں گرفتار نہ کریں۔

۱۔ سالانہ اراضی کی مساحت

مالی قوانین

۲۔ لگان پیداوار کے مطابق جس میں کسان سے ۱/۳ حصہ لیا جاتا۔

۳۔ لگان کے بعد ان پر کسی قسم کا ٹیکس نہ تھا۔

۴۔ بیرونیوں سے دو مرتبہ ٹیکس لیا جاتا۔ شہروں میں اجناس لے کر داخلہ پر اور فرد

اجناس پر،

تقسیم اضلاع اس نے ملک کی تمام اراضی کو ۱۱۶ پر گنوں میں محصور کر دیا تھا۔ اور پر گنے

کے متولی کے ذمے اس کا نظم و نسق تھا۔ عامل یا متولی کے عہدہ کا نام

شقدار تھا۔ اور خاندان کا فوطہ دار۔ ہر ایک کے ماتحت دو دو محرم تھے۔ ایک ہندی میں

لکھنے والا اور دوسرا فارسی کا منشی۔ یہ عہدہ دار امین کہلاتے ان کے اختیارات رعایا کے

باہمی مقدمات کے علاوہ ان کے دور سلطنت کے درمیان مالیات وغیرہ کے مقدمات

سہی طے کرنے کے مجاز تھے۔

ایک عہدہ منصف کا تھا۔ یہ دیکھتے کہ شاہی ملازم رعایا پر ظلم و زیادتی تو

منصف

نہیں کرتے۔

فوجدار۔ اس منصب پر سرکاری امراء میں سے کوئی صاحب متعین ہوتے جو سرکاری عملہ پر چوکائی رکھتے۔

صدر شقذار۔ اوپر کے عمال سلطنت پر نگران۔

صدر منصف۔ صرف منصفین کے محاسب۔

ان مناصب پر امراء نے سلطنت ہی متعین ہوتے، یہاں اب مناصب فوج کے مقدمات بھی سنتے۔

سکست شیر شاہ نے سکست جہات بھی جاری کئے اور ان کے اندر ملاوٹ کا بہت خیال رکھا۔ اس کا قانون ہی بنادیا۔

ان قوانین کے سوا اور اور قانون بھی تھے جن کی تفصیل فراہم نہیں ہو سکی۔
شاہراہیں اس نے سار گاؤں بنگال سے لے کر ایک سڑک نکالی۔ جو نیلاب سندھ تک پہنچائی۔ اس کا طول ۱۵ سو کوس تھا۔ اور یہ کوس موجودہ پیمائش سے ۲ میل کا تھا۔ ہر ایک کوس پر رباط (چوکی) تعمیر کرائی۔ جس میں ہندو اور مسلمان دونوں کا علیحدہ علیحدہ کھانا رہتا۔ جو رہگذاروں کی مہمانی کے لئے ہوتا۔ ہر چوکی میں پختہ مسجد۔ موزن اور امام مقرر ہوتا۔ ایک چوکی چھوڑ کر دوسری چوکی تک ڈاک کا انتظام تھا۔ جس میں نیلاب سے لے کر بنگال تک روزانہ ڈاک جاتی۔ سڑک کے دونوں طرف پھل دار درخت تھے جن میں جامن اور آم کا تناسب زیادہ تھا۔ اور ان سب درختوں کے پھل ماندہ عام تھا۔ اسی طرح آگرہ اور مندو (مالوہ) جن کی درمیانی مسافت تین سو کوس تھی۔ اس میں پھل دار درخت۔ چوکی۔ چوکی کے اندر مسجد۔ مسجد میں امام و موزن اور ہندو مسلمان دونوں کے لئے خور و نوش کے مطبخ تھے۔ شیر شاہ کے عہد حکومت میں امن اس حد تک پہنچا تھا۔ کہ ایک بڑھیا سامان لے کر جنگل سے گذرتی اور کوئی اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھا سکتا۔

شیر شاہ کو ایک ہی مظل رہا کہ یہ سلطنت اسے بوڑھا پے میں ملی۔ وہ کہا کرتا کہ اگر زمانہ میرے ساتھ موافقت کرتا۔ تو میں خلیفۃ المسلمین کی طرف خط لکھتا کہ وہ فارس پر ادھر سے بلخار کے اور میں ادھر سے تاکہ ان ادباشوں کو بلیا میٹ کر دیا جائے جو حاجیوں پر حملہ کر کے ان کا سامان

لوٹ لیتے ہیں اور ہم دونوں مل کر مکہ معظمہ کے لئے ایک ایسی شاہراہ بنوادیں جو ان رہنروں کے
خطرات سے محفوظ ہو۔ مگر اس کے یہ مسودات مکمل ہونے سے پہلے موت نے اُسے قبر میں سلا
دیا۔

۲۶۰۔ مولانا شیر لاہوری

م ۹۹۲ھ
۱۵۸۵ء

”الشیخ الفاضل“ شیری ابن یحییٰ الصیاد لاہوری۔ شعر و ادب میں ممتاز دوراں مولد
و منشا قریہ کو کو در نواح لاہور اپنے والد سے پڑھا۔ اور مختلف فنون میں امتیاز حاصل کیا۔
بے حد ذہین اور طباع تھے۔ شعر کی تنقید اور عتابیات معاصرین پر فوقیت تھی۔ سلطان اکبر کے
حکم پر شری کرشن کے سوانح زندگی ہندی سے فارسی میں منتقل کیے اور فارسی میں دیوان چھوڑا۔
تا بڑا بد ہر دماں کشور بر انداز آفتے

فتنہ دیر کوئے حوادث کتھا خواہد شدن

باعقاب تر ضحواہ و خنجر ارباب شک

بارہ سراز ذمہ گردن جدا خواہد شدن

فیلسوف کذب را خواہد گر بیان پارہ شد

خرقہ پوش زہد را تقویٰ روا خواہد شدن

شورش مغراست اگر در خاطر آرد حالے

کز خلائی مہر پیغمبر جدا خواہد شدن

بادشاہ اسال دعویٰ نبوت کردہ است

گر خدا خواہد پس از سائے خدا خواہد شدن

مقام یوسف زئی یاغستان میں ۹۹۲ھ میں انتقال فرمایا۔
۱۵۸۵ء

۲۶۱۔ مولانا شیر علی سرہندی

م ۹۸۵
۱۵۴۴ھ

”الشیخ الفاضل“ شیر علی حنفی صوفی سرہندی۔ یکے از مشائخ مشہورین مشہور سلاسل تصوف میں منسلک۔ خصوصاً سلسلہ قادریہ میں! ۹۸۵ھ میں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۲۶۲۔ مرزا صادق اردوبادی

م ۹۹۴ھ بمابہ جمادی الاولیٰ

مرزا صادق شیعہ اردوبادی فاضل بزرگ از اہل بیت علمائے وقت۔ مولد و منشا اردوباد از آذربائیجان۔ اپنے دور کے مشہور اساتذہ سے پڑھا۔ اور ہندوستان میں احمد نگر (دکن) کو اپنا مستقر بنالیا۔ یہاں دس سال قیام فرمایا اور ملوک و امرا سے خوب خوب انعامات حاصل کئے۔ اور جب صلابت خان وزارت پر فائز ہوا۔ تو اُس نے آپ کو اعلیٰ مناصب اور جاگیر سے بالائے مال کر دیا۔ جس سے آپ بڑے لطف و عیش کی زندگی بسر کرنے لگے۔

آپ بلند پایہ فاضل تھے۔ شعر و ادب میں فقید المثال۔ شعر کہتے اور ان میں جلا پیدا

کر دیتے۔ نمونہ!

اے رہزنِ کاروانِ زہد و پیمیز
بدعت دوستی خصمِ آمیز

در کوئے تو از ہجومِ نظار گیاں

نہ جلئے ستادِ است نہ پائے گرینہ

ماہِ جمادی الاولیٰ ۹۹۴ھ میں احمد نگر کے اندر قتل ہو گئے۔

(بروایت محمد قاسم فرشتہ)

۲۶۳۔ قاضی صدر الدین لاہوری

م ۹۹ھ ۱۵۸۲ء ۱۵ رمضان المبارک

شیخ العالم الفقیہ صدر الدین ترمذی، مہاسی لاہوری، دین بھروج گجرات، علوم فقہ و کلام اور اصول و عربیت میں ممتاز العلما تھے۔ نصاب کا کچھ حصہ مخدوم الملک عبداللہ بن شمس الدین ملتانی سے اور کچھ حصہ دوسرے علما سے پڑھا۔ جیسا کہ بدایونی نے لکھا ہے اور یہ کہ آپ تحقیق علوم میں اپنے شیخ (ملتانی) سے افضل تھے۔ شیریں سخی سے بہرہ اندوز۔ بحث میں سلیقے سے گفتگو کرتے۔ جملہ فنون میں مطالعہ وسیع تھا۔ فراخ دلی سے مستفیض تھے۔ دیکھنے والا سمجھتا کہ اسباب نبوی کے اعتبار سے بالکل تہی دست ہیں۔ اگرچہ ایسا نہ تھا۔

بدایونی لکھتے ہیں۔ ایک روز انہوں نے کسی شخص کو مجذوبوں کے لباس میں دیکھا۔ تو اس کی تعظیم کے لئے دست بستہ کھڑے ہو گئے۔ مجذوب نے ان سے فرمایا کہ میں خضر سے آپ کی ملاقات کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر قاضی صاحب نے الہ کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور عرض کیا یہ تو تیری عنایت ہوگی۔ اگر آپ مجھے خضر تک پہنچا دیں۔ مجذوب نے کہا۔ مگر ان دنوں میں اپنی لڑکی کی تزویج کے بارے میں مغموم ہوں۔ اور اس کے لئے سات سو تنگہ درکار ہے۔ قاضی صاحب نے اسی لمحہ یہ رقم مجذوب کے سامنے رکھ دی۔ مجذوب انہیں ایک دریا کی طرف لے گئے۔ وہ خود طویل القامت تھے۔ ان کا بازو کپڑ کر دریا کے اندر بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ پانی ڈوبان آگیا۔ قاضی صاحب چلا اٹھے۔ اور فرمایا۔ بس مجذوب صاحب! کیونکہ محدود تیر نانہ جانتے تھے۔ مجذوب نے فرمایا۔ میں تو آپ کو خضر کے مقام پر پہنچا کر رہتا۔ اگر آپ ضبط نہیں کر سکتے تو میں بری الذمہ ہوں۔

بدایونی فرماتے ہیں کہ اکبر شاہ تیموری نے قاضی صدر الدین کو شہر بھڑوچ کا قاضی مقرر کر دیا۔ آپ تشریف لے گئے اور اپنی وفات تک وہاں ہی قیام فرمایا۔

علامہ مندوی نے گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ قاضی صدر الدین مرد صالح اور رقت سے بھرپور تھے۔ لاہور کے مجذوب شیخ موسیٰ ہداد کے فیض یافتہ تھے۔ ۹۹ھ ماہ رمضان کی ۱۵ تاریخ کے روز آسودۂ لحد ہوئے۔

۲۶۴۔ الشیخ صدر الدین سندھی

”الشیخ العالم“ الفقیہ صدر الدین سندھی، صوبہ سندھ کے اندر یکے از علما۔ ثے مشہورین۔ ہند تدریس آراستہ فرمائی۔ اور اپنی زندگی میں یہ فیضان عام کر دیا۔ فضلاء کی جماعت استفادہ کے لئے حاضر ہوتی۔ سید محمد ابن یوسف مددی جون پوری المشہدی جب سندھ تشریف لائے تو آپ سے مناظرہ کرنے کے بعد آپ کے تبحر کا معتقد ہو کر آپ کے مترشدین میں داخل ہو گیا۔ آپ سندھ کے بادشاہ لجام نظام الدین کے ہم عصر تھے۔

۲۶۵۔ سید صدر الدین قنوجی

”الشیخ الفاضل“ صدر الدین حنفی قنوجی اپنے زمانہ کے معروف علما اور سلطان سکندر بن بہلول لودھی کے ندیم تھے۔ ان کے حقیقی بھائی سید حسن اور سید امام بھی علما کے دُمرہ میں سے تھے۔ (ایجد العلوم مؤلفہ قنوجی)

۲۶۶۔ السید صفائی ترمذی

م ۹۹۱ھ بمابہ ذوالقعدہ ۶۱۵۸۳ھ

”الشیخ العالم“ الفقیہ السید صفائی بن مرتضیٰ الحسینی الترمذی المنتسب بہ شیر قلندر ابن بابا حسن ابدال قندھاری فقہ و اصول و ادب میں ممتاز علما سے تھے۔ سلطان محمود شاہ سندھی نے آپ کو شہر بھکر صوبہ سندھ کی قضاہ سپرد کر دی۔ اور اللہ نے آپ کو اولاد صالح عطا فرمائی۔ جس میں محمد معصوم مؤلف تاریخ سندھ ممتاز تھے۔ ماہ ذیقعدہ ۹۹۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۲۶۷۔ خواجہ صفی رومی

م ۹۵۳ھ ۶۱۵۲۴ھ

”الامیر الکبیر“ خواجہ صفی رومی۔ سلمان ترکی الشید السعید کا آزاد کردہ غلام۔ لقب خداوند خان

تھا۔ ۹۳۷ھ میں سلمان مذکور کے بھائی مصطفیٰ کے ہمراہ گجرات آیا۔ اور مصطفیٰ نے اسے ہندوستان کی بندرگاہوں کا نگران مقرر کر دیا۔ اس نے بہادر شاہ گجراتی کے عہد میں سوات کا قلعہ تعمیر کرایا۔ مگر جب بہادر شاہ نے ہمایوں سے شکست کھا کر دیو کاڑخ کیا۔ تو خواجہ عسقر جو اس وقفہ میں مصطفیٰ مذکور کا ذیل تھا۔ آگے بڑھا اور بہادر شاہ کی رکاب پر سوار ہو کر مصطفیٰ خائن سے برأت کا اظہار کیا۔ اور اس کی رکاب پر ہاتھ رکھے ہوئے دیوین داخل ہوا۔ اس نے بہادر شاہ کو تمام خفیہ مورچے دکھا دیے۔ ان میں سے جو مورچے کمزور تھے۔ ان کی درستگی کا مشورہ پیش کیا۔ پھر اس نے خاص سلمان دستہ طلب کر کے بہادر شاہ کے سامنے پیش کیا۔ بہادر شاہ حیران رہ گیا۔ اور اس نے مصطفیٰ کی تحویل کے بندرگاہ دیو، سوات، راندھیر، تھانہ و دمن ہر شش صفر کے نام منتقل کر دیے اور عسقر کو حکم دیا کہ تمام حکام رعایا کو طلب کر دے۔ اور دیو کو آباد کرنے کا حکم دیا۔ پھر کہا کہ دیو کو ہمایوں کے محلے سے بچایا جاسکتا ہے؟ صفر نے کہا بچا لینا ممکن تو ہے۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ مصطفیٰ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ صفر نے کہا وہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ پھر بہادر شاہ نے دیو کے مخدوش مورچے مضبوط کر دیے اور جنگ کرنے کے لئے کمر باندھ لی۔

وہ نو ساری (مقام) کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کے گرد و نواح کو مستحکم کر لیا۔ اس طرح بچے بعد دیگرے تمام شہروں کو مضبوط کرتا ہوا سوات اور وہاں سے بڑوچ پہنچا۔ خان جہاں اس کے ہمراہ تھا۔ آخر وہ احمد آباد آ پہنچا اور اس نے تمام صوبہ اپنے ماتحت کر لیا۔ یہ واقعہ ۹۴۲ھ کا ہے جس سے کچھ عرصہ بعد بہادر شاہ قتل ہو گیا۔ جیسا کہ اس کے تذکرہ میں نمبر ۱۰۵ میں مذکور ہوا ہے۔ اس موقع پر صفر بھی اس کے ہمراہ تھا جسے اس کے شناخت کرنے والوں نے پکڑ لیا۔ پہلے سے صفر یہ کہا کرتا کہ جان پہچان اگر چہ یاد دے کتے سے کیوں نہ ہو۔ مگر وقت پر وہ بھی کام آجاتا ہے آخر اس کے ثنا سنانے سے بچا کر اپنے ہاں چھپائے رکھا۔ پھر اسے ظاہر کیا گیا۔ تو اس سے یہ خمد و پیمان ہوا کہ وہ دیو میں رہ کر تجارت کا پیشہ کرے۔ آخر اس کی زندگی بچ ہی گئی۔ کچھ عرصہ بعد وہ دیو کے موجودہ حکام کے پاس آیا تو اس وقفہ کے حکمران سلطان محمود شاہ نے اسے خداوند جہاں کا خطاب دے کر اسے دیو جانے کا حکم دیا۔ وہ ۹۵۲ھ میں شہر سوات میں وارد

ہوا۔ اور راناں کے وکیل کی طرف جو سوات میں تھا۔ یہ لکھا کہ اپنے بیٹے محرم کی سرکردگی میں تمام فوج و خزانہ اور اسلحہ و بار برداری کے آلات سب کچھ بھیج دے۔ یہ سامان حاصل ہو جانے کے بعد وہ دیوروانہ ہو گیا مگر حیب وہ نواں گر پہنچا جو دیو سے تین ہی فرسخ پر تھا۔ تو بھاری سامان چھوڑ چھاڑ کر سپاہی اور اسلحہ لے کر دیو میں داخل ہوا۔ اور اس نے پیش قدمی شروع کر دی۔ فریق مقابل بھی جنگ کرنے پر آمادہ تھا مگر وہ قلعہ کی طرف قدم بہ قدم بڑھتا گیا۔ اور ایک تنہا کے مطابق مال کی خیرات شروع کر دی۔ جس سے وہ محتاج ہو گیا۔ تب اس نے اپنے وزیر افضل خان کی طرف روانہ بھیجوانے کے لئے لکھا۔ مگر اس نے ایک جہت تک نہ بھیجا۔ آخر اس نے قلعہ پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں بہت سے محصورین مارے گئے اور اکثر ان میں سے زخمی ہو گئے۔ صقر خواجہ پتھر کے گولے بواتا اور دشمن پر پھینکوا تا رہا۔ لیکن آخر میں یہ کام بند ہو گیا ایک روز وہ اپنے مورچہ کی اوٹ میں بیٹھا ہوا تھا کہ قلعہ کی طرف ایک گولہ جو پھینکا گیا تو اس گولے کے ٹکڑے نصایں اڑنے لگے۔ جن میں سے ایک ٹکڑا صفدر کی کھوپڑی پر گرا۔ اور وہ جان ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الثانی ۹۵۳ھ میں بردایت آصفی کتاب ظفر الوالہ سے منقول ہوا۔

۲۶۸۔ قاضی صلاح الدین جون پوری

”الشیخ العالم“ الفقیہ قاضی صلاح الدین خلیل حنفی جون پوری۔ قاضی نظام الدین مؤلف فتاویٰ ابراہیم شاہیہ کے احفاد (پوتوں) میں تھے۔ جن کی گود میں پروان چڑھے اور ان کی رحلت کے بعد منصب قضاۃ پر فائز رہے۔ جس سال اس عہدہ پر رہے۔ خلیق و شیریں سخن۔ عقلی گفتگو کا موقع۔ عالم متبحر۔ جزئیات مسائل میں ان کی طرف اشارہ کیا جاتا۔ سید عبدالاول ابن العللاء جون پوری شارح صحیح بخاری اہل ان کے ہوا بشمار افراد آپ کے مستفیض ہوئے (زیدی درجلی نور)

۲۶۹۔ قاضی ضیا الدین نیوتنی

”الشیخ الفاضل العلامة“ ضیا الدین بن سلیمان بن سلونی بن عثمانی نیوتنی اودھی۔ یکے اند

علمائے اکابر۔ مولد و منشائے نیتیں در توحید و ایمان۔ ابتدائی کتابیں نیتیں میں پڑھ کر گجرات کا سفر کیا۔ وہاں قاضی وجیہ الدین بن نصر اللہ گجراتی سے پڑھا۔ ممدوح نے اپنی صاحبزادی آپ کے حوالہ عقد میں منسلک فرمادی۔ ضیاء الدین نے برسوں یہاں اقامت فرمائی۔ اور یہیں سید محمد یوسف قرشی برہان پوری سے سلسلہ قادریہ میں بیعت کی۔ حرمین تشریف لے گئے اور حج و زیارت کے بعد واپس آکر اپنے وطن میں قیام فرما کر افادہ علوم و معارف میں مصروف ہو گئے۔ آپ سے شیخ جمال کوروی اور دیگر بے شمار افراد نے اکتساب کیا۔

۲۷۰۔ مولانا ضیاء الدین مدنی

”الشیخ العالم المحدث“ ضیاء الدین حسینی المدنی، مدفون بہ کاکوری۔ حدیث، لغت و نحو کے اندر ممتاز الافاضل تھے۔ دہلی میں دو سال اقامت کے بعد اودھ کا رخ کیا۔ اور پانچ سال تک کاکوری میں رہائش فرمائی۔ درس و افادہ مشغلہ تھا۔ ان سے شیخ نظام الدین بن سیف الدین علوی کاکوری نے حدیث میں صحیح بخاری اور جامع الاصول پڑھی۔ کاکوری میں آسودہ لحد ہوئے۔ یہ تذکرہ شیخ مراتب علی قلندر نے اپنی کتاب کشف المتواری میں کیا ہے۔

۲۷۱۔ شیخ طاہر بن رضی الہمدانی

۹۵۶ھ
۱۵۷۹ء

”الشیخ الفاضل“ طاہر بن رضی الدین بن موسیٰ شاہ بن محمد ابن الجلال ابن الحسن بن محمد ابن الحسن بن علی بن نزار بن مستنصر اسماعیلی العبدی الہمدانی آخر الاولاد عبید اللہ المہدی صاحب دعوت (یعنی داعی اسماعیلیہ) اس انتساب پر انہوں نے خود کو مہدی بتایا اور کہا کہ وہ مامور من اللہ ہیں۔ عوام نے جوق در جوق ان کی دعوت قبول کی۔ انہوں نے بلاد مغرب و دیار مصر کو اپنا مرکز قرار دیا۔ مگر جب شہرہ میں ان کی دعوت کا شیرازہ بکھر گیا۔ تو یکے دتنہا عراق عجم کی طرف چلے آئے۔ یہاں مہدی کی بجائے محض شیخ ہو کر رہ گئے۔ اور یہی لقب ان کی اولاد ذر اولاد میں متواتر ہو گیا حتیٰ کہ طاہر بن رضی مسند شیخوخت پر فائز ہوئے۔ کہ منطق و فلسفہ اور جفر و رمل میں مشہور آفاق

ہونے کے ساتھ بعض اور علوم عربیہ میں بھی فائق تھے تو عوام ان کے ارد گرد اکٹھا کر آگئے۔ جس پر سلطان اسماعیل بن حیدر صفوی شیعہ فارس کو اپنے بادشاہت کے خلاف خطرہ محسوس ہوا۔ تو صاحب ترجمہ از خود اسماعیل کے پاس ۹۲۶ھ میں آگئے۔ برسوں ان کے پاس رہے۔ بعد ازاں کاشان میں مشغلہ تدریس جاری فرمادیا۔ ان کے اصحاب سمٹ کے ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور قبولیت عام کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ اب ان پر الحاد کی تہمت لگائی گئی سلطان اسماعیل اس مرتبہ بھی گھبرا اٹھا۔ اور ان کے قتل کا فرمان جاری کر دیا۔ یہ سن کر شیخ طاہر صاحب ہندوستان میں گوا اور یہاں سے بیجاپور آگئے۔ مگر یہاں کے بادشاہ اسماعیل عادل شاہ بیجاپوری ان پر ملتفت نہ ہوا۔ آپ قلعہ پر بندہ میں وارد ہوئے۔ جہاں شیخ پیر محمد کی آپ سے ملاقات ہوئی۔ جنہیں برہان نظام شاہ نے پر بندہ کے قلعہ دار کی طرف سفیر کی حیثیت سے بھیجا تھا۔ شیخ پیر محمد ملا طاہر کے علم و کمال کے گرویدہ ہو گئے۔ اور ان سے محبیطی پڑھی۔ جب علامہ پیر محمد احمد نگر لڑے تو اپنے مرنے والے سلطان احمد نگر سے ان کے فضل و کمال کا ذکر فرمایا۔ سلطان نے ملا طاہر کو ۹۲۸ھ میں طلب کر لیا۔ اور ان کو احمد نگر میں اقامت کے لئے فرمایا۔ آپ قلعہ احمد نگر کے اندر ۱۲۲۱ھ میں دو مرتبہ تدریس فرماتے۔ جس میں شہر کے تمام علما جمع ہوتے۔ اور سلطان برہان نظام شاہ محدوح بھی۔ جو ان کی تقریر سے بہت خوش ہوتا۔ کچھ عرصے کے بعد سلطان محدوح کا فرزند عبدالقادر بستر علالت پر دراز ہو گیا۔ وہ اپنے باپ کا بہت پیارا بیٹا تھا۔ ملا طاہر عبادت کے لئے آئے اور سلطان کو لڑکے کی صحت کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔ مگر شریطیکہ بادشاہ خطبہ میں دراز وہ آئے کا ذکر کرے۔ اور ان کے مذہب کی ترویج میں مدد غیب ہو۔ برہان نظام شاہ نے اس کا وعدہ کیا۔ جس پر ملا طاہر نے اسے مذہب شیعہ کی تلقین کرتے ہوئے سمجھایا کہ یہ حب ہے اور یہ ہے رخص و تشیع! برہان نظام شاہ نے اپنے قبیلہ و خدم و حشم جن کی تعداد تین ہزار تھی۔ خود پر یہ مذہب ادٹ لیا۔ یعنی ملا طاہر کو پھر ایک مرتبہ وہ موقع مل گیا جو اس نے کاشان میں کھو دیا تھا۔

مصفحات | ملا طاہر شاہ نے بہت سی کتابیں لکھیں۔

۱۔ شرح الباب ایجابی عشر در کلام۔

۲۔ شرح الجفریۃ فی فقہ الامامیۃ۔

۳۔ حاشیہ بیضاوی۔

۴۔ حاشیہ اشارات

۵۔ حاشیہ محاکمات

۶۔ حاشیہ مجسطی

۷۔ حاشیہ شفا

۸۔ حاشیہ مطول

۹۔ حاشیہ برگشتن راز

۱۰۔ شرح تحفہ شاہی

۱۱۔ رسالہ پالکی۔

آپ شعر بھی کہتے۔ نمونہ !

در غم اولدت عیش از دل ناستاد رفت

خوب غم کردیم چندا غنے کہ عیش ادا یافت !

۹۵۶ھ کے اندر شہزادہ احمد نگر میں رحلت فرمائی۔ پہلے اس سرزمین میں سپرد خاک ہوئے

۱۵۴۹ء

بعد ازاں ان کی ہڈیاں کربلا لے جای گئیں (محمد قاسم در تاریخ)

۲۷۲۔ مولانا طیب سندھی

۱۵۰۰ھ

”الشیخ العالم المحدث“ طیب بن ابوالطیب تنویری السندھی سیکے از علمائے اکابر از نسل

شیخ ہارون۔ مولد و منشاسرزمین سندھ۔ مولانا مفتی یونس سندھی کی خدمت میں برسوں باریاب

رہ کر پڑھا۔ کچھ عرصہ بعد برار کے قصبہ ایلچپور میں چلے آئے اور یہاں برسوں رہنے کے بعد

سہ ماہ پور بہ معیت شیخ طاہر بن یوسف سندھی وارد ہوئے۔ تدریس و افادہ مشغلہ تھا۔ آپ نے

شیخ عیسیٰ ابن قاسم سندھی نے بعض درسیات در اصول و کلام پڑھیں۔

تصانیف :- رسالہ غوثیہ۔ حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح (در حدیث) ۱۵۰۰ھ میں وفات

۲۷۳۔ سلطان میراں عادل شاہ برہان پور

م ۱۵ ربیع الاول ۹۸۹ھ

”الملك المريد“ عادل بن مبارک ابن نصیر بن احمد بن فاروقی برہان پوری شاہی اختیارات حاصل کرنے سے قبل ان کا نام عین خان تھا۔ جس کی بنا پر عینا عادل مشہور ہوئے۔ ۸۶۱ھ میں اپنے والد کی رحلت کے بعد زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ اور سکون و عمل کے ساتھ نظم کو چلایا۔ رعایا کے دل میں اپنے حسن سیرت کی وجہ سے گھر کر لیا۔ علاقہ گوند واڑہ اور گڑھ فتح کئے۔ قلعہ آسیر کے ارد گرد ایک سر بلند حصہ بنایا۔ جس سے وہ ہندوستان کے تمام قلعوں میں ممتاز ہو گیا۔ اسی طرح شہر برہان پور میں ایک قلعہ تعمیر کرایا۔ جس کی بنیاد نہایت مضبوط رکھی۔ ۱۰۲۱ھ میں نے (۲۶) برس چند ماہ تک حکومت کی۔

وہ علوم میں فاضل اور میدان رزم کا شہسوار تھا۔ عقل و دانش اور دین شین اس کا شعار تھا۔ براز نصف ماہ ربیع الاول ۹۸۹ھ میں آسودہ گرد ہوا۔

۲۷۴۔ مولانا عالم کابلی

”الشیخ الفاضل“ عالم بن عارف حنفی کابلی یکے از کاملین علوم عالیہ۔ جیسا کہ بدایونی سے ذکر کیا ہے وہ نہایت ہنس مکھ، مذاقی اور ایسے عمدہ پیرائے میں قصے بیان کرتے کہ ان کی شیریں سخنی اور حسن اخلاق کے ساتھ ان قصوں کے سننے والے لوٹ پوٹ ہو جاتے۔ بعض اوقات بعض سامعین کی موت کا خطرہ پیدا ہو جاتا۔ امتوں نے کئی کتابیں بھی لکھیں اذالہ ۱۔ حاشیہ شرح المقاصد۔ ان کی بیاض کشکول نامی پر ہے۔ جس کا نام القصد رکھا۔ اور جسے انہوں نے اپنی تصنیف بتایا ہے۔

۲۔ حاشیہ بر مطول۔ جس کا نام الطول رکھا۔ اور دعویٰ کیا کہ میرے مصنفاتوں میں یہ کتاب بہت طویل ہے۔

۳۔ فوارخ الولاية در اخبار الاولیاء۔ جس میں ہر فقیر مسائل باشند یا مجاور سب کے حالات اور ان کے متعلق جو کچھ سنا ہو۔ شامل کتاب کر دیا۔

بدرالونی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عالم علی نے مجھے فتح پور میں بلایا۔ میرے ساتھ نظام الدین بخشی کو بھی غلب کیا۔ ہمیں جانا ہی پڑا۔ دوسرے روز ہم ان کے دولت کدہ پر گئے جہاں ہمیں بھوک بڑھانے والی معجون کھلائی گئی۔ بعد ازاں انہوں نے اپنی کتابیں ہمارے سامنے رکھ دیں۔ آخر بھوک نے ہم پر غلبہ کیا۔ ہم دسترخوان کے منظر تھے۔ مگر دماغ ایسی کوئی بات نہ تھی۔ تب ہم نے خود کھانا طلب کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو یہ سمجھے ہوئے تھا کہ آپ لوگ اپنے گھر سے کھا کر آئے ہیں۔ ہم چلے آئے۔ اور جو کچھ گھروں میں تھا اس پر اکتفا کیا۔ مولانا کابلی نظام الدین بخشی پر ناراض تھے کہ وہ بھی سلطان اکبر کے حضور سجدہ کرتے اور اسے منجملہ آداب تحیہ قرار دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی مولانا کابلی یہ چاہتے تھے کہ وہ بھی مبارک کے دونوں بیٹوں ذبیحی ابو الفضل کی مانند مراٹھے سلطنت میں داخل ہو جائیں لیکن اس بارے میں ان کی قابلیت کام نہ آسکی۔ اور وہ جہاں تھے وہیں رہ گئے۔ رحلت ان کی ۹۹۲ھ میں ہوئی۔

۲۷۵۔ مولانا عباس سندھی

م ۹۹۸ھ
۱۵۸۹ء

”الشیخ الفاضل“ عباس بن الجلال پاتری سندھی۔ یکے از باکمالان در علوم ظاہر و باطن مولد و منشا قریۃ پاتر در سندھ۔ مگر اوائل ۹۹۴ھ میں قریہ ہیکور (در نواح بھکر) میں منتقل ہو گئے، اور وہیں طرح اقامت ڈال دی۔ تدریس کی مسند آراستہ کر لی۔ بڑے صابر اور بے سوال منش تھے۔ فقہ و حدیث و تفسیر پڑھاتے۔ قاضی عبدالسلام سندھی اور دوسرے بے شمار افراد ان سے مستفیض ہوئے۔ ۹۹۸ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور ۹۶ سال کی عمر پائی۔

(مآثر)

۲۷۴۔ مولانا عبدالاول جون پوری

م ۹۶۸
۱۵۴۰ھ

”الشیخ العالم المحدث“ عبدالاول بن العلوار الحسینی جونپوری یکے از علمائے کبار در فرقہ حنفیہ۔ قریب زید پور در قواچ جون پور وطن مالوف جہاں سے آپ کے مورث اعلیٰ دکن منتقل ہو گئے صاحب ترجمہ کا مولد و منشایں خطہ ہے۔ اپنے جلد علاؤ الدین از شیخ حسین فتیح و محمد بن جزری مؤلف حسن حسین ابن یوسف الحسینی دہلوی دین گبرگہ سے حدیث پڑھی۔ پھر گجرات تشریف لے آئے اور وہاں سکونت اختیار فرمائی۔ حرمین کا سفر کیا اور حج و زیارت سے فارغ ہو کر احمد آباد داخل ہوئے۔ مدت تک یہاں درس و افادہ فرمایا۔ آپ سے طاہر بن یوسف سندھی اور بے شمار افراد نے اکتساب فرمایا۔ آخر عمر میں دہلی تشریف لے آئے اور قیام سے دو سال بعد یہیں وفات پائی۔

۱۔ فیض الباری شرح صحیح البخاری

۲۔ منظومہ در علم میراث

تصانیف

۳۔ نمبر ۲ کی مفصل شرح

۴۔ رسالہ در تحقیق نفس

۵۔ مختصر سفر السعاده

۶۔ فتوحات مکیہ پر دو حواشی (۱) مطول (ب) مختصر۔

۲۷۷۔ میرک عبدالباقی سندھی

”الشیخ الفاضل“ عبدالباقی بن محمود ابن السعید الحنفی السبزواری تتوی السندھی۔ اپنے

والد کے سب سے بڑے بیٹے۔ جو علم و فضل میں بھی اپنے تمام بھائیوں میں برتر تھے۔ درس و افادہ مشغول تھا۔ علوم ہنیت و ہندسہ وغیرہ میں کمال حاصل تھا۔ اقلیدس کے بعض اشکال

ایجاد کئے۔ عبدالحق الکیلانی۔

بوجود علوم حکمت میں متبحر ہونے کے آپ کے مقرف اور آپ سے مستفیض تھے۔ جیسا کہ
نہادندی نے مآثر میں ذکر کیا ہے۔ ۹۸۳ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ۶۱۵۷۵

۲۷۸۔ شیخ عبد الجلیل لاہوری

م ۹۱۰ھ ماہ رجب ۶۱۵۰۷۱

”الشیخ الصالح“ عبد الجلیل بن ابو الفتح بن عبد العزیز بن شہاب الدین بن نور الدین ابن
حمید الدین الحارثی النکاری لاہوری۔ اساتذہ درسیات میں آپ کے والد ماجد اور بے شمار
حضرات ہیں اور طریقت میں شیخ رکن الدین الفتح فیض اللہ بن محمد قرشی نلقانی۔ آپ سیاحت کے
لئے نکلے تو چلتے چلاتے لاہور میں سکونت اختیار کر لی۔ یہاں آپ سے کئی افراد نے استفادہ
کیا جس کے حالات آپ کے بھائی ابوبکر نے ایک کتاب کے اندر لکھے اور لاہور ہی میں رحلت
فرمائی (خزینۃ الاصفیاء)

۲۷۹۔ شیخ عبد الجلیل جون پوری

م ۹۹۰ھ ۶۱۵۸۲

”الشیخ الفاضل“ عبد الجلیل بن طہ انصاری جون پوری۔ یکے از فقہائے حنفیہ شیخ
عبد اللہ ہروی کی ذریت سے تھے۔ طریقت میں شیخ عبد العزیز بن الحسن عباسی دہلوی سے تنقید
اور فقہ و حدیث میں ممتاز الفاضل۔ حج و زیارت کے لئے شروع کیا ہی تھا کہ چوروں نے آپ
کو ۹۹۰ھ میں دہلی کے اندر قتل کر دیا۔ آپ کی تاریخ رحلت پر ایک صاحب نے
قتیل محبت سے تاریخ متخرج کی (از گنج ارشدی)

۲۸۰۔ شیخ عبد الحکیم برہان پوری

”الشیخ الصالح“ فقیہ عبد الحکیم ابن بہاؤ الدین بن معز الدین برہان پوری یکے از مشائخ

مشہورین، معبد علم میں پروان چڑھے۔ اپنے والد کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر پڑھا۔ اور شیخ علی متقی برہان پوری صاحب مکہ مکرمہ سے پڑھا۔ صرف زہد و عبادت شعار و دثار تھا۔ اس کے سوا کسی سے کوئی علاقہ نہ تھا۔

۲۸۱۔ شیخ عبدالحکیم کالیپوی

م ۹۸۲ھ
۶۱۵۷۴

”الشیخ الصالح عبدالحکیم کالیپوی یکے اذ اکابر علم و طریقت۔ شیخ عبد الوہاب بن محمد حبیبی بخاری دہلوی کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر اکتساب فرمایا۔ اور کالیپی ہی کے اندر زہد و عبادت میں مشغول رہ کر قناعت و ترک سوال کے ساتھ اوقات بسر کر دئے۔ طریقہ ظاہری پر عمل تھا ۹۸۲ھ میں آسودہ لوح ہوئے۔ اور ایک صاحب نے تاریخ و قات حکم خدا شدہ سے مستخرج کی دگلزار ابرار

۲۸۲۔ شیخ عبدالحکیم سبھلی

م ۹۸۹ھ
۶۱۵۸۱

”الشیخ العالم الصالح عبدالحکیم بن حاتم السنفی سبھلی یکے اذ علمائے کبار۔ شہر سبھلی مولد و منشا۔ اپنے والد کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر پڑھنے کے بعد خود مسند تدریس آراستہ فرمائی۔ معمولات میں طریقہ ظاہری اور تعلیم و تعلم میں اپنے والد کے نقش قدم پر تھے قناعت و توکل شعار و دثار تھا ۹۸۹ھ میں سپرد خاک ہوئے۔

۲۸۳۔ میر عبدالحکیم گجراتی

م ۹۹۱ھ
۶۱۵۵۳

”الامیر الکبیر عبدالحکیم بن محمد بن محمد بن محمد بن شاہو ابن تگودر ابن جلعندہ قرشی سندھی گجراتی۔ گجرات مولد اور جاپانیر منشار۔ برسوں اپنے والد کی خدمت میں باریاب رہ کر

مستفیض ہوئے۔ ان کے سوا دوسرے حضرات سے بھی اکتساب فرمایا۔ اداں جملہ ابوالفضل قاضی برہان الدین خطیب نہروالی ہیں۔ نیز کچھ اور علما بھی، علوم میں تکمیل کے بعد سلطان بہادر شاہ کا تقرب حاصل ہوا۔ تو ممدوح نے ریاست کے کئی امور پر آپ کا تقرر فرمادیا۔ اور جب سلطان محمود شاہ مملکت کا والی ہوا۔ تو اُس نے ^{۹۵۴ھ} ۱۵۴۲ء میں آپ کو وزارت کا قلمدان سونپ دیا۔ اور ان کو لقب المجلس العالي خداوند خان عطا فرمایا۔ آپ سلطان محمود کی طرف سے برسوں پاس خدمت پر مامور رہے اور ^{۹۶۱ھ} ۱۵۴۹ء میں کسی دشمن کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔

۲۸۴۔ مولانا عبدالحی دہلوی

”الشیخ الفاضل“ عبدالحی بن بلال ابن الفضل حنفی دہلوی یکے از علمائے فحول۔ مولد و منشاء دہلی۔ معاصر علما سے پڑھا۔ اور برسوں اپنے والد کی خدمت میں بھی بایاب رہ کر استفادہ کیا۔ علم میں ممتاز اور برتاؤ کے وقت سخی۔ بے حد متواضع و احسان شیوہ اور شاعر تھے ^{۹۵۹ھ} ۱۵۵۱ء میں سپرد خاک ہوئے۔

۲۸۵۔ مولانا عبد الخالق گیلانی

”الشیخ الفاضل الکبیر“ عبد الخالق گیلانی یکے از علمائے کبار۔ ان کے معاصرین کے اندر علوم حکمت خصوصاً ہیئت و ہندسہ میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ انہوں نے شیخ عبد اللہ یزدی سے اکتساب کیا۔ اور قندھار سے بھکر چلے آئے۔ پھر ٹھٹھہ دار دہوئے یہاں تدریس پر منعطف ہو گئے۔ ان کے شاگردوں میں قاضی محمود ٹھٹھوی اور ان کے سوا بے شمار افراد ہیں۔ پھر سیر و گشت کے لئے نکلے تو دکن میں آ پہنچے۔ یہ تذکرہ نہاوندی نے ناثر میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ آپ ہم مثل تھے علوم حکمیہ میں مرزا جان اور امیر فتح اللہ شیرازی کے —

۲۸۶۔ مولانا عبد الرحمن لاہوری

م ^{۹۷۰ھ} ۱۵۶۲ء

”الشیخ العالم الصالح“ عبد الرحمن بن احمد، بن عبد الملک لاہوری یکے از فضلاء مشہورین

اپنے والد کے قائم مقام کی حیثیت سے درس و افادہ پر منقطع آپ سے بے شمار علمائے استفادہ کیا۔ اور سنہ ۹۷۴ھ میں آسودۂ لحد ہوئے (اخبار الاصفیاء)

۲۸۷۔ مولانا عبدالرحمن ملتانی

”الشیخ الفاضل“ عبدالرحمن بن عزیز اللہ ملتانی یکے از فضلاء تھے مہر مولد و منشأ ملتان۔ اپنے والد سے تکمیل کے بعد شہر لاہور میں مدتوں سند تدریس آراستہ فرمائی۔ آپ کے شاگردوں میں شیخ سعد اللہ ابن ابراہیم ملتانی اور دیگر بے شمار افراد ہیں (گلزار ابرار)

۲۸۸۔ شیخ عبدالرحمن لاہر پوری

م ۹۷۶ھ - بتاریخ ۱۲ ذوالحجہ

”الشیخ الفاضل الکبیر“ عبدالرحمن بن علاؤ الدین ابن ظہیر الدین عباسی لاہر پوری۔ از اولاد غلیفہ ہارون الرشید عباسی۔ مولد و منشأ لاہر پور۔ در خطہ اودھ۔ اپنے والد سے پڑھا۔ اور ان کی رحلت کے بعد دہلی آکر شیخ عبداللہ بن الہداد عثمانی تبلیغی کی خدمت میں برسوں ہار یاب رہ کر اکتساب کیا۔ علم میں کمال حاصل ہونے کے بعد فتویٰ نویسی اور تدریس کی استعداد تک پہنچے۔ جس سے سکندر شاہ لودھی کا تقرب حاصل ہوا۔ ۱۲ سال ان کی خدمت میں رہ کر جون پور آگئے۔ جہاں شیخ عبدالسلام بن محمد ابن قطب قلندری سے طریقت میں مستفیض ہوئے۔ آخر جملہ رسومات دنیوی سے یک سو ہو کر زہد و عبادت کے لئے وقف ہو گئے۔ طویل عمر پائی اور لاہر پوری میں آسودۂ لحد ہوئے (اصول المقصود)

۲۸۹۔ میر عبدالرحمن تھوری

م ۹۰۱ھ
۱۳۹۵ھ

”الشیخ الفاضل“ عبدالرحمن بن محمود بن ابوسعید حنفی تھوری سندھی۔ یکے از علمائے کبار تدریس و افادہ فرماتے۔ آپ سے بے شمار افراد نے اکتساب فرمایا۔ ۹۰۱ھ میں القمہ اجل ہو گئے (مآثر)

۲۹۰۔ مولانا عبد الرحمن تنوی

”الشیخ الفاضل الکبیر“ عبد الرحمن تنوی سندھی یکے از علمائے کبار۔ زمانہ مرزا عیسیٰ ترخان اور ان کے فرزند مرزا باقی امیر خطہ سندھ میں کوئی عالم ان کا ہم پایہ نہ تھا۔

۲۹۱۔ مولانا عبد الرحمن لاہوری

م ۹۵۰ھ
۱۵۴۳ء

”الشیخ العالم الصالح“ عبد الرحمن لاہوری ”الفاضل“ مشہور العصر، شیخ عبدالحق احراری کے طریقت میں مستفیض ہوئے۔ اور آپ سے بے شمار شاخیں ۹۵۰ھ میں لاہور ہی میں رحلت فرمائی۔ (گلزار ابرار)

۲۹۲۔ عبد الرحیم سہارن پوری

م ۹۷۶ھ
۱۵۶۸ء

”الشیخ العالم الفقیہ“ عبد الرحیم ابن عبد الرزاق بن خواجہ سالار الانصاری سہارن پوری یکے از علمائے عصر، مولد و منشا سہارن پور۔ تمام زندگی تدریس میں ختم کر دی۔ معقول و منقول دونوں میں ماہر تھے۔ سکندر شاہ لودھی نے آپ کو قضا پر مامور کر دیا۔ ۹۷۶ھ میں وفات پائی۔ (المرآة)

۲۹۳۔ شیخ عبد الرزاق مکی

م ۹۸۲ھ

”الشیخ الفاضل“ عبد الرزاق بن ابو الفتح ابن الجبال المکی یکے از بزرگان علم و طریقت۔ آپ کے کشف و کرامات بہت مشہور تھے۔ وفات آپ کی شب جمعہ ۲۰ جمادی الآخری ۹۸۲ھ کے روز ہوئی۔ ایک صاحب نے آپ کی تاریخ وفات شب جمعہ سفر کرد سے

۲۹۴۔ شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی

”الشیخ العالم الصالح“ عبدالرزاق بن احمد بن محمد فاضل ابن عبدالعزیز ابن نور الدین بن کمال الدین بن ابوسعید علوی رازی جھنجھانوی ازدرت محمد بن حنفیہ۔ ولادت ۸۱۳ھ۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد مختصر رسائل جلال جھنجھانوی سے پڑھے، بعدہ پانی پت اور دہلی وارد ہوئے۔ دہلی میں شیخ بدائینی سے ۵ سال مسلسل کتاب فرمایا۔ اس مدت میں درسیات پڑھتے رہے اب کالپی اندکورہ گئے۔ اور بعض کتابیں وہاں کے اساتذہ سے پڑھ کر واپس دہلی تشریف لائے تو مدرسہ ملا عبد اللہ (غالباً تلمیذ) میں پہنچے۔ یہاں مزید تحقیق کے بعد تیس سال تک تدریس فرمائی۔ بعد ازاں شیخ محمد بن الحسن عباسی ہون پوری کی خدمت میں پہنچ کر بشمول دیگر شیوخ متعدد طرق طریقت میں اجازہ حاصل کیا۔

ادراں جملہ طرق قادریہ میں شیخ محمد بن الحسن مذکور و شیخ محمد مودود لاری و سید اسماعیل قادری سے اور طریقہ چشتیہ میں شیخ نور بن حامد حبیبی مانک پوری سے۔ جن دونوں شیوخ کی خدمت میں برسوں ہارباب رہے حتیٰ کہ کشف و شہود کے تمام پردے اٹھ گئے۔

ذوق علمی توحید پر تقریریں ایک خاص ذوق و دلچسپی تھا۔ یہ انداز (شیخ اکبر) ایچا پی کے مطابق تھا۔ جس انداز میں آپ کے ہم عصر عبد الملک بن عبد الغفور پانی پتی مختلف تھے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ عبدالرزاق صاحب ترجمہ توحید کے بارے میں فرماتے۔ کہ جمہ موجودات (ممکنات) عین وجود الواجب تعالیٰ ہے۔ اور عبد الملک فرماتے کہ۔

واجب تعالیٰ و تقدس موجودات (ممکنات) سے ماورا (منزہ) ہیں۔

اس مسئلہ پر شیخ عبدالرزاق کے بے شمار کتبوبات ان کے مسترشدین کی طرف بھی ہیں یا ہیں

مضمون کہ

معرفت باری تعالیٰ کی دو قسمیں ہیں۔

و۔ استدلال

ب۔ وجدانی

استدلالی باین صورت کہ جو شخص مخلوق اللہ (موجودات و ارض و سما) اور ان کے درمیان
اشیاء کے حسن و جمال کا مطالعہ اس نظر سے کرے کہ

فِي كُلِّ مَصْنَعٍ آيَاتٌ لِّمَن يَعْلَمُ صَالِحٌ حَكِيمٌ مَّرِيدٌ اِلٰی غَيْرِ ذٰلِكَ يَكُونُ ذٰلِكَ
الصَّنْعُ اَعْرَافًا مِّنْهُ فِی صُورَةِ اللّٰهِ بَدَلًا لِّهَا۔

(ہر ایک مصنوع کے اندر ایک نشان ہے جو دلالت کرتی ہے اپنے صانع حکیم کی طرف
اور ارادہ کرتی ہے وہ مصنوع کسی اللہ کی طرف بھی۔ یہ صفت اثر ہے اس مصنوع کی صفت میں
جس کی بنا پر شناخت کی جاتی ہے اللہ تعالیٰ کی اس شے کی دلالت کی بنا پر)

اگرچہ یہ طریق تحقیق ایسا ضروری ہے جس سے اغماض نہیں برتا جاسکتا۔ اور نہیں مضبوط
ہو سکتا۔ ایمان بغیر اس کے۔ لیکن یہ طریق معرفت عام ہے نہ کہ حقیقت کی معرفت سے وابستہ
کسی مصنوع میں۔ اور اس طریق سے استدلال کرنے والے اللہ سبحانہ کو پہچانتے ہیں عالم
کون و مکان کے بغیر بھی۔ اور یہی لوگ ہیں۔ "يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ" جو اس دلیل کے ساتھ اس ذات
کو پہچانتے ہیں۔

یہی معرفت حقیقت وجدانی بحر غیب جو یہ ہے کہ عارف ذات باری کے
وجود کی نوعیت سے یک طرف ہو کہ

جملہ طرق تحقیق از قسم ریاضات و محامدات و ذکر خفی (در قلب) یا جلی بر زبان اور استدلال از شیخ
سے نکلے ہو کہ مسلک فنا پر گامزن ہو جائے۔ تب اللہ تعالیٰ اس پر اپنی ذات کی صورت جو وہی
اور اپنے نام منکشف کر دیتا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَرَفْتُ دَنِيَّ بَرِيَّةً : میں نے اپنے رب کو اپنے رب ہی کی ذات سے پہچانا۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ - اے مومنین! اللہ پر ایمان لاؤ! اس آیت میں

خطاب ہے ان مومنوں سے جو یَوْمِنُونَ بِالْغَيْبِ کے مصداق ہیں۔ اور یہ منطوق ہیں آمِنُوا بِاللَّهِ

کے۔ یعنی اس امر کی شہادت کے قائل اسی کا اشارہ فرمایا اس ایمان کا آئیہ ذیل میں

الانهم في مرتبة من لقاء ربهم { مطلع رہو کہ منکرین اپنے رب کی ملاقات کے بارے میں شک کے اندر مبتلا ہیں۔

الاته بكل شئ عليم محيط { مطلع رہو کہ وہ باری تعالیٰ ہر ایک سے پر مطلع ہے۔

اور فرمایا (صاحب ترجمہ جہنھا نوی نے)

اے برادر خدا تجھے معرفت واجب الوجود اور اپنی محبت کے لئے طویل عمر عطا فرمائے۔

یہ کہ

”وہ پاک ذات واجب الوجود ہے۔ پس جب اس کا وجود واجب ہوا تو اس کے ماسوا کا وجود مہدوم ٹھہرا۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس کا ماسوا اس کا ماسوا نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ منزہ ہے اس امر سے کہ اس کا ماسوا اس کا ماسوا ہو۔ وغیرہ۔ بلکہ اس کا غیر تو اس کا غیر ہی ہے۔ اس بنا پر رسول اللہ علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَسْبُوا الدَّهْرَ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الدَّهْرُ۔ زمانے کو دشنام مت دو کہ خود ذات خداوندی ہی زمانہ ہے۔

تو ثابت ہوا کہ زمانے کا وجود گویا اللہ تعالیٰ ہی کا وجود ہے۔

جس سے یہ مراد واضح تر ہوتی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے اندر جو بایا ایعاً الذین آمنوا آمنوا باللہ (اے مومنین اللہ پر ایمان لاؤ) فرمایا تو یہ اشارہ ان مومنین کے لئے ہے۔ جو دل کی گرائیڈوں سے اللہ پر ایمان لائے۔ تو ان سے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لاؤ تو اس نے تمہارا وجود اللہ ہی کا وجود ہے ؟

یہ اشارہ بھی اسی طرف ہے کہ

من عرف نفسه فقد عرف ربه۔ جس کسی نے خود کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو بھی پہچان لیا۔ اگر یہ نہیں تو اس نے رب کو بھی نہ پہچانا۔ نہ اس لئے کہ ذات الباری ایسی جزئی حقیقی ہے جو موجودات سے بالاس ہے۔ بآیت :- تعالی اللہ من ذلک علواً کبیراً۔ وہ بالاتر ہے

ہر ایک موجودات سے۔

پھر میں یہ کہتا ہوں کہ اس سے بھی زیادہ واضح یہ آیت ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللّٰهِ**۔ خطاب ہے ان مومنین کی طرف جو جملہ اشیاء پر ایمان لائے۔ اور یہ یقین کر لیا کہ موجودات علیحدہ ہیں۔ ذات باری سے اور ان کا وجود بجائے خود مستقل ہے حقیقت مطلقہ آیہ **آمِنُوا بِاللّٰهِ** سے۔ نہ کہ ان اشیاء سے وابستہ ہے۔ اس لئے کہ اشیاء المعلولات ہمیشہ عیشہ موجودات کے مقابلہ میں معدوم ہیں اور یہی منشا ہے اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا۔
اَوْنَا اِلَّا شَيْءًا كَمَا هِيَ (الحديث) يَا اللّٰهُ ہمیں موجودات کو اصلی وجود میں دکھائی ہو۔ جس میں گویا بتایا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی موجود ہے نہ کوئی معبود۔ آمینوں میں ذکر کیا جاتا ہے کہ وحدانیت اور فردانیت بھی اس کے حجاب ہیں۔ اس لئے تو واسطی باللہ گویہ کہنے کی تلقین کی جاتی ہے کہ کہو!

انا الحق
 سبحانی ما اعظم شأنی } وغیرہ

شیخ عبدالرزاق صاحب ترجمہ نے شیخ عبدالقادر الجیلانی کے مکتوبات کی مبسوط شرح بھی لکھی ہے۔ رحلت آپ کی ۹۲۹ھ میں ہوئی۔

۲۹۵۔ شیخ عبدالرزاق سہارنپوری

م۔ ۱۱ رجب ۹۲۷ھ
 ۱۵۱۸ھ

”الشیخ العالم الصالح“ عبدالرزاق ابن خواتم سہارن پوری فرید الدین الصاری سہارنپوری کے اعلیٰ عالم ربانی۔ مولد و منشا سہارن پور اور سیات شیخ اسحاق حبیبی بخاری سے ان کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر پڑھے۔ اندر تکمیل کے بعد خود مسند تدریس آراستہ فرمادی۔ قانع اور صاحب کشف و کرامات تھے

(المرآة)

۲۹۵ - شیخ عبدالرزاق اپچی

م ۹۲۲
۶۱۵۳۵

”الشیخ الصالح“ عبدالرزاق ابن عبدالقادر بن محمد خوت الشریف الحسنی الاچچی یکے از علمائے ربانی۔ مولد منشا آج خطہ سندھ۔ اپنے والد کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر اکتساب فرمایا۔ ان کے بعد ان کی سند شیخو خیمت مزین فرمائی۔ آپ سے بے شمار علماء و مشائخ مستفید ہوئے (اخبار الانبیاء)

۲۹۶ - شیخ عبدالرشید سندھی

م ۹۵۰
۶۱۵۵۸

”الشیخ الفاضل“ عبدالرشید سندھی۔ یکے از علمائے کبار۔ موضع ہالہ کنڈی سیوستان میں مندرجہ رئیس آراستہ فرمائی۔ شیخ احمد بن اسحاق اور ان کے حقیقی بھائی محمد کے حلال۔ بے شمار علماء و مشائخ آپ سے مستفید ہوئے۔ صاحب وجد و حالت اور وجدان صحیح سے بہرہ مند تھے۔ (تحفة الکرام)

۲۹۸ - شیخ عبدالستار سہارن پوری

م ۹۵۰
۶۱۵۵۸

”الشیخ الفاضل“ عبدالستار بن عبدالکیم ابن خواجه سالار انصاری سہارن پوری یکے از مشائخ چشتیہ مولد و منشا سہارن پور۔ اور نصیر الدین ابن سماء الدین دہلوی سے پڑھا، طریقت میں سلسلہ چشتیہ میں شیخ عبدالقدوس انگوری سے مستفید ہوئے۔ جن کی خدمت میں برسوں باریاب رہا۔ ریاضت و مجاہدہ خود پر لازم کر لیا شیخ نے آپ کو خطبیت کی بشارت دی۔ صاحب وجد و حالت اور علوم مرتبت پر فائز تھے۔

(مرآة جہاں نما)

۲۹۹۔ شیخ عبد السلام بجنوری

”الشیخ الصالح“ عبد السلام بن سعد الدین بن سعد اللہ قاضی سہاؤ الدین الصدیقی بجنوری لکھنوی
یکے از مشائخ مشہورین مولد و منشا لکھنؤ۔ شیخ فخر الدین ابن سعد اللہ بجنوری کی خدمت میں برسوں
بار بار رہ کر مستفیض ہوئے۔ بعدہ خود صاحب مسند ارشاد و تلقین کے مرتبہ پہنچے۔ کشف و
کرامات و واقعات غریبہ ان سے غروب ہیں۔ شیخ علاؤ الدین حسینی اودی آپ کے مرید ہیں۔
(تذکرۃ الاصفیاء)

۳۰۰۔ شیخ عبد السلام جون پوری

م ۱۵ ذی قعدہ ۹۷۶ھ

”الشیخ الصالح المعتمد“ عبد السلام بن محمد بن قطب الدین عمری جون پوری طریقہ قلندر یہ کے
متاد شیخ۔ مولد و منشا جونا پور، اپنے والد کے حضور برسوں بار بار رہ کر مستفیض ہوئے۔ بلکہ بعض
حضرات کا قول ہے کہ اپنے دادا قطب الدین سے بھی علوم میں مستفید ہوئے۔
شیوخ کبار سے تھے۔ شیخ عبدالرحمن لاہوری و شیخ محمود قلندری و شیخ عبدالرزاق شہر
اور دیگر بے شمار حضرات آپ سے مستفیض ہوئے۔ ایک سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ شیخ
عبدالرزاق ممدوح نے ۹۷۵ھ میں آپ سے ملاقات کی۔ اُس وقت سن مبارک ۱۱۵ برس کا
تھا۔ (بحوالہ انتصار النفعات الجعفریہ)

۳۰۱۔ مولانا عبد السلام لاہوری

م ۹۸۳ھ

”الشیخ الفاضل الکبیر“ عبد السلام حنفی لاہوری یکے از علمائے کبار لاہور میں تدریس کی
ریاست پر فائز تھے۔ آپ کے فضل و کمال کا ایک زمانہ معترف تھا۔ ازاں جملہ علامہ مجتہد
ترکستانی ہیں کہ جب ممدوح ۹۷۶ھ میں ہندوستان وارد ہوئے۔ تو صاحب تذکرہ کے متعلق فرمایا۔

کہ آپ اس ملک میں علمی حیثیت سے منفرد ہیں: (گلزار ابرار)

۳۰۲۔ قاضی عبد السمیع اندجانی

”الشیخ العالم العلامة“ قاضی السميع حنفی اندجانی علوم حکمت کے اندر یکے از علمائے مشہورین مولانا احمد جند سے پڑھنے کے بعد سلطان اکبر تیموری کے عہد میں ہندوستان وارد ہوئے تو سلطان نے آپ کو قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کر دیا۔

آپ شیخ مرغینانی (برہان الدین) صاحب ہدایہ کی اولاد تھی۔ آپ کی علمی دھاک اس حد تک تھی کہ شرح موافق و شرح مطالع اردان کے حواشی میں آپ کا نام مثلاً لایا جاتا۔ (امین احمد رازی در ہفت اقلیم)

۳۰۳۔ قاضی عبد الشکور سسوانی

م ۲۰ ربیع الاول ۹۲۲ھ ہے

”شیخ العالم الفقیہ“ قاضی عبد الشکور بن اسماعیل بن عطا اللہ حسینی مودودی امرہوی ثم سسوانی۔ یکے از ماہرین علم فقہ، مولد و منشا امرہویہ۔ سلطان بہاولوں کے عہد میں سسوان میں عہدہ قضاۃ پر فائز۔ بہاولوں نے آپ کو سسوان کی تمام وہ اراضی جاگیریں عنایت فرمادی۔ جو اس سے پہلے ان کے خسر کے بیٹوں محمد حسن و ظاہر کے پاس تھی۔ اور یہ انہیں دیاں کے قاضی نے بخشی تھی۔ صاحب ترجمہ قضاۃ پر مشغول تو ہو گئے۔ مگر ابھی تک آپ کو اس اراضی پر قبضہ نہ ملا تھا۔ تب محمد مذکور نے آپ کو قتل کر دیا۔

یہ واقعہ ۲۰ ربیع الاول ۹۲۲ھ میں رونما ہوا۔ (از نخبۃ التواریخ)

۳۰۴۔ خواجہ عبد الشہید احراری

م ۲۲ شنبہ ۲۲ رمضان ۹۱۳ھ

”الشیخ الاجل“ عبد الشہید ابن عبد اللہ بن خواجہ عبید اللہ احراری سمرقندی یکے از مشائخ کبار

نقشبندیہ، اپنے دادا کی زندگی میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد کی گود میں پلے۔ اور ان ہی سے پڑھ کر
 ۹۶۶ھ میں ہندوستان وارد ہوئے۔ تو سلطان اکبر تیموری نے آپ کی آمد پر مرحبا کہا اور آپ
 ۱۵۵۸ء کو ارض خراجی میں سے جاگیر عطا فرمادی۔ آپ یہاں بہت خوش و خرم تھے مگر ۱۶ سال قیام کے بعد
 سن مبارک زیادہ ہو گیا۔ تو سمرقند لوٹ گئے اور وہاں ایک ماہ کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا وہیں
 اپنے اسلاف کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

۵۔ ۳۔ عبد الصمد ردو لوی

”الشیخ الفاضل“ عبد الصمد بن اسماعیل ابن صفی بن نصیر حنفی صفوی ردو لوی۔ فقہ و کلام و ادب
 میں ممتاز المعاصرین۔ مولد و منشاردولی۔ اپنے والد کے مصنفہ برسوں باریاب رہ کر نصاب پڑھا۔
 حتیٰ کہ اپنے ہم عصروں میں فائق ہو گئے۔ اپنے والد کے بڑے فرزند تھے۔ ذہین و طباع۔
 آپ کے چھوٹے بھائی حضرت عبد القدوس گنگوہی آپ کی طرف جو مکاتیب بھیجے۔ ان میں یہ القاب
 ہوتے۔ صدر العلماء۔ بدر الفضلاء۔ محقق المعانی بین الفرقانی۔ نعمان ثانی وغیرہ شریفانہ القاب۔

۶۔ ۳۔ الشیخ عبد الصمد دہلوی

۹۷۶ھ
 ۱۵۶۸ء

”الشیخ الفاضل“ عبد الصمد بن جلال بن فضل دہلوی المشہور بہ شیخ گدائی مشہور علماء سے تھے
 سلطان ہمایوں کا اقرب حاصل ہوا۔ تو بادشاہ سفر و حضر دونوں میں آپ کو ساتھ رکھتا۔ اور جب
 ہمایوں ایل دہستی میں آیا۔ تو شیخ صاحب ایک مدت بکرات میں اقامت کے بعد حج و زیارت
 کے لئے تشریف لے گئے۔ واپسی پر ۹۷۳ھ میں دہلی میں تشریف فرما ہوئے یہ زمانہ سلطان اکبر کا تھا
 دہلی میں بیرم خان سے ملاقات ہو گئی۔ جو آپ کی تعظیم اور آپ کے ساتھ حسن سلوک میں پیش پیش تھے
 بیرم خاں کی وجہ سے آپ کی وجاہت میں چار چاند لگ گئے۔ اور آپ صدارت عظمیٰ کی مسند پر
 فائز ہوئے۔ صاحب و بہد و حالت صوفی تھے۔ دہلی میں آئندہ ملکہ ہوئے۔

۳۰۷۔ الشیخ عبد الصمد سائین پوری

م ۱۸۵۴ ھ بماء ۱۲۳۳ ھ

”الشیخ الاجل“ عبد الصمد بن علم الدین بن زین الاسلام عثمانی ملقب بہ صفی الدین سائین پوری

انہی کی وجہ سے سائین پور کا نام صفی پور پڑ گیا۔ اور یہی مولد و منشا ہے آپ کا۔

دہلی و طباع ہونے کے ساتھ یلم العقل تھے۔ خیر آباد میں علامہ سعد الدین سے پڑھا۔ اور تحقیق و مطالعہ میں گوئے سبقت لے گئے تھے۔ دوسرا پہلو عبادت اور ذکر کا تھا جتنی کہ علم و معرفت دونوں میں درجہ کمال پر فائز ہوئے۔ اپنے استاد ممدوح الصدور سے غرقہ بھی حاصل کیا اور ان کی زندگی ہی میں مشائخ کے ہم مرتبہ ہو گئے۔ آپ سے بے شمار علما و شیوخ نے استفادہ کیا۔ جن میں شیخ نظام الدین خیر آبادی اور شیخ فضل اللہ جوہر پوری وغیرہ۔ اپنے دور کے آپ مشہور ترین شخصیت تھے۔ اپنے معاصر عارفین میں عزت و قدرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے کرامات و کشف سے بھی بہرہ مند تھے۔ صفی پور ہی میں آسودہ لحد ہوئے۔

۳۰۸۔ الوزير عبد الصمد بیانی

م ۱۸۵۴ ھ بماء ربیع الاول

”الوزير الكبير“ عبد الصمد بن محمود العباسی البیانی الکجراتی۔ نواب افضل خان کجرات کے مشہور

وزیر ار سے تھے اور بخشش و کرم میں نادر الوجود ہونے کے ساتھ علما کی مجلس گرم رکھتے۔ جن سے علمی مکالمات بھی جاری رہتے۔ اور ان کی طلب پر ہدایا بھی پیش کرتے۔

مولانا بیانی صاحب ترجمہ کا مولد و منشا کجرات ہی ہے۔ تحصیل علوم و تربیت حاصل کرنے کے بعد حکام دولت کا تقرب حاصل کر لیا۔ ذکاوت و ذہانت تو طبعی ہی تھی۔ سلطان محمود شاہ کجراتی نے آپ کو اوائل ربیع الاول ۱۲۳۷ ھ میں اپنی مملکت میں وکیل مختار مقرر کر دیا۔ مگر آپ نے خود کو تھوڑی سی مدت کے بعد ۱۲۳۷ ھ ہی میں اس منصب سے ہٹا کر گھر میں بیٹھ رہنے کو ترجیح دی۔

اس عرصہ کے بعد سلطان مذکور ہی نے ^{۹۵۴ھ} ۱۵۵۰ء میں آپ کی خدمت میں یہ منصب (وزارت) پیش کیا۔ مگر اس مرتبہ آپ کو سلطان مذکور ہی نے ^{۹۵۴ھ} ۱۵۵۲ء میں معزول کر دیا جب کہ شہر دیو کا مرحلہ پیش تھا، اس مرحلہ پر برہان الملک نے عفرودی کو شہر دیو پر حملہ کرنے کے لئے نامزد کیا تھا۔ مگر عفر کو خزانہ میں سے ایک ختبہ نہ دیا گیا۔ صاحب ترجمہ معزول ہو کر اپنے گھر میں بیٹھے، برہان الدین شرابی نے انہیں قتل کر دیا۔ اور اس سے پہلے یہ برہان الدین اپنے ولی نعمت سلطان محمود شاہ گجراتی کو قتل کر کے حکومت پر قابض ہو چکا تھا۔ جس پر آصف خان وزیر اس سے مطالبہ کیا۔ تو اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ پھر افضل خان کے بھائی خداوند خان کو طلب کیا۔ جنہیں قبول وزارت کے لئے کہا گیا۔ کہ خلعت ابھی پہنو اور خود کو وزارت کے لئے آمادہ کر لو۔ جیسے کہ آپ پہلے اس منصب کو نباہ رہے تھے، افضل خان نے کہا۔ جب تک میں سلطان کے سامنے نہ جاؤں گا۔ خلعت نہ پہنوں گا۔ ان سے کہا گیا کہ سلطان کے پاس جانے سے حاصل؟ میں سلطان ہوں اور تم وزیر ہو یا یہ سن کر افضل خان نے اس پر لعنت کی۔ آپ پر اس کے سپاہی دوڑ پڑے اور انہیں قتل کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ ربیع الاول ^{۹۶۱ھ} ۱۵۵۹ء میں رونما ہوا۔

۳۰۹۔ شیخ عبدالعزیز سرہندی

”الشیخ الفاضل“ عبدالعزیز الحسینی السرخسندی۔ فقہ و اصول و ادب میں فخر الامثال۔ جو نیوہر تشریف لے گئے اور شیخ ابن قوام شطاری جو نپوری سے متفیض ہوئے (عاشقہ)

۳۱۰۔ شیخ عبدالعزیز دہلوی

”الشیخ الکبیر“ عبدالعزیز بن طاہر عباسی دہلوی۔ یکے از مشائخ کبار فرقہ چشتیہ بمال و لاہور ^{۸۹۹ھ} ۱۴۹۳ء مولد شہر جون پور۔ ان کے والد ان کی کم سنی میں راہی ملک عدم ہوئے۔ اور ان کی والدہ نے آپ کو پالا پوسا۔
شیخ محمد بن عبدالوہاب حسینی بخاری دہلوی اور شیخ ابراہیم ابن معین حسینی ایرجی سے

پڑھا۔ فصوص الحکم وغیرہ کتب تصوف شیخ عبدالوہاب سے پڑھیں۔ طریقہ سہروردیہ میں انہی سے فیض یاب ہوئے۔ بعد طریقہ قادریہ میں شیخ ابراہیم مذکور سے۔ پھر ظفر آباد آکر شیخ قاضی خسان ابن یوسف نامی کی خدمت میں تین سال باقیاب رہے۔ آپ سے طریقہ چشتیہ میں مستفید ہوئے۔ قاضی خان محمد روح آپ کے والد کے یاران طریقت ہیں سے تھے۔ انہوں نے ایک اجازت طریقت چشتیہ شیخ تاج محمود جون پوری سے حاصل کر کے مزید اکتساب کے لئے دہلی کا سفر فرمایا۔ اور یہاں فضیلت مشیخت سے سربلند ہوئے۔

آپ کثیر العبادت مراقبہ وجد و حالت اور فنا و انکسار و استغناء عن الخلق سے بہرہ مند اور مع ہذا خوش دلی اور فراخ قلبی ہے بھی فیض کام تھے۔ لوگوں کی ایذا پر تحمل فرماتے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ محفل سماع میں ایک شخص ان پر گر پڑا، جس سے آپ کے بدن پر چوٹ آگئی، مگر اس پر بھی خاموش رہے۔ ایک مرتبہ اور یہ حادثہ ہوا۔ تو حاکم وقت نے اس شخص پر تعزیر جاری کرنا چاہی مگر آپ نے اس کی اجازت نہ دی۔

ضرورت مندوں کی سفارش کرنا ضروری سمجھتے۔ وقت پر وقت کے باوجود امرا کے دروازے پر پہنچ جاتے۔ اگرچہ چلہ کشی کی حالت ہی کیوں نہ ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ دروازہ بند ہے اور آپ صبح سے شام تک امیر کے دروازے پر دھرتا دھرتے بیٹھے ہیں۔ اگر اس روز سامنا نہیں ہوا تو دوسرے روز پھر! یہ مشغلہ کثرت عبادت و زہد و اشغال باطنی اور عوام سے کنارہ کشی اور فقر و فاقہ کے باوجود جاری رہتا۔

تدریس کا سلسلہ بھی تھا۔ تفسیر و تصوف پڑھاتے خصوصاً عرائس البیان و عوارف المعارف فصوص الحکم اور ان کے شروح۔

تصانیف | بقدر ۲۲- کے کتابیں لکھیں۔ اذال جملہ! ۱- شرح الحقیقۃ المحمدیہ۔ مولفہ قاضی وجیہ الدین بکراتی۔

۲- رسالہ عینیہ فی الرد علی الغیریہ مصنفہ شیخ عبدالملک ابن عبدالغفور پانی پتی۔

۳- الرسالة العزیزیہ در اذکار و اشغال

۴- عمدة الاسلام در فقہ حنفی (دربان فارسی) در یک مجلد۔

وفات بروز در شنبہ ۶ جمادی الاخریٰ در ۹۴۵ھ ان کے عجائبات میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ اپنے مکتوبات میں اپنے نام کے ساتھ "ذره ناچیز" لکھتے۔ ان کی رحلت پر جب اس کے عدد گنے گئے تو آپ کا سال وفات بھی یہی تھا۔

۳۱۱۔ شیخ عبد العزیز سہارن پوری

م ۹۱۶ھ
۶۱۵۱۰

"الشیخ الصالح" عبد العزیز ابن خواجہ سالار بن فرید الدین الصادی سہارن پوری۔ یکے از افراد علم و طریقت، مولد و منشاء شہر سہارن پور شیخ اسحاق حسینی بخاری کی خدمت لازم پکڑی۔ اور ان سے علم و طریقت ہر دو میں مستفیض ہوئے۔ تدریس و افادہ مشغلہ تھا۔ ۸ شوال ۹۱۶ھ کے روز سہارن پور ہی میں آسودہ گرد ہوئے۔

۳۱۲۔ ابوالقاسم عبد العزیز گجراتی

م ربیع الاول ۹۶۱ھ
۶۱۵۵۳

"الوزیر الکبیر" ابوالقاسم عبد العزیز بن محمد بن محمد بن محمد بن شاہو بن تگودر ابن جام نندہ سندھی گجراتی شہید سعید المستعد العالی "آصف خان مملکت گجرات میں" وزیر اعظم تھے "شب پنج شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۹۶۱ھ کے روز جاپانیر میں پیدا ہوئے۔ اپنی والدہ کی گود میں پروان چڑھے۔ اور متعدد علوم از قسم صرف و نحو و معانی و بیان پڑھ کر علوم شرعیہ میں قاضی بہان الدین نیروالی کے سامنے زانوئے ادب تہ کئے جن سے علوم حدیث کے تمام شعبوں میں اکتساب فرمایا۔ بعد ازاں علامہ خطیب ابوالفضل گادرونی اور محقق دوانی کے شاگرد اکبر سید ابوالفضل استرآبادی سے منطق و فلسفہ و اصول و طب پڑھے۔ اور دن بدن سعادت و کمالات کے مدارج طے کرتے ہوئے نجابت و اقبال کی حدوں تک پہنچے۔ یہاں تک کہ سلطان بہادر شاہ گجراتی نے آپ کو طلب فرما کر دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ صاحب تو وزارت کے اہل ہیں۔ اور انہیں متعدد شعبوں پر مختار فرمادیا۔ سب سے پہلے آپ کو

”نجیب الملک“ کا خطاب دیا۔ پھر حبیب اللہ کے پہلے وزیر محمد الدین محمد بن محمد ایچی اپنی کبریٰ کے باعث امور مملکت کی سرانجام دہی سے قاصر نظر آئے۔ تو سلطان نے ابوالقاسم صاحب ترجمہ کو اپنے ساتھ بے حد لگاؤ کی وجہ سے وزارت عظمیٰ پر فائز کر دیا۔ آپ نے یہ نیابت ہر حال کے اندر نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دی۔ ملک کی تقویت کے ساتھ رعایا کے دل بھی ہاتھ میں لے گئے۔ بادشاہ کا مزید قرب حاصل ہو گیا۔ تب ابوالقاسم کو خیال گزرا کہ اب حکومت کو میری ضرورت نہیں۔ جس پر وزارت عظمیٰ سے استعفیٰ پیش کر دیا۔ بادشاہ نے آپ کو ”الولایۃ العظمیٰ“ پر مقرر کر کے ”مسند عالی آصف خان“ کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ آپ یہ فرض ادا کر رہے تھے کہ سلطان ہمایوں نے گجرات پر حملہ کر دیا۔ جس پر بہادر شاہ نے آپ کے ہمراہ اپنے حرم اور فرزانہ ملحق کر کے مکہ مشرفہ روانہ کر دیا۔ سامان میں سات سو صندوق اور ایک ہزار سے زیادہ خدم و حشم اور لشکر تھے، یہ قصبہ ۹۴۲ھ کا ہے۔

مکہ معظمہ میں داخلہ | آپ کے داخلہ پر مکہ مشرفہ کے سربراہ ابو نمثی بن برکات حسینی نے اس انداز سے مولانا ابوالقاسم کی آؤ بھگت فرمائی۔ جیسے دونوں ایک وجود کے دو مظہر ہیں۔ وکیل بہادر شاہ نے اہل مکہ کے لئے جو دو سخا کا دروازہ کھول دیا۔ لوگوں نے اس آواز کے ساتھ دعائیں کیں۔ جیسے تلبہ میں آواز بلند کی جاتی ہے۔ اتنے ہی میں سلطان بہادر شاہ کی خبر وفات آپہنچی۔ ادھر سے ۹۴۲ھ میں مصر سے قائم مقام امیر خمرادی مکہ معظمہ سے خزانہ لے جانے کے لئے آپہنچا۔ جس کے مطالبہ پر مکہ معظمہ کے مقررہ امیر ابو نمثی مدوح نے وکیل بہادر شاہ ابوالقاسم کی رائے پر یہ امر چھوڑ دیا۔ مع اس بات کے کہ اگر وہ یہ خزانہ مصری امیر خمرادی کی خواہش کے مطابق مصری حکومت کے ہاں بھیجوانا پسند کریں تو وہ (ابو نمثی) بھی ان کے ہمراہ مصر تک جائیں گے۔ اور مکہ کے نگران نے اقرار کر لیا کہ جو کچھ اس تک پہنچے۔ جب وہ اس کے قیام کا خواہاں نہ ہوگا۔ تو لانے والوں کی دشمنی کا سوال ہی کیا رہ جائے گا۔ البتہ اس میں والی مکہ کو بھی کچھ دے کر راضی کر دیا جائے گا۔ خمرادی نے اس طریق سے پہلے تو سب اراکین کی تالیف کر دی۔ پھر وہی صاحب مکہ کی طرف راغب ہوا۔ کہ وہ کس طرح خوش رہیں گے؟ اور خمرادی نے اپنے وکیل سراج الدین عمر نہروالی

کو جو معتد علیہ تھا۔ اور مصر سے اس کا ہمرکاب تھا۔ اور صاحب مکہ کا حاجب بھی اس وقت ہمارا ہی تھا۔ ابو القاسم نے مصر میں داخل ہونے سے قبل اسے خسرو شاہ کی طرف بھیجا۔ کہ اس کے لئے ہندوستان کی مصنوعات کے کس اور چار صندوق سونے کے ہیں۔ اس کے ساتھ معتد پیش کر کے خود ادرنہ روانہ ہو گیا۔ وہاں وہ سلطان روم کی خدمت میں باریاب ہوا۔ سلطان ایسی خندہ پیشانی سے مصافحہ کے بعد نشست و ہم کلامی سے پیش آیا۔ جیسی وسعت کے ساتھ اس سے پہلے کسی اور سے پیش نہ آیا تھا۔ سلطان اس کے انداز کلام و صلاحیت سے بہت متاثر ہوا۔ اور اس سے دریافت کیا کہ آپ کے ملک میں انقلاب کیوں آجاتا ہے جب وہاں آپ جیسا مدبر موجود ہے؟ اس نے جواب میں عرض کیا۔ کہ ملک تلوار سے فتح اور تدبیر سے محفوظ ہوتا ہے۔ بنو امیہ کی حکومت پر زوال آ گیا۔ حالانکہ مروان سے زیادہ دلاور کوئی نہ تھا۔ مگر اس کے صبر کی بدولت حمار اس کا لقب پڑ گیا۔ اور نہ کوئی دوسرا عبد الحمید سے زیادہ صاحب الرائے تھا۔ حتیٰ کہ جب منصور نے اس کے قتل کا حکم دیا تو عبد الحمید نے کہا۔ مجھے اپنی خط و کتابت کے لئے زندہ رہنے دیجئے۔ تو اس پر منصور نے کہا: تیرے خطوط سے زیادہ مجھے اور کسی چیز نے نقصان نہیں پہنچایا۔ دشمنوں کی تلواریں میرے بارے میں اتنی کارگر ثابت نہیں ہوئیں جتنے کہ تمارے خطوط اگر میں تمہیں زندہ رہنے دوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنی زندگی سے ہاتھ دھو لوں۔ سدا کی بادشاہت اللہ کے لئے ہے با ایں ہمہ ہر ایک دنیوی سلطنت کے قیام اور زوال کا ایک سبب ہوتا ہے یہ کہ بادشاہ کے استحکام کا ایک سبب تو اتفاقی ہے۔ جس پر وہ اپنی رعایا میں سے کسی کے لئے اپنے مقابل آنے کا امکان باقی نہیں رہنے دیتا۔ اور اگر کچھ لوگ ایسا کر پائیں تو ان کی کمزوری ثابت ہو جاتی ہے۔ اور تقدیر بھی ان کا ساتھ نہیں دیتی۔ سلطان اس تقریر بہت متاثر ہوا۔ پھر اس (سلطان) نے فرمایا کچھ اور فرمائیے تو انہوں نے اور گفتگو کے ساتھ اور اپنے ہمراہی خزانہ کے لئے راہداری کا پروانہ طلب کیا۔ اور جب سلطان نے پروانہ عطا کر دیا تو سلطان نے فرمایا کچھ اور؟ تو عرض کیا کہ حریم سلطنت کو ہندوستان واپس جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ سلطان نے یہ درخواست بھی قبول فرما کر کچھ اور سفارش کے لئے

کہا۔ تو عرض کیا۔ تو اپنے ماتحت مکہ معظمہ اور جدہ کے حاجیوں سے فرمائیے کہ ہمارے بارے میں نرمی سے کام لیں۔ سلطان نے یہ درخواست بھی منظور کر لی۔ تو اس کے بعد فرمایا کہ آپ شام یا حلب کی امارت چاہیں تو میں اس پر بھی آمادہ ہوں۔ اس پر عرض کیا کہ آپ مجھے ایک ہزار اشرفی ہر سال عنایت فرمادیں۔ تاکہ آپ کے وظیفہ خواروں کے رجسٹر میں میرا نام درج رہے۔ سلطان نے یہ بھی منظور فرمالیا۔ اب آپ مکہ معظمہ واپس چلے آئے۔ اور اپنے بادشاہ سلطان محمود کے پاس گجرات میں جملہ سامان خرید کر وہ جس میں سونے کے ۲۱ سکوں سے بھرے ہوئے صندوق بہادر شاہ کی مہر سے مزین تھے بھیج دئے۔ اور سفر روم کے دورہ کی وجہ سے جو غیر موجودگی رہی تو اس میں دس عدد صندوق اور مفروب سکے تجات صاحب مہر اور رومال کے وزرار کے لئے بھیجوائے۔ اور باب عالی کے وزراء کے لئے ان کے سوا تیس صندوق علیحدہ ان سب سے ان کے سوا دوسروں کو بھی خوب والی داد و دہش سے نوازا۔ ان سب سے متزاویہ کہ بیت اللہ کی نذر کے لئے وہ خزانے بھیجوائے جو اس سے قبل آنکھوں سے دیکھے نہ کالوں نے نہ نہ کسی دل میں ان کا نقشہ آیا۔ قیام مکہ کے دوران میں امرا و لشکر و سلطانی خدم و حشم کے لئے اسلحہ و اسباب و ظروف طلائی و روپہلی کی فروخت کے منافع سے بیش بہا خزانے پیش کئے۔ چہ جائے کہ ان کے لئے سلطان کی طرف سے ستر ہزار مثقال سونا اور صاحب مکہ کے لئے پچیس ہزار مثقال سونا آتا۔

پھر جب اس نے اپنے اہل بیت کو گجرات روانہ کر دیا۔ تو خود مکہ معظمہ میں قیام کا ارادہ کر لیا۔ جہاں وہ ۹۵۵ھ تک رہے۔ حتیٰ کہ سلطان محمود شاہ گجراتی نے انہیں طلب فرمایا۔ اور ان کے آجائے پر نیابت شاہی کے ساتھ ہر طرح کی وسعت مکانی سے سرفرازی بخشی۔

جب اُسے ہر قسم کی راحت و سکون حاصل تھا تو ایک روز اُس نے اپنے مصاحبوں سے کہا۔ طویل عرصہ تک میرے سامنے ایسی معات رہیں جن پر کوئی میرا بدگوار نہیں تھا اگرچہ دیوان شاہی کے اندر بیشتر افراد موجود ہیں۔ مگر مجھے شبہ ہے کہ یہ افراد میری اہانت

کے لئے ہیں۔ یا مجھ پر بار! لیکن آج مجھے جو سکون حاصل ہے وہ آصف خان کی بدولت ہے مگر میں نے جو کچھ جمع کیا۔ اس میں سے اپنے لئے پس انداز کرنے سے قاصر تھا۔ یا مجھے یہ خطرہ تھا کہ اگر یہ دروازہ کھل گیا تو میں اسے بند نہ کر سکوں گا۔

آصف خان ایک مدت تک وزیر رہنے کے بعد آخر بہانہ الدین شرابی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جس کا سبب یہ تھا کہ بہانہ الدین سلطان محمود کی ساقی گری پر مامور اور سلطان کو اس پر بہت اعتماد تھا۔ شیطان نے اسے وہ غلایا۔ جس پر اس نے بادشاہ کو زہر پلایا اور پھر اسے قتل کر دیا۔

اب وہ خود تخت پر بیٹھ گیا۔ بعد اس نے اراکین کا صفایا شروع کر دیا۔ تاکہ سلطنت کے بارے میں کوئی اس کی طرف نظر بد سے نہ دیکھ سکے۔ پہلے اس نے آصف خان کو شاہی فرمان دے کر طلب کیا۔ آصف خان نے غسل کر کے خوشبو لگائی۔ اور پالکی میں بیٹھ کر قرآن خوانی کرتا ہوا گھر سے نکلا۔ مگر جب شاہی محلوں میں پہنچا۔ تو ملاقات کی اجازت کے دروازے پر ہاتھی پر سوار شاہی نقیب نے اسے اندر جانے سے روک دیا۔ دراصل آصف خان پر شفقت کر رہا تھا۔ تاکہ اس کی جان بخشی کا فرمان جاری ہو جائے۔ مگر آصف خان اور جنت کے درمیان دو چار قدم کا فاصلہ تو رہی گیا تھا۔ آصف خان چلے تو وہیں ٹھہر گیا۔ پھر پالکی والوں کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ تو وہ اندر داخل ہو گئے۔ اتنے میں اس پر تلواریں برسے لگیں۔ اور وہ چشم زدن میں شہادت کا جام پی کر سعادت مند ہو گیا۔ یہ واقعہ اوائل ماہ ربیع الاول ۹۶۱ھ میں رونما ہوا۔ جس پر اکثر شعرا مکہ نے اس کے مرثیے لکھے اور شیخ ابن حجر ہیتمی کی نے تو اس کے مناقب میں ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا۔ جس میں اس نے لکھا ہے کہ

وہ ظاہر میں تو دنیا دار مگر باطن میں اکابر اہل الاخرت میں سے تھا۔ کیونکہ وہ عبادت میں اس قدر منہمک رہتا کہ علمائے صلیف میں سے بعض کے متعلق ایسا غلط ہونا سنا گیا مگر ہمارے دور میں کوئی صاحب منصب یا عالم مکہ معظمہ میں داخل نہیں ہوا جو رات اور دن میں عبادت کا اس قدر فریفتہ ہو۔ وہ دس سال سے زائد

میں رہے اور صلوٰۃ خمسہ میں سے کوئی نماز جماعت کے بغیر ادا نہ کی۔ اس کے ساتھ تلاوت قرآن و مطالعہ کتب از قسم تفسیر و حدیث و علوم عالیہ و متعلقات فرید بر آں۔ ان کے ہاں ان کی قیام گاہ پر فقہاء کا اجتماع رہتا جن کا وہاں مشغلہ تنقیح مسائل تھا وہ خود بھی ان مبارک مجالس کے اندر شریک ہوتا۔ خصوصاً بیضاوی اور کشاف کے مشکل مقامات۔ اسی طرح تلویح اور شرح مواقف اور درنوں کے حواشی میں۔ نیز ہدایہ اور اس کے شروع اور کنز مع شروع اور فقہ کے دوسرے مباحث نیز بخاری و مسلم و دیگر کتب صحاح ستہ اور ان کے شروع و حواشی میں۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے اندر اس کے علم کی دھاک بیٹھ گئی۔ یہاں کے لوگوں میں اس کی حوصلہ افزائی کی وجہ سے علم کا بہت چرچا ہوا۔ طلباء اس کے حلقے میں جمع ہوتے بحث و مباحثہ کرتے۔ اور اس کی طرف سے حل کردہ مسائل ضبط کرتے۔ تاکہ اس کے مقرب ہو سکیں۔ یہ سب اس وجہ سے ہوتا کہ اہل مکہ کے نزدیک ان کا مثل کوئی اور نہ تھا۔ نہ ان سے پہلے مدتوں کسی ایسے وسیع العلم کا ذکر انہوں نے سنا تھا۔

ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس قدر تشغیم و زہدیت و کینز بائیسے بے حساب و خادم و چشم و غیرہ کے وہ رات کے طویل عرصہ تک تہجد ادا کرتا۔ جس میں شمس قرآن مع فکر و تامل و خشوع و خضوع پڑھتا۔ اس شغل میں سفر و حضر دونوں یکساں تھے۔ جیسا کہ اس کے ثقہ ہمراہ سفر از مکہ تا بہ روم مع دایمی بیان کرتے۔

ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ جب تک کہ مغلہ میں رہے۔ بیت اللہ میں دوسرے شرعی مشاغل کے ساتھ ہر سال رمضان میں مسجد الحرام کے اندر اعتکاف فرماتے جس میں قفرو و تجرد و طلوعہ وغیرہ جملہ لوازم قائم رہتے۔ کئی ختم قرآن کا اتباع کرتے۔ اور سب لوٹ کر وطن گئے تو اپنے رفقاء سے وزارت کے ساتھ مہمات سلطنت میں مصروف رہنے کے باوجود ان مشاغل میں کسی نہ آنے پاتی یہاں

تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت میں طلب کر لیا۔

عام برتاؤ

وہ بات بات پر قسم کھانے والے مثلاً کلاً واللہ! علی واللہ! جیسے کلمات پر بہت گرفت کرتے۔ اور جب تک ہم ان کی مجلس میں رہتے کبھی ہم نے ان کی

زبان سے لغو قسم یا حلف باللہ کے الفاظ نہیں سنے۔ وہ صوفیاء کے واردات و مجاہدہ لٹے نفس و ترک امور و لعب و تغلیل غذا کے بہت قائل تھے۔ ایک ثقہ نے بیان کیا کہ میں ان کے

ہمراہ مکہ سے قسطنطنیہ اور وہاں سے واپسی تک ان کے ہمراہ رہا۔ مگر وہ خفین پر مسیح کی رخصت کا علم ہونے کے باوجود کبھی مسیح نہ کرتے بلکہ عزیمت و افضل پر عمل پیرا رہتے۔ مکہ معظمہ میں

ان کا مکان بیت اللہ کے دروازے سے اتنا قریب تھا کہ وہیں حجر اسود نظر آجاتا۔ اور ذرا اوپر سے اٹھانے پر کعبہ کا دروازہ بھی نظر سے گزر سکتا۔ جس پر انہیں شہود و مراقب کا اجر مل سکتا۔ مگر وہ

بمنفسہ ان کی زیارت کے لئے حاضر رہتے۔ وہاں سے صرف جماعت کے لئے اٹھتے اور تکمیل نماز کے بعد دوڑتے ہوئے اپنے پہلے مقام پر آجاتے، اس آمد و رفت میں کسی سے بات تک نہ کہتے

مع بذا صوم و تغلیل غذا اور شب بیداری و کثرت ذکر اور انقطاع الی اللہ ان کا شعار و ذخیرہ تھا ابن حجر فرماتے ہیں، اس قدر شوکت و ثمول و وجاہت کے باوجود فقرائے لئے نہایت

متواضع و علما کے لئے بے حد محسن تھے جو ان کے ہاں اکثر آتے رہتے۔ انہوں نے ہر طبقہ کو اپنی مجلس کے لئے متوجہ کر لیا۔ حتیٰ کہ نشست کے اعتبار سے ان کی مجلس میں کم مرتبہ اور جلیل المنزلت

کے اندر امتیاز نہ تھا۔ علما ان کے سامنے علمی موضوعات پر بحث و مناظرہ کرتے۔ ہمالے شیخ ابوالحسن بکری شافعی جو کسی کے ہاں تشریف نہ لے جاتے۔ مگر کسی اہم معاملہ کے لئے ان کے

ہاں آنے میں تامل نہ تھا۔ اور امام ممدوح ان لوگوں کا گلہ کرتے جو امرائے ہاں جاتے رہتے۔ امام بکری کو ان کے ساتھ تناول میں پرہیز تھا نہ ان کے تحائف قبول کرنے میں عذر۔

ابن حجر فرماتے ہیں۔ ایک روز میری موجودگی میں سلطان روم کا سفیر آیا۔ جس کے ہمراہ مصر کا نائب السلطنت خسرو پاشا ابن خیر الدین بھی تھا۔ سفیر سلطان کی طرف سے خلعت شاہی آپ کے

لئے لایا تھا۔ جس کے ساتھ تعظیم و تکریم کے جملہ سامان اور بھی تھے۔ سفیر نے خلعت پیش کرتے ہوئے اس کے زیب تن کرنے کی درخواست کی تو آپ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔ میں ریشمی پوشاک کس طرح

پہن لوں؟ سفیر نے بہت الحاح کیا۔ مگر آپ رضامند نہ ہوئے۔ اور نہ سلطان کی خفگی
خاطر میں لائے۔ وہ تو ملک دنیا کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا کے طلبگار تھے۔ — (حاصل کلام

ابن حجر)

شیخ عزیز الدین عبدالعزیز زمزمی لکھی نے اپنے ایک قصیدہ میں ان کے مناقب پر
کیا ہے کہ

۱۔ وہ ایسا سخی ہے جس کے عمدہ اخلاق مشرکین میں مشہور ہو گئے، حتیٰ کہ ضرب المثل ہو
گئے۔

۲۔ مراد میری آصف خان عزیز الدین سے ہے جو ہمارا سردار تھا اللہ تعالیٰ اُسے
عزت بخشے وہ دشمنوں کو رسوا کرنے والا تھا۔

۳۔ جو شخص اس کے مبارک نام سے فال لے۔ وہ ہر بلندی کے لئے جس پر وہ فائز
ہو گا یہی نام رکھے گا۔

۴۔ میرے لئے اس کا نام ایک ضمانت ہے۔ کیونکہ میں بھی اس کا ہم نام (عبدالعزیز)
ہوں۔

۵۔ وہ رعایت کرے گا اس بارے میں — وہ میرے حقوق کی حفاظت بھی کرے
گا۔

۶۔ لوگوں نے اُسے بلند مسند کی دعوت دی۔ اور سخاوت کے معاملے میں اس کی کٹی
بلند اسناد ہیں جہاں تک وہ پہنچا۔

۷۔ اس کا لقب اس کی حکومت نے آصف نہیں رکھا۔ مگر اس جو ہر کی وجہ سے جو اس نے
اس کی ذات میں معتمد دیکھا۔

۸۔ اُسی سے اس کے شامل کی تکمیل ہوئی ہے وہ لوگ کم ہیں جن کے اندر یہ تمام اوصاف
ہوں۔

۹۔ وہ اپنی سعی سے سردار بنا۔ وہ سرداری کو ایسی چیز نہیں سمجھتا جس میں عقلمند بھی بھول
جائیں۔

۱۰۔ اس کے پاؤں کے تلو ووں میں بلند مراتب سمودئے گئے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ

رفعت میں بلند مرتبہ ہوا۔

۱۱۔ وہ الیہ صاحب منزلت ہے کہ اس کے مرتبہ نے علم کی حفاظت کی۔

تو علم اور بلندی پر جا پہنچا۔ اور بھول چوک نیچے رہ گئے۔

۱۲۔ عبدالعزیز (آصف خان) اللہ تعالیٰ تجھے عزت بخشے کہ تو نے علم کے کمزور ہونے

کے بعد اس کی ڈھارس بندھائی۔

۱۳۔ تو نے عالموں کی مرتبت کو بلند کیا۔ وہ تیری اچھی رائے کی وجہ سے بلند و بالا ہو کر

جہلا سے ممتاز ہو گئے۔

۱۴۔ جب تو نے اپنے خاص مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ تو تو نے دونوں مذہب والوں کو

چلے پہنا دئے۔

۱۵۔ مکہ مکرمہ کے اندر لوگوں کے لئے بلند شان ہے جس کی وجہ سے ناخواندہ افراد

بھی تعلیم کے پیچھے لگ گئے۔

۱۶۔ پس ہر وہ شخص جسے پہلے سے کوئی علم نہ تھا بوڑھا ہونے کے باوجود علم

حاصل کرنے پر مائل ہو گیا۔

۱۷۔ تجھے تیرے اللہ کی طرف سے بہترین جزا ملے۔ تیرے اس عمدہ کارنامہ کی وجہ

سے جس میں تو بے مثل ہے۔

اور اس کے مقولہ "لما اشتدت تدلیسا" (جب تم نے اپنے خاص مدرسہ

کی بنیاد رکھی تو تو نے دونوں مذہب والوں کو چلے پہنا دئے) یہ اشارہ ہے کہ اس نے

مکہ کے باب العمرہ میں مدرسہ بنایا جس کی تولیت و تدریس شیخ عزیز الدین عبدالعزیز نمری

شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی وغیرہما علمائے مکہ مکرمہ کے سپرد تھی۔ یہ قصیدہ ۸۶ اشعار

پر مشتمل ہے۔

اور شیخ عبدالعزیز مذکور کا ایک اور قصیدہ ہے۔ جو انہوں نے شیخ ممدوح کے

مرتبہ کی صورت میں فرمایا۔ یعنی

۱۔ کون سے دل اس بڑے حادثے کی وجہ سے متزلزل نہیں ہوئے۔ اور کون سا قافلہ ہند کے کسی کونے میں اترا۔ اور وہ یہ خبر سن کر حجاز نہ پہنچا ہو کہ آصف خان وہاں مقیم ہے)

۳۔ دنیا میں سب سے بڑی مصیبت جو بکروبر میں پھیلی جسے کشتی اور اونٹ لے کر چلے۔ وہ خبر یہ ہے (آصف خان کی موت کی خبر)

۴۔ جس خبر نے میرے کان کو روندنا۔ پس اُس نے مجھ پر ایسی مصیبت ڈال دی۔ جو ناقابل برداشت تھی۔

۵۔ حجازیوں کو اُمید کے بعد اس خبر نے یاس کا تحفہ دیا۔ اور یاس اُمید کے بعد ایسی ہے جیسے بارش کے بعد شبنم۔

۶۔ پس لوگ اس کی موت کے بعد سکر ورنج اور ایسے بوجھ میں دب گئے جو غیر معتدل نہیں۔

۳۱۳۔ مولانا عبدالعزیز ابھری

م ۹۲۸
۶۱۵۲۱

”الشیخ العالم المحدث“ عبدالعزیز ابھری الشیخ عماد الدین کاشانی سندھی۔ حدیث و فقہ حدیث اور فقہ عام میں فخر الامثال، مدرسہ شاہ رخ یا مدرسہ سلطانہ میں مدتوں پڑھایا۔ ہرات کے اندر خلافت افلاہیہ کے دور میں بھی یہ شغل تھا۔

شرح مشکوٰۃ المصابیح برائے امیر نظام الدین علی شیر لکھی۔ اور درسیات پر تصنیف حواشی لکھے۔ مگر جب فارس کے اندر فتنہ (غدر) عام ہو پا ہوا۔ جس میں

۱۔ عماد الدین لقب ہے (مترجم)

۲۔ جن کا تذکرہ محمد بن خداوند خان نے رد فتنۃ الصفا میں کیا ہے۔ مع اس بات کہ انہوں نے زمانہ فتنہ میں سندھ کا سفر کیا جس کے بعد کی خبر معلوم نہ ہو سکی (دثنیٰ)

سلطان اسماعیل بن حیدر صفوی ^{۹۴۸ھ} ۱۵۲۱ء لکھنؤ ہجرت فرما کر تو آپ بزمانہ شاہ جام فیروزپور سے سندھ میں منتقل ہو گئے، اور کاشانی دروازہ سیرتانی میں سکونت اختیار کر لی۔ یہ خبر سن کر طلباء امنڈ اٹے۔ بے شمار علمائے آپ سے کتاب کیا۔ ان کی تصانیف کا تذکرہ علامہ مجلسی نے کشف الثغور میں کیا ہے کہ انہوں نے ^{۹۴۸ھ} میں انتقال فرمایا۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ اسی سال وہ ہجرت کر کے سندھ آئے ہاں البتہ اتنا یقینی ہے کہ ان کی موت کا زمانہ میں ہوئی انہوں نے کہ ان کا صحیح سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔ (مآثر)

۳۱۴۔ مولانا عبد الغفور دہلوی

”الشیخ الفاضل الکبیر“ عبد الغفور ابن نسیر الدین بن سماؤ الدین ملتانی دہلوی۔ یکے از مشاہیر ہند۔ خانوادہ مشیخت اور علمی میں سے تھے۔ دہلی مولد و منشا ہے اپنے والد کے سوا عبد اللہ الامداد عثمانی تلبنی سے پڑھا۔ جن کی خدمت میں برسوں باریاب رہے۔ حتیٰ کہ اپنے استاد کی زندگی میں اکابر علماء کی صف میں آ پہنچے۔ ان کے دادا سماؤ الدین انہیں ”سراج بیتی“ (میرے گھر کا چراغ) بتاتے۔ آپ عوام کی زبان پر شیخ لادن کے لقب سے مشہور تھے۔ جس سے آپ کا اصلی نام اور جھل ہو گیا۔ (بدایونی نے) یہ تذکرہ اپنی تلخیص کے متعدد مقامات پر کیا ہے۔ دہلی میں اپنے دور کے مشاہیر مدرسین سے تھے۔ حتیٰ کہ تعلیم کی ریاست آپ پر منتہی ہوتی۔

۳۱۵۔ قاضی عبد الغفور پانی پتی

”الشیخ العالم الفقیہ“ قاضی عبد الغفور پانی پتی۔ یکے از فقہائے عصر در ہند خویش، شیخ عبد القدوس گنگوہی سے مسئلہ وحدت الوجود میں مناظرہ کیا۔ یہ خبر شیخ زکریا الدین محمد بن عبد القدوس ممدوح نے اپنی کتاب اللطائف القدوسیہ میں لکھی ہے با این اضاافہ کہ آخر کار مناظرہ میں قاضی صاحب سے کوئی جواب نہ بن آیا۔ اور آپ خاموش رہ گئے۔

۳۱۶۔ مفتی عبد الغفور امرودی

۹۹۰ھ
۱۵۸۲ء

”الشیخ العالم الفقیہ“ مفتی عبد الغفور بن عبد الملک ابن محمود سینی امرودی۔ یکے از علمائے عابلیں و عباد اللہ الصالحین، شہر امرودہ کے اندر ۹۵۰ھ میں اپنے والد کی رحلت کے بعد مفتی مقرر ہوئے۔ برسوں زندہ رہے۔ غالباً ۹۹۰ھ میں رحلت فرمائی۔ کیونکہ ان کے بیٹے عبد القدوس اسی سن میں امرودہ کے مفتی مقرر ہوئے تھے جیسا کہ نختہ التواریخ میں مرقوم ہے۔

۳۱۷۔ عبد الغفور اعظم پوری

”الشیخ الصالح الفقیہ“ عبد الغفور حنفی صوفی اعظم پوری یکے از اکابر چشتیہ۔ شیخ نظام الدین کاکوردی کی خدمت میں مدت تک بادیاب رہ کر درسیات پڑھیں اور ان کے بعد شیخ عبد القدوس گنگوہی سے طریقت میں استفادہ فرمایا۔ نہایت خوش ظاہر و خوش باطن تھے۔ آپ کی مجلس نفع بخش تھی۔ علماء و مشائخ میں سے بے شمار افراد آپ سے فیض یاب ہوئے (تنبیہ) اخبار الاصفیاء میں لکھا ہے کہ بدایونی انہیں علمائے ربانی میں شمار کرتے ہیں۔ اور یہ کہ آپ ہر جمعہ کو شریعت کا درس فرماتے۔ عوام ان کی بیعت سے بہرہ حاصل کرتے آپ انہیں تلقین بھی فرماتے۔ حقائق کی آگہی پر تصانیف کے علاوہ موثر اشعار بھی فارسی میں کہتے۔ بعمر ۸۲ سال ۹۸۵ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ مزار آپ کا اعظم پور سنبھل پر گنہ میں ہے۔ ۱۵۴۴ء

۳۱۸۔ عبد الغنی فتح پوری

”الشیخ الفاضل“ عبد الغنی بن حسام الدین صدیقی فتح پوری۔ فقہ و اصول و ادب میں ممتاز الاقران۔ مولد فتح پور (در نواح لکھنؤ) تحصیل علم کے لئے جون پور تشریف

لے گئے۔ شیخ معروف بن عبد الواسع اور دوسرے اساتذہ علم و فن سے پڑھا۔ ان اسباق میں مولانا نظام الدین عثمانی ایٹھوی آپ کے ہم سبق تھے۔ آپ برسوں شیخ معروف کی خدمت میں ہار یاب رہے۔ ان سے طریقت میں بھی استفادہ کیا۔ جس کے بعد فتح پور لوہڑا گئے اور تدریس و افتادہ میں مصروف ہو گئے۔ آپ اور شیخ نظام الدین کے درمیان محبت راسخ تھی۔ آپ کے ۶ فرزند تھے۔ (۱) سلیمان (۲) حبیب اللہ (۳) محمد اشرف (۴) ابراہیم۔ (۵) تاج محمود (۶) موسیٰ (تحقیق الانساب)

۳۱۹۔ شیخ عبد الغنی سنبھلی

”الشیخ الفاضل“ عبد الغنی سنبھلی کے از علمائے معروفین تلمیذ شاہ احمد شرعی چندریوی جن سے طریقت میں بھی استفادہ کیا۔ متعدد تصانیف بھی ہیں۔ (از بحر خاں)

۳۲۰۔ شیخ عبد القادر گیلانی

م ۹۷۲ ۱۵۳۵ ۱۸ ربیع الاول

”الشیخ الصالح“ عبد القادر بن جمال الدین الشریف الحسنی الگیلانی ثم لاہوری۔ یکے از مشائخ قادریہ حلیہ۔ اپنے والد سے طریقت میں استفادہ کے بعد بغداد سے ہندوستان آکر لاہور کے اندر طرح اقامت ڈال دی۔ آپ کے ۳ فرزند تھے۔ اور تینوں صلاح و تقویٰ سے بہرہ مند تھے، یعنی (۱) السید الحاج (۲) السید سلطان (۳) السید غیاث الدین ماشاء اللہ ایک سے ایک بڑھ کر نیک اور صالح تھا۔ لاہور ہی میں انتقال فرمایا۔

۳۲۱۔ شیخ عبد القادر مندوی

م ۹۸۲ ۱۵۰۶ ۸ شعبان

”الشیخ الصالح“ عبد القادر ابن علی حشتی مندوی، یکے از عباد اللہ الصالحین بعض درسیات اور تجوید پڑھیں۔ حتیٰ کہ قرآن اور تجوید فاتح الاقران ہو گئے۔ ذریعہ معاش

کھیتی باڑی تھی۔ جن کی آمدنی اپنے عیال اور مکان نوازی میں صرف کر دیتے (گلزار ابرار)

۳۲۲۔ شیخ عبدالقادر علی

م ۸ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ

”الشیخ الصالح“ عبدالقادر ابن محمد غوث الشریف الحسینی علی الہندی الاچھی یکے از عالمان باعمل، سن ولادت ۱۲۹۲ھ اپنے والدہ سے استفادہ کے بعد شہر امیج ہی میں مسند شیخو نجیت پر ممتاز ہوئے۔ آپ کے ہاتھ پر بے شمار لوگ مسلمان ہوئے اور آپ سے استفادہ کیا۔ (خزینۃ الاصفیاء)

۳۳۳۔ مولانا عبدالقادر سرہندی

”الشیخ الفاضل العلامة“ عبدالقادر حنفی سرہندی۔ یکے از مشاہیر ارباب تدریس در ملک ہند۔ شیخ ہدایت بن صالح سرہندی کی خدمت میں باریاب رہ کر پڑھا۔ بعد از فسخ خود مستر تدریس مزین فرمائی۔ تالیفات اس افادہ میں مصروف رہے۔ ریاست علم کے آپ ممتاز فرد تھے۔

آپ کے شاگردوں میں شیخ عبداللہ بن شمس الدین بیجا پوری اور دوسرے بے شمار افراد ہیں۔

تصانیف | شیخ ہدایت بن صالح پوری کی شرح کافہ پر حواشی۔ جس کی داد شیخ نظام الدین اسفرآئینی نے دی۔ اور اپنی کتاب المطول انہیں تحفہ بھی۔ جب ہندوستان نشریہ لائے تو ملاقات کے لئے سرہند کچھ عرصہ تک آپ کی خدمت و صحبت میں رہے اور ان کے علم و فضل کے پورے اعتراف کے ساتھ دنان سے واپس لوٹے۔

(بختاورد خان درمراۃ عالم و درگلزار ابرار) صفحہ ۹۴

۳۳۴۔ الشرح عبد القدوس گنگوہی

م ۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ

”الشیخ الاجل“ عبد القدوس ابن اسماعیل بن صفی بن نصیر الحنفی رودلوی ثم گنگوہی ہندوستان

کے مشہور مشائخ طریقت سے تھے مولد و منشار دولی ہے،

تعلیم ابتدائی صرف و نحو ملا فتح اللہ المشہور بہ چکنہ سے پڑھی۔ مگر بہت جلد ہی بحث و مطالعہ چھوڑ کر رودلوی ہی میں شیخ صالح احمد بن داؤد عمری کے مزار کی مجاورت اختیار کر لی۔ بعد میں احساس ہوا کہ علم کے بغیر تصوف طعام بے نمک کی مانند ہے۔ چنانچہ دوبارہ بحث و مطالعہ کی طرف قدم بڑھایا۔ اور نہایت انہماک سے طویل عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رکھا۔ حتیٰ کہ اللہ سبحانہ نے علم و معرفت کے تمام دروازے آپ کے لئے کھول دئے۔ شیخ مذکور کی روحانیت کے اثر سے بے حد مستفید ہوئے۔ ان کے پوتے محمد بن احمد (رودلوی) نے آپ کو خرقہ عنایت فرمایا۔ اب آپ نے شاہ آباد اور وہاں سے گنگوہ آکر مستقل سکونت اختیار فرمائی۔

آپ بہت بلند مرتبہ و صاحب کرامات علیہ و ذوق صحیح و وجد صادقہ کا مظہر اور سماع میں حد افراط تک منجذب تھے۔ عامۃ الناس پر توجید کے اسرار کھولتے۔ خود جذبات کے سمندر اور شکر کے اندر ڈوبے رہتے۔ بالیں ہمہ مشاغل، اتباع سنت اور التزام عزیمت سے بھی غافل نہ ہوتے۔ ہر لمحہ خود کو منکر المزاج اور راغب الی اللہ رکھتے۔ توکل سے بہرہ مند ہی تھے، عبادت میں متوغل۔ حیثیت سے گریہ طاری ہو جاتا اور موت و فانیہ کے ذکر سے بے حد آہ و بکا کرتے۔

مصنفات ۱۔ تعلیقات علی شرح الصحائف و علم کلام
۲۔ شرح غنیط علی عوارف المعارف

۳۔ التصوف پر حاشیہ

۴۔ انوار العیون و اسرار المکنون۔ یہ سات فنون پر مشتمل ہے۔ مفصل کتاب ہے۔ مقامات

۵۔ اپنے مریدوں کے نام خطوط (ان خطوط کو شیخ کے بعض متوسلین نے یکجا جمع کر دیا

(ہے)

وفات ۱۲ جمادی الاخریٰ ۹۷۲ھ شہر گنگوہ میں ہوئی۔

۳۳۵۔ شیخ عبد القدوس نظام آبادی

”الشیخ الکبیر عبد القدوس شطاری نظام آبادی المشہور بہ ”قدن“ و ”قلب صدیق“ آپ نے طریقہ شطاریہ میں شیخ عبد اللہ شطاری کی بیعت کی۔ پھر حافظ شطاری ”داسطہ کار“ کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ اور ان سے بے شمار فیوض حاصل کئے۔ حافظ مذکور نے آپ کو اپنی خلافت تفویض فرمائی۔ آپ نے تلقین و ارشاد شروع کر دی۔ آپ سے شیخ علی بن قوام الدین جونپوری نے استفادہ کیا۔ یہ صاحب بلند پایہ عالم اور صاحب دعوت اور مجاہدہ و ریاضت کے خوگر تھے (ہاشمیہ شیخ عارف علی)

۳۳۶۔ مولانا عبد الکریم سہارن پوری

م ۹۰۹ھ بروز شنبہ ۱۲ ربیع الاول

”الشیخ الفاضل“ عبد الکریم بن خواجہ سالار بن فرید الدین الفزاری بہر ذی سہارن پوری یکے از عالمان باعمل و مردان صالح۔ مولد و منشاء سہارن پور حفظ قرآن کے بعد تحصیل علم و طریقت دونوں کے لئے شیخ اسحاق حبیبی بخاری کی خدمت میں برسوں باریابی سے مفتخر ہوئے۔ حتیٰ کہ کشف و شہود کے تمام دروازے آپ کے لئے کھل گئے۔

عوام و خواص دونوں طبقے آپ کے معتقد تھے۔ نواح سہارن پور میں سلطان بہلول لودھی نے آپ کو بارہ مواضع جاگیر میں عطا فرمائے۔ وہ آپ کی بزرگی اور کمال کا بہت معتقد تھا۔

شیخ پیاری نے اللطائف القطبیہ میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القدوس گنگوہی کہا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں دہلی کی پرانی تھامس کبیر میں نماز جمعہ کے لئے گیا تو دیکھا کہ شیخ عبد الکریم نماز

تمناز کے بعد مہنہ پر تشریف لائے۔ اس لمحہ میں ستر افراد صوفیا میں سے موجود تھے۔ شیخ نے وعظ شروع کر دیا۔ اور ان میں بہر فرزند نے اپنے اپنے طرف کے مطابق اخذ استفادہ کیا۔

۳۳۷۔ مولانا عبد الکریم شیرازی

”الشیخ العلامة“ عبد الکریم بن عطاء اللہ شیرازی الہندی الجبرائی۔ علم تاریخ و رجال اور علوم حکمیہ کے اندر ممتاز الاقران تھے۔ سلطان محمود شاہ کبیر کے عہد میں ہندوستان وارد ہوتے

طبقات محمودیہ اس تاریخ میں خلق آدم سے لے کر ۹۱۵ھ تک کے واقعات کے ساتھ ہر دور کے اکابر علماء و شعراء اور ملوک و امرا کے حالات ہیں۔

۳۳۸۔ مولانا عبد الکریم گجراتی

”الشیخ الفاضل الکبیر“ عبد الکریم شروانی گجراتی۔ یکے از علمائے ممتازین و در علوم شریعہ قاضی عبد العزیز بن عبد الکریم عینی اجمینی ان ہی کے شاگرد ہیں (گلزار ابرار)

۳۳۹۔ شیخ عبد الطیف قزوینی

م۔ بتاریخ ۵ رماہ رجب ۹۸۱ھ

”الشیخ الفاضل“ عبد اللطیف بن یحییٰ المعصوم الحسینی البیضی القزوینی۔ خانوادہ علم و فنیت کے فرد۔ ظہار پ شاہ صفوی بادشاہ فارس اس بنا پر آپ کی ذات سے حسن ظن رکھتا کہ آپ چھپے ہوئے شیعہ ہیں۔ ایک مرتبہ کسی شیعہ سخن طراز نے شاہ سے کہہ دیا کہ وہ تو اہل سنت والجماعت ہیں۔ بادشاہ چہر گیا اور ایک دستہ متعین کر دیا کہ یحییٰ معصوم اور اس کے فرزند کو گرفتار کر کے دار الملک میں لے آؤ۔ ان کے فرزند علاؤ الدولہ نے اپنے والد یحییٰ سے کہا۔ کہ آپ کبر سنی کی وجہ سے دباں جا تو سکتے ہی نہیں۔ اس دفعہ میں سرکاری آدمیوں نے انہیں گرفتار کر کے جیل خانے میں بھجوا دیا۔ جہاں ان کا انتقال ہو گیا۔ رہے صاحب ترجمہ عبد اللطیف تو وہ بھاگ کر گیلانات کی طرف نکل آئے۔ سلطان ہمایوں نے یہ واقعہ

سنا۔ تو آپ کو ہندوستان آنے کی دعوت بھجوا دی۔ مگر بہالیوں ان کے ہندوستان پہنچنے سے پہلے رحلت فرما گئے۔ تو سلطان اکبر نے شیخ عبداللطیف کو خوش آمدید کہا۔ انہیں عزت و آرام کے ساتھ فتح پور میں سکونت کی اجازت دی اور ان سے دیوان حافظ شیراز کا ایک معتد بہ حصہ برٹھا۔ شیخ موصوف فاضل مورخ اور متعدد علوم و فنون سے آگاہ تھے۔ ۵ رجب ۹۸۱ھ کے روز فتح پور میں داعی اجل کو لبیک کہا اور آپ کا جسد اجمیر لے جا کر سپرد خاک کیا گیا۔ قاسم ارسلان نے آپ کی تاریخ وفات (فخر آل یسین سے) مستخرج کی۔ (بدایونی)

۴۴۰۔ قاضی عبداللہ سندھی

”الشیخ العالم الفقیہ“ قاضی عبداللہ ابن ابراہیم عمری سندھی مہاجر مدنی۔ مولد در بیلہ صوبہ سندھ۔ تحصیل درسیات شیخ عبدالعزیز اجمیری شارح مشکوٰۃ سے کی اور خود مدت تک تدریس فرمائی۔ مگر جب سلطان شاہی بیگ قندھاری سندھ پر قابض ہوا۔ تو آپ حرمین کی زیارت کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ ۱۵۴۴ھ میں گجرات پہنچے۔ جہاں شیخ علی متقی برہان پوری سے ملاقات ہوئی۔ جن کی شہرت چار دانگ گجرات میں تھی۔ حتیٰ کہ بہادر شاہ بھی ان کا معتقد تھا۔ اور چاہتا تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو۔ لیکن شیخ متقی اس بات کی اجازت نہیں دیتے تھے، قاضی عبداللطیف نے شیخ سے سفارش کی۔ کہ سلطان کو اپنے ہاں حاضر ہونے دیجئے۔ شیخ علی متقی نے فرمایا: ”میں اس شخص کو کیسے اپنے پاس آنے دوں۔ جو خود منکرات میں ملوث ہے۔ اور اسے گوارا نہیں کہ میں اسے امر بالمعروف کر سکوں۔“ سلطان نے یہ خبر سن کر قاضی عبداللطیف ہی کے ذریعے کہلا بھیجا۔ کہ شیخ صاحب بلا دانگ مجھے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرمائیں۔ اس پر انہیں اجازت دی گئی۔ سلطان نے حاضری پر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور ایک لاکھ تنکہ بھجوا یا۔ یہ قسم شیخ علی متقی نے قاضی عبداللطیف صاحب کو عنایت فرمادی۔ جس میں سے کچھ تو حرمین کا زاد راہ بنا۔ اور باقی آپ اپنی گذر بسر کے کام میں لائے۔

۳۴۱۔ شیخ عبد اللہ امر وہی

م۔ ۱۵ مارچ ذوالحجہ ۹۹۷ھ
۱۵۷۹

”الشیخ الکبیر“ عبد اللہ بن احمد بن طیفور بن شمس الدین بن محمد ابن محمود بن عبد الخالق بن محمد بن محمد ابن محمود بن الخیر بن علی راتینی امر وہی۔ ابراہیم بن علی رضا علیہ السلام کی اولاد سے اور ہندوستان کے مشہور اولیاء میں سے تھے۔ علم و عمل اور ہوش و سکر و جذب و سلوک کا مرقع۔
(بدایونی)

بدایونی نے آپ سے امر وہی میں ملاقات کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ ”آپ نے قرآن مجید کی چند آیات پڑھ کر ان کی تفسیر کرتے ہوئے سامعین کو رعنا بالقضار“ کی تلقین کی اور اس اشارہ میں رائے خطاب برابر میری طرف فرماتے رہے۔ جب میں امر وہی سے لوٹ کر اپنے گھر بدایوں میں پہنچا۔ تو میری عدم موجودگی میں میری بیٹی کا انتقال ہو چکا تھا تب میں سمجھا کہ شیخ موصوف نے رعنا بالقضار کا تذکرہ میری تسلی کے لئے کیا تھا۔

سبھلی نے اپنی تالیف ”الاسرار“ میں لکھا ہے کہ شیخ عبد اللہ امر وہی اپنی جوانی کے زمانے میں سفر حرمین کے لئے گھر سے نکلے۔ تو کھبات میں انہیں ایک مجذوب نے واپس لوٹ جانے کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ آپ نے واپس لوٹ کر شیخ علاؤ الدین چشتی دہلوی کی خدمت میں باریابی حاصل کی۔ اور جب شیخو خیمت کے مرتبہ پر پہنچے۔ تو امر وہی آکر مذہب و عبادت کو شعار و شعار بنا لیا۔

۳۴۲۔ مولانا عبد اللہ تلمیسی

م۔ ۹۲۲ھ
۱۵۱۹

”الشیخ الفاضل العلامة“ عبد اللہ بن الہداد العثماني التلمیسی ملتان سے دہلوی۔ یکے از مشاہیر اساتذہ علم و فن در ہند۔ مولد تلمبہ دو نواح ملتان۔ اٹلا و حساب سیکھنے کے بعد کچھ مدت اپنے مولد میں رہے۔ پھر رخت سفر باندھا اور عراق عجم تشریف لے گئے منطق و فلسفہ

علامہ عبداللہ شریذی سے برسوں ان کی خدمت میں رہ کر پڑھا۔ عنقوانِ شباب ہی میں دولتِ علم سے مالا مال ہو گئے۔ اور فیصلہ کن گفتگو کرنے لگے۔ ذکاوت و حاضر جوابی و قوتِ حافظہ اور سوچ بوجھ کا مرقع تھے۔ جب وطن واپس آئے تو اکابرِ علمائے ہند سے تھے۔ مسند تدریس مرتبین فرمائی۔ برسوں یہ مشغلہ رہا۔ آخر فتنوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تو گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اور چلتے چلاتے دہلی پہنچے۔ یہ زمانہ سلطان سکندر شاہ لودھی کا تھا۔ اس نے سنا تو غنیمت جانا

مولانا مشکل کتب منطق و فلسفہ پڑھاتے۔ اور ان ہی کی بدولت منطق و حکمت کی کتابیں نظامِ درس میں داخل ہوئیں۔ چنانچہ بدایونی لکھتے ہیں :-

”ان کے دہلی آنے سے پہلے ان شہروں میں شرح شمسید (در منطق) اور شرح صحائف (در کلام) مروج تھے۔ مگر آپ کی بدولت نظامِ درس میں فلسفہ و منطق کی بعض مشکل کتابیں اور شامل ہو گئیں۔“

سلطان سکندر شاہ آپ کی بے حد تعظیم کرتا۔ اگر وہ درس کے موقع پر آتا۔ تو کسی کونے میں ٹک چھپ کر بیٹھ جاتا۔ تاکہ تدریس میں ہرج واقع نہ ہو۔ مولانا کے تدریس سے فارغ ہونے پر سلام پیش کر کے گفتگو شروع کرتا۔

بدایونی لکھتے ہیں ایک مرتبہ سکندر نے تمام ملک کے علما کو جمع کر کے مناظرہ کی پالی ڈال دی۔ شیخ عبداللہ حمد روح اور ان کے ساتھی عزیز اللہ ایک طرف — اور شیخ الہداد جو پوری اور ان کے بیٹے بھکاری دوسری طرف۔ مناظرہ شروع ہوا۔ تو سلطان پر یہ رائے کھل گیا کہ فریقِ اول یعنی مولانا تلبنی تقریب میں اور مولانا الہداد تحریر میں فائق ہیں مولانا تلبنی کے تلامذہ میں مفتی جمال الدین، ان کے بھائی عبد الغفور ابن نعیم الدین دہلوی اور میاں شیخ گوالبیری و میراں جلال الدین بدایونی وغیرہ ہیں۔ جن میں سے ہر ایک آپ کی طفیل مقبلاً اور اپنے وقت کے اساتذہ ہیں۔ ان کی تعداد چالیس ہے۔

۳۴۳۔ مولانا عبداللہ الہداد جون پوری

”الشیخ الفاضل“ عبداللہ الہداد مفتی جون پوری علوم عربیہ کے اندر مشہور و ممتاز عالم مولد
شہر جون پور، اراکلی جوانی میں پڑھنا شروع کیا۔ برسوں اپنے والد کی خدمت میں بار بار رہ کر
تکمیل کی۔ اور علم و عرفان دونوں کے اندر فائق اقران ہوئے۔
میراگمان ہے کہ شیخ بھکاری بھی ہیں۔ جن کا تذکرہ بدایونی نے کیا ہے۔ کیونکہ ہندوستانیوں
کی عادت ہے کہ اپنے بچوں کا نام اور رکھتے ہیں اور پکارتے ہیں انہیں ایسے نام سے جو مختصر
اور زبان پر ہلکا ہو۔

۳۴۴۔ شیخ عبداللہ سندھی

”الشیخ العالم المحدث“ عبداللہ ابن سعد اللہ المتقی السندھی المہاجر مدینہ منورہ۔ ان کے معاصرین
کے اندر حدیث و تفسیر میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ سرزمین سندھ میں تو ان کی اور بھی زیادہ
تعظیم کی جاتی۔ آپ گجرات شریف نے لکھے تو قاضی عبداللہ ابن ابراہیم سندھی نے آپ کی
صحبت اختیار کی۔ یہ واقعہ ۹۱۷ھ کا ہے محدث حرمین شریفین ان کے ہمراہ ہی گئے اور حبشہ
نے حجاز کے آئمہ حدیث اور شیخ علی متقی برہان پوری سے حدیث پڑھی۔ برسوں مدینہ منورہ کے
اندر قیام کرنے کے بعد ہندوستان لوٹ آئے۔ اور یہاں شیخ رحمت اللہ ابن قاضی عبداللہ
سندھی ۹۴۷ھ میں آپ سے کتاب کیا۔ آپ نے برسوں گجرات میں قیام فرمایا۔ جب تک
یہاں رہے علماء عوام دونوں طبقوں کو پڑھاتے رہے۔ آخر میں مکہ مکرمہ چلے گئے۔ اور وہیں
داعی اجل کو لبیک کہا۔

۱۔ جمع الناسک و نفع الناسک مصنفہ در ۹۵۰ھ
۶۱۲۹۹

۲۔ حاشیہ بر عوارف المعارف السہروردی

تصانیف

ماہ ذوالحجہ ۹۸۴ھ میں انتقال فرمایا۔

(مفتی در النور السافر)

۳۴۵۔ شیخ عبداللہ سلطان پوری مخدوم الملک

م ۹۰-۹۹۱ھ
۸۲۱-۸۲۲ھ

شیخ العالم الکبیر عبداللہ ابن شمس الدین انصاری سلطان پوری۔ المشہور بہ مخدوم الملک
آبا کا وطن ٹھٹھہ (صوبہ سندھ) ہے جہاں سے ان کے دادا نے ترک اقامت کے بعد جالندھر میں
طرح اقامت ڈال دی۔ عبداللہ کا مولد سلطان پور صوبہ پنجاب ہے۔ اوائل عمر میں تعلیم شروع
کر دی۔ سرہند گئے۔ اور درسیات شیخ عبداللہ (سرہندی) سے پڑھیں۔ دہلی پہنچے اور حدیث میں
شیخ ابراہیم ابن المعین ایرجی سے اکتساب فرمایا۔ آخر اپنے وطن لوٹے تو مشغول تدریس و تصنیف
شروع کر دیا۔ جس سے قبول عام کی سند حاصل ہوئی۔

سلطان ہمایوں نے آپ کو شیخ الاسلام کی سند پر فائز فرمایا۔ جس پر آپ ہمایوں کی رحلت
کے بعد بھی متمکن رہے۔ حتیٰ کہ سلطان اکبر سریر آرائے سلطنت ہوا۔ تو اس نے بھی آپ کے
لئے یہ منصب برقرار رکھا۔ سلطنت کے ماتحت اراکین اور بادشاہ سب آپ کی سب سے حد تقسیم
کرتے اور آپ کے اشاروں پر جان چھڑکتے۔ سلطان شیر شاہ نے آپ کو صدر الاسلام کا خطاب دیا
اور ان کے فرزند سلیم شاہ تو آپ کو تخت پر اپنے برابر جگہ دیتے۔ گراں بہا نذرانے پیش کرتے۔
ہمایوں نے جب ایران سے لوٹ کر دوبارہ زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ تو آپ کو شیخ الاسلام کا
خطاب دیا۔ اور اکبر نے مخدوم الملک کا آخر الذکر ایک لاکھ سالانہ وظیفہ پیش کرتا۔ کئی سال تک
یہی سلسلہ رہا۔

پھر جب مبارک ابن خضر ناگوری نے اکبر کے دل میں یہ دوسو سو ڈال دیا۔ کہ آپ تو خود
مجتہدین سے ہیں آپ کے لئے کسی صدر اور قاضی کی تقلید ضروری نہیں۔ تو اکبر نے مخدوم الملک
کو ردائے کر دیا۔ مولانا جب مکہ مکرمہ کے سرائے میں داخل ہوئے۔ تو شیخ شہاب الدین احمد بن
حجر مکی آپ کی تعلیم کے لئے آگے بڑھے۔ آپ دو سال تک حرم میں قیام کے بعد واپس
لوٹے تو تجربات میں اکبر کے حکم سے آپ کو زہر دے کر ختم کر دیا گیا۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ آپ نقد، تاریخ و حدیث بلکہ جملہ علوم نقلیہ میں متبحر اور اہل برکت و خیر

شیعت کے خلاف شدید متعصب تھے نیز کتاب روضۃ الاحباب کے بارے میں ان کا دعویٰ تھا کہ یہ امیر جمال الدین محدث کی تصنیف نہیں ہے کیونکہ اسی کتاب کی جلد ثالث میں امیر جمال الدین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں یہ مبالغہ آمیز شعر لکھا ہے۔ کہ امیر جمال الدین محدث کی طرف منسوب ہے۔ اس کے اندر مخدوم الملک کے قلم سے نکلے ہوئے یہ شعر حضرت علی کی منقبت میں اس کی تیسری جلد کے اندر ملتے ہیں۔

ہمیں بس بود حق نسائی او

کہ کرد شک و خدائی او

بدایونی کہتے ہیں پھر میری طرف مخدوم الملک نے متوجہ ہو کر کہا کہ دیکھتے حضرت علی کی طرح میں انہوں نے ایسا مبالغہ کیا کہ رفض سے گزر کر حلول کے عقیدہ تک پہنچ گئے خدا ایسے عقائد سے ہمیں محفوظ رکھے۔ بدایونی کہتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ تخیل حضرت امام الشافعی کے ان اشعار سے ماخوذ ہے۔

لوان الموقفی ابدی محله لصاد الناس لحد اسجد آ لہ

کفی فی فضل مولانا علی وقوع الشک فیہ انہ اللہ !

بدایونی کہتے ہیں یہ اشعار سن کر مخدوم الملک نے بڑی غصہ آلود نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور کہا یہ اشعار حضرت امام شافعی کے نہیں ہو سکتے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ شعر میر حسن میبذی نے بھی تو حضرت علی کے دیوان الشعر کی شرح میں لکھے ہیں، اس پر مخدوم الملک نے کہا کہ میبذی بھی تو رافضی ہی تھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے بعض ثقافت حضرات سے سنا ہے کہ روضۃ الاحباب کی تیسری جلد امیر جمال الدین محدث کے قلم سے نہیں بلکہ میرک شاہ نام کے ایک صاحب نے لکھ کر ان کی طرف منسوب کر دی ہے۔

مخدوم الملک نے کہا۔ میں نے بھی روضۃ الاحباب کی دوسری جلد میں بعض لغویات پڑھ کر ان پر مناسب حواشی لکھوائے ہیں۔

متعدد میں ازال جملہ

تصانیف | اکشف الغمہ ہے

- ۲۔ منہاج الدین ہے
 - ۳۔ عصمت الانبیاء ہے
 - ۴۔ شرح عقیدۃ الحافظیہ ہے
 - ۵۔ رسالۃ فی تفضیل العقل علی العلم
- گجرات میں وفات پائی بروایت خوانی۔ در ۹۹۱-۹۸۲ھ - ۶۱۸۸۳-۸۲

۳۴۶۔ مولانا عبد اللہ لاہوری

م ۹۲۳ھ
۶۱۵۳۴

”الشیخ العالم الفاضل“ عبد اللہ بن عبد الخالق الشریف الحسینی لاہوری نقہ وحدیث و تفسیر کے معروف عالم، علوم معقول میں بھی دسترس تھی۔ مدتوں لاہور کے اندر سند تدریس رکھی۔ بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۹۲۳ھ میں رحلت فرمائی۔ اور مقبرہ شیخ خان محمد حسوری کے قریب سپرد خاک ہوئے (حدائق المنفہ)

۳۴۷۔ شیخ عبد اللہ سبھلی

م ۹۶۹ھ بتاریخ ۲۰ محرم
۶۱۵۶۱

”الشیخ الاجل“ عبد اللہ بن عثمان بن عطاء اللہ المودودی امرہوی ثم سبھلی ملقب بہ شمس الدین — — — کمال الدین دہردی المعروف بہ شیخ پنجو۔ یہ تذکرہ بدایونی نے اپنی تاریخ کے اندر ان کے نام والقباب سب کے ساتھ کیا ہے۔ اس بنا پر کہ ان کے والد عثمان نے ان کے دادا عطاء اللہ کی زندگی میں رحلت کی۔ تو شیخ عطاء اللہ نے اپنی تربیت میں لیا اور اپنے چار بیٹوں کے ساتھ ان کے والد کی جگہ انہیں پانچواں وارث قرار دیا۔ جس سے آپ پنجو کے نام سے مشہور ہو گئے اس لئے کہ فارسی میں پنج بمعنی خمس کے ہے اور واؤ نسبت کے لئے ہے۔

سن ولادت ۸۶۶ھ مولد امرہوہ۔ وہاں کے بیت العلم کی نشانی تھے سبھلی گئے اور برسوں مولانا عزیز اللہ تبلی کی خدمت میں باریاب رہ کر پڑھا۔ پھر دہلی وارد ہوئے۔ تو شیخ

علاقہ الدین چشتی دہلوی کے حضور برسوں رہ کر طریقت میں فائز ہو کر امروہہ لیٹے۔ مگر تھوڑی سی مدت کے بعد وطن اور گھر و نون چھوڑ کر صحرا میں بسیرا کر لیا۔ اور لوگوں سے دامن بالکل کھینچ لیا۔ دس سال اسی طرح گزارنے کے بعد سنبھل میں قیام فرما ہو گئے۔ ابتدا میں تو دہر و سمارح کی کیفیت کو برداشت کر سکتے تھے۔ لیکن آخر میں انہیں برداشت کرنے کی سکت نہیں رہی تھی۔

۱۴ محرم ۹۴۹ھ کے روز دنیا سے دامن جھٹک کر عدم آباد کی راہ لی۔

۳۴۸۔ الشیخ عبد اللہ الاجتیؒ

م ۹۴۹ھ
۱۵۴۱ھ
"الشیخ الصالح" عبد اللہ ابن غوث الشریف الحسینی الاجتیؒ یکے از علمائے ربانین علم و عمل اور زہد و قناعت کا مرقع تھے۔ تمام زندگی افادہ و عبادت میں صرف کر دی۔ امرا و سلاطین سے ہمیشہ اپنے آپ کو دور رکھا۔ ۹۴۸ھ میں رحلت فرمائی دغزینہ

۳۴۹۔ مولانا عبد اللہ اکبر آبادی

م - ۹۴۹ھ
۱۵۴۹ھ
"الشیخ الفاضل" عبد اللہ بن یعقوب بن نصیر الدین انصاری قمی ملتان اکبر آبادی یکے از علمائے مشہورین۔ مولد و منشا آگرہ۔ تحصیل علم کے لئے متعدد شہروں میں گئے۔ اور اساتذہ وقت سے بڑھ کر اکبر آبادی واپس تشریف لے آئے۔ مدتوں مصروف افادہ رہے۔ بے شمار افراد نے ان سے بڑھا۔ ۹۴۰ھ شوال ۱۵۴۲ھ کے روز آگرہ میں وفات پائی اخبار الاصفیاء

۳۵۰۔ مولانا عبد اللہ ملتانی

م ۹۴۰ھ
۱۵۴۲ھ
"الشیخ العالم الکبیر عبد اللہ الغنی" یکے از علمائے کبار در علوم شرعیہ، مولد و منشا ملتان۔ یہیں تعلیم حاصل کر کے بھکر میں اقامت فرما ہوئے۔ اور سند تدبیس اور اساتذہ فرمادی۔ نحو و فقہ و لغت و

اصول ہر ایک میں یکہ تاز تھے۔ اور معقولات میں بھی جید! ^{۹۶} ۱۵۶۲ء میں آسودہ بخود ہوئے (تاش)

۳۵۱۔ مولانا عبداللہ بدایونی

”الشیخ الصالح“ عبداللہ سامانوی۔ یکے از علمائے مشہورین، مولد قصبہ سامانہ، ہندو گھڑ میں پیدا ہوئے اور وہیں پر دان چڑھے۔ املا و حساب و فارسی ایک مسلمان عالم سے پڑھے، جب سعدی شیرازی کی کتاب بوٹاں کا یہ شعر پڑھا۔

محال است سعدی کہ راہ صفا

تو زن رفت جز در پے مصطفیٰ

تو اپنے استاد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کیا۔ استاد نے اس انداز سے متاثر ہو کر آنحضرت کے اخلاق و مکارم بیان کئے۔ کہ شاگرد نے جذبہ ربانی سے متاثر ہو کر والدین اور وطن و دیار کو خیر باد کہا اور علوم عربی کی تحصیل کے لئے دہلی پہنچ کر مندرجہ ذیل اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔

۱۔ مولانا عبدالغفور بن نصیر الدین دہلوی

۲۔ شیخ جلال الدین بدایونی۔ وغیرہ

بعد ازاں بدایوں میں شیخ عبدالباقی سے طریقت حاصل کی۔ وہاں سے خیر آباد کر شیخ صفی الدین عبدالعزیز سائیں پوری کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر کتاب کیا۔ یہاں تک کہ کشف و شہود کے تمام دروازے کھل گئے۔ بدایوں لوٹ کر افادہ و عبادت میں ڈوب گئے علوم فقہ و اصول و نحو وغیرہ پر بھی حاوی تھے۔ مذہب حنفیہ کے فروعیات تک مستحضر تھے۔ قوی الفہم۔ زاہد۔ کم خور اک و صابر اور شریف النفس تھے۔ بازار جہانے اور کبر سنی کے باوجود گھر کا سامان خود اٹھا کر لاتے۔ باوجود مجاز ہونے کے مشائخ کی مانند بیعت نہ لیتے۔ ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(بدایونی)

۳۵۲ - شیخ عبداللہ سرہندی

مستطاب
۱۵۹۱ھ

”الشیخ الکبیر“ عبداللہ نیازی مہدوی سرہندی۔ یکے از داعیان مہدویت۔ امر و نہی کہنے میں کسی کا خوف دل میں نہ لاتے۔ جس وجہ سے بعض امرا و دول نے آپ کو تکلیفیں بھی دیں۔ اور نیازی انتحانوں کی ایک شاخ ہے۔ صاحب ترجمہ اس قوم میں سے اور ہندوستان کے مشاہیر سے تھے۔

بدایونی فرماتے ہیں کہ انہوں نے طریقہ تصوف شیخ بہاؤ الدین چشتی کی خدمت میں برسوں بار یاب رہ کر حاصل کیا۔ پھر گجرات اور وہاں سے حرمین گئے۔ حج و زیارت کے بعد متعدد شہروں کی سیاحت کی اور وہاں کے بے والے مقتدر شیوخ سے مستفیض ہو کر گجرات واپس آئے جہاں شیخ محمد بن یوسف جون پوری کی صحبت نصیب ہوئی۔ دکن آئے۔ اور یہاں آکر ترک تجربہ و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا لطیفہ حاصل ہوا۔ جس کے اثر سے خود کو مہدویت میں شامل کر لیا۔ اب بیان آئے۔ یہاں مدتوں قیام کیا۔ اور جب تک رہے بے ہمہ ہو کر گزارتے رہے حتیٰ کہ کسی طریق کا اظہار تک نہ تھا۔ سلطان الہند سلیم شاہ پسر شیر شاہ سوری سے بے حد ایذا پہنچتی رہی۔ جس سے گھبرا کر بیانہ کی اقامت چھوڑ دی۔ اور متعدد بستیوں میں گھومتے پھرتے سرہند میں طرح اقامت ڈال دی۔ یہیں پر مہدویت اور سید محمد بن یوسف مہدوی کی بیعت سے منحرف ہو گئے۔

بدایونی یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب سلطان اکبر نے فتحپور میں عبادت خانہ تعمیر کروایا۔ تو آپ کو اکبر آباد طلب کیا۔ اور آپ کی مجلس سے بہت محظوظ ہوا۔ کچھ مدت بعد انہیں رخصت کر دیا۔ تو آپ پہلے کی مانند سرہند ہی میں پاؤں نوڑ کر بیٹھ گئے۔ ایک موقع پر سلطان اکبر شاہ سرہند کی طرف آنکلا۔ تو آپ کو اراہنی جاگیر میں پیش کی۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ آخر بادشاہ کے اصرار پر قبول تو کر لیا مگر اس کی آمدنی میں سے خود پر کبھی کچھ صرف نہ کیا۔ آپ پہلے ہی کی مانند فقر و قناعت کے ساتھ دن گزارتے رہے۔ ان کا عمل امام غزالی کی

کتاب احیاء العلوم پر تھا۔

سید الوالد نے اپنی کتاب ہر جہاں تاب میں لکھا ہے کہ آپ جب حرمین گئے تو حج و زیارت کے بعد آٹھ عمر سے حدیث پڑھی۔ کہا جاتا ہے کہ حدیث کے اثر سے آپ نے جو نیوری کی مہر ویت کے عقیدہ باطلہ سے توبہ کر لی۔

مصنفات ۱۔ القرۃ الی اللہ والی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ مرآۃ الصفا

۳۔ الصراط المستقیم
۹۔ سال کی عمر میں سرہند ہی کے اندر آسودۂ لحد ہوئے (المنتخب)

۳۵۳۔ شیخ عبد اللہ الکوٹلی (علی گڑھی)

”الشیخ الفاضل“ عبد اللہ الحسینی الکوٹلی یکے از مشہورین در زمانہ شیخ عبد القدوس گنگوہی جیسا کہ دکن الدین محمد بن عبد القدوس نے اپنی کتاب اللطائف القدوسیہ میں ذکر کیا ہے۔

۳۵۴۔ شیخ حمید الحمید گنگوہی

”الشیخ الفاضل“ عبد الحمید ابن عبد القدوس بن اسماعیل حنفی گنگوہی لقب حمید الدین یکے از صوفیائے معروفین۔ مولد و منشا گنگوہ۔ تعلیم کے لئے سفر کیا۔ مولانا قطب الدین سرہند و شیخ احمد حسینی ملتانی اور دوسرے اہل علم سے پڑھا۔ اپنے والد سے بھی اکتساب کیا اور ان کی زندگی تک انہی کی خدمت میں بادیاب رہے۔ طریقت میں بھی انہی سے فیض حاصل کیا۔

وحدۃ الوجود کے اثبات پر ایک رسالہ ہے جیسا کہ دکن الدین محمد نے تصانیف میں اپنی کتاب اللطائف القدوسیہ میں لکھا ہے۔

۳۵۵۔ شیخ عبد المصطفیٰ باکثیر مکی

م۔ بروز شنبہ بوقت شب، ۲ ذوالحجہ ۱۲۸۹ھ

”الشیخ العالم البکیر المحدث“ عبد المصطفیٰ بن الحسن بن عبد اللہ باکثیر ثم الہندی احمد آبادی

یکے از علمائے حدیث۔

عبدالقادر محترم النور السافر میں فرماتے ہیں کہ "وہ ۹۰۵ھ میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پروان چڑھے۔ متعدد علمائے کبار سے پڑھا۔ منقول و معقول بلکہ جملہ فنون علمیہ حاصل کرنے کے بعد ہندوستان وارد ہوئے اور یہیں اقامت فرما ہو گئے۔ عارضہ جواب گفتگو میں بہت کمال حاصل۔ کلام میں حلاوت تاحیات صلاح و تقویٰ سے ملبوس رہے۔ سنا ہے کہ قاضی عیاض کی کتاب الشفا ایک عالم کہ نماز فجر سے لے کر ظہر اڈل تک سنا دی۔ ان کے شیوخ میں شیخ الاسلام ذکر یا انصاری ہیں۔ جن کے درس میں آپ نے صحیح بخاری سنی۔ یہ قرأت آپ کے والد کر رہے تھے۔ باکثیر شیخ ذکر یا سے بخاری کی روایت میں لفظ سمعت (میں نے سنا) بیان کرتے ہیں۔ اور خود شیخ ذکر یا امام ابن حجر عسقلانی سے روایت کرتے ہیں۔ اس بنا پر حضرت باکثیر کی سند عالی قرار پائی۔ جس سے حدیث کے قدر دان اٹھ کر آ گئے۔ اور آپ سندیں لکھتے لکھتے عاجز آ گئے۔ میں نے اپنے بچپن میں پہلے پہل لفظ "اجازہ" انہی کی مجلس میں سنا۔ میرے والد نے آپ سے درخواست کی کہ یہ اجازت نظم کر دیں تاکہ اپنے قصائد کے ساتھ اسے بھی لکھ لوں لیکن انہوں نے کہ وہ اسے نظم نہ کر سکے۔

کتاب اسماء رجال البخاری۔ جس کے اندر امام بخاری سے لے کر صحابی تک **تعمایف** جملہ راویوں کا ذکر ہے۔ مگر یہ کتاب ان سے مکمل نہ ہو سکی۔ باوجود اسے کہ بہت کچھ ایک ضخیم حصہ میں لکھ دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ کتاب مکمل ہو جاتی۔ تو اپنے موضوع میں نہایت مفید ہوتی۔ — شرح بھی کہتے! اداں جملہ!

۱۔ ہلکی بھلکی گورے رنگ کی، تپلی کمر والی اور ایسے سیدھے قد کی کہ نیزے بھی اُس کے آگے نہ رہا۔
۲۔ جب وہ صبح کرتی ہے تو اس کی زبان کی دھار اس قدر تیز ہوتی ہے کہ وہ رات کی درع کو چودھویں رات کے چاند سے بھاڑ دیتی ہے۔

۳۔ اس کی چمک اندھیرے کی نشانی کو مٹا دیتی ہے تو وہ اندھیرا یاد بن جاتا ہے جس کی فجر روشن ہو۔

۴۔ اس کی زبان ہے مگر بولتی نہیں اُس کے ہنسوتے ہیں لیکن پلکوں سے نہیں۔

۵۔ اس کا جھلبا پ سفید چاندی کی یاد تازہ کرتا ہے اور اس کی اتھریاں شمعوں کو شرماتی ہیں۔

۶۔ وہ جب بچتہ ارادہ کر لیتی ہے تو اپنے صحیفہ میں لکھ دیتی ہے کہ اب بھاگنے کا موقع نہ مل گیا ہے۔

- ۷۔ پس لازم پکڑ تو اس واضح جیستان کو جس کی میں نے تشریح کر دی ہے لیکن یک گونہ پڑے کے اندر اندر۔
- ۸۔ اے ہم نشین! کھڑے ہو جاؤ۔ صبح ہوگی، اور صبح کے نور نے تاریکی شب کو مٹا ڈالا۔
- ۹۔ صبح کی شراب قریب لے آ۔ موسم خوشگوار ہے اور ایسی شراب کا دور چلا جو رنگ شفق کے مشابہ ہو،
- ۱۰۔ ایسی شراب پلانے والی کھڑی ہوئی، جس کے سبزہ رخ سے اگر ہیں چاہوں، کستوری اور کافور سے مزین کر دوں۔
- ۱۱۔ گویا کہ اے چاند ہے جس کے پیالوں کے اندر آفتاب گھم رہا ہے اور اس کے منت پرانی شراب کے ہیں بلکہ اور زرا۔
- ۱۲۔ اس کا قد سمیری نیزے کے مشابہ ہے اور اس کی آنکھ تلوار کی مانند اور نگاہ تیر کے مانند ہے۔
- ۱۳۔ اس کے پلکوں کی کمانیں کھچی ہوئی ہیں ہمارے قتل کے لئے اور انہیں سے بچنے کے لئے عشاق کے دل ڈھال بن گئے ہیں۔
- ۱۴۔ کمر میں پیٹی بندھی ہوئی ہے، اس کی گھنگھریاں خاموش اور بازو بند گویا ہے۔
- ۱۵۔ اس کے عشاق کی آنکھیں اس وقت ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اس کی بے التفاتی کی وجہ سے بیداری کے مرض میں مبتلا ہیں۔
- ۱۶۔ محبوب کے رخسار پر عاشق نے یہ صاف لکھا ہوا دیکھا کہ اللہ نے اپنی تمام مخلوق میں اسے سب سے زیادہ حسین پیدا کیا۔

- ۱۷۔ میں اس کے جمال کے حسن میں وہم کیا کرتا تھا۔ جب کہ میں اپنی تیز نگاہیں اس میں گاڑتا۔
- ۱۸۔ میں نے اپنے ان دنوں کو بے کاری میں پورا کیا۔ حالانکہ میرے لئے عشق کو چھوڑ دینا مناسب تھا۔
- ۱۹۔ وقت آگیا ہے کہ جس طرح مفرد غلام نہیں لوٹ سکتا اسی طرح میں عشق سے رجوع نہیں کر سکتا۔
- ۲۰۔ بوڑھا پا آگیا جو سب ڈرانے والوں سے زیادہ بلیغ ہے۔ جوانی چلی گئی گویا کہ وہ ایک خواب یا خیال تھا۔
- (النور السائر)

۳۵۴۔ شیخ عبد الملک کالیوی

(م۔ در عہد صحابہ کرام)

”الشیخ الفاضل“ عبد الملک بن ابراہیم کالیوی۔ اپنے دور میں علمائے مشاہیر سے تھے۔ تمام زندگی درس و افادہ فرماتے رہے (گلزار ابرار) مع ایس الفاظ کہ وفات کے روز بھی سبق پڑھاتے رہے۔ بعد سلطان ہمالیوں میں رحلت فرمائی۔ قبر آپ کی کالی کے گورستان سے باہر ہے۔

۳۵۵۔ شیخ عبد الملک پانی پتی

م ۱۲ ربیع الثانی ۹۵۵ھ

”الشیخ الفاضل العلامة“ عبد الملک بن عبد الغفور حنفی پانی پتی، المشہور شیخ اماں اللہ کے از

علماء و مشائخ کبار۔ درسیات کا کچھ حصہ اپنے والد شیخ عبدالغفور اور کچھ کتابیں شیخ محمد بن حسن عباسی
جون پوری دہلوی سے معہ طریقت میں اجازہ پر استفادہ کیا۔ پھر خود منہ تدریس آراستہ فرمادی۔
اور توحید میں شیخ اکبر ابن عربی کے مسلک پر تھے۔
۱۔ رسالہ در اثبات احدیت (۲) مرآة الحقیقت (۳) اللوائح المعادات بھامی کی شرح۔

اثبات توحید میں فرماتے ہیں:-

واجب تعالیٰ ممکنات سے مغائر تو ہے لیکن یہ مغائرت حقیقی نہیں بلکہ تعین اور تقید کے
اعتبار سے ہے لہذا ناگزیر ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے الگ تعین ہو۔ اور افراد عالم کے لئے
(عام اس سے کہ وہ از قبل جسمانیات ہوں یا روحانیات)

شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی اس نظریے میں اُن سے اختلاف رکھتے تھے کیونکہ وہ واجب
تعالیٰ اور ممکنات کی عینیت کے قائم تھے چنانچہ اسی وجہ سے اُن کے بابیں کئی مناظرے بھی ہوئے۔

۳۵۸۔ شیخ عبدالملک غزنوی

م م ۹۵۶
۶۱۵۲۹

”الشیخ العالم المجود“ عبدالملک ابن عبد اللہ ابن صالح بن محمود الخالیدی الغزنوی اپنے زمانے
کے مشہور قاری تھے۔ مولد و منشاء غزنہ ہے اوائل عمر ہی میں تعلیم کی طرف مائل ہو گئے۔ ہرات داخل
ہوئے۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ شیخ محمود تابادکانی سے قرأت اور تجوید دونوں پڑھے۔ درسیات
عثمان ہر دی سے پڑھیں۔ شیخ زین الدین خوانی کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر طریقت حاصل
کر کے ہرات ہی مقیم ہو گئے۔ مگر جب ان کی شہرت کا غلغلہ ہندوستان میں ہوا۔ تو سلطان سکندر
لودھی نے آپ کو طلب کر لیا۔ آگرہ میں قیام فرما ہوئے۔ جہاں اکثر اہل ہند نے آپ سے استفادہ
کیا۔ ایک سو تیس سال کی عمر میں آگرہ کے اندر رحلت فرمائی۔

۳۵۹۔ مفتی عبدالملک امرہوی

م م ۹۷۵
۶۱۵۲۳

”الشیخ الفقیہ المفتی“ عبدالملک ابن محمود بن عطاء اللہ حسینی امرہوی۔ اپنے تمام بھائیوں

سے زیادہ بڑھے لکھے تھے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد ۹۱۵ھ میں بعد سلطان مکنور شاہ
لودھی امر دہم کے اندر سند افتا کو رونق بخشی۔ برسوں ہی مشغلہ رہا۔ ۹۵۰ھ و تقریباً اسی رحلت
فرمائی۔ یہی سن ان کے فرزند عبد الغفور کے مفتی مقرر ہونے کا ہے (تنبہ)

۳۶۰۔ شیخ عبد الملک گجراتی

”الشیخ العالم المحدث“ عبد الملک بیابانی عباسی احمد آبادی۔ از علمائے کبار مولد و متشا
احمد آباد اپنے بھائی قطب الدین سے درسیات اور حدیث پڑھی۔ جو حدیث میں مؤلف الفوائد
سجادی کے شاگرد تھے۔

صاحب ترجمہ نہایت طباع انداز میں تھے۔ فقہ و حدیث و تفسیر اور ادب ہر ایک میں
یکتا۔ حافظ القرآن اور بخاری کا ایک ایک لفظ مع معنی ازبر تھا۔ ان کے معاصرین کے اندر
توکل و تنہائی میں کوئی دوسرا ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ مولانا مفتی کمال الدین (اجینی) آپ کے شاگرد
تھے ۹۷۰ھ کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ دگر ارا برابر

۳۶۱۔ شیخ عبد الملک سجاوندی

”الشیخ الفاضل“ عبد الملک سجاوندی۔ یکے از داعیان مذہب ہمدی۔ آپ نے اس
سلسلہ میں شیخ دلاور ہمدوی کی بیعت کی۔ برسوں ان کے ملازم خدمت رہے اور سید محمد ابن یوسف
ہمدوی پر الزامات کے رو میں کتاب لکھی۔ دوسری کتاب اثبات ہمدویت پر لکھی۔ ان کی تصانیف
میں یہ کتابیں ہیں۔

۱۔ سراج الالبصار فی الرد علی الشیخ علی متقی برہان پوری۔ یہ کتاب شیخ محمد اسعد
تصانیف

کی کے ان اعتراضوں کے جواب میں ہے جو انہوں نے اپنی کتاب الشبہ المحرقة
میں ہمدویت کے سر تھوپے۔ اس کتاب کا دوسرا جواب شیخ شہاب الدین ہمدوی نے
کنز الدلائل نام کی کتاب میں دیا۔

(بروایت البورجاء محمد شاہجہان پوری در الہدایۃ المہدویہ)

۳۶۲۔ مولانا عبد المومن اکبر آبادی

مہ درماہ شوال ۲ تاریخ ۹۴۲ھ
۱۵۶۳ء

”الشیخ العالم الصالح“ عبد المومن بن محمد بن خلیل چشتی اکبر آبادی یکے از مشائخ (گلزار ابرار) مدوح نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے اکتساب کے بعد حج و زیارت کے لئے شہرِ حال کیا۔ اور متعدد شہروں کی سیر کرتے ہوئے ۱۲ سال کے بعد ہندوستان لوٹے اور سکندر شاہ لودھی کے عہد میں آگرہ کو وطن بنالیا۔

اخبار الاصفیاء میں نمبری لکھتے ہیں کہ ان کے والد مندو (مالوہ) سے دہلی منتقل ہو گئے۔ یہی شہر عبد المومن کا مولد ہے، اوائل بلوغ میں اپنے والد سے تعلیم و تربیت شروع کر دی۔ ان سے خرقہ حاصل کیا۔ اور زمانہ ابراہیم شاہ لودھی میں دہلی سے آگرہ چلے آئے۔ ۲ شوال ۹۴۲ھ میں آگرہ ہی میں رحلت فرمائی۔

۳۶۳۔ شیخ عبد النبی گنگوہی

۹۹۱ھ
۱۵۸۳ء

”الشیخ العالم المحدث“ عبد النبی بن احمد عبد القدوس حنفی گنگوہی یکے از مشاہیر علمائے ہندو گنگوہی قرآن مجید سے لے کر جملہ عربی علوم اپنے شہر گنگوہ میں پڑھنے کے بعد حرمین کا سفر کیا۔ وہاں حدیث بن حجر مکی شیبی اور دوسرے محدثین سے پڑھی۔ آپ کئی مرتبہ ہندوستان سے حجاز گئے اور برسوں وہاں کے مشائخ کی صحبت سے مستفیض ہو کر محدثین کا مسلک اختیار کر لیا۔ ہندوستان آکر مسئلہ مباح و وجہ وحدت الوجود، اعراض اور صوفیہ کے بیشتر رسوم کی مخالفت اور سنت محضہ مطریقہ سلف کی حمایت شروع کر دی۔ جس پر براہین و مقدمات کے انبار لگا دئے۔ اور تو اور ان کے والد اور چچاؤں نے بھی مخالفت میں کمی نہ کی، مخالفین کی طرف سے آپ کو صفات اللہ اور نصرت سنت کے جرم میں خوب ایذا دی گئی۔ اور بالآخر وطن سے باہر دھکیل دئے گئے، مگر جب مشیت ایزدی نے ان کے لئے تمام ہندوستان کی صدارت کا وقت قریب کر دیا۔ تو سلطان اکبر نے آپ کو ملک بھر کا صدر الصدور

متعین کیا۔ یہ واقعہ ۹۷۱ھ کا ہے۔ جس (منصب) پر آپ برسوں فائز رہے۔ سلطان نے جاگیر کے علاوہ اس قدر نقد اموال عطا کئے۔ جن کی مثال اُس دور میں نہ تھی۔ آپ کی طرف خاص و عام دونوں طبقوں کے اندر عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا۔ حدیث کے سماع کے لئے بادشاہ نموداؤں کے گھر پہنچتا اور جب یہ اٹھ کر کہیں جانے لگتے تو اپنے ہاتھ سے جوتے ان کے آگے رکھتا۔

بدایونی لکھتے ہیں۔ اس طور پر دو سال گزر گئے کہ کہیں فیضی اور ابو الفضل آپہنچے۔ انہوں نے اکبر کے قلب میں دین ہی کے متعلق وسوسے پیدا کر دیے۔ جن کے اثر سے وہ صلحا و مشائخ و قسب سے منحرف ہو گیا۔

وہ دونوں بھائی صدر الصدور کی معرہ دلی کی راہ ہی تک رہے تھے۔ کہ شہر متھرا میں ایک واقعہ رونما ہو گیا۔ وہاں کے قاضی عبدالرحیم متھرا میں مسجد تعمیر کرانا چاہتے تھے۔ اور جس جگہ کے لئے یہ منصوبہ بنایا گیا۔ اس مقام پر متھرا کے ایک برہمن نے ایک جسیم بٹ گاڑ دیا۔ قاضی عبدالرحیم نے پنڈت صاحب کو بلا کر دریافت کیا۔ تو اُس نے چھوٹے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اور اس کی مذمت بھی کی۔ یہ واقعہ علانیہ ہوا۔ قاضی نے قضیہ صدر الصدور کی عدالت میں پیش کر دیا۔ صدر الصدور نے اُسے بلا بھیجا تو نہ آیا آخر اکبر نے ابو الفضل اور بیربر کو متھرا بھیجا وہ پنڈت کو آگرہ لے آئے ابو الفضل نے بیان میں کہا کہ متھرا کے تمام باشندوں نے گواہی دی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب کی ہے۔ مفتیوں کے دو گروہ ہو گئے۔

ایک گروہ نے برہمن کے قتل اور دوسرے نے تشہیر اور ضبط جائداد کا فتویٰ دیا۔ ملا عبدالنبی صاحب ترجمہ نے سلطان کو برہمن کے قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ تو اکبر نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ ملا صاحب نے دو مرتبہ اور یہی تجویز بیان کی۔ مگر اکبر نے ہر مرتبہ فرمایا کہ مجھے یہ مشورہ مست لو۔ کیونکہ شرعی سیاست آپ لوگوں پر موقوف ہے۔ ادھر اکبر کے حرم میں جو ہندو رانیاں تھیں وہ سلطان کے حضور برہمن کی سفارش کر رہی تھیں۔ لیکن اکبر اپنی بات دل میں رکھے ہوئے تھا۔ جب ملا عبدالنبی بادشاہ سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے پنڈت کے قتل کا حکم نافذ کر دیا۔ جس پر اکبر نے طیش میں آکر ملا مبارک کو معاملہ سونپ دیا۔ مبارک نے عرض کیا کہ سلطان ائمہ دین سے زیادہ عدل پسند۔ زیادہ عقل مند اور زیادہ خدا شناس ہے اسے کسی کی تقلید نہ کرنا چاہیئے۔ اور اس

مضمون پر ایک محضر لکھ کر پیش کر دیا۔ اکبر نے یہ محضر ملا عبد البنی اور عبد اللہ مخدوم الملک دونوں کے پاس بھجوا دیا۔ جب یہ دونوں دربار میں آئے تو کسی نے ان کی تعظیم کے لئے زبان سے بھی کچھ نہ کہا۔ تب دونوں نے صفِ لغال میں بیٹھ کر محضر پر دستخط کئے۔

اس پر بھی بادشاہ نے دونوں کی جلاوطنی کا فرمان جاری کر دیا۔ عبد البنی حجاز میں کچھ مدت رہ کر واپس لوٹے۔ تو معافی کی درخواست پیش کرادی۔ سلطان نے ٹوڑ مل کو بھیج کر ان کی دولت کا حساب لیا۔ اور اس پر قبضہ کر کے ملا صاحب سے پورا انتقام لیا۔ حتیٰ کہ وہ لقمہ اجل ہو گئے۔ کتاب ناثر الامرا میں لکھا ہے کہ سلطان نے انہیں محاسبہ کے لئے حبس میں بھجوا کر ابوالفضل کو بھیجا جس نے ان کا گلا دبا کر ختم کر دیا۔

ممدوح نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا عبد الحئی خلیف عبد الحکیم لکھنوی نے طرب الاثالی میں فرمایا ہے کہ میں نے ملا عبد البنی کی ایک کتاب پر یہ سطور پڑھی ہیں کہ مولانا عبد البنی کی ایک کتاب پر یہ سطور پڑھی ہیں کہ مولانا عبد البنی صدر سلطان اکبر جب مکہ میں پہنچے۔ یہ ۹۸۸ھ کا سال تھا۔ ان کے پاس اکبر کی طرف سے شیخ الاسلام قاضی حسین علی ساکن حرمین کی معرفت دئے گئے۔ اسناد تھے۔ وہ رجب ۹۸۹ھ میں ہندوستان لوٹے۔ آپ سخی اور زاہد نش تھے۔

۱۔ وظائف البنی (مشمول بر اوراد و وظائف)

۲۔ سنن الہدی فی متابعۃ المصطفیٰ

مصنفات

۳۔ رسالہ در حرمت سماع اپنے والد کے رسالہ کا جواب

۴۔ رسالہ در ردِ قفال مروزی علی امام ابی حنیفہ

رحلت ان کی ۹۹۱ھ میں ہوئی۔

۴۴۔ الشیخ عبد الوہاب اکبر آبادی

م ماہ شعبان ۹۷۰ھ

”الشیخ العالم المحدث“ عبد الوہاب بن ابوالفتح مکی اکبر آبادی اپنے والد کے سب سے بڑے فرزند جن کا نام عرف میں بڑا تھا۔ درسیات شیخ مبارک ابن شہاب گوپا سٹوی اور دوسرے

اساتذہ سے پڑھیں بعدہ خود مسند تدریس مزین فرمائی۔

آپ نہایت باوقار، کریم النفس، محیر اور نورانی صورت کا مرقع تھے۔ حسن اخلاق میں معروف اور عوام و خواص دونوں طبقوں میں ہر دل عزیز تھے۔ ماہ شعبان ۱۳۹۵ھ میں شہر آگرہ کے اندر وفات پائی (گلزار ابرار)

۳۶۵۔ الشیخ عبد الوہاب سادھووی

م ۹۶۵ھ
۱۵۵۷ء

”الشیخ العالم“ عبد الوہاب سادھووی۔ یکے از اساتذہ علم و فن، تازلیت تدریس فرمایا کئے اور بے شمار افراد نے آپ سے پڑھا۔

۳۶۶۔ مولانا عبد الوہاب کشمیری

”الشیخ العالم الفقیہ عبد الوہاب بن مفتی فیروز الحنفی کشمیری علم معقول میں ممتاز الافاضل مولد و منشا کشمیر وہیں کے اساتذہ سے پڑھا۔

۱۔ حاشیہ شرح شمسیہ

۲۔ حاشیہ شرح مواقف (حدائق الحنفیہ)

تصانیف

۳۶۷۔ شیخ عبد الوہاب بخاری

م ۹۳۲ھ
۱۵۲۵ء

”الشیخ الصالح“ عبد الوہاب بن محمد بن رفیع الدین الحسینی البخاری الہیثمی الشریف مشہور بہ حاجی صاحب۔ نسب جلال حسین بن احمد الحسینی البخاری کے واسطہ سے جلال اعظم تک پہنچتا ہے۔ سن ولادت ۸۶۹ھ ہے از بطن فاطمہ بنت قطب الدین بن کبیر الدین ابن عیسیٰ ابن عمود الحسینی البخاری الہیثمی۔ اُج ہی میں پروان چڑھے۔ اپنے خسر صدر الدین ابن حسین بن کبیر الدین حسیینی بخاری سے درسیات و طریقت میں اکتساب فرمایا۔ اور برسوں ان کی خدمت

میں باریاب رہے۔ اپنے شیخ صدر الدین ممدوح کی زندگی میں حج و زیارہ سے فائز ہو کر واپس ہندوستان تشریف لائے۔ ملتان میں کچھ روز قیام کے بعد دہلی آئے۔ اور طریقت میں عبداللہ بن یوسف قرشی ملتانی سے مزید استفادہ کے بعد دوسری مرتبہ حج و زیارت کے لئے شہر حال کر کے دہلی ہی واپس آئے جہاں تا بہر زیت مقیم رہے۔ یہ دور سلطان سکندر شاہ لودھی کا تھا۔ لودھی آپ کی تعظیم میں پیش پیش تھا۔

۱۔ تفسیر القرآن۔ ماہ ربیع الثانی ۹۱۵ھ میں جس کی بسم اللہ کی اور اس سن کے تصانیف ۱۵۰۹ء ارشوال میں مکمل کر لی۔ یعنی ۶ ماہ۔ چند ایام کے اندر۔ اس تفسیر کا اکثر بلکہ تمام حصہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل آپ کی ذات سے محبت اور جد کے وقائق اور فوائد پر مشتمل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ تفسیر غلبہ حال میں لکھی ہے کیونکہ اس کے مندرجات اکثر صحیح نہیں ہیں۔

۲۔ رسالہ در شمائل نبویہ و قصائد مدحیہ در شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۹۳۲ھ میں دہلی کے اندر اس روزہ حلت فرمائی۔ جس روزہ سلطان بابر نے یہ شہر فتح کیا۔ ۱۵۲۵ء

۳۶۸۔ مولانا عثمان سنبھلی

۹۸۰ھ
۱۵۷۲ء

”الشیخ الفاضل“ عثمان بن ابوالعثمان حنفی بنگالی ثم سنبھلی۔ اپنے دور کے مشہور عالم۔ بنگالہ میں پیدا ہوئے۔ مگر علم کی طلب میں سنبھل آ پہنچے۔ اور شیخ حاتم سنبھلی سے پڑھ کر گجرات تشریف لے گئے۔ وہاں پر ہی سکونت اختیار کر لی۔ یہاں علامہ وجیہ الدین گجراتی سے اکتساب کے بعد سنبھل لوٹ کر طرح اقامت ڈال دی۔ (برودایت کمال محمد سنبھلی در اسرارہ)۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ پہلے شیخ حاتم مذکور نے آپ سے پڑھا۔ وہ ان کے پاس آکر آخر کتاب پڑھ کر سنا دیتے۔ بدایونی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی صغریٰ میں انہیں دیکھا۔ اور شیخ حاتم کے ساتھ ان کی مجلس میں باریاب ہوا۔ سنبھل ہی میں ۹۸۰ھ کے اندر وفات پائی ایک صاحب نے ان کی تاریخ رحلت میں ہمہ گفتہ رفت مردانہ۔

۳۶۹۔ شیخ عجائب سنہلی

م ۹۳۰
۶۱۵۲۳

”الشیخ الفاضل“ عجائب ابن اسحاق اسرائیلی سنہلی یکے از ارباب طریقت۔ شیخ سہاؤ الدین دہلوی کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر استفادہ کیا۔ مگر شیخ ممدوح کی رحلت کے بعد دہلی آ کر سکونت پذیر ہو گئے معارف الیہ سے آگاہ اور شاعر تھے تخلص ہلالی فرماتے۔ م ۹۳۰
۶۱۵۳۳ رحلت فرمائی (بحر زخار)

۳۷۰۔ شیخ عجائب دہلوی

”الشیخ الفاضل“ نام عجائب ابن عیسیٰ کمال الدین بن علاؤ الدین دہلوی اپنے زمانے کے مشائخ کبار سے تھے۔ قتلغ اور دوسرے علما سے استفادہ کیا۔ جن کی خدمت میں مدتوں باریاب رہ کر علمی منافع حاصل کئے۔ (گلزار ابرار)

۳۷۱۔ مولانا عزیز اللہ ردولوی

”الشیخ الفاضل“ عزیز اللہ بن اسماعیل ابن صفی بن نصیر حنفی ردولوی فقہ و اصول اور ادب میں ممتاز۔ مولد و متشار دولی۔ برسوں اپنے والد کے حضور باریابی کے بعد درسیات پڑھیں۔ یہاں تک کہ ممتاز علما کی صف میں آ پہنچے۔ اور تدریس و افادہ کی طرح ڈال دی۔ بے شمار افراد آپ سے پڑھا۔

۳۷۲۔ مولانا عزیز اللہ تلبنی

م ۹۳۲
۶۱۵۲۵۱

”الشیخ الفاضل العلامة“ عزیز اللہ حنفی تلبنی ملتانی ثم سنہلی۔ یکے از علمائے عالمین و ائمہ محققین سلطان سکندر شاہ نودھی کے عہد میں دہلی آئے۔ اور سنہل پہنچ کر اقامت فرما ہو گئے

درس و انازہ میں محو ہو گئے۔ بے حد ذہین و طبائع اور عبادت گزار اور قلیل الاختلاط ہونے کے ساتھ تقویٰ پسند اور عزت گزین تھے۔ اصول و کلام اور منطق و فلسفہ و حکمت دیگر فنون نظریہ اور ادب پر حاوی تھے۔ شیخ نظام الدین خیر آبادی اور شیخ ابن ابو حاتم سنبھلی کے سوا دیگر بے شمار افراد نے آپ سے پڑھا۔ ۹۳۲ھ میں رحلت فرمائی (اسرار یہ)

۳۷۳۔ مولانا عزیز اللہ ملتانی

”الشیخ العلامة“ مولانا عزیز اللہ حنفی ملتانی۔ اپنے عہد کے مشہور اساتذہ سے تھے۔ مولد و منشاہ ملتان۔ شیخ فتح اللہ ملتانی حنفی سے درسیات کی تحصیل کے زمانہ میں ان کے صاحبزادے ابراہیم کے ہم درس تھے۔ اور مولانا عزیز اللہ سے ان کے فرزند عبدالرحمن بشمول دیگر افراد تکثیر پڑھا۔ (مندی)

محمد قاسم فرشتہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے

آپ مشاہیر علما سے تھے انجام یزید عنہ انہیں شہر شور بلایا اور شہر سے باہر ان کا استقبال کیا۔ آپ کو شاہی امارت خانہ میں اتارا۔ خدام سے کہا کہ مولانا کے ہاتھ دھوا کر دھوون کا پانی عمارت کے چاروں کونوں میں برکت کے لئے چھڑک دو۔ مولانا مدت تک شہر شور میں اقامت کے بعد چپکے سے نکلے اور ملتان آ پہنچے۔ شور سے نکلنے کی وجہ وہاں کے وزیر جمال الدین سے عدم موافقت تھی۔

۳۷۴۔ شیخ عطا محمد گجراتی

۹۸۶ھ
۱۵۷۸

”الشیخ العالم الصالح“ عطا محمد علاؤ الدین الجیسینی قادری گجراتی۔ احمد آباد کے ممتاز شیخ سے تھے۔ ۹۳۱ھ میں جب سلطان ہمایوں احمد آباد میں داخل ہوا۔ تو آپ وہاں سے شہر میں سلطان بہادر شاہ گجراتی کے پاس روانہ ہوئے۔ مگر راستے میں پرہنگالیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ انہوں نے جس میں ڈال دیا۔ مگر جب ان سے نجات ملی تو حرمین کے ارادے سے

روانہ ہو گئے۔ حج و زیارت سے فارغ ہو کر گجرات تشریف لے آئے اور یہاں تدریس و اناذہ میں مصروف ہو گئے۔

آپ بہت بڑے شاعر تھے عربی کے دو دیوان عجوبۃ الزمان اور نادرۃ الدہر اپنی یادگار چھوڑے ان کے ابیات ابن الفارض مصری کے انداز پر ہیں۔
ان کے ۵ فرزند عبد الرزاق۔ ابو صالح النصر۔ محمد۔ احمد اور علی تھے سب عالم۔
اور ۳ خلفاء ۱) شیخ بہاؤ الدین ۲) شیخ محمد ۳) شیخ ابراہیم، اور یہ بھی سب عالم تھے۔
وفات ماہ ربیع الاول ۹۸۴ھ میں احمد آباد میں پانی دگلزار ابراہیم

۳۷۵۔ شیخ علامہ ابن الحسن بیانونی

۹۵۷ھ
۱۵۵۰ء

”الشیخ الصالح“ علامہ ابن حسن ہمدوی بیانونی۔ یکے اذد اخیان ہمدویت۔ معاصرین کے ذکاوت و ذہانت و قوت حفظ و ضبط کے اندر منفرد۔ اعلیٰ ہنگام کے رہنے والے۔ جہاں سے ان کے والد اور عم نصر اللہ حج کے لئے نکلے اور بیانہ میں طرح اقامت ڈال دی۔ ان کے والد نے تلقین و ارشاد و عم نے تدریس و تعلیم و افتاء شروع کر دی۔ انہوں نے اپنے والد سے پڑھنا شروع کر دیا۔ ان کی رحلت کے بعد ارشاد و تلقین پر برسوں متوجہ رہے اور جب عبد اللہ نیازی سرہندی سفر حج سے لوٹ کر شہر بیانہ سے باہر فروکش ہوئے جو فرقہ ہمدویہ کے بڑے رکن اور صدق و اخلاص و قناعت و شرافت و زہد و جہاد کا مرقع تھے۔ کسی ایک جگہ رہائش فرماتے نہ کسی مجلس میں بلند جگہ پر بیٹھتے۔ وضو کے لئے پانی کا ڈول خود بھر کر لاتے۔ لوگوں کو نماز کی تلقین و امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے۔ صاحب ترجمہ ابن الحسن ان کے اندر یہ اوصاف دیکھ کر شجیت پر لات مار دی۔ نہایت انکسار و عاجزی کے ساتھ رہنے لگے۔ اور شیخ عبد اللہ ہمدوی کی بیعت کر لی۔ انہیں کے ساتھ ذکر کی تلقین کی۔ ان سے قرآن مجید پڑھا۔ ریاضت و مجاہدہ میں مصروف ہو گئے۔ حتیٰ کہ اللہ سبحانہ نے کشف و شہود کے تمام دروازے ان پر کھول دیئے۔ یہ دیکھ کر لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ چھ سات سو آدمی تو مستقل طور پر ان کے گرد و پیش رہنے

لگے۔ ان کے ہمراہ حضرت مسافر میں صبر و توکل کے ساتھ گامزن ہو گئے۔ فقر و استغنا شعار و دثار بنالیا۔
ابن الحسن کو جو کچھ ملتا وہ اپنے ہم سفروں کے حوالے کر دیتے۔

ابن الحسن سرنا پا اللہ سے لو لگائے ہوئے توکل سے رشتہ جوڑ کر اپنے معتقدین میں گھرے
رہتے۔ اور جو شخص ان کا حلقہ بگوش ہوتا۔ فقر و مسکنت کے رنگ سے مزین ہو جاتا۔ خود ان کی ذات
سب میں سبقت اور تلقین و تذکیر کا اس قدر وفور تھا کہ ہر لمحہ لوگوں کو لہو و لعب اور ریشم کا لباس پہننے سے
منع کرتے رہتے۔ ان کی شہرت چار دانگ ملک کے اندر پھیل گئی جس سے علمائے سوحد پر
اتر آئے۔ سلطان سلیم شاہ سوری نے انہیں آگرہ میں طلب کیا۔ اور علما میں سے شیخ رفیع الدین
محدث و مفتی ابو الفتح و مولانا عبد اللہ مخدوم الملک اور شیخ مبارک وغیرہ کو بلا بھیجا۔

یہ سب حضرات جمع ہوئے اور شیخ نے بادشاہ کو سنت کے مطابق سلام کیا اور رسمِ آدمی آپ
کی کچھ پرواہ نہ کی۔ سلیم شاہ کو یہ بات حد درجہ ناگوار گزری۔ علمائے سوکی مذمت کی وجہ سے
مخدوم الملک تو ان کا دشمن تھا ہی۔ اس نے موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا یہ شخص آپ کے خلاف
خروج کرنا چاہتا ہے اسے قتل کر دیجئے۔ مگر سلیم شاہ ابن الحسن کی تذکیر و مو عظمت سے متاثر ہو کر
دور ہوا تھا۔ اس نے علما سے فرمایا کہ مسئلہ خروج ہمدی پر ابن الحسن سے مباحثہ کرو۔ مگر ان لوگوں سے
بات بن نہ آئی۔ اور ابن الحسن کی گفتگو نے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر سلیم شاہ نے
ابن الحسن کو دکن کی طرف جلا وطن کر دیا۔ تاکہ علما سو بدگمان نہ ہو جائیں۔

ابن الحسن ہندو (ہستی) میں فروکش ہوئے۔ جہاں ہمایوں اعظم شیردانی حاکم نے آپ کا
استقبال کیا۔ اور عزت و احترام کے ساتھ اپنے پاس بطور مہمان رکھا۔ کچھ ہی مدت کے بعد
سلیم شاہ نے انہیں طلب کر کے مہار میں شیخ محمد بن طیب حقانی سے مسئلہ ہمدی میں مباحثہ کے
لئے جانے کا حکم دیا۔ جس کی ترغیب سلطان کو مخدوم الملک ہی نے دی تھی۔ ابن الحسن مہار جا
پہنچے۔ جب شیخ محمد اور وہ دونوں یک جا بیٹھے تو ایک طرف سے طنبورہ پر گانے کی آواز آئی۔
ابن الحسن نے اس بات پر شیخ پر محاسبہ شروع کر دیا۔ حقانی صاحب نے معذرت کی اور
سلیم شاہ کی طرف لکھ دیا۔ کہ "خروج ہمدی کا مسئلہ ایسا نہیں جس کی وجہ سے کانفر کہا جائے۔ اور
اس گرد و فواج میں وہ کتابیں بھی فراہم نہیں ہو سکتیں۔ لہذا میں تو اس قسم کے شبہات دور کر

نہیں سکتا۔

ادھر شیخ مدد روح حقانی کے بیٹوں نے سوچا کہ یہ خط کہیں سلطان کو ہمارے والد کے آگرہ بلانے کے لئے آمادہ نہ کر دے۔ اور ہمارے باپ بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔ انہوں نے خط کا مضمون بدل دیا کہ مخدوم الملک بہت بڑے عالم آپ کے پاس ہیں۔ یہ مسئلہ ان سے حل کر آئے۔ سلیم شاہ نے مخدوم الملک سے دریافت کیا اور حکم دیا کہ جلالہ حاضر ہو۔ ابن الحسن شہداء سفر اور خود پر طاعون کے حملے سے بہت کمزور اور لاغر ہو چکے تھے۔ تیسرے ہی کوڑے میں ابن الحسن کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ سلطان نے ان کی لاش دفن نہ ہونے دی۔ بلکہ ہاتھی کے پاؤں سے روند دی۔ یہ واقعہ ۹۵۶ھ کا ہے جس کا ذکر بدایونی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے اور ان کی تاریخ وفات اس آیت سے: **وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا** لکھی ہے۔

۴۷۷۔ الشیخ علاؤ الدین ردولوی

م ۹۵۳ھ
۱۱۵۲ھ

”الشیخ الصالح علاؤ الدین بن سلیمان ابن الحسن ردولوی المشہور بہ علاول بلاول“ مولد و منشار ردولی۔ ان کی والدہ ان کے بچپن میں وفات پائی۔ یہ اپنے والد کے ہمراہ جرمین گئے۔ مدت تک قیام کر کے وہاں کے شیوخ سے پڑھا۔ چچ و زیارت کی۔ اور ہندوستان واپس آکر دہلی میں قیام فرمایا۔ جہاں شیخ عبد الغفور ابن نصیر الدین دہلوی سے پڑھا۔ جن میں تفسیر بھی تھی۔ اور اسے آگرہ آکر سکونت پذیر ہو گئے۔

مغلوب الحالت اور کثرت و کرامات سے ہرہ مند تھے۔ ان کے یہ اوصاف ان کے بعد قلم میں زین العابدین نے ایک کتاب کے اندر لکھ دیئے ہیں۔

ان کی وفات ۹۵۳ھ میں ہوئی جس پر ایک صاحب نے علاؤ الدین مجذوب سے تاریخ مستخرج کی۔

(گلزار ابرار)

۷۷۳۔ سلطان علاؤ الدین عماد شاہ براری

۹۹۷ھ
۶۱۵۵۹

”الملك المويذ علاؤ الدین ابن فتح اللہ عماد الملک براری عماد شاہ اصلاً بیجا نگر کے رہنے والے تھے جن کے والد انہیں احمد آباد بیدری میں لے گئے۔ جہاں وہ اسلام کی گود میں پروان چڑھے۔ اور بتدریج امارت پر فائز ہو گئے۔ ۸۹۲ھ میں خطہ برار کی حکومت سنبھالی اور جب ان کا انتقال ہوا تو علاؤ الدین ان کے قائم مقام ہو گئے۔ وہ بہتر بادشاہوں میں سے تھے۔ صاحب علم۔ سخی۔ بہادر۔ دین دار اور مدبر تھے۔ ان کی سلطنت وسیع ہی ہوتی گئی۔ کئی شہر اور قلعے فتح کئے۔ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرتے۔ علما کو جمع کیا جن سے حسن سلوک فرماتے۔

۷۷۸۔ مولانا علاؤ الدین لاہوری

”الشیخ الصالح“ علاؤ الدین ابن منصور لاہوری۔ یکے از علمائے مشہورین ہند العلم میں پروان چڑھے۔ معرفت کا دودھ نوش فرمایا۔ اور اپنے ہم عصروں کے اندر اکثر فنون میں فوقیت حاصل کی۔

بدایونی فرماتے ہیں کہ انہوں نے شرح العقائد تصنیفاً دانی پر حاشیہ لکھا۔ خانخاناں (مگر کون سے؟ مترجم) کی مصاحبت میں شامل ہوئے تو سلطان اکبر نے انہیں اپنے حلقہ سیاست میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ جس سے انہوں نے انکار کر دیا۔ وہ درس و افادہ فرماتے۔ اور جو کچھ جاگیر میں آمدنی ہوتی سب طلباء پر خرچ کرتے۔ بدایونی فرماتے کہ میں نے ان کے برابر طلباء پر خرچ کرنے والا استاد نہیں دیکھا۔ جو دینار و درہم ان کی مانند طلباء پر بکھیرتا رہے۔ ماسوائے محمد شیروانی اور نور الدین سفید دکنی کے۔ حتیٰ کہ سخاوت اور طلباء کے لئے ایشاد کرنے میں ان کی مثال دی جاتی۔ آپ آخر عمر میں حج و زیارت کے حجاز چلے گئے اور وہیں آسودۂ لحد ہوئے۔

۳۷۹۔ الشیخ علاؤ الدین دہلوی

م ۹۲۸ھ
۶۱۵۴۱ھ

”الشیخ الکبیر“ علاؤ الدین بن نور الدین عمری دہلوی حضرت پاک پٹنی شیخ فرید الدین کی اولاد سے تھے۔ اپنے جد تاج الدین محمد ابن عبد الصمد بن منور عمری اجمودھنی سے طریقت حاصل کی۔ اور ان سے شیخ عبد اللہ بن احمد امرہی فیض یاب ہوئے۔ ان کے علاوہ شیخ عبد اللہ بن عثمان سبھلی اور بے شمار مشائخ و مخلوق، ان کے کشف و کرامات اور وقائع عجیبہ کا عام چرچا تھا۔

سال ولادت ۸۷۶ھ۔ رحلت ۵ ربیع الثانی ۹۲۸ھ کو ہوئی۔ اور مدفن دہلی کے پرانے قبرستان میں بنا۔

۳۸۰۔ شیخ علاؤ الدین اودھی

م ۹۹۸ھ یا ۹۷۷ھ
۶۱۵۸۹ھ یا ۶۱۵۴۹ھ

”الشیخ العالم الصالح“ علاؤ الدین حسینی اودھی۔ سید شریف احمد بغدادی المشہور بہ ”ماہِ رُو“ طریقت میں شیخ عبد السلام بن سعد الدین بجنوری سے مستفیض اور سرود و نغمہ سے آگاہ۔ فارسی میں ان کے اشعار نہایت اثر انگیز تھے۔ ان سے ان کے بیٹے سید ماہِ رُو اور سید علی تلہری نے استفادہ کیا۔

بدایونی نے لکھا ہے کہ تلہری نہایت متواضع اور اللہ کی محبت کے جویا تھے۔ سدا اپنے زادے میں پڑے رہتے۔ میری ملاقات ان سے کاٹ گولہ میں ہوئی۔ ایک مرتبہ ان کے ہاں خوشخوار چور گھس آئے۔ انہوں نے بیٹھا ان کے سامنے پیش کیا۔ مگر ایک چور نے انہیں زخمی کر دیا۔ نوے سال کی عمر میں اس معرکہ کے اندر شہید ہو گئے۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

ندائے آن گل خنداں چہ رنگ دہلدارو
کہ مرغ ہر چہنے گفتگو سے اودارو!

۹۴۸ھ یا ۹۴۹ھ میں رحلت فرمائی۔
۶۱۵۸۹ ۶۱۵۹۹

۳۸۱۔ علی عادل شاہ بیجا پوری

م ۲۵ صفر ۹۸۸ھ
۶۱۵۸۰

”الملك الفاضل“ علی بن ابراہیم بن اسماعیل بن یوسف شیعہ بیجا پوری المشہور بہ عادل شاہ مولد شہر بیجا پور۔ بادشاہت کی گود میں پروان چڑھے۔ نحو و حکمت و منطق و کلام وغیرہ خواجہ عنایت اللہ شیرازی اور امیر فتح اللہ شیرازی مشہور استاد سے پڑھے۔ خط نسخ و واقعہ نویسی میں مہارت حاصل کی۔ انشاء و شعر اور فنون حربیہ و سیاسیہ میں درجہ کمال تک پہنچے ۹۴۵ھ میں اپنے والد کے بعد زمام سلطنت ہاتھ میں لی۔ ہر طرف سے علما اُمتد کر آگئے جن سے بیجا پور مدینۃ العلم کہلایا چونکہ ان کے والد اہل سنت تھے اس لئے وہ تشیع کو براہ چھپاتے رہے۔ لیکن تخت نشین ہوتے ہی کھل گئے۔ اور مسبروں پر علانیہ شیعہوں کے ۱۲ اماموں کی مدح ہونے لگی۔ شیعہ افراد کے وظائف مقرر کر دئے۔ انہیں اپنا مقرب قرار دیا۔ فتوحات بڑھا دیں اور بہت سے قلعے زیر نگین کر لئے ازاں جملہ رائے پور، مدکل و درنگل و کلیانی و شولا پور و ادرنی و دھار و اور چند کوئی وغیرہ ہیں۔ مملکت وسیع ہوتی گئی۔ دکن کے امراء نے بھی اطاعت کا پتہ پیش کر دیا۔ یہ بادشاہ قاضی و سخی اور کثیر الاحسان برائے سادات تھا۔ جن کے لئے اُس نے ساما اور جائدادیں وقف کر دیں۔ وہ امروں کو اپنی پیشی میں رکھنے کا بہت خواہاں رہتا۔ اس لئے ایک امر دہی نے اسے قتل کر دیا۔

اُس کی یادگار میں شہر بیجا پور کے اندر سر بلند جامع مسجد اور عمارات ہیں۔ اور شہر شاہ پور کے اندر ایک شان دار محل نیز اور ایک نہر جس کا نام گارج تاحال جاری ہے۔

جمعات کی رات کو جب ۲ صفر تھی ۹۸۸ھ کی وفات پائی۔ محمد رضا مشہدی نے ”شاہ جہاں شہ شہید“ سے مادہ تاریخ وفات نکالا۔

۳۸۲- شیخ علی بن ابراہیم حسینی رفاعی گجراتی

م۔ ۲۴ جمادی الاخریٰ ۹۴۳ھ

”الشیخ العالم الصالح“ علی ابن ابراہیم الحسینی رفاعی گجراتی۔ از ذریت سید احمد کیر قطب رفاعی۔ یکے از ارباب کشف و کرامات۔ مدفون احمد آباد (السید الوالد در ہر جہاں تاب)

۳۸۳- شیخ علی بن جلال ٹھٹوی

م۔ ۹۴۱ھ

”الشیخ العالم الصالح“ علی بن جلال ابن علی بن احمد بن محمد حسینی تنوئی سندھی یکے از مشائخ مشہورین حج و زیارت سے مشرف ہوتے۔ بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ کیا۔ ازاں جملہ شیخ فوج دہ نمبر ۳۶۴ ہیں۔ آپ کے کشف و کرامات مشہور تھے۔ سلوک میں آپ کی تصنیف لطیف ادب المریدین ہے (تحفة الکرام)

۳۸۴- شیخ علی المتقی برہان پوری

م۔ ۲ جمادی الاولیٰ ۹۴۵ھ

”الشیخ الامام العالم الکبیر المحدث“ علی بن حسام الدین بن عبد الملک ابن قاضی خصال المتقی الشافعی الچشتی برہان پوری مہاجر دہلی کا مکرمہ۔

مولد شہر برہان پور سن ولادت ۸۸۵ھ عفت و عبادت کی گود میں پروردان پر طے، والد نے صغر سنی ہی میں انہیں شیخ بہاؤ الدین صوفی سے بیعت کروا دیا۔ جب بالغ ہوئے تو شیخ نے اپنا تقرب بخشا اور اپنی نیابت کے لئے منتخب فرمایا۔ شیخ کی رحلت کے بعد ان کے بیٹے عبد الحکیم نے خرقہ و خلافت عنایت فرمایا۔ اور جس وقت آپ نے شیخ عبد الحکیم کی خدمت میں باریاب رہنے کی درخواست کی تو شیخ نے آپ کو اپنی صحبت سے اہم ترین طریق الحق پر گامزن ہونے کی ہدایت فرمائی۔ جس پر آپ سفر کے لئے کمر بستہ ہو گئے اور ملتان آکر شیخ حسام الدین کے

سامنے زانوئے تلمذتہ کئے دو سال تک رہے ان سے تفسیر بیضاوی اور عین الحق دو کتابیں پڑھیں۔ پھر حرمین کا سفر کیا۔ حدیث ابوالحسن شافعی بکری سے پڑھی اور ان کی طریقہ قادریہ میں بیعت کی۔ ان دونوں طریقوں میں علامہ سخاوی مصری سے استفادہ کیا۔ حدیث ابن حجر کی شافعی شاذلیہ سے بھی پڑھی۔ اور بیعت اللہ کے جملہ میں طرح اقامت ڈال دی۔

سلطان محمود شاہ صغیر گجراتی کے زمانہ میں دو مرتبہ ہندوستان آئے سلطان محمود ان کے مرید بھی تو تھے۔

اصفی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ مکہ معظمہ سے سلطان محمود شاہ کے پاس آئے اور اس نے آپ کے دل کی ہر آرزو کو پورا کیا۔ پھر شیخ ایام حج میں واپس مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور سوق ^{اللیل} کے قریب رہائشی مکان تعمیر کرایا۔ جس میں بہت بڑے برآمدہ نکلوائے۔ جہاں سندھ کے نے جن کی وہ مالی اعانت کرتے۔ اور سوال پر داد و دہش دیتے۔ جس پر مکہ معظمہ کے اندران کی شہرت ہو گئی۔ سلطان رومی نے ان کی طرف دعا کے لئے لکھا وہ ان کے ساتھ مدت سے حسن سلوک کرتے تھے۔ پھر شیخ دوسری مرتبہ ہندوستان وارد ہوئے۔ اور ملاقات کے موقع پر شیخ نے سلطان محمود سے فرمایا آپ جانتے ہیں مجھے کون سی ضرورت آپ کے پاس لائی ہے؟ سلطان نے نہ جانے کی معذرت کی۔ شیخ نے فرمایا۔ سینے گا اگر میں آپ کے احکام کا وزن شریعت کے ساتھ کروں تو وہ دونوں ہم وزن ثابت ہوں! سلطان نے خلوص قلب سے شکریہ ادا کیا اور آپ کے مزید مشورہ کی درخواست کرتے ہوئے اپنے وزیر امیر کو حکم دیا کہ تمام ملکی معاملات میں آپ سے دریافت کرتے رہو! شیخ کچھ دنوں تک ملکی احوال و واقعات کا جائزہ لیتے رہے۔ احکام کے بارے میں اجتہاد کیا جس کے بعد شرح کے جو احکام مناسب تھے ان کے مطابق اپنا مشورہ پیش کرتے رہے اور بعض احکام کے متعلق توقف سے کام لیا۔ تجربہ پر بہت سے ایسے معاملات جن پر شرع کے مطابق عمل درآمد ہوا تھا۔ موجب خلل ثابت ہوئے سیاست معطل ہو کر رہ گئی۔ وزیر امیر شاہی خزانہ خرچ کرنے پر رائل ہو گئے۔ مگر شیخ نے سیرت شیخین پر عمل درآمد کا التزام کر رکھا تھا۔ چہ جائیکہ نہ یہ وقت شیخین کے وقت کی مانند تھا۔ نہ یہ رعیت ان کی رعیت کی سی۔ تھوڑے عرصہ

مرید اُن کی قائم کردہ حدود سے نکل گیا۔ جسے شیخ دنیا سے الیہ زائد ترین منش سمجھتا۔ کہ گویا اس کے دل میں خواہش مال ہے ہی نہیں۔ یہ حالات سن کر شیخ اپنا ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہو گئے اور پھر کبھی اس کام کے لئے یہاں نہ آئے۔

آسفی لکھتے ہیں کہ جب انہوں نے سلطان کے نافذ کردہ قانون کو میزان شریعت پر تولوا تو انہیں ایسے امور کی سرانجام دہی کے لئے دنیا پرستوں کا تقرر نامناسب معلوم ہوا۔ شیخ کے ہمراہ ایک ایسا معتد شاگرد موجود تھا جن میں تقدس اور تقویٰ ہر ایک قسم کے دینی صفات تھے جن کے ہوتے ہوئے اس پر کوئی شبہ نہ کیا جاسکتا۔ اس شاگرد کا نام چیلہ تھا۔ شیخ نے چیلہ سے فرمایا۔ تم ان عمال میں بیٹھ کر ان کی گفٹس پھیر مجھے بتایا کرو۔ شیخ اس کی باتیں سن کر اُسے ان کا جوا دے کر بھیجتے۔ جو وہ (جواب) ان کو دیتا۔ جیسا کہ متبنی نے کہا ہے۔

والظلم من شیم النفوس فان تجد
د اعفتا فلعنتا لا یظلم
اور ظلم الناس نفوس کا ایک غاصہ ہے
اگر (اے مخاطب) تم کسی کو ظالم نہیں پاتے تو
ضرور کسی خاص علت سے ظلم سے بچا ہوا ہے۔

پس اس چیلہ کا نفس اپنی عادت پر اتر آیا۔ اور ہم نفسوں جیسا ہو گیا۔ جس پر اُس کے صفا نے اس کی لفرش پر محمول کیا۔ اس میں کوئی اختلاف رائے بھی نہیں کہ صحبت نہایت خوش اور غالب ہے امرائے ایسے لوگوں کو مقرر کیا جو خاص طریقوں سے اُس تک رشوت پہنچائیں، بھی راشی اور مرتشی درلوں کو پالیا۔ کہاں تو وہ پراندی کے برتن میں پانی نہ پیتا اور کہاں اسے مباح کر لیا۔ بلکہ موقعہ پا کر چاندی چڑھا بھی لیتا۔ ایک مرتبہ مقام العزاز کی ایک عورت ایک وزیر کے اشارے سے آئی۔ جس نے ایک مرصع پیالہ رشوت میں دیا۔ اس عورت نے وزیر کے پاس جا کر سب کچھ بیان کر دیا۔ وزیر نے سلطان کے پاس آکر یہ سب بیان کرتے ہوئے کہا کہ ادھر تو قانون اور رسوم ملتوی کر دئے گئے۔ ادھر شریعت میں رشوت اور فربہ جاری ہو گیا! شیخ صاحب برائے برکت تو ہیں مگر حکومت نہیں چلا سکتے اور پھر رشوت کا سارا قلعہ سنا دیا۔ اس نے سلطان تکلیف کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے یہ سنتے ہی بیٹھ گئے اور فرمایا عورت کو حاضر کرو۔ عورت نے تمام ناجرا من و عن بیان کر دیا۔ بادشاہ نے مرتشی کو بلایا تو وہ صاف ٹکڑا گیا۔

عورت نے کہا میں ابھی اس سے وہ چیز نکلاؤاتی ہوں اور پھر واقع میں نکلا بھی دی۔ سلطان یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ سارے امور مملکت پہلے وزیر کے حوالے کر دئے۔ شیخ (علی متقی) نے یہ واقعہ سنا تو سرکھچ (نام مقام) چلے گئے۔ سلطان نے سنا تو کئی مرتبہ واپس بلا بھیجا۔ مگر آپ نہ مانے پھر بعض بڑے امرا کو سلطان نے بھیجا کہ شیخ اس کی طرف سے مطمئن رہیں تو شیخ نے ان کے سامنے کتاب و سنت کے احکام کھولنے شروع کر دئے۔ ازال جملہ یہ کہ انہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لیس خیرکم ترک الدنیا الآخرة
ولہ الآخرة للدنیا ولہن خیر
تہارے لئے ترک دنیا بہتر ہے آخرت کے لئے اور نہ ترک
آخرت بہتر ہے دنیا کے لئے۔ البتہ تمہارے لئے بہتر ہے
کہ دونوں میں توازن رکھو۔
مصنف فرماتے ہیں اس حدیث کے مطابق رخصت ہے کہ مومن کفایت یعنی دنیا کے
منافع جس قدر کافي ہو سکے۔ اس پر اکتفا کرے۔ جس میں اللہ سبحانہ برکت فرمادے گا۔
حضرت علیؑ کا یہ مقولہ ہے کہ۔

۱۔ دنیا صدق کا مقام ہے۔ جو شخص اس کی صداقت بحال رکھے اس کے لئے آخرت میں نجات ہے۔

۲۔ دنیا دارِ نجات ہے جو اس کی حقیقت کو سمجھے۔

۳۔ دنیا مایہ کفایت ہے اس کے لئے جو اس سے زائد راہ حاصل کرے۔

۴۔ دنیا نزول وحی کا مقام ہے۔

۵۔ دنیا مصلیٰ ہے ملائکہ کا۔

۶۔ دنیا مسجد ہے نبیوں کی۔

۷۔ اور دنیا تجارت گاہ ہے اولیا اللہ کی جو اس میں رہ کر اللہ کی رحمت کا نفع حاصل کرتے

اور جنت کماتے ہیں۔ ان کی مذمت کرنے والا کون ہے۔

پس اسے دنیا کی مذمت کرنے والے جو اس سے چٹا ہوا ہے۔ وہ کب تک تجھے فریب میں رکھے گی۔

اور کب تک تو اپنے باپ کی لاش پر روتا رہے گا یا اپنی ماں کی لحد پر آسو بہاتا رہے گا۔

جب کوئی اچھا دن میسر آئے تو اُس سے خوب فائدہ اٹھا
کیونکہ جب تک تم جیتے رہو گے بُرے دن کی مصیبت اٹھانے کے لئے تم تنہا رہو گے۔
حاصل کلام یہ کہ دنیا کی مذمت نہیں کرنی چاہیے لیکن اس میں سے بہت کم قبیل پر
قناعت کرنی چاہیے۔ ہر وقت آخرت کی تیاری جاری رکھنی چاہیے۔ اور کسی دم غافل
نہیں ہونا چاہیے۔ تاکہ اللہ انہیں ان کے حسات کا صلہ دیتا ہوا اپنی طرف سے مزید انعامات عطا
فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ يُوْزِقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

اس موقع پر جب کہ امرا شیخ کی مجلس میں جمع تھے۔ سلطان بھی تشریف لے آئے۔ اور شیخ سے
ملک میں برکت کے لئے قیام کی درخواست کی۔ شیخ نے فرمایا کہ مکہ مشرفہ اجابت کا محل ہے۔ وہاں
جا کر آپ کے لئے دعا نہایت مناسب ہے جس سے آپ کی دنیا و آخرت دونوں میں بھلائی کی توقع
ہے۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ دین اور دنیا دونوں کی یکجائی دو سو کنوں کا جمع کرنا ہے۔ تو میرے نزدیک
یہ بات ہمیشہ باعث خلجان رہی، میں خیال کرتا تھا کہ ان دونوں کا جمع کرنا ممکن ہے۔ چنانچہ اسی لئے
میں مکہ مکرمہ سے آپ کی خاطر سفر کر کے یہاں آ پہنچا۔ مگر یہاں کے تجربہ نے ثابت کر دکھایا۔ کہ دونوں
یکجا نہیں رہ سکتیں۔ پس میرے لئے مکہ مکرمہ لوٹ جانا اور اپنی بقیہ عمر وہاں بسر کرنا لازم ہو گیا ہے
مکہ معظمہ اور وہاں کے ہمسائے دونوں میرے لئے بہتر ہیں۔

جہاں اللہ کے ہمسائے میں رہنا نصیب ہوتا ہے یہ ہمسائیگی کتنی بہتر ہے۔

شیخ نے سلطان سے کہا۔ البتہ میرا نائب مرد صالح عبد الصمد آپ کے ہاں ہے جو دعا کے
آداب سے باخبر ہے۔ یہ التماس اُس سے کرتے رہیے گا۔ میں نے اس بار سے میں عبد الصمد کو
اجازت بھی دے رکھی ہے اور قبول دعا میں اجازت کا اثر بھی ہے۔

اسے سلطان اور امرا نے حکومت میں سب کو اللہ کی جانب سے رجوع کی وصیت
کرتا ہوں اور یہ کہ آپ لوگ شریعت نافذ کرنے پر تلے رہیں۔ صالحین کی مجلس میں آتے رہیں۔ فقرا
کی تعظیم سے پہلو تہی نہ کریں۔ اور ان کے ساتھ پہلو تہی میں دریغ نہ برتیں۔ شیخ یہ کہنے کے بعد
بندر گاہ کھوکھ کی طرف پھل پڑے۔ اور مکہ معظمہ کے لئے شدید حال باندھ لیا۔

حضرتی نے النور السافر میں لکھا ہے کہ شیخ علی متقی بہت بڑے پارسا و متقی اور بے حسد عبادت گزار اور ماسویٰ اللہ سے بے نیاز تھے۔ متعدد تصانیف فرمائیں۔ ان کے کرامات کا تذکرہ عام ہے۔ ازاں جملہ یہ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روڈیا میں دیکھا۔ تو عرض کیا۔ کہ اس دور میں افضل الناس کون شخص ہے فرمایا۔ تم ہو! پھر عرض کیا ہو سراہ فرمایا میں محمد بن طاہر ہے۔ اسی شب ان کے شاگرد شیخ عبد الوہاب بعینہ یہی روڈیا دیکھ کر حضرت شیخ کے پاس اپنا خواب سنانے کے لئے آئے تو شیخ نے ان کے اظہار سے پہلے فرما دیا کہ جو روڈیا جس طرح تم نے دیکھا اسی طرح میں نے دیکھا۔ یہ رات ۲۷ ویں ماہ رمضان کی تھی۔

شیخ علی متقی عبادت میں اس قدر ریاضت فرماتے کہ آخر عمر میں کاش میں خود پر یہ کچھ بار نہ کرتا۔ یہ اس دور کی بات ہے جب کبر سنی نے انہیں کمزور کر دیا۔ فاکہی نے لکھا ہے کہ ان کا کھانا نہایت مختصر ہوتا۔ تاکہ رشتہ حیات قائم رہے۔ مگر یہ کچھ مسلسل یکسانی حاصل ہوتا ہے۔ نوبت یہاں تک آپہنچی۔ کہ اگر کبھی اندازے سے زیادہ تناول فرمالتے۔ اگرچہ مرچ سیاہ کی مقدار ہی کیوں نہ ہو۔ تو ہضم نہ کر سکتے۔ اسی طرح کا اختصار کلام میں تھا۔ یہی تعلیل نمیند میں تھی۔ یہی احتیاط لوگوں کی ملاقات میں تھی۔ فاکہی نے ان کا مولد برہان پور اور سال ولادت ۸۵۰-۸۸۸ھ لکھا ہے ان کی تالیف بے شمار بتائی ہیں۔ یہ مضمون عبد القادر بن احمد فاکہی نے اپنی کتاب القول المتقی فی مناقب المتقی میں درج فرمایا ہے جس کے ساتھ ان کی سیرت و ریاضت عظیمہ و مجاہدات حیرت انگیز کا تذکرہ قلم بند کیا ہے جسے پڑھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم ہے کہ اس کا یہ لکھنا کس قدر مناسب ہے کہ ان کا نام (علی) اور لقب (متقی) کسی حد تک ایک دوسرے کے موافق ہیں۔

اس نے یہ بھی حوالہ قلم کیا ہے کہ شیوخ عارفین اور علمائے عالمین میں سے کوئی ایک ان جیسا نہیں ہوا۔ مگر جس نے ان کے واردات سنے یا پڑھے۔ بر ملا ان کی تعریف میں سرب اللسان ہوا۔ جیسے ہمارے شیخ تاج العارفین ابو الحسن بکری اور ہمارے دوسرے شیوخ الفقہ العارف الزاہد الوجیبہ العمودی اور تیسرے شیخ امام الحرمین ابن حجر عسقلانی اور ہمارے صاحب فقہ شہر شمس الدین ربلی انصاری۔ اور فصیح دور ال شمس بکری ہیں۔ ان تمام حضرات کی تحریریں میرے

پاس ہیں۔ جو شیخ علی متقی کی جلالت منزلت اور استقامت فی الدین کی موید ہیں۔ ان کے متعلق ان حضرات کا قول ان کی برتری پر شہادت ہے۔

خدا مہم جب کوئی نئی بات کہے تو اس بات کی تصدیق لازم ہے۔

کیونکہ خدا مہم جو بھی کہتا ہے سچ کہتا ہے۔

مولف ممدوح فرماتے ہیں کہ شیخ علی متقی نے اپنے انہی اوصاف کی بدولت مکہ مشرفہ میں انتہائی شہرت حاصل کی۔ اور جس طرح شعر الحرام اور عفا مروہ کی زیارت کے لئے باہر سے وفد آتے۔ اسی طرح ان کی زیارت کے لئے آتے۔ یہاں تک کہ ان کی شہرت کا غلغلہ سلطان مرحوم مقدس سلیمان تک پہنچا۔ اس واقعہ کے بعد کہ جب ہندوستان کے بادشاہ عظیم محمود شیخ کے ہاتھوں اور پاؤں پر وحنو کے وقت پانی ڈالتے۔ کیا مرتبہ تھا ان کا۔ ہندوستان اور اس کے گرد و فواح میں ان کی منزلت مکہ معظمہ میں ان کی شہرت سے کہیں فرزول تر تھی۔ جس کے ثبوت میں کسی دلیل کی احتیاج نہیں۔

ان کے مناقب میں ایک واقعہ یہ ہے کہ ممدوح کے ایک مرید نے مکہ معظمہ کے اندر شیخ کے زمانہ حیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روایا میں دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے کون سا عمل کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ ارشاد ہوا۔ علی متقی کی پیروی کرو۔ جو وہ کرے تم بھی کرو۔ یہ روایا دلیل ہے اس امر کی کہ شیخ علی متقی اللہ ہمیں ان کے برکات سے نفع پہنچائے ان کا عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری متابعت پر مشتمل تھا۔ اسی لئے تو آنحضرت نے ان کے اتباع کی تلقین فرمائی اور زبان مبارک سے انہیں شیخ کے نام سے پکارا۔ شیخ ابوالسحاق شیرازی (نفعنا اللہ بہ) فرماتے ہیں روایا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم نام کو دیکھتے۔

مصنف (سید عبدالحی صاحب) فرماتے ہیں۔ میں نے شیخ (نفعنا اللہ بہ) کے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک رسالہ دیکھا۔ جس میں خود ان کے قلم سے لکھے ہوئے احوال کا ابتدائی خاکہ مسما تھا۔ تو مناسب سمجھا کہ اس کو یہاں نقل کر دوں۔ فرماتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد وآلہ

والصحابہ اجمعین۔

اما بعد ! لکھتا ہے فقیر الی اللہ تعالیٰ علی بن حسام الدین المشہور بہ متقی کہ میرے دل میں خیال آیا کہ اپنے اصحاب کے لئے شروع سے لے کر آخر تک اپنے احوال قلم بند کروں۔

پس ! اے دوستان مخلص ! اللہ آپ لوگوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے کہ جب میری عمر ۸ سال کی ہوئی۔ تو میرے والد رحمہ اللہ کے دل میں میری تربیت کا داعیہ پیدا ہوا۔ آپ نے مجھے شیخ باجن قدس اللہ سرہ کی بیعت کرا دی۔ جو سماع کے ذوق سے وابستہ تھے۔ انہوں نے مشائخ صوفیہ کے طریق پر میری بیعت لی اور میں بھی اسی راہ پر گامزن ہو گیا۔ ان کے صاحبزادہ شیخ عبدالحکیم نے مجھے ذکر کی تلقین فرمائی۔

میں اوائل عمر میں اپنے اور اپنے عیال کے لئے کتابیں لکھتا رہتا۔ اس مقصد کے لئے مختلف شہر دل میں ہوتا ہوا ملتانی جان نکلا۔ جہاں شیخ حسام الدین کی نصیب ہوئی۔ جن کی ذات میں تقویٰ سمو دیا گیا تھا۔ ان کے حضور کچھ مدت تک رہنے کے بعد مکہ مکرمہ پہنچا۔ تو یہاں شیخ ابوالحسن بکری صدیقی قدس سرہ کی صحبت نصیب ہوئی۔ جن کے ہاں تربیت بھی تھی اور تعلیم بھی۔ وہ خود بھی عارف کامل تھے فقہ و تصوف میں۔ ان کی خدمت میں کچھ مدت تک رہا۔ ممدوح نے بھی مجھے ذکر کی تلقین فرمائی۔ الغرض انہی دونوں شیوخ (حضرت ملتانی اور جناب بکری) رحمہما اللہ والخیر ان کے ان فوائد علمیہ و ذوقیہ کی دولت حاصل ہوئی جن کا تعلق علوم صوفیہ سے تھا۔ اس کے بعد میں نے تصنیف و تالیف کی طرح ڈال دی۔ پہلا رسالہ جو لکھا۔ تو اس کا

نام تبیین الطریق الی اللہ تعالیٰ ہے۔ اور دوسرے رسالہ کا

نام غایت الکمال فی بیان افضل الاعمال ہے۔

پس جس کسی کو ان دونوں میں سے ایک سالہ ملے۔ وہ دوسرا رسالہ بھی حاصل

کہے: تاکہ مقصد تک پہنچے۔ (نقطہ)

حضرمی ممدوح الصدق فرماتے ہیں کہ شیخ متقی نہ صرف زمانہ کے حسناات میں سے تھے بلکہ تقویٰ میں ہندوستان کا نکتہ عروج اور باعث شہرت تھے۔ ان کا تذکرہ تسویہ سے مستغنی اور ان کی مدحت بیان سے بالاتر ہے۔ کہ ان کی تعظیم تو دلوں میں سمائی ہوئی ہے۔ اور شرعی اپنی کتاب طبقات میں فرماتے ہیں۔

یہی نے شیخ متقی سے ۹۳۷ھ میں مکہ معظمہ کے اندر ملاقات کی۔ بارہ ماہ ہم دونوں ایک دوسرے کی ملاقات کے لئے آئے گئے۔ شیخ عالم و پارہ اور زاہد تھے، بدن کے دبیلے پتلے بے ہمہ ایسے کہ دولت کدہ سے حرم میں نماز جمعہ ادا کرنے کے سوا باہر نہ آتے۔ تغلیل، غذائے ان کے بدن پر ایک اوقیہ (چند ماشے) سے زیادہ گوشت نہ بڑھنے دیا۔ نماز جمعہ حرم کے اندر صاف کے کنارے پر ادا کر کے جلدی لوٹ جاتے۔ ایک مرتبہ مجھے اپنے مکان میں لے گئے۔ تو برآمدے میں فقرائے صادقین کا مجمع بیٹھا ہوا اور ان میں ہر فقیر ذکر پر جھکا ہوا تھا۔ بعض باوازا، بعض بہ خفا بعض مراقب اور بعض کسی کتاب کے مطالعہ میں مستغرق تھے۔ مکہ مشرفہ کے اندر ان کا وجود نہایت مغتنم پایا گیا۔ شیخ کی متعدد تالیفات ہیں۔

۱۔ حافظ سیوطی کی الجامع الصغیر کی ترتیب۔

۲۔ مختصر النہایہ (لغت)

شیخ نے مجھے اپنے قلم سے لکھا ہوا ایک پرچہ دکھایا۔

اور چاندی کا ایک ٹکڑا عنایت کر کے فرمایا۔ جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس ٹکڑے

کی برکت سے میری دولت میں ایسی فراوانی فرمادی۔ کہ میں مالا مال ہو گیا۔ اور یہ نہ سمجھ سکا۔ کہ اتنی دولت میرے پاس کس ذرائع سے آرہی ہے۔

علامہ چلیپی کشف الظنون میں لکھتے ہیں کہ

سیوطی کی مؤلفہ کتاب جمع الجامع کو شیخ علی متقی نے اُسی طرح مرتب

کیا جس طرح اُن کی کتاب الجامع الصغیر کو اور نام کنز العمال فی سنن الاقوال

والافعال متعین فرمایا۔ انہوں نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں نے ائمہ حدیث

کی بیشتر مدونات دیکھیں۔ مگر جمع الجمع کے برابر جامع کتاب کوئی نظر سے نہیں گزری۔ سیوطی نے اس کے ایک فصل میں، اصول سنت کی حدیثیں بے شمار اثادات کے ساتھ رکھ دی ہیں۔ پھر ان احادیث کی دو قسمیں کر دی گئی ہیں لیکن یہ فصل عمدہ فوائد سے موعری ہے۔ اس لئے کہ جب تک کسی حدیث کا پہلا لفظ ذہن میں نہ ہو۔ اس سے فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ یا اس (حدیث) کے راوی کا نام ذہن میں ہو۔ پہلی قسم میں حدیث قولی اور ثانی میں فعلی مقصود ہے مگر استخراج حدیث نہایت مشکل ہے۔

اس سے مخلفی حاصل کرنے کے لئے شیخ متقی نے ایک قسم احادیث قولی کی مرتب کی اور اس کا عنوان منہج العمال فی سنن الاقوال مقرر کیا۔ پھر تمام قولی حدیث کو بعنوان غایت العمال فی سنن الاقوال مدون فرمایا۔

دوسرا حصہ قسم الافعال پر مشتمل ہے اور اس کا عنوان مستدرک الاقوال متعین کیا۔ پھر آپ نے جامع الاصول کے انداز پر ان کو مرتب کر کے کنز العمال عنوان مقرر کیا۔ پھر اس کا انتخاب کیا۔ اب یہ کتاب چار مجلدات میں ہو گئی۔ علامہ چلبی موصوف الذکر کشف الظنون کے اندر دتذکرۃ کتاب الجامع الصغیر سیوطی فرماتے ہیں کہ شیخ علی متقی المتوفی ۹۷۵ھ نے اسے متعدد ابواب و فصول میں پلٹ دیا۔ حروف تہجی کی شکل دے کر اس کا "منہج العمال فی سنن الاقوال والافعال" نام مقرر کیا۔ آغاز کے الفاظ یہ ہیں "الحمد للہ الذی میز الانسان بقریحہ مستقیمۃ الخ" اور اس کی ترتیب الجامع الکبیر یعنی جمع الجوامع کے مطابق رکھی۔

شیخ عبدالحق دہلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن بکری شافعی فرماتے کہ علامہ سیوطی کا یہ احسان (جمع الجوامع کی صورت میں) تمام عالم اسلام پر ہے۔ اور شیخ متقی کا احسان (کنز العمال کی شکل میں) سیوطی پر ہے۔ متذکرہ بالاتصانیف کے علاوہ شیخ علی متقی کے اور تصانیف یہ ہیں۔

د نمبر ۲ کا ذکر پہلے آچکا ہے)

۳۔ البرہان فی علامات المہدی آخر الزمان (در عربی) جو سید علی کی کتاب
العرف المہدی فی اخبار المہدی کا ملخص ہے جسے شیخ نے تراجم (عنوان
ہائے) والی باب پر منقسم کرتے ہوئے جمع الجوامع کی بعض احادیث کا اعنا
فرمادیا۔ نیز اس پر بعض احادیث عقد الدر فی اخبار المہدی المنتظر بھی راجع
فرمادیں۔ اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔ "اللہم ادنا الحق حقاً و
ادقنا اتباعاً"

۴۔ النہج الاتم فی ترتیب الحکم

۵۔ جوامع الحکم فی المواعظ والحکم

۶۔ الوسیلۃ الفاخرۃ فی سلطۃ الذنب والآخرة

۷۔ تلقین الطریق ودرسلوک جو انہیں المہنامہ اھل ہوا

۸۔ البرہان الجلی فی معرفت الولی (در فارسی)

۹۔ درالبطل دعویٰ سید محمد ابن یوسف مہدی جون پوری

تاریخ وفات شب سہ شنبہ وقت سحر ۲ جمادی الاولیٰ ۹۵۵ھ در مکہ مکرمہ مدفن
جنت المعلیٰ برکنارہ جبل وقت دفین انتقال کی صبح۔ نزد تربت فضیل
ابن عیاض ان دونوں کی قبر کے درمیان عام راستہ ہے ناظر الخیش نام کا۔ رحلت کے
وقت سن شریف ۸۷۰ — یا — ۹۰ سال تھا۔

۸۵۵ھ۔ شیخ علی بن قوام جون پوری

۶ ماہ صفر ۹۵۵ھ

"الشیخ الکبیر الزاہد المجاہد" علی بن قوام الدین حسینی الجونیوری۔ المشہور بہ "علی عاشقان"
سراٹے میری یکے الہ صوفیائے معروفین در ہندوستان عالم شباب ہی میں نواح سنبھل میں
رحلت فرمائی۔ جہاں کا وہ والی تھا۔ قریہ جوگی پور مدفن ہے جو شہر سنبھل سے ایک میل پر ہے

آپ اپنے علم بزرگوار محمد بن احمد کی گود میں پروان چڑھے۔ انہی کے ہمراہ دہلی گئے۔ وہاں برسوں قیام فرمایا۔ یہاں سے ان کی معیت میں جون پور آئے۔ اور شیخ شہاب الدین حسینی جون پوری سے مستفید ہوتے۔ ممدوح نے انہیں خرقہ خلافت بھی عنایت فرمایا۔ پھر نظام آباد تشریف لائے۔ تو شیخ عبدالقدوس سے طریقہ شطاریہ اور اس کے اشغال سیکھے جس کے بعد ان پر کشوف و کرامات کے دروازے کھل گئے۔ جون پور لوٹ آئے۔ شیخ بہاؤ الدین کی خدمت میں باریابی نصیب ہوئی۔ ان سے طریقہ چشتیہ میں فیض حاصل کیا اب خود مسند مشیخت پر متمکن ہو کر تبلیغ و ارشاد میں مصروف ہو گئے۔ جون پور میں یہ دعوت عام کرنے کے بعد نظام آباد مراجعت فرمایا ہوئے قصبہ کھریوان میں برسوں قیام کیا۔ اور اسی نواح میں ایک قریہ مرتضیٰ آباد کے نام سے تعمیر کرایا۔

عارف علی نے تذکرہ "عاشقیہ" میں اور محمد ابن فضل اللہ مجتبیٰ نے خلاصۃ الاثر کے اندر شیخ تاج الدین سبغی کے حالات میں لکھا ہے "سید علی بن قوام الہندی اکابر اولیاء اللہ تھے۔ ان سے عجیب و غریب تصرفات و قوی مجذب ظہور پذیر ہوتے۔ بعض صلحانے لکھا ہے کہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جو خوارق و کرامات و تصرفات ظہور میں آتے۔ ان کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ علی بن قوام کا معمول یہ تھا کہ چاشت کے وقت تک جذب کی حالت میں رہتے اور اس اثناء میں کوئی بھی ان کے قریب نہ پھٹکتا۔ ایک مرتبہ سید کے شیخ کا ایک صاحبزادہ اسی وقفہ میں ان کی ملاقات کے لئے آیا۔ جسے خادم نے منع کر دیا۔ مگر وہ اس پر بھی ان کے قریب جا پہنچا۔ شیخ نے ان کے قدموں کی چاپ سن کر پوچھا۔ تم کون ہو! اس نے اپنا نام اور پتہ بتایا تو فرمایا۔ بھاگ کر اس درخت کے پاس چلے جاؤ وہ درخت کے پاس پہنچا تو شیخ کے اندر سے آگ کا ایک شعلہ نکلا جس نے تمام درخت کو جڑ کے سوا جلا کر بھسم کر دیا۔ مگر لوہا و درہم ذرا آنچ نہ آئی۔ اس واقعہ سے ان کے تصرفات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ مجبی نے یہ واقعہ شیخ محمود بن اشرف حسینی کی کتاب تحفۃ السالکین فی ذکر تاج العارفین سے نقل کیا ہے۔ وفات ان کی ۶۱۵ صفر ۹۵۵ھ کے روز ہوئی (عاشقیہ)

۳۸۵۔ الشیخ علی ابن محمد حسینی

”الشیخ العالم الصالح“ علی بن محمد حکیم العلوی المشہور بمفہم السید جید الحسینی۔ مرید شیخ محمد بن ابی طارمی منیری المشہور بہ قاضی۔ جن کے ملفوظات آپ نے اپنی کتاب منابح الشطار میں یک جا کر کے اس کا نام معدن الاسرار فی مشرب الشطار رکھا۔ یہ کتاب ۶۱ ابواب پر مشتمل ہے اور فارسی میں ہے۔ یہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے: ”حمد و ثنا و مدح فراوان ہے۔“

۳۸۶۔ الشیخ علی بن مثنیٰ اللہ کلبرگوی

م ۹۹۲ھ
۱۵۸۲ء

”الشیخ الصالح“ علی بن مثنیٰ اللہ بن ابی الحسن بن کلیم اللہ بن ابی الفیض بن یوسف بن محمد بن یوسف الحسینی کلبرگوی از مشائخ کبار چشتیہ۔ وفات و مدفن احمد آباد بیدری میں ہوئی اور ان کی قبر پر پختہ عمارت ۹۹۲ھ ۱۵۸۲ء میں تعمیر کی گئی۔

۳۸۸۔ مولانا علی طارمی

”الشیخ العالم المحدث“ علی بن ابی علی طارمی یکے از عالمان باعمل و عنفوان شباب میں ہندوستان آگئے۔ اور برہنوں قیام کے بعد حرمین جا کر زیارت و حج سے مستفیض ہو کر ۹ سال وہاں قیام کیا۔ وہاں کے ارباب علم سے پڑھا۔ بعد ازاں زمانہ ہمایوں میں ہندوستان لوٹے۔ یہیں رحلت فرمائی۔ رازی نے ہفت اقلیم میں ان کا یہ شعر نقل کیا ہے۔

تن خاکی چناں افسردہ شد از محنت ہجران
رود بیروں چو گردِ جامہ گردامن برافشاغم

یہ جسم خاکی ہجر و فراق کی وجہ سے ایسا افسردہ ہو گیا ہے کہ اگر دامن بھاڑوں تو لباس کے گرد کی طرح اڑ جائے۔

۳۸۹۔ مولانا علی شیر گجراتی

”الشیخ العالم الکبیر“ علی شیر حنفی بنگالی ثم گجراتی از نسل شیخ نور الہدی ابو البرکات جو شیخ جلال الدین چشتی کی اولاد سے تھے۔ مولد و منشاسرزمین بنگال ہے۔ علم کے لئے اودھ کا سفر کیا برسوں وہاں رہے۔ پھر دہلی چلے آئے۔ شیخ محمد غوث گوالیری مصنف الجواہر الخمسة کی خدمت میں برسوں باریاب رہے۔ ان سے طریقت میں درس لیا۔ انہی کی مشایعت میں گجرات گئے اور احمد آباد کی مسجد عماد الملک میں سکونت پذیر ہو گئے۔ ہنیت، ہندسہ، نجوم اور دعوت و تکسیر میں کمال مہارت رکھتے تھے، ترمذیہ الاوراح، جام جہاں نما اور سوانح غزالی کی شرح کے مصنف ہیں ۹۷۰ھ کے بعد احمد آباد میں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۳۹۰۔ مولانا علی شیر سرمندی

م ۹۸۵ھ
۶۱۵۷۷

”الشیخ الصالح“ علی شیر سرمندی یکے از عباد اللہ الفضالین۔ مولد و منشاسرزمند۔ معاصر علمائے ان کی خدمت میں باریاب ہو کر پڑھا۔ اور شیوخ وقت سے مختلف طرق میں مستفیض ہوئے آخر عمر میں طریقہ قادریہ کا رنگ ان پر غالب تھا۔ ۹۸۵ھ میں رحلت فرمائی۔ (گلزار ابرار)

۳۹۱۔ علی قلی خاں شیبانی

م ۹۷۴ھ
۶۱۵۶۶

”الامیر الکبیر“ علی قلی بن حیدر سلطان شیبانی یکے از امرائے مشہورین سلطان ہمایوں کے مراجعت ہند کے عہد میں ہندوستان آئے اور ان کی خدمت میں رہ کر فتح ہند میں اعانت کی۔ ہمایوں نے انہیں نواح سنبھل میں کئی شہر اور قلعے جاگیر میں عطا فرمادئے۔ انہوں نے ان شہروں پر قابض ہو کر وہاں کی رعیت سے اچھا برتاؤ کیا۔ اور جب سلطان

اکبر نے زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ ہیمو بقال نے حملہ کر کے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ تو علی قلی خان اکبر کی خدمت میں حاضر ہو کر دہلی آیا۔ اور دہلی پر حملہ کے موقع پر اپنے ہمراہ دس ہزار بہادر سپاہی لے کر ہیمو کے مقابلے کے لئے نکلا۔ علی قلی خان نے ہیمو پر حملہ کر کے اُسے شکست دے دی۔ تب اکبر نے اُسے خاں زمان کا خطاب دے کر منصب میں بھی اضافہ کر دیا۔ اور کچھ علاقہ جاگیر میں اور عطا فرما دیا۔ علی قلی صاحب سبھل آکر فردکش ہو گئے۔ وہاں برسوں رہے جون پور اور اس کا نواح سر کر کے ان پر قابض ہو گئے۔ اور کئی دیگر فتوحات بھی کیں۔ اکبر علی قلی کی اور وہ سلطان کی ایک لغزش سے دونوں ایک دوسرے پر خفا ہو گئے۔ علی قلی اکبر کے ساتھ مقابلہ پر اتر آیا۔ مقام سکر اولی نواح الہ آباد میں اپنے مڑی سے جنگ کی۔ جہاں علی قلی کو قتل کر دیا۔ اکبر نے اس مقام پر ایک بستی آباد کر کے اس کا نام فتح پور رکھا۔

علی قلی بہت بہادر۔ شجاع اور جنگ میں پیشرو تھا۔ وہ خطرے میں کود پڑتا اور ناقابل تسخیر مقامات فتح کر لیتا۔ وہ علما کا قدردان تھا۔ انہیں اپنے قریب رکھتا۔ اور بیش بہا عطیات سے سرفراز کرتا۔ یہی منزلت شعر اکی کرتا۔ وہ نہایت عمدہ شعر کہتا۔ شراب کا رسیا اور امروں پر جان نثار کرتا۔ نمونہ کلام

عیسیٰ نغمے کہ روزِ اوجیر انغم کرد
چوں طرہ خوشیتن پریشا نغم کرد
از کفر سر زلف خودم کافر ساخت
وز معصوف روئے خود مسلمانم کرد
ترجمہ شعر:- محبوب جیسے نفس کہ جس کے راز نے مجھے حیران کر دیا اور جس نے اپنی زلفوں کی طرح مجھے پریشان کر دیا۔

اپنی کافر زلفوں کے سبب اُس نے مجھے کافر بنا دیا اور اپنے چہرے کے وصف کے سبب مجھے مسلمان کر دیا۔

۹۷۴ھ میں قتل کر دئے گئے۔
۱۵۷۴ء

(ماثر الامراء)

۳۹۲۔ مولانا علی گل استرآبادی

”الشیخ الفاضل“ علی گل شیعہ استرآبادی۔ اپنے شہر وں میں صاحب الاناضل۔ اور سلطان برہان شاہ کے عہد میں ہندوستان میں وارد ہوئے اور احمد نگر میں سکونت اختیار کی یہ واقعہ امین ابن احمد رازی نے اپنی کتاب ”ہفت اقلیم“ کے اندر بیان کیا ہے۔ اور محمد بن قاسم نے اپنی تالیف فرشتہ میں اے شاعر بھی تھے۔ نمونہ اسے

آزار دل سوختہ زار بد است

آہ دل عشاق گرفتار بد است

بسیار ستم مکن کہ بسیار بد است

(۱) اے شوخ! دل مجروح پر ستم کرنا بُرا ہے دل سوختہ کو آزار پہنچانا بُرا ہے۔

(۲) عشاق گرفتار کے دل کی آہ کبریٰ ہے۔ زیادہ ستم نہ ڈھاؤ کیونکہ زیادہ ستم ڈھانا بُرا ہے۔

۳۹۳۔ مولانا عظیم الدین مندوی

”الشیخ العالم محدث“ عظیم الدین شطاری مندوی۔ یکے از علمائے عالمین و عباد اللہ الصالحین۔ حرمین شریفین کا سفر کیا۔ حج و زیارات سے سرفراز ہوئے۔ وہاں حدیث پڑھی ہندوستان واپس آئے اور سلطان غیاث الدین خلجی کے عہد حکومت میں شہر مندو کے اندر طرح اقامت ڈال دی۔ شیخ بہاؤ الدین بن عطاء اللہ شطاری جنیدی کے حضور بار بار ہو کر فیض حاصل کیا۔ تدریس و افادہ مشغلہ تھا۔ شیخ ابراہیم بن معین حسینی ایرجی اور ان کے سوا دیگر افراد بے حساب آپ سے مستفیض ہوئے۔

تصنیف | فصوص الحکم پر حاشیہ (مندوی)

۳۹۴۔ مولانا عمر جہاچھوٹیؒ

”الشیخ الفاضل“ عمر بن ابو عمر حنفی جہاچھوٹی، فقہ و اصول و عربی میں ممتاز افاضل تدریس و افادہ مشغلہ۔ آپ سے شیخ محمد بن ابو سعید حسینی قرطبی کا لہجہ ہی اور دوسرے بے شمار افراد نے پڑھا۔

۳۹۵۔ مولانا عنایت اللہ قاسمیؒ

م ۹۷۸
۱۵۹۹ھ

”الشیخ الفاضل الکبیر“ عنایت اللہ شیعہ دکن کے مشہور علما سے تھے۔ سلطان حسین نظام شاہ والی احمد نگر نے آپ کو سفارت کے لئے گوکنڈہ بھیجا۔ جہاں سے وہ کامیاب ہو کر لوٹا۔ جس سے حسین نظام شاہ کے نزدیک منزلت اور زیادہ ہو گئی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد سلطان ممدوح سے اس قدر خفا ہو کر احمد نگر سے گوکنڈہ میں سلطان قطب شاہ کے ہاں چلے گئے اور تھوڑی سی مدت کے بعد ہی احمد نگر میں سلطان حسین کے پاس لوٹ آئے۔ بادشاہ نے انہیں اپنا مقرب خاص بنالیا۔ مگر جب سلطان حسین کی رحلت ۹۷۲ھ ۱۵۹۱ء کے بعد اس کے فرزند مر تقی ابن حسین نے انہیں وکیل مطلق مقرر کر دیا۔ جس سے آپ تمام اراکین مملکت کا مرجع و مقصد ہو گئے۔ وہ مدت تک اس معزز و مقتدر انداز سے رہے۔ یہاں تک کہ سلطان ہمایوں کی خونریز والدہ مر تقی نظام شاہ نے انہیں قلعہ جوئند میں جس کے اندر ڈال دیا۔ اور ان کی جگہ حسین تبریزی کو وکالت مطلقہ پر تعینات کر دیا۔ مگر وہ ڈر گئے۔ مبادام تقی مولانا عنایت قاسمی کو رنا کر کے پھر اسی منصب پر فائز کر دے، تو اس نے مولانا کو ۹۷۷ھ ۱۵۹۹ء میں قلعہ جوئند کے اندر ہی قتل کر دیا۔ (محمد بن قاسم)

۳۹۶۔ مولانا عنایت اللہ شیرازیؒ

م ۹۸۸
۱۵۸۰ھ

”الامیر الفاضل“ عنایت شیعہ شیرازی۔ نواب افضل خاں صاحب علم اور رموز

سیاست سے آگاہ تھے۔ مولد و منشاء شیراز۔ عنفوان جوانی میں شیخ فتح اللہ شیرازی دوسرے علمائے درس کے سامنے زانوئے تلمذتہ کر دتے۔ شیراز سے ہندوستان آئے۔ اور سلطان عادل شاہ صغیر کے زمانہ میں بیجاپور پہنچے۔ تدریس شروع کر دی۔ طلباء چاروں طرف سے اُمند کر آ گئے۔ سلطان محمود نے ان کی شہرت سنی تو طلب فرما کر اپنا مقرب خاص مقرر کر دیا۔ بتدریج منصب ہاکم کر نیابت پر تقرر فرمایا۔ انہوں نے حسن تدبیر اور عوام کے ساتھ مراعات کر کے سب کے دل موہ لئے، مدارس اور مساجد تعمیر کیں اور کئی قلعے اور گڑھیاں فتح کیں۔ غرضیکہ بلاد دکن پر ان کا کامل تسلط ہو گیا۔ اور ہر طرف سے اہل ظلم و کمال آ کر ان کے گرد جمع ہونے لگے۔ شیخ فتح اللہ شیرازی سید طرابلس اور میر عزیز اللہ عراق سے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ لیکن آخر امرائے جیوش نے بوجہ حسد ۹۸۸ھ میں انہیں قتل کر دیا۔ (الباقیں لبرری)

۳۹۷۔ شیخ علاؤ الدین عسلی دہلوی

الشیخ العالم الصالح علاؤ الدین عیسے بن ابی عیسیٰ عمری دہلوی اذنیۃ شیخ فرید الدین مسعود اجمودھنی مدرسہ شیخ سہاؤ الدین بن فخر الدین طغانی میں پڑھا۔ اور طریقت میں شیخ ابو الفتح حنفی ہانسوی سے مستفیض ہوئے تغیر القرآن میں بہت ملکہ تھا۔ (گلزار ابراہامندوی)

۳۹۸۔ مولانا علاؤ الدین عسلی گجراتی

الشیخ الفاضل العلّامہ علاؤ الدین عیسے گجراتی یکے ادا سائذہ مشہورین مدجرات غلامہ عماد الدین محمد طاری سے طریقت میں فیض حاصل کیا۔ پھر تدریس کی مسند آراستہ کر دی۔ آپ کا علم وسیع اور افادہ عام تھا۔ آپ سے شیخ عبدالقادر بن محمد اجینی نے درسیات میں کلام ۹۴۴ھ میں پڑھیں اور بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ کیا۔ (دندوی)

۳۹۹۔ مولانا غیاث الدین ہروی

م ۹۳۳ھ
۱۵۳۴ء

الشیخ الفاضل غیاث الدین بن ہمام الدین ہروی یکے از علمائے مشاہیر در تاریخ و سیرت، ہرات سے قندھار ۹۳۳ھ میں آئے۔ اور ۹۳۴ھ میں ہندوستان آئے۔ ۹۳۵ھ میں آگرہ وار ہوئے۔ تو بابر شاہ تیموری نے بہت سامان و متاع عطا فرمایا۔ اور انہوں نے آگرہ ہی میں اقامت اختیار کر لی۔

حبیب السیر فی اخبار افراد البشر (اپنے والد کی کتاب رد غنۃ الصفا کا خلاصہ) اور تصانیف اور بعض جگہ اضافے کئے۔ یہ تلخیص و تہذیب ۹۲۶ھ میں خواجہ حبیب اللہ کے لئے کی گئی۔ اور اسے تین مجلدات میں منقسم کیا۔

جلد اول: انبیاء اور حکماء و شایان دور اول اور سیرۃ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔ جلد دوم: مشتمل ہے آئمہ اثنا عشر و بنی امیہ اور بنو عباس اور ان بادشاہوں پر جو ان کے زمانے میں برسر حکومت ہوئے۔

جلد سوم: ترک و چنگیز خواقین اور ان کی اولاد۔ اس دور کے طبقات الملوک و سلطان تیمور اور اس کی اولاد۔ ظہور سلاطین صفویہ و ذکر آل عثمان اور خاتمہ میں عجائب اقالیم و نوادر الوقائع۔ یہ حصہ بجائے خود تین مجلدات مفید و نافع ہے۔ الا یہ کہ مصنف نے مقتضائے عصر کے مطابق ابن جبر کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیا۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ اس میں معذور بھی تھے۔ اللہ انہیں معاف کرے۔

۲۔ خلاصۃ الاخبار فی احوال الاخیار، امیر علی شیر کے لئے لکھی گئی۔ جسے ایک مقدمہ اور دس مقالات اور خاتمہ و مقدمہ و بارہ بدر الخلق و مقالات بر انبیاء و حکماء و شایان عجم و تاتار و خلفاء بنو امیہ و عباسیہ اور ان کے معاصرین و آل چنگیز و آل تیمور اور خاتمہ پر ہرات کے اوصاف اور وہاں کے باشندوں کے حالات پر مشتمل ہے۔

۳۔ دستور الوزراء

۹۴۴ھ میں ہوئی۔ ان کا جسدِ آگرے سے لا کر دہلی میں حضرت سلطان الاولیاء
۶۱۵۲۶ کے حوالے میں سپردِ خاک کیا گیا۔ (التعلیقات السنیہ)

وقات

۴۰۰۔ مولانا غیاث الدین بڑوچی

”الشیخ المصالح الکبیر غیاث الدین بڑوچی گجراتی یکے از علمائے ربانی۔ لوگوں کے
لئے نفع رسانی اور احسانِ نقد و خور و نوش و لباس و کتب و ادویہ ہر ایک میں کرتے۔ بلکہ
ہر وہ شے جو عوام کے آرام و راحت کے لئے ہو سکتی۔ شیخ علی متقی نے انہیں عبد الوہاب متقی
برہان پوری کا خطاب دیا اور فرمایا میں نے نبویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ اس زمانے کے اندر افضل الناس کون ہے؟ فرمایا ”میاں غیاث الدین اور تمہارا
شیخ اور محمد طاہر“ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے فیضان سے منتفع کرے (اخبار الاخبار)

۴۰۱۔ الامیر فتح اللہ شیرازی

۹۹۷ھ
۱۱۵۴۹م
”الشیخ الفاضل العلامة“ فتح اللہ ابن شکر اللہ شیعہ شیرازی۔ یکے از علمائے متبحرین
در علوم حکمیہ، مولد و منشأ شیراز مندرجہ ذیل مدارس میں پڑھا۔

۱۔ مدرسہ علامہ جمال الدین محمود

۲۔ مدرسہ مولانا کمال الدین شروانی

۳۔ مدرسہ مولانا کرود۔

۴۔ مدرسہ میر غیاث الدین منصور شیرازی

جن سب کے ہاں برسوں گزارے۔ یہاں تک کہ وجہ العصر ہو گئے اور تمام

اطراف و اکناف میں شہرت پائی۔

سلطان علی عادل شاہ بیجا پوری نے آپ کو ہندوستان میں طلب کیا۔ چنانچہ

آپ یہاں تشریف لائے اور طویل مدت تک اقامت فرمائی۔

علی عادل شاہ کے قتل کے بعد جب اُس کا بیٹا ابراہیم عادل شاہ کو اس کی جگہ پر بادشاہت سونپ دی گئی۔ تو دربار نے اُسے اپنے ہاتھوں میں کھلونا بنالیا۔ اور ایک وزیر نے فتح اللہ شیرازی کو پچا پور سے جلا وطن کر دیا۔ تب وہ ۹۹۱ھ میں آگرہ آگئے سلطان اکبر کا عہد تھا۔ اس نے فتح اللہ صاحب کی خوب آؤ بھگت کی۔ اکبر نے ۹۹۳ھ میں آپ کو صدارت پر فائز کر کے امین الملک اس کے بعد عند الدولہ و بعد ازاں عند الملک خطابات سے سرفراز فرمایا۔ بلکہ انہیں وزیروں میں شامل کر لیا۔ اور اکبر نے ٹو ڈرمل سے کھلوا یا کہ شیرازی بھی مملکت کی مہمات میں شامل ہو سکتے ہیں؟ لیکن موت نے انہیں مہلت نہ دی جس نے اکبر کو بہت غمگین کر دیا۔ اس نے فرمایا کہ اگر شیرازی صاحب کو فرنگی قید کر لیتے۔ تو میں اپنا تمام مال و خزانہ ان کے فدیہ میں دے دیتا۔ اور پھر بھی یہ سودا سود مند سمجھتا۔ ابن المبارک فرماتے کہ تمام دنیا میں ان کا مثل نہ تھا۔ تمام قدما کے اسفار کتب و علوم حکمت پر مشتمل ہیں یک قلم برد کردی جائیں تو مولانا فتح اللہ ان کے تمام علوم کو دوبارہ مرتب کر سکتے ہیں۔

عبدالرزاق نے مآثر الامراء میں لکھا ہے کہ وہ تمام علوم پر حاوی ہونے کے ساتھ مصنوعات و دست کاری و طلسمات میں بھی ماہر تھے۔

ان کے مصنوعات میں

- ۱۔ چکی ہے جو خود بخود چلتی اور آٹا نکالتی تھی۔
 - ۲۔ آئینہ ہے جس میں دور اور نزدیک سے مختلف اشکال نظر آتے ہیں۔
 - ۳۔ بندوق ہے۔ جس میں سے بیک وقت بارہ راؤنڈ نکلتے تھے۔
 - ۴۔ ایسا کیلنڈر بنایا۔ جو دورہ شمسیہ پر مبنی تھا۔
- بلگرامی نے مآثر الکرام میں لکھا ہے۔ فتح اللہ شیرازی کی بدولت ہندوستان میں متاخرین کی تصانیف آئیں۔ ازال جملہ محقق دوانی ہیں۔ حیدر شیرازی میں غیاث الدین منصور اور میرزا جان ہیں۔ جن کے مصنوعات درس کی جان ہو گئے اور علمائے ان کا آگے بڑھ کر استقبال کیا۔

تصانیف | ۱۔ منہج الصادقین (تفسیر القرآن در فارسی)
 ۲۔ حاشیہ دوآنی علی تہذیب المنطق

۳۔ حاشیہ بر حاشیہ نمبر ۲۔

۹۹۴ھ میں کشمیر سے واپسی پر رحلت فرمائی اور کوہ سلیمان پر مدفون ہوئے۔

۴۰۲۔ الشیخ فتح اللہ دہلوی

”الشیخ الفاضل“ فتح اللہ بن نصیر الدین بن سماء الدین ملتانی دہلوی۔ یکے از علمائے کبار مولد و منشادہلی اپنے باپ اور جد سے پڑھنے کے بعد مسند درس آراستہ کر دی۔ ان کے تلامذہ میں دیگر بے شمار شیوخ و علما کے علاوہ شیخ رکن الدین محمد بن عبد القدوس گنگوہی بھی ہیں۔

۴۰۳۔ شیخ فخر الدین اکبر آبادی

م ۹۴۰ھ
 ۱۵۹۲ء

”الشیخ الصالح“ فخر الدین بن داؤد بن شیخ شاہ صدیق اکبر آبادی یکے از فقہائے زیاد۔ شیخ حسام الدین متقی ملتانی اور شیخ ہدایت الدین صالح سرہندی سے پڑھا۔ پھر بہار گئے اور وہاں شیخ ہدایت الدین ضیاء الدین چند ہوسی بہاری کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ اسی طرح سید جمن ہمدانی ہلسوی کی خدمت میں باریاب ہو کر استفادہ کیا۔ اب اگرہ چلے آئے اور سید رفیع الدین محدث کے حوالہ میں طرح اقامت ڈال دی۔ — سماع کے بہت ریاستھے۔ ایک سو ستالیس برس کی عمر میں بروز جمعہ ۱۹ جمادی الاخریٰ ۹۴۰ھ کے روز آسودہ لحد ہوئے (اخبار الاصفیاء)

۴۰۴۔ شیخ فخر الدین بجنوری

م ۹۵۰ھ بتاریخ ۱۹ جمادی الاخریٰ
 ۱۵۰۴ء

”الشیخ العالم الزاہد“ فخر الدین ابن سعد اللہ بن فخر الدین بجنوری لکھنوی۔ یکے از مشائخ چشتیہ مولد و منشاد لکھنوی تحصیل علم کے لئے جون پور میں شیخ ابوالفتح ابن عبدالحی بن عبدالمقتدر

کندی دہلوی کے حضور زانوئے تلمذ تہ کئے۔ پھر خود تدریس کے لئے وقف ہو گئے، شیخ محمد مینا لکھنوی کے ساتھ محبت صادقہ اور مودت دائمہ تھی۔

۹ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۱ھ کے روز لکھنوی میں رحلت فرمائی اور وہیں سپرد خاک ہوئے ایک صاحب نے ان کی تاریخ رحلت لفظ شیخ سے مستخرج کی ذکرۃ الاصفیاء

۴۰۵۔ شیخ فخر الدین جون پوری سہروردی

م ۹۹۲ھ بتاریخ ۲۲ شعبان ۱۵۸۵ھ

”الشیخ الفقیہ الزاہد“ فخر الدین بن کبیر الدین جون پوری یکے از مشائخ سہروردیہ مولود منشاجون پور۔ معاصر علما سے پڑھ کر مسند تدریس مزین فرمائی۔ دس سال تک پڑھانے کے بعد یہ شغل ترک کر کے زہد و عبادت کی طرف مائل ہو گئے اور کسی اور کام کے لئے نہ رہے یکے بعد دیگرے کئی چلتے کھینچے۔ حتیٰ کہ معرفت کے تمام دروازے کھل گئے اور مشائخ وقت نے اُن سے بے حد استفادہ کیا۔ ۲۲ شعبان ۹۹۲ھ کو رحلت فرمائی (کنج ارشدی)

۴۰۶۔ شیخ فرید الدین بنارسی

م ۹۰۶ھ ۱۵۰۰ھ ۱۲ شوال

”الشیخ العالم الصالح“ فرید الدین بن قطب الدین بن خلیل الدین عمری بنارسی یکے از مشائخ چشتیہ اپنے نانا شیخ نور کے گھر میں قریہ خانقاہ کے اندر پیدا ہوئے۔ وہیں پروان چڑھے اور علم کے لئے اپنے بھائی داؤد کے ہمراہ بنارس تشریف لے گئے۔ پہلے شیخ موسیٰ کی خانقاہ میں ماتھے۔ شیخ نے انہیں خواجہ مبارک کی خانقاہ کا راستہ بتایا۔ آپ نے بحث و تحقیق میں کوشش کی۔ یہاں تک کہ اس میں کامل ہو گئے۔ طریقت میں خواجہ مبارک سے مستفید ہوئے۔ غور پر حفظ الفاس اور مجاہدہ نفس کو لازم قرار دیا۔ جب اس میں بھی کامل ہو گئے۔ تو شیخ مبارک نے آپ کو اپنا خلیفہ خاص مقرر کر لیا۔ جن کے بعد مسند شیوخیت پر فائز اور قبول عام کے خلعت سے سرفراز ہوئے۔

تدریس و افادہ مشغلہ تھا۔ آپ سے بے شمار علمائے استفادہ کیا۔ (غلام رشید جون پوری و گنج ارشدی) انہوں نے لکھا ہے کہ آپ دریائے گنگا میں غرق ہو کر رہی عجم ہوئے۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ان کے فرزند محی الدین ایک گھوڑے پر سوار ہو کر چنار گئے۔ ایک افغان کو یہ گھوڑا بھاگیا۔ پٹھان اس علاقہ کا رئیس تھا۔ اس نے زبردستی گھوڑا ان سے چھین لیا۔ محی الدین نے واپس آکر اپنے والد کو بھڑکایا کہ گھوڑا اس افغان سے دلو دیتے۔ فرید الدین اپنے بھائی و اوڈ کو ہمراہ لے کر افغان کے ہاں آئے اور سمجھا بھاگا کہ اس سے گھوڑا واپس لے لیا۔ اور گھوڑے سمیت بنارس کی ناؤ پر سوار ہو گئے۔ افغان نے ملاحوں سے سازش کر کے انہیں اس کے پینڈے میں سوراخ کرنے کے لئے آمادہ کر لیا۔ شیخ فرید الدین اس کے بھائی گھوڑا اور تمام مسافر دریا میں ڈوب گئے۔ یہ واقعہ ۹۰۶ھ شوال ۱۵۰۰ء کے روز وقوع میں آیا۔

۴۰۷۔ شیخ فضل اللہ مندوی

م ۹۷۲ھ
۱۵۶۴ء

”الشیخ الصالح“ فضل اللہ بن الحسین چشتی ملتانی۔ یکے از رجال علم و طریقت۔ اپنے والد کی خدمت میں برسوں ملازم رہ کر درسیات و طریقت دونوں میں استفادہ کیا۔ ان کی رحلت ۹۷۴ھ کے بعد حرمین کا سفر کیا۔ ۹۵۰ھ میں ہندوستان آگئے۔ اور لوگوں سے دامن جھٹک کر تدریس و افادہ میں مشغول ہو گئے۔ ۹۷۲ھ میں مندوی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

۴۰۸۔ شیخ فضل اللہ دہلوی

م ۹۷۰ھ
۱۵۵۲ء

”الشیخ الفاضل“ فضل اللہ بن سعد اللہ بخاری دہلوی شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے عم بزرگوار۔ آپ نے شیخ محمد بن الحسن عباسی جون پوری کی خدمت میں برسوں رہ کر پڑھا

۴۰۹۔ الشیخ فضل اللہ بہاری

”الشیخ المصلح“ فضل اللہ بن نعیم الدین بن حسن بن علی بن بڑا ابن قیام الدین بن صدر الدین بن قاضی رکن الدین شریف حسنی کرٹوی۔ بہاری۔ المشہور بہ سید گشتائین بمعنی اللہ سے حاصل۔ داماد تھے شیخ قطب الدین عمری جون پوری قلندر کے۔ جن کی مصاحبت میں رہے ان سے طریقت میں استفادہ کیا۔ پھر بہار میں جا کر سکونت اختیار کی جہاں مزاج خاص و عام ہوئے۔

۴۱۰۔ قاضی فضل اللہ دیوبندی

”الشیخ العالم“ قاضی فضل اللہ حنفی دیوبندی۔ اپنے والد کے مشہور فقیہ اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے معاصر تھے یہ تذکرہ رکن الدین محمد بن عبدالقدوس نے اللطائف القدوسیہ میں کیا ہے۔

۴۱۱۔ مولانا فضل اللہ سندھی

”الشیخ العالم الكبير“ فضل اللہ حنفی سندھی یکے از علمائے باعمل۔ سدا تدریس افاضہ میں مشغول رہتے۔ (منہا ندوی در آثار)

۴۱۲۔ مولانا فضل اللہ دہلوی

نصف صندی دسویں

م ۱۵۴۰ھ (تقریباً)

”الشیخ الفاضل“ فضل اللہ حنفی دہلوی یکے از علمائے مشہورین در فقہ و اصول و عربیت مرد قانع و متوکل و بے سداں تھے۔ دسویں صدی کے نصف اول میں راہی جنت ہوئے۔

(مندوی در گلزار ابرار)

۴۱۳۔ مولانا فیروز الدین لاہوری

م ۹۳۳
۱۵۲۴ھ

”السید الشریف“ فیروز ابن ابو فیروز حسنی لاہوری۔ یکے از رجال علم و طریقت۔ اپنے دادا شاہ عالم از شیخ نواز الدین از شیخ احمد از شیخ حامد بن عبد الرزاق اچھی سے مستفیض ہوئے۔ آپ علمائے مشاہیر سے تھے۔ تدریس و افادہ میں منہمک رہے۔ فقہ و حدیث و تفسیر شامل درس تھے۔ ۹۳۳ھ میں رحلت فرمائی (خزینۃ)

۴۱۴۔ مفتی فیروز کشمیری

م ۹۴۴
۱۵۹۴ھ

”الشیخ الفاضل الکبیر“ مفتی فیروز بن لولی گنائی حنفی کشمیری یکے از علمائے مشہورین صغریٰ میں سفر حجاز کیا اور واپس آکر بدایون میں سکونت اختیار کی۔ شہر کے مقتدر علمائے تحقیق و کوشش کے ساتھ پڑھ کر اکثر علوم میں فائق ہوئے۔ آپ کو سلطان اکبر تیموری نے طلب فرما کر کشمیر کا مفتی مقرر کر دیا۔ آپ نے وہاں درس و افادہ بھی شروع فرما دیا۔ جہلمی نے (حدائق الحنفیہ) میں لکھا ہے کہ وہ ۹۴۳ھ میں قتل ہو گئے۔ فرشتہ لکھتا ہے کہ ان کا قتل ۹۴۴ھ میں ہوا۔ با ایں طور کہ

”قاصی حبیب حنفی جو خسر تھے شیخ کمال الدین سیالکوٹی کے۔ وہ جمعہ کے روز جامع مسجد سے نکل کر قبرستان کی طرف جہاز تھے۔ ۹۴۴ھ میں شہر کے باہر یوسف شیعہ سے سامنا ہوا جس نے تلوار سے ان کا سر لہو لہان کر دیا۔ یوسف نے دوسری مرتبہ ضرب کے لئے ہاتھ اٹھایا۔ تو قاصی حبیب اللہ نے وار بچانے کے لئے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ جس پر ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ یہ واقعہ کسی سابقہ دشمنی کے بغیر رونما ہوا۔ حسین شاہ نے قصہ سنا۔ تو یوسف کو جیل میں بند کرادیا۔ اور ملا یوسف و مفتی فیروز سے فتوے پوچھا۔ انہوں نے

فتوے دیا کہ ایسے افراد کو میاست کی رو سے قتل کر دینا چاہیے۔ اس مجلس میں قاضی حبیب (مضروب) بھی موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب میں زندہ ہوں۔ تو حملہ آور کے قتل کا جواز کیا ہے؟ یہ سن کر حاضرین نے یوسف مذکور پر پتھر پھینکنا شروع کر دئے۔ جن سے وہ مر گیا۔ سلطان اکبر نے سنا تو مرزا مقیم کو خط دے کر کشمیر میں اپنے نائب حسین شاہ کی طرف بھجوا دیا (معاملہ کی تفتیش پر) قاضی زین الدین شیعہ نے کہا کہ واقعی علمائے اس افتاء میں غلطی کی ہے مرزا مقیم بھی مجلس میں موجود تھے انہوں نے علما کی توہین برسر مجلس کھلم کھلا کی اور ان پر سب و شتم کیا۔ ان علما کو فتح خاں کی تحویل میں دے دیا۔ جس نے انہیں قتل کر کے ان کے پاؤں میں رسیاں بندھوا دیں اور بازار داروں میں لاشوں کی تشہیر کی گئی۔ والی کشمیر حسین شاہ بھی شیعہ تھا۔ وہ اسن کر توت پر بہت خوش ہوا۔ اور سلطان اکبر کی طرف ان کے خط کے جواب کے ساتھ اپنی دختر بھی سلطان کے ہاں بھجوا دی۔ اکبر نے یہ لڑکی واپس کر کے مرزا مقیم کو قصاص میں قتل کر دیا۔ واقعہ ہذا ۹۴۹ھ میں رونما ہوا۔ (فرشتہ)

۴۱۵۔ شیخ قاسم بن احمد مانکپوری

م ۹۴۸ھ
۶۱۵۴۰

”الشیخ الصالح“ قاسم بن احمد بن نظام الدین عمری مانک پوری۔ یکے از مشائخ کبار فرقہ چشتیہ۔ مولد و منشا مانک پور۔ برسوں اپنے والد کے ملازم خدمت رہ کر مشیخت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔

بار عجب و بلند پایہ رفیع المنزلت اور کثوف و کرامات میں مشہور تھے۔ ۲۱ شوال ۹۴۸ھ کے روز مانک پور میں رحلت فرمائی۔

(اشرف الیبر)

۲۱۴۔ الشیخ قاسم بن یوسف سندھی

۹۸۰ھ
۱۵۴۲م

«الشیخ العالم الصالح» قاسم بن یوسف بن رکن الدین بن شہاب الدین شہابی المعروف بہ سندھی یکے از علمائے ممتازین در فتنہ و حدیث۔ مولد و منشأ سندھ۔ وہیں دریات پڑھیں۔ ۹۵۰ھ میں گجرات آئے۔ اور مختلف شہروں میں گھومتے رہے۔

افادہ و تدریس مشغلہ تھا۔ آپ کے صاحبزادہ عیسیٰ اور دوسرے بے شمار افراد نے آپ سے پڑھا۔ آپ متعدد تصانیف کے مصنف ہیں لیکن مجھے ان کے اسماء معلوم نہیں ہو سکے۔ ۹۸۰ھ میں رحلت فرمائی۔ (بحر زخار)

۲۱۵۔ الحکیم قاسم بیگ تبریزی

۹۷۷ھ
۱۵۴۹م

«الوزیر الکبیر» قاسم بیگ تبریزی الحکیم۔ مشہور در بلاد دکن۔ سلطان نظام شاہ والی احمد نگر کے ندیم اور ان کی رحلت کے بعد ان کے ولی عہد حسین نظام شاہ نے انہیں سفیر کی حیثیت سے گوکنڈہ بھیجا۔ جہاں سے کامیاب ہو کر لوٹے تو ان کا مرتبہ اور بلند کر دیا گیا مگر اس سے کچھ عرصہ کے بعد حسین ان سے ناراض ہو کر جیس میں بھیج دیا۔ مگر تین مہینے کے بعد سلطان کا غصہ فرو ہو گیا۔ اور انہیں رہا کر کے اپنا مقرب خاص مقرر کر لیا۔ جب سلطان حسین کا انتقال ہو گیا۔ اور ان کے بعد ان کا بیٹا مرتضیٰ جانشین ہوا۔ تو اس کی والدہ مملکت کے سیاہ سفید کی مختار ہو گئی۔ یہ سلطان ہمایوں کی سوتیلی والدہ بھی تھی جس نے صاحب ترجمہ کو دربار کے حلقے میں شامل کر لیا۔ اب وہ تمام رعایا و پرایا سب کا مرجع و مقصد بن گئے کئی سال تک ان کے یہی ٹھاٹھ باٹھ رہے۔ اب انہوں نے بادشاہ کی والدہ کی طرف سے ایک قسم کا اثتر اپنے خلاف محسوس کیا تو احمد نگر سے احمد آباد منتقل ہو گئے ۹۷۷ھ میں انتقال فرمایا۔ (فرشتہ)

۴۱۸۔ مولانا قاسم دیوان سندھی

م ۹۷۷ھ ۱۵۶۹ء
 "الشیخ العلامة" قاسم دیوان جنفی سندھی یکے از فہمائے مشاہیر۔ تلمیذ شیخ میراں
 سندھی۔ مطول تک پڑھنے کے بعد سفر فارس کا شوق چرایا۔ اور وہاں کے علما سے پڑھنے
 کے بعد اپنے شہر میں لوٹ آئے۔ اور ساری توجہ تدریس و افادہ کی طرف مبذول کر دی۔
 ۹۷۷ھ ۱۵۶۹ء میں رحلت فرمائی۔ (منہاوندی درمآثر)

۴۱۹۔ مولانا قاسم کاہی

م ۹۸۸ھ ۱۵۸۰ء بتاریخ ۲ ربیع الثانی
 "الشیخ الفاضل" نجم الدین محمد ابوالقاسم المشہور بہ کاہی۔ یکے از فہمائے معمرین مولانا
 عبدالرحمن جامی کو ۹۱۵ھ میں دیکھا۔ سندھ کے علاقہ میں شیخ جہانگیر ہاشمی کی خدمت میں
 باریاب ہو کر مستفیض ہوئے۔ بہادر شاہ کے عہد میں برسوں قیام کے بعد اگرہ تشریف لے
 آئے اور وہیں سکونت اختیار فرمائی۔ فاضل بلند پایہ۔ صاحبہ دقائع بڑے شاعر اور موسیقی
 میں ماہر تھے۔ ارتجالاً قصائد کہتے۔ سلطان اکبر نے ایک مرتبہ ایک لاکھ تنکہ عطا فرما کر حکم دیا
 کہ آئندہ جب بھی مولانا تشریف لائیں تو ایک ہزار روپے بطور پائی سنرا انہیں مرحمت ہوں
 لیکن مولانا اس کے بعد کبھی اس کہے ہاں تشریف نہ لے گئے۔ اور نمونہ شعر ہے۔

کارے نکنی کزاں پشیمان گردی !

حرفے نرنی عذر آں باید خواست

ترجمہ۔ ایسا کام کبھی نہ کرو جس سے پشیمان ہونا پڑے

ایسی بات کبھی نہ کہو جس کی معذرت خواہی کرنا پڑے۔

۹۸۸ھ ۱۵۸۰ء ۲ ربیع الثانی کے روز اگرہ میں رحلت فرمائی۔

۲۲۰۔ مولانا قاسم علی ہمایونی

م ۹۲۶
۶۱۵۳۹

”الشیخ الفاضل“ قاسم علی ہمایونی یکے از کبار افاضل۔ عہد ہمایوں میں ہندوستان کے صدر مقرر ہوئے۔ سلطان ممدوح ان کے ہم مجلس تھے۔ چوسہ میں ۹۲۶ھ میں دریائے گنگا میں غرق ہو گئے۔ (اقبال نامہ)

۲۲۱۔ قاضی بیگ طہرانی

م ۹۸۶
۶۱۵۷۸

”الوزیر“ قاضی بیگ بن مسعود ابن عبداللہ حسینی طہرانی۔ یکے از افاضل کبار دایین بن احمد رازی کی کتاب ”ہفت اقلیم“ رازی نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ فاضل و کمال میں اپنے سب بھائیوں پر فائق تھے۔ شاہ طہماسپ صفوی کے مقرب ہو گئے اور جب تک وہاں رہے ان کے الطاف و اکرام کا مورد رہے۔ پھر ہندوستان آ گئے تو شہر احمد نگر میں وکالت شاہی کا منصب تفویض ہوا۔ فرشتہ نے لکھا ہے کہ جب وہ احمد نگر آئے تو وکیل السلطنت نواب چنگیز خاں کے مقرب ہو گئے۔ اور جب چنگیز خاں کو اپنے دنیا سے الوداع کا احساس ہوا تو اس نے اپنے صاحب مرتضیٰ نظام شاہ سلطان احمد نگر کو ان (قاضی بیگ) کے لئے منصب وکالت مطلقہ پر تقرری کی وصیت کی یہ واقعہ ۹۸۳ھ کا ہے۔ جس کے بعد آپ جملہ مقاصد مملکت کے سیاہ و سفید میں مرجع و مقصد ہو گئے ۹۸۵ھ کی حالت ان کی ۹۸۵ھ تک رہی۔ کہ خیانت کی تہمت سے بلوٹ ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دو لاکھ دینار کی خیانت تھی۔ جس کے ساتھ ایک لاکھ دینار کے قیمتی جواہرات کا الزام بھی تھا۔ سلطان مرتضیٰ نظام شاہ نے انہیں معزول کر کے ایک قلعہ میں قید کر دیا۔ مگر تین مہینے کے بعد رہا کر کے احمد نگر سے جلا وطنی کی سزا نامزد کی۔ رازی ممدوح نے لکھا ہے کہ جب بیگ شہر لاریں پہنچے۔ تو ان کی رحلت ہو گئی۔ یہ واقعہ ۹۸۶ھ کا ہے۔

۲۲۲۔ شیخ قاضی خان ظفر آبادی

”الشیخ العالم الصالح“ جلال الحق قاضی خان بن یوسف ناصحی عمری ظفر آبادی۔ یکے از کبار

مشائخ چشتیہ ۸۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے نانا وزیر عماد الملک جون پوری کی گود میں پروان چڑھے۔ اور اپنی عمر کے ۱۷ سال میں خاتمہ فراغ حاصل کیا۔ جس کے بعد شیخ حسن بن طاہر عباسی جون پوری کی خدمت میں مسلسل تین برس تک باریاب رہ کر طریقت حاصل کی۔ فرماتے ہیں تیس سال تک ریاضت شاقہ و مجاہدہ کے بعد بھی مکائد نفس سے اس قدر آگاہ ہو سکا کہ وہ سالک کو کس طرح راہ راست سے دور رکھتا۔ اور اس کے گھات لگائے رکھتے ہیں کون کون سے گز ہیں۔

تجلی نور کی روایت کے مطابق ۱۵ صفر ۹۴۲ھ اور دنیاۃ الاعلام کی روایت کے مطابق ۹۵۰ھ میں انتقال کیا۔ واللہ اعلم

۴۲۳۔ شیخ قاضی خاں گجراتی

”الشیخ الکبیر قاضی خاں چشتی فتنی گجراتی المشہور بہ شیخ قادل۔ طریقت میں اکابر چشتیہ کے نقش قدم پر تھے مولد و منشا گجرات ہے۔ ان کے شیوخ میں شیخ علم الدین شاطبی ہیں جن کی خدمت میں مدت تک باریاب رہے۔ اور دوسرے مشائخ سے بھی اخذ کیا۔ جس کے بعد خود بھی شرفتن میں شجینیت کی مسند آراستہ فرمائی اور آپ سے بے شمار افراد فیض یاب ہوئے۔ بروز منہ شبہ ماہ صفر ۹۲۰ھ میں اپنے شرفتن میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (مرآۃ احمدی)

۴۲۴۔ قاضی قاضی سندھی

”الشیخ العالم الفقیہ“ قاضی قاضی بن ابوسعید بن زین الدین بمبکری سندھی۔ یکے از علمائے ممتاز۔ مولد و منشا بمبکری۔

تسلیم حفظ القرآن کے ساتھ قرأت اور تجوید پر عبور حاصل کیا۔ فقہ و حدیث و تفسیر و تصوف کے علم و عربیت و انشاء میں ملکہ حاصل کیا۔ سیر و سیاحت کے گرویدہ تھے۔ حج و زیارت کے بعد متعدد شہروں میں گئے۔ ہر مقام کے مشائخ کی خدمت میں باریاب ہوئے جن سے تحصیل علم کے بعد واپس بمبکری تشریف لے آئے یہ سلطان حسین والی سندھ کا دور تھا۔

جس نے انہیں شہر بھکر کی قضاۃ تفویض فرمادی۔ برسوں اس پر فائز رہنے کے بعد جب سید محمد بن یوسف جون پوری (مدی) کے پیروں میں شامل ہو گئے تو سلطان نے انہیں معزول کر دیا۔ یا یہ کہ انہوں نے اپنی کبر سنی کی وجہ سے خود استعفا دے دیا۔ جس کے بعد ان کے بھائی نصر اللہ کو ۹۵۵ھ میں یہ منصب سپرد کیا گیا۔ یہ واقعات معصوم من الصغائر الترنیدی نے تاریخ سندھ میں بیان کئے ہیں۔

۴۲۵۔ قرا حسن رومی

”الامیر الکبیر قرا حسن رومی سلمانی المجلس المنصور چنگیز خان۔ اصل ترکی النسل تھے۔ ۳۹۴ھ میں اپنے افسر اعلیٰ مصطفیٰ بن بہرام رومی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے۔ سلطان بہادر شاہ گجراتی سے جاپانیر میں ملاقات ہوئی۔ سلطان نے انہیں گونا گوں انعامات سے سرفراز فرمایا۔ آپ برسوں اپنے ان قدردان کی خدمت میں رہے مگر جب سلطان ممدوح کو قتل کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد محمود شاہ اس کا جانشین ہوا تو صاحب ترجمہ کو اس کا تقرب بھی حاصل ہو گیا۔ اہل کے ہمراہ فرنگیوں کے ساتھ حقاتلم کے لئے شہر دیو تشریف لے گئے۔ اس لشکر کا سربراہ امیر خداوند خان خواجہ صقر رومی تھے۔ اور یہ واقعہ ۱۵۴۶ھ میں رونما ہوا۔ قرا حسن نے حبیب اللہ میں نہایت سمجھت مقابلہ کیا۔ اور جب خداوند خان لڑائی میں کام آگیا تو فوجی اس کے پیچھے رومی خان عزم کی سرکردگی میں سرگرم قتال ہو گئے۔ قرا حسن بھی اس میں متفق الرائے ہی تھا۔ رومی خان نے کوشش کی کہ وہ اپنے والد کے درجہ سے زیادہ بلندی حاصل کر سکے۔ اس حرص میں قرا حسن نے دشمن کے قلعہ کی ایک دیوار میں بڑا سا گڑھا کر کے اس کے اندر بارود بھر دی۔ اور اس کی اطلاع رومی خان کو کر دی۔ دشمن کی فوج نے قلعہ کے اوپر جمع ہو کر لڑنے کا عزم کر لیا۔ جو نہی دشمن قلعہ کی فصیل پر یک جا ہو گئے۔ قرا حسن نے فلیتہ کو آگ لگانے کا حکم دے دیا۔ چشم زدن قلعہ اور دشمن کے سپاہی نعنا میں پرندوں کی مانند اڑتے ہوئے دکھائی دئے۔ قرا حسن نے اپنے لشکریوں کو قلعہ میں در آنے کا حکم دیا۔ لیکن بعض امرا سوچنے لگے۔ اپنی کم آہتی یا تقاضائے بشریت۔ جس سے افسوس و عنیاء مشقت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ادھر دشمن کی قلعہ بند فوج کو گوا کے فرنگی سربراہ کی طرف سے کمک پہنچ گئی، تیس ہزار فرنگی فوج قلعہ میں داخل ہو گئی۔ قرا حسن نے حملہ آلات حرب اور فوج سمیت قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اور اپنی فوج سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

”تلواروں سے کام لینے کا یہی موقع ہے حدیث میں آیا ہے کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“

یہ کہہ کر اس نے رومی خان کو ایک مورچے پر تعینات کیا۔ پھر اپنی فوج طلب کی یہ سپاہی سات ہزار کے لگ بھگ تھے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

”بہادررو! یہی دن بخشش کا ہے۔ یہی دن رهنواں رحمان حاصل کرنے کا ہے۔ تمہارے لئے جنت کے دروازے کھل گئے ہیں وہ دیکھو حوریں اور غلمان تمہاری طرف جھانک رہے ہیں۔“

اے بندگانِ خدا! آج کے بعد پھر ملاقات قیامت سے پہلے نہ ہوگی۔ سنو! جماعت کے سر پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ دیکھو ثابت قدم رہ کر جلدی سے آگے بڑھو۔ اور صبر کے ساتھ یہ وردگار کی اعانت طلب کرو۔ جس کے بعد آگے بڑھنے والوں کے لئے ثواب اور ان میں سے زندہ رہنے والوں کے لئے ناموری ہے ان کے رب کی طرف سے جس کی ملاقات اخروی پر وہ نہایت خوش ہوں گے۔ یہ فرمانے کے بعد قرا حسن نے آیات جہاد پڑھنا شروع کیں اور فرمایا:-

اے بندگانِ پروردگار!

فضل اللہ المجاہدین علی القاعدین اللہ نے برتری بخشی ہے مجاہدین کو ان افراد پر جو گھروں سے نکلتے ہی نہیں۔ اور ان کے لئے اجر عظیم اور درجات بلند ہیں۔ مغفرت اور رحمت

فصل اللہ المجاہدین علی القاعدین

اجراً عظیماً۔ درجات منہ و مغفرت و رحمت

وکان اللہ غفوراً رحیماً۔

ہے اور اللہ غفور رحیم ہے۔

اور فرمایا:-

اے دوستوں! ہم سب صحیح الاعضا۔ تندرست اور قوی ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ اس بلندی پر جائیں۔ اگرچہ اس راہ میں سیڑھیاں نہیں! کہ نامردی میں شکست اور دلیری پر حفاظت ہے۔

اس کے بعد قراچن نے انہیں حضرت خالد بن ولید کے کارناموں کے ساتھ تحریریں کئے ہوئے سورت فاتحہ اور تکبیر پڑھی۔ جس پر تمام فوجی اللہ اکبر کا نعرہ لگا کر دشمن کی طرف بڑھے۔ اسی موقع پر دولت خاں اور بہان الملک نے اپنے اپنے ماتحت لشکروں کی رفاقت کی۔ ادھر فرنگی حکمران گواسچی بیزنی نے جس کی ماتحتی میں تیس ہزار فوج تھی۔ قلعہ کے اندر آگ جلا رکھی تھی۔ فرنگی آگ دھکار ہے تھے، فضا میں دھواں پھیل رہا تھا۔ مطلع شمس پر بھی سیاہی مسلط ہو چکی تھی۔ اسی حالت میں حزب اللہ نے تکبیر بلند کی۔ وہ غبار میں سے نکل پڑے، گویا ایک غیبی صور نے انہیں ہوشیار کر دیا۔ انہوں نے تلواروں کی چمک سے تاریکی میں روشنی پیدا کر دی۔ حتیٰ کہ دشمن کی فوج میں گھس کر ان کی گردنیں اڑانا شروع کر دیں۔ جیسے شیران میں در آیا۔ بدنوں اور دھوئیں میں مفارقت بڑھاتے گئے۔ اسی طرح دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے ان کے علم تک جا پہنچے۔ باوجودیکہ مسلمان تعداد میں کم تھے مگر تقدیر نے ان کی یادری کی۔ اس معرکہ کے اندر بارہ سو مسلمان شہید ہوئے اور ۱۱ سو فرنگی کھیت رہے۔ ان کی تعداد گیارہ ہزار سے زیادہ تھی۔ اگر بہان الملک میدان میں ڈٹا رہتا تو مسلمانوں کی حالت اور بھی بہتر ہو جاتی۔ مگر وہ تو فرنگیوں کے قلعہ سے اترے پر ان کی بند و قود کی بارگاہ کا رخ اپنی طرف دیکھ کر اس طرح سے میدان چھوڑ گیا۔ جیسے پرندے فضا میں اڑ رہے ہیں۔ فرنگی اس کے متعاقب میں دوڑ اٹھے۔ آخر اُسے پل پر جا کر گھیر لیا۔ پل پر باد کر دیا۔ اس کا پٹا ڈلوہے کا تھا۔ بہان الملک کے سپاہی دریا میں ڈوبتے گئے۔ ان میں روحی خان بھی تھا۔ دولت خان معرکہ کے اندر کام آیا۔ رہا قراچن؟ وہ ایک جانے بوجھے راستے سے خندق عبور کر کے نکل آیا اور اسلامی فوج کے اندر رہی آخر میں آنے والا تھا۔ ہزارہیوں میں سے جو اس کے پیچھے نکلا وہ مسلمان

۱۵ سو مسلمان شہید اور ایک ہزار مجروح ہوئے۔ قرا حسن کے ساتھ جو سلامت نکل آئے وہ ساٹھ چار ہزار تھے۔ قرا حسن نے لودن گڑھ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ جو اس قلعہ سے قریب ہی تھا۔ زخمیوں کا معالجہ شروع کر دیا۔ مگر فوج کے سپاہی خزانہ نہ ہونے کی وجہ سے تتر بتر ہو گئے۔ قرآن اسلحہ ہات اور بار برداری وغیرہ لہو لہو کر آ کر آ باد آ پہنچا۔ بادشاہ نے اُسے اپنے ہاں طلب کر کے حملہ کی حکایت سنی۔ تو دونوں رو دئے۔ آخر سلطان نے انا للہ کر کے امرائے فوج کو طلب کیا۔ اور سب کے مناصب ضبط کر کے قرا حسن کو سپہ سالار مقرر کیا۔ اور برسرِ مجلس اُسے منصوبہ جنگیز خان کا خطاب دیا۔ اور اسے حکم دیا کہ جو سامان حرب وہ فتح دیر کے بعد لایا ہے۔ اُسے ایک طرف رکھ دے۔ اور اپنے ماتحت بندر گاہوں کے محافظوں کو حکم دیا کہ فرنگیوں کے مراکز گھیر لئے جائیں۔ پھر اس نے ساگو ان کی لکڑی جمع کرنے کا حکم دیا۔ تاکہ فرنگیوں کے مقبوضہ بحری مقامات تک جانے کے لئے پل بنائے جس کی ابتدا سوات کی طرف سے کی۔ بعدہ مجروح و کوکہ و دمن و کمنا بیت کے راستے پر پل بنوا ئے۔ ادھر پانچ سو فرنگی روانہ قریب میں بھاگ نکلے۔ اُن بندر گاہوں سے جو مذکورہ بندر گاہوں کے ماسوا تھے۔ اب جنگیز خاں (صاحبِ قلعہ) نے اپنے مورچے مستحکم کرنے پر توجہ مبذول کی۔ اسی سال کے اندر اس نے ایک سو مورچوں کی مرمت کرا دی۔ ان میں سے ہر ایک مورچے پر کندہ تھا "جنگیز محمود شاہ" اور اس نے اعلان کر دیا کہ ہم فرنگیوں کے تحفظ اور ان کے اموال تجارت کی حفاظت کی ذمہ داری سے بری ہیں خواہ وہ دیو میں بستے ہوں، ان کی رعایا میں جو مسلمان یا کافر ہیں۔ وہ اگر دیو کی طرح بھی بجا رہے ہیں۔ تو ہم ان سے بھی بری الذمہ ہیں۔ اس وجہ سے شہر دیو پر باد ہو گیا۔ اور نواں گرا باد ہو گیا۔ نواں گرا ہی کو قرا حسن نے اپنی چھاؤنی مقرر کر دیا۔ یہاں اس نے ایک سر بفلک اور مضبوط قلعہ تعمیر کرایا۔ اس کے سوا ہم نے قرا حسن کے متعلق تاہیج اندر کچھ اور نہ پڑھا۔

۴۲۶۔ شیخ قطب الدین منیری

«الشیخ العالم قطب الدین بن بھن ابن رکن الدین بلخی منیری۔ سلسلہ فردوسیہ کے

ممتاز شیخ مدرسوں اپنے والد کی خدمت میں باریاب رہ کر مستفید ہوئے۔ اور ان کے انتقال کے بعد مسندِ شجیت کو زینت بخشی۔ ان سے شیخ ابوبکر بن عبد الملک مینری اور دوسرے حضرات نے استفادہ کیا۔

۴۲۷۔ قاضی قطب الدین کاپوری

۹۷۰ھ
۱۵۶۲ء

”الشیخ الصالح“ القاضی قطب الدین ابن کدن بن قاضی سعد اللہ اشرف جہانی قرشی کاپوری المشہور بہ مجذوب۔ مولد و منشا چندیری جس کی بربادی کے بعد کاپلی منتقل ہو گئے۔ اور یہیں طرح اقامت ڈال دی۔ شکر و جذب غالب رہتا۔ مگر نماز میں غفلت نہ تھی۔ نہ یہ جانتے کہ کتنی رکعت ہو چکی ہیں۔ لوگوں پر سخت نکتہ چینی کرتے ۹۷۰ھ میں رحلت فرمائی۔

۴۲۸۔ شیخ قطب الدین جون پوری

”الشیخ الکبیر“ قطب الدین بن من اللہ ابن بہاؤ الدین عمری جون پوری یکے از مشائخ کبار چشتیہ۔ مولد و منشا جون پور اپنے والد کے حضور باریابی سے علم و عرفان کی دولت بے حساب حاصل ہوئی۔ اور اجازہ ملا۔ شیخ عبد القادر از پدرش شیخ مبارک بن امجد علوی الحسینی اور ان کے بھائی سید اجمل ابن امجد ولد شیخ صدر الدین محمد الحسینی البخاری الاچھی۔ اور جب مرتبہ اور کمال پر فائز ہوئے تو اپنے والد کی مسند آداستہ فرمائی۔ آپ سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔ ۲۰ ماہ رمضان المبارک کو رحلت فرمائی۔ قبر جون پور میں اپنے والد کی تربت کے وفات | جواریں بنائی گئی۔ (دکنج ارشدی)

۴۲۹۔ مولانا قطب الدین سرہندی

”الشیخ الفاضل العلانہ“ قطب الدین حنفی سرہندی ہندوستان کے علمائے مشہورین سے تھے تدریس و افادہ عمر بھر فرمایا۔ جس سے بے شمار افراد منتفع ہوئے۔ اذال جملہ درسیات

میں شیخ حمید الدین عبد الحمید بن عبد القدوس گنگوہی ہیں۔ سرہند ہی میں انتقال ہوا اور وہیں آسودۂ لحد ہوئے۔

۴۳۰۔ شیخ قطب الدین گجراتی

”الشیخ الصالح“ قطب الدین الذاکر نہروالی گجراتی المشہور بہ قطب جہاں یکے از مشائخ کبار علاقہ گجرات۔ ان کے ابتدائی تلامذہ میں شیخ ولی محمد اور شیخ لشکر محمد ہیں۔ ان کے مکتوبات میں حقائق و معارف کا ایک دریا بند ہے۔

۴۳۱۔ الشیخ قطب الدین جون پوری

م ۹۲۵ھ
۶۱۵۱۹ھ

”الشیخ الکبیر المعمر“ قطب الدین بن شیخ ابن العلامہ الحمیری سرہر پوری۔ جون پوری۔ طریقہ قلندر یہ کے ابام۔ سن ولادت ۹۲۵ھ۔ بچپن ہی میں نگاہ کھو بیٹھے۔ جس کے بعد ان کا لقب ”جینا دل“ پڑ گیا۔

نجم الدین ابن نظام الدین بن نور الدین المبارک الدہلوی المعمر بہ دو صد سال، شیوخ | از شیخ خضر رومی المعمر بہ سہ صد سال و پنجاہ سال و از شیخ عبد اللہ علمبردار الصالحی الملی المعمر بہ شش صد سال۔ یہ (عبد اللہ) اصحاب صفہ میں سے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امام علی بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں۔ مندرجہ ذیل شیوخ سے ان کے اجازے منقول ہیں۔

۱۔ قادریہ میں شیخ نجم الدین سے

۲۔ سہروردیہ میں شیخ شمس الدین ظفر آبادی سے

۳۔ نردوسیہ میں شیخ حسین بن مفر بلخی

حتیٰ کہ وہ خود سالکین مرتاض کی صف میں آ پہنچے۔

خریداران کے | ان کے بیٹے محمد م ۹۳۰ھ اور داماد فضل اللہ بن نعیر الدین قطبی حسنی بہاری

اور دوسرے حضرات ہیں۔

وفات | ۹۲۵ھ - (الانتصاح) ۶۱۵۱۹

۴۱۳۲۔ شیخ قمیص القادری سادھوری

م ۹۲۲ھ ۶۱۵۱۵ ذی القعدہ

”السید الشریف“ قمیص بن ابی الحیات بن محمود بن محمد بن احمد بن داؤد بن علی بن ابی صالح نصر بن عبد الرزاق بن عبد القادر حیلانی سرزمین ہند کے مشہور مشائخ سے تھے۔ بنگال سے آکر محضر آباد دہلی میں پہنچے۔ شیخ عالم نصر اللہ دہلوی نے اپنی صاحبزادی ان کے حوالہ عقد میں دے دی۔ اور انہوں نے یہیں سکونت اختیار کر لی۔

ان کے مرید | شیخ عبد الرزاق دہلوی المعروف بہ بھلول اور دیگر بے شمار علماء و شیوخ۔

وفات | ۳ ذی القعدہ ۹۹۲ھ بنگال میں پائی۔ مگر جسے حضرت آباد لاکر سپرد لحد کیا گیا (خبر اللخیا)

۴۱۳۳۔ القاضی کاشانی سندھی

”الشیخ الفاضل“ یکے از علمائے کبار۔ جن کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ ان کا ذکر نہاوندی نے مآثر میں کرتے ہوئے فرمایا ہے ”وہ کاشان سے سندھ آئے۔ اور یہاں کے امرا و ملوک نے بڑی آؤ بھگت کی۔ جس سے یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ درس و افادہ عام تھا۔ کئی علما نے آپ سے استفادہ کیا“

۴۱۳۴۔ شیخ کبیر الدین جون پوری

م ۹۹۲ھ ۶۱۵۵۲ شعبان

”الشیخ الصالح“ کبیر الدین ابن جہانگیر جون پوری یکے از مشائخ مشاہیر در معرفت فقہ و تصوف۔ زہد و قناعت و توکل و ایثار کا مجسمہ تھے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد جب عمر

۱۲ سال کی تھی پڑھنا شروع کیا۔ اور بحث و مناظرہ کے ساتھ دیانت و مجاہدہ ہر ایک کے اندر مرتبہ کمال پہنچے۔ جون پور میں منہ شیخت پر فائز ہوئے۔ کئی علما نے آپ سے استفادہ فرمایا۔

وفات | ۲۸ ماہ شعبان ۹۹۲ھ بمطابق ۱۵۵۴ء ۶۳ سال۔ مدفن جون پور (گنج ارشدی)

۴۳۵۔ شیخ کبیر الدین قنوجی

۹۹۲ھ
۶۱۵۸۵ھ

”الشیخ الصالح کبیر الدین بن قاسم سلیمانی پشاور ی ثم قنوجی۔ یکے از مشائخ کبار مولد منشاقریہ مدلی از مصنافات پشاور تحصیل علم کے لئے سفر کیا۔ اور اُس دور کے اساتذہ و شیوخ سے علوم ظاہر و طریقت دونوں میں استفادہ کرنے کے بعد قنوج میں سکونت اختیار کر لی وہیں جمہرات کے روز ۹۹۲ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (مہر جہاں تاب)

۴۳۶۔ شیخ کبیر الدین ملتانی

۹۹۵ھ
۶۱۵۸۹ھ

”الشیخ العالم الصالح کبیر الدین القرشی الملتانی از اولاد شیخ کبیر ابو محمد بہاؤ الدین زکریا قرشی سروردی۔ آپ صاحب سجادہ تھے۔ تمام لوگ ان کی ولایت و منزلت پر متفق تھے (بدایونی) ولادری کا یہ عالم کہ ایک ہزار گھڑ سوار دشمنوں کا ایک دن میں مقابلہ کر سکتے تھے۔ ان کی آنکھیں شب بیداری اور اشتغال قلبی کی وجہ سے ہر لمحہ سرخ رہتیں۔ گویا کوئی نشہ آور شے پی رکھی ہے۔ شیخ موسیٰ ابن حامد اُچی ان کی اس حالت کو ان کی شراب نوشی کا اثر قرار دیتے۔ الہی شیخ موسیٰ نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے انہیں فتح پور میں امیر حسین خان کے ہاں دیکھا تو ظاہر میں ان کے بشرے سے واقعی ہیبت ٹپکتی تھی۔

۹۹۲ھ یا ۹۹۵ھ میں رحلت فرمائی۔ اور ملتان میں اپنے اسلاف کے مقبرہ میں

آسودۂ لحد ہوئے۔

۴۳۷۔ مولانا کریم الدین سندھی

م ۹۷۳
۶۱۵۴۵

”الشیخ الفاضل“ کریم الدین سندھی۔ نحو و لغت و فقہ و اصول و منطق و حکمت میں ممتاز
المعاصرین۔ مرزا باقی والی سندھ کا زمانہ پایا۔ مشغلہ تدریس تھا۔ لباس تقویٰ سے ملبوس
تھے (دہناوندی درگاہ)

۴۳۸۔ مولانا کمال الدین کالیپوری

م ۹۷۳
۶۱۵۴۵

”الشیخ الصالح“ کمال الدین بن سلیمان قرشی کالیپوری۔ ثم المندوی۔ یکے از مشائخ طریقت
مولد و منشأ کالیپی۔ مرید شیخ ارغون مداری از شیخ رکن الدین ابن ہدایت اللہ منیری۔ شیخ
ارغون ہی سے اجازہ حاصل ہوا۔ مندوی میں سکونت پذیر ہو گئے اور درس و افادہ شغل
فرمایا۔ م ۹۷۳ ۶۱۵۴۵ میں مندوی میں سپرد خاک ہوئے (گلزار ابرار)

۴۳۹۔ مولانا کمال الدین جہرمی

”الشیخ الفاضل الکبیر“ کمال الدین ابن فخر الدین جہرمی بیجاپوری۔ یکے از علمائے مشہورین
ان کی تصانیف میں البراہین القاطعہ ترجمہ الصواعق المحرقة (فارسی) ہے۔ یہ ترجمہ انہوں نے
م ۹۹۴ ۶۱۵۸۵ میں دلاور خاں بیجاپوری وزیر کے حکم سے کیا۔

۴۴۰۔ مولانا کمال الدین ملیباری

م ۹۹۹
۶۱۵۹۱

”الشیخ العالم الصالح“ کمال الدین ابن محمد بن علی الحسینی الہدائی المشہور بہ ملیباری مولد قصبہ
خوشاب۔ وہیں کے علما سے پڑھا۔ حجاز جاتے ہوئے ملیبار میں پہنچے تو وہاں کا بادشاہ ان کے

یا تھہر مسلمان ہوا۔ بعدہ آپ نے سفر حرمین کیا۔ اور حج و زیارت سے فارغ ہو کر بلبار میں کچھ عرصہ قیام کے بعد سوات کو اپنا مسکن بنالیا۔

آپ صالح و باوقار اور صاحب مقامات قدسیہ تھے۔ بے شمار مخلوق نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۲۷ رجب ۹۹۹ھ کے روز سوات میں سپرد خاک ہوئے (الحمد للہ)

۴۴۱۔ شیخ کمال الدین خیر آبادی

م ۹۸۸ھ
۶۱۵۸۰

”الشیخ الصالح“ کمال الدین بن محمود قدوائی خیر آبادی یکے از مشائخ چشتیہ۔ اپنے والد از شیخ سعد الدین خیر آبادی سے مستفیض اپنے والد کی رحلت کے بعد مسند ارشاد مزین فرمائی۔

وفات ۹۸۸ھ بم ۵۳ سال (در الیہد الوالہ فی مہر جہاں تاب)

۴۴۲۔ شیخ کمال الدین بلگرامی

”الشیخ الفاضل“ کمال الدین بن مکرم صدیقی بلگرامی یکے از مدرسین بالکمال۔ یہ تذکرہ علامہ غلام علی حسینی بلگرامی نے مآثر الکرام میں ان کی مدح اور علم میں ستیج کے سلسلہ میں کیا ہے مع ایں الفاظ کہ ”وہ علوم عربیہ و معارف حکمیہ میں ممتاز الاقران تھے۔ نسخ میں متداول کتابیں نہایت تادیر انداز میں نقل اور ان پر اپنی طرف سے مفید حواشی لکھتے۔ یہ ان کے احسانات بعد والوں پر ہیں۔ جو ان کے مکتوب پڑھتے ہیں اور یہ سلسلہ احسان میرے زمانے تک متحد ہے۔“

کثیر العبادت اور محسن خاص و عام تھے۔ ۹۹۴ھ تک تو زندہ تھے مگر اس کے بعد ان کا انتقال کب ہوا افسوس ہے کہ مجھے اس کا علم نہ ہو سکا۔

۴۴۳۔ شیخ کمال الدین کیتھلی

م ۹۷۱
۱۵۹۳ھ

”الشیخ الاجل“ کمال الدین کیتھلی، یکے از مشائخ کبار طریقہ نقادریہ۔ ان کے شیوخ میں فضیل از سید گدا رحمان از سید شمس الدین العارف از سید گدا سے رحمان بن ابوالحسن از شمس الدین صحرانی از سید عقیل از سید بہاؤ الدین از سید عبدالوہاب از سید شرف الدین قتال از سید عبدالرزاق از والدش امام طریقہ ابو محمد شیخ عبدالقادر جیلانی کہا جاتا ہے کہ انہوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی سے روحانی طور پر بے حد فیوض حاصل کئے۔

شیخ عبدالاحد سرہندی و شیخ سکندر بن عماد کیتھلی نیزہ شیخ کمال ہیں۔
ان کے مرید | شیخ عبدالاحد سرہندی نے انہیں اپنی صغریٰ میں دیکھا۔ اور شیخ سرہندی نے انہیں بشارت دی۔

وفات | ۹۷۱ھ میں پائی (الیہ الوالہ درمہر جہاں تاب)

۴۴۴۔ شیخ شکر محمد برہان پوری

م ۹۹۳
۱۵۸۵ھ

”الشیخ الاجل“ شکر محمد بن راجن بن پیر بن رکن الدین قرشی بجاپانی گجراتی ثم برہان پوری یکے از مشائخ عشقہ شطاریہ۔ مولد مہلا سہ در سرزمین گجرات۔ سنہ ۹۰۰ھ کے قریب پیدا ہوئے۔ عمر کا کچھ حصہ فنون حربیہ حاصل کرنے میں گزارا۔ اور لشکر میں ملازم ہو گئے جس میں سلاطین امرا کی خدمت کی۔ پھر یک طرف ہو کر قاضی محمود بیر پوری کی خدمت میں باریاب ہوئے۔ ان سے

لے لے یہ دونوں دونوں ہیں۔

کچھ پڑھنے کے بعد قطب الدین ذاکر سے پڑھا۔ اب سید محمد غوث گوالیری مؤلف کتاب
 ”الجواب الخمسة“ کے ہاں گجرات میں ۹۵۱ھ کے اندر باریاب ہوئے۔ اور کتاب ہدایۃ الفقہ
 قاضی محمود موربی سے پڑھی۔ جس کے بعد گجرات میں ارشاد و تلقین کی مسند آراستہ فرمادی۔
 تیس سال تک یہاں مصروف رہنے کے بعد برہان پور میں ۹۸۲ھ میں چلے آئے جہاں ان سے
 شیخ عیسیٰ بن قاسم سندھی برہان پوری کے سوا بے شمار افراد نے پڑھا۔

وفات ۹۹۳ھ میں پائی۔ ایک صاحب نے لشکر محمد عارف سے تاریخ وفات مستخرج
 فرمائی۔ (گلزار ابرار)

۴۴۵۔ شیخ مبارک بنارسی

۹۸۰ھ
 ۶۱۵۷۲

”الشیخ العالم المحدث مبارک بن ارزانی العمرانی البنارسی۔ یکے از علمائے کبار در علوم
 حدیث۔ شیر شاہ سوری اور ان کے فرزند سلیم شاہ کے عہد میں وزارت پر مامور تھے اور برسوں
 اس منصب پر فائز رہے۔ اہل وطن رہتک تھا۔ جہاں سے ان کے اسلاف منتقل ہو کر بنارسی
 کی جنوبی جانب قریہ بکھرہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔ ان کے والد ارزانی کی قبر اسی مقام میں ہے
 وہ سیدنا عمر بن الخطاب کی ذریت سے تھے۔ مبارک نے ۹۸۰ھ میں رحلت فرمائی۔“

تصنیف | مدارج الاخبار و حدیث۔ امام صفائی کی مشارق الانوار کو المصابیح کے منہج پر فضلاً
 فضلاً مرتب فرمایا۔ یہ کتاب ماہ رجب ۹۵۲ھ میں مرتب فرمائی (گنج ارشدی)

۴۴۶۔ شیخ مبارک جالسی

”الید الشریف مبارک بن جلال بن الحاج القتال بن احمد بن عبد الرزاق حسنی الاشرافی
 الجالسی۔ یکے از کبار حشمتیہ مولد و منشأ جالسی در صوبہ اودھ۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد اپنے

والد اور دوسرے علما سے پڑھا۔ والد کی زندگی ہی میں درس و افتادہ پر معروف ہو گئے۔ اور ان کی زندگی ہی میں درس و افتادہ پر معروف ہو گئے۔ اور ان کی رحلت کے بعد جب مسند تلقین آراستہ فرمائی۔ تو بے شمار افراد آپ سے مستفید ہوئے۔ ان کے ہاتھ پر اودھ کے لاتعداد کسان مسلمان ہوئے۔ ملک محمد جالسی مؤلف پدماوت ان کے شاگرد تھے۔

۴۴۷۔ شیخ مبارک جون پوری

م ۹۸۳ھ — ۱۵۷۵ء شوال

”الشیخ الفاضل“ مبارک بن خیر الدین محمدی ماہلی جون پوری۔ از ذریت شیخ صدر الدین قرشی ظفر آبادی۔ جہاں سے ان کے والد قراہل نزد جون پور میں منتقل ہو گئے اور یہاں آپ خیر الدین پور کے نام سے ایک موضع بنوا کر اس میں بس گئے۔

شیخ مبارک نے کچھ درسیات اپنے والد سے پڑھیں۔ بعد ازاں جون پور آکر وہاں کے اساتذہ سے اکتساب کیا۔ طریقت میں پہلے پہل اپنے والد سے مستفیض ہوئے۔ پھر شیخ علی بن قوام الدین شطاری جون پوری کی خدمت میں برسوں باریابی کے بعد استفادہ فرمایا۔ انہی شیخ نے انہیں محمدی لقب سے نوازا۔ آپ نے مسند مشیخت آراستہ فرمائی۔ خود کو زہد و تقویٰ سے مزین فرمایا۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۴۴۸ شوال ۹۸۳ھ میں جون پور میں وفات پائی ایک صاحب نے تاریخ وفات فخر زمانہ سے مستخرج کی (تجلی نور)

۴۴۸۔ قاضی مبارک گوپامٹوی

”الشیخ العالم الفقیہ“ قاضی مبارک ابن شہاب الدین بن العلاء عمری گوپامٹوی۔ از ذریت شیخ مبارک اولیاء ناصحی بلنچی۔ مولد گوپامٹو۔ گوار علم و طریقت میں پروان چڑھے۔ شیخ نظام الدین ابنٹھوی سے پڑھا۔ جن کی خدمت میں مدت تک باریاب رہے۔ شیخ ان سے بے حد محبت

کرتے (از قاضی مصطفیٰ علی خاں در تذکرۃ الانساب)

اور قاضی عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ "قاضی مبارک صاحب محالارت شریفہ ومقامات قدسیہ" پر فائز ہونے کے ساتھ درس واقادہ میں مصروف رہتے۔ شیخ عبدالوہاب بن ابوالفتح اکبر آبادی و شیخ محی الدین حسینی کے علاوہ بچے شمار الفاس آپ سے مستفید ہوئے گو یا صوفی کی قضاۃ بھی آپ کے سپرد تھی۔

۴۴۹۔ شیخ مبارک جھنجھانوی

"الشیخ الفقیہ الزاہد" مبارک بن عبدالمقتر بن فاضل علوی جھنجھانوی ثم جون پوری المشہور بہ بالادست۔ شیخ عبدالرزاق کے چچا اور رضاعی بھائی تھے، طریقت میں شیخ علی بن قوام الدین شطاری جون پوری کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر کامیاب ہوئے۔ فقر کے بلند مقامات تک دسترس حاصل کر لینے کے بعد آپ کا لقب "بالادست" پڑ گیا۔

۴۵۰۔ شیخ مبارک سندیلوی

۹۷۰ھ
۶۱۵۹۲

"الشیخ العالم الصالح" مبارک بن الحسین بن عین الدین ابن علیم الدین بن علاؤ الدین بن محمد بن نور بن احمد بن محمود الحسنی نقوی شیوران سندیلوی۔ یکے از مشاہیر علم و معرفت، تلمیذ و مرید شیخ سعد الدین شیر آبادی۔ مدتوں ان کی خدمت میں باریاب رہے۔ بعد ازاں شیخ سالار بن بہت الدین کوردی کے حضور پہنچے۔ خرقہ خلافت عطا ہوا۔ شیخ نظام الدین ایٹھوی اور دوسرے اکابر کی صحبت سے بہرہ مند ہوئے۔ عالم کبیر تھے، فتوے میں حرف آخر ان کا ہوتا۔ سندیلو میں مسند تدریس آراستہ فرمائی اور مندرجہ ذیل حضرات نے آپ سے پڑھا۔

سید صفی الدین حسینی۔ شیخ بدر الدین سرہندی۔ شیخ اڈھن بلگرامی اور دوسرے علماء مشائخ۔

وقات | قصبہ سندیلہ کے اندر ۹۷۸ھ میں ہوئی (بحر زخار)

۴۵۱۔ شیخ مبارک گوالیری

”الشیخ الفاضل العلامة“ مبارک بن ابی المبارک شطاری اودھی ثم الگو الیری المشہور بالفاضل۔ قدیم وطن بانگرہٹو در صوبہ اودھ۔ یہی مولد و منشا تھا۔ اساتذہ عصر سے پڑھ کر شیخ محمد غوث گوالیری سے طریقہ عشقیہ شطاریہ میں بیعت ہوئے۔ اور گوالیار ہی میں اقامت اختیار کر لی۔ محقول و منقول دونوں میں متبحر تھے۔ شیخ محمد غوث کے زادیہ میں چالیس سال تک درس افادہ میں مصروف رہے۔ شیخ عبدالواحد مند سوری شیخ عبداللہ بن بہلول سندیلوی ثم الگجراتی وغیرہ بے شمار حضرات آپ سے مستفیض ہوئے۔

۴۵۲۔ مولانا مبارک سندھی

م ۹۷۸ھ
۱۵۷۰ھ

”الشیخ العالم الفقیہ“ مبارک ابن ابو المبارک باتری سندھی۔ درس و افادہ میں ہرۃ الفن مولد و منشاء سندھ۔ شیخ عباس ابن جلال سندھی سے پڑھا۔ جن کے حضور مدت تک باریاب رہ کر فقہ و اصول و کلام و عربیت میں باکمال ہوئے۔ مسلسل سفر نے انہیں احمد آباد پہنچا دیا۔ یہاں مسجد ناصر الملک کے اندر برسوں درس و افادہ فرمایا۔ پھر برہان پور تشریف لے آئے۔ اور جیو پٹہ موضع میں ایک مدت تک درس دیا۔ یہاں سے ان کی شہرت برہان پور تک پہنچی۔ ایچ پور کے وزیر تغال خاں نے تدریس پر تعینات کر دیا۔ ایک مدت کے بعد گجرات لوٹے۔ اور شیخ لشکر عارف سے درس طریقت حاصل کر کے پھر برہان پور تشریف لائے۔ شیخ طاہر بن یوسف سندھی سے رسم مرآت جو تھی تو انہوں نے آپ کے برہان پور میں ورود پر آپ کی ثقاہت نص فرمائی۔

تلامذہ | شیخ عیسے بن قاسم سندھی نے جملہ علوم برہان پور کے اندر اقامت کے دور میں پڑھے

وفات برہان پورہی میں ۹۷۸ھ میں فرمائی۔ اور شیخ ابراہیم بن عمر سندھی کے مقبرہ میں آسودۂ لحد ہوئے۔ (گلزار ابرار)

۴۵۳۔ شیخ مبارک اموری

م ۹۸۷ھ تقریباً
۱۵۷۹ء

”الشیخ الفقیہ المعمر مبارک بن ابو المبارک حنفی الاموری۔ یکہ از زاد۔ اپنے ہاشمی النسل ہونے کا دعویٰ کرتے۔ جس کی وجہ سے انہیں پٹھانوں میں بہت مقبولیت حاصل ہو گئی سلطان سلیم شاہ سوری ان کی مجلس میں حاضر ہو کر برکت کا خواہاں رہتا۔ اور ان کے تعلیم اٹھا کر ان کے آگے رکھتا۔ شیخ عبدالقادر بدایونی نے ان کا زمانہ دیکھا ہے۔ اپنی تاریخ میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور بدایونی نے لکھا ہے کہ جب شیخ سلیم بن بہاؤ الدین چشتی سیکردی۔ پٹھانوں کے ہاتھ اسیر ہو کر قلعہ رتھپور میں مجبوس ہوئے۔ تو شیخ مبارک کی سفارش پر انہیں رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد شیخ سلیم دوسری مرتبہ مکہ مبارکہ چلے گئے۔ بدایونی نے لکھا ہے کہ میں نے انہیں مشعرہ میں دیکھا اور اسی سن سے قریب ان کی رحلت ہوئی۔ عمر انہوں نے نوے سال پائی۔

۴۵۴۔ شیخ محبت اللہ سدھوری

”الشیخ العالم الصالح“ محب اللہ بن خواجگی بن علی بن خیر الدین بن نظام الدین انصاری ہروی ثم الہندی سدھوری (یہ قصبہ اردھ میں ہے) جو مولد منشائے شیخ کا۔ برسوں اپنے والد کے ملازم خدمت رہ کر علم و طریقت میں مستفیض ہوئے۔ اور ان کی وفات کے بعد سند ارشاد و تلقین آراستہ فرمائی۔ اپنے گرد و نواح میں فقہائے معتبرین میں شمار ہوتے تھے اور بے شمار افراد آپ سے مستفیض ہوئے۔

شیخ حسن جمیلی اور دوسرے مشائخ وقت سے مستفیض ہوئے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے بھی روحانی طور پر اکتساب فرمایا۔ خرقہ آپ نے شیخ بہاؤ الدین عطا اللہ شطاری جنیدی سے حاصل کیا اور بعد ازاں احمد آباد ہی میں ارشاد و تلقین پر مائل ہو گئے۔ آپ آپ مقامات علیہ اور کرامات جلیہ سے فائز تھے۔ اور لوگوں کو راہ راست پر لاتے یہ دستور تیس سال تک رہا۔ اولاد کے علاوہ اور بھی بے شمار افراد آپ سے مستفید ہوئے۔ ۳۷ سال کی عمر میں بروز عید الفطر ۹۳۵ھ میں رحلت فرمائی۔ بیدر میں اب تک ان کا مزار بہت شہرت رکھتا ہے۔ (السید الوالد)

۴۵۸۔ شیخ محمد بن احمد الفاکھی

م ۹۹۲ھ
۱۵۸۴ھ

”الشیخ الفاضل العلامة“ محمد بن احمد علی الحنبلی الفاکھی المالکی۔ ابوالسعادت گجراتی یکے از علمائے کبار و حضرمی در النور السافر فرماتے ہیں کہ ”آپ ۹۲۳ھ میں پیدا ہوئے۔ تمام علوم پر دسترس تھی۔ آپ نے مذاہب اربعہ کی فقہ پڑھی۔

ان کے شیوخ | ۱۔ شیخ الکبیر المحقق العلامة ابوالحسن بکری۔
۲۔ شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی شافعی۔

۳۔ شیخ محمد ابن الخطاب از متاخرین مکہ معظمہ و حضرموت و زبید اور دوسرے بے شمار اساتذہ وقت۔

کہا جاتا ہے کہ انہوں نے جن حضرات سے اکتساب کیا اور انہیں ان سے اجازہ بھی ملا۔ ان کی تعداد نوے ہے۔ اور جو کتابیں سبقاً پڑھیں ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور یہ کتابیں تو انہیں زبانی یاد تھیں۔ یعنی اربعین نوویہ، عقائد نسفیہ، المقنع و رفقہ حنابلہ۔ جمع الجوامع و در اصول فقہ، الفیہ ابن مالک (در نحو) تلخیص المفتاح (در معانی و بیان) شاطبیہ و قرآت۔

نور العیون (در سیر مولفہ ابن سید الناس) آپ قرآن حکیم کے جید حافظ تھے اور قرآن سے اُسے پڑھ سکتے تھے۔

تصانیف | نظم و نثر دونوں میں کئی مفید رسالے لکھے۔ ازالہ جملہ
۱۔ تفسیر آیۃ الكرسی

۲۔ شرح مختصر الافوار المسمی بہ نور الابصار (فقہ شافعیہ)

۳۔ رسالہ (لغت)

۴۔ باب السلاطین - ضخیم مجلد -

۵۔ اپنے زمانہ میں شہرت و عزت کے اوج کمال کو پہنچے۔ حضرمی کہتے ہیں میں نے ان سے سنا کہ

”اللہ کے ساتھ انس گویا ایک نور ہے پھیلا ہوا۔ اور لوگوں کے ساتھ انس جیسے زہر قاتل ہو۔“

ان کے عجائب واقعات میں ایک واقعہ یہ ہے۔ فرماتے ہیں میں ایک وزیر کی مجلس میں پہنچا۔ تو استفہام انکاری پر گفتگو ہونے لگی۔ ایک عالم نے فرمایا اس کی مثال آیۃ قرآن:-
اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الكتاب افلا تعقلون
ہے۔ جس کے ساتھ ممدوح نے مجھے تعریفنا اس کا مصداق گردان دیا۔

میں نے اصل مدعا پالیا۔ اور معترض کی طرف مخاطب ہو کر کہا:- آخر ایت من اتخذ
الہہواة وامنہ اللہ علی علم و ختم علی سمعہ و قلبہ وجعل علی بصیرۃ غشاوۃ
فمن یدہ ید من بعد اللہ افلا تذکرون:- یہ سن کر وہ صاحب شرمندہ ہو گئے۔ حضرمی فرماتے
ہیں کہ میرے والد انہیں (فاکھی کو) شیخ الاسلام کہتے۔ وہ بڑے فیاض تھے۔ بعضوں نے تو
میراں تک کہا کہ ان سے زیادہ سخی ہم نے دیکھا ہی نہیں۔ (ایک صاحب نے فرمایا کہ ان کے
اور۔۔۔ عرب میں سے جو کوئی ہندوستان وارد ہوا۔ ان کے احسان سے محروم نہ رہا۔

اپنے پاس جبہ بھی نہ رکھتے۔ اسی عادت کی وجہ سے بہت زیادہ قرض دار رہتے۔ ان کا مزاج تیز تھا لیکن عوام کے ساتھ متواضع رہنے کی شدت پر لوگ انہیں خوشامدی تک کہہ دیتے۔
 آل علی کے متعلق ان کا حسن اعتقاد مبالغہ کی حد تک پہنچا ہوا تھا۔ اس بنا پر وہ ان کو دیکھنے کے لئے حضرت موت گئے۔ جہاں اس قبیلہ کے کچھ لوگوں سے ملاقات پر ان کی مالی مدد کر کے ہندوستان آئے۔ اور کچھ مدت یہاں قیام کے بعد پھر اپنے وطن مکہ مشرفہ گئے۔ (۹۵۴ھ ۱۵۵۰ء)
 حج نہ زیارت کے بعد اگلے سال کاج کرنے کے بعد ۹۹۰ھ ۱۵۵۲ء میں واپس ہندوستان آگئے اور کچھ مدت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کی رحلت پر ان کے دوست شیخ عبداللطیف الدبیر نے یہ قصیدہ کہا ہے

اے علامہ دہرا و عالم فردا! تیرے علو کے سامنے چاند بھی فرو تر ہے تو وہ ہے جس کا رتبہ صبح کی مانند چمک رہا ہے۔ اور اس روش سے تمام ربیع مسکون منور ہوا۔ اور دنیا نے اس پر فخر کیا۔

اور اے علم کے بحر بے پایاں! تیرے حسن سلوک سے ہر مانگنے والا تیری نیکی کا مداح ہے اور دنیا جہان کے وہ میوے تجھے حاصل ہیں جو اہل ثروت کو نہیں مل سکتے۔ تمام دنیا کے علوم تیری خوشبو سے پھیل گئے ہیں۔

اے ابوالعادات اور خوبیوں کی اصل! ان دونوں کے ماں باپ سے اس قسم کی خوشحال اولاد پیدا ہوئی جو زمانے کو میسر ہے۔

گجرات اُس سے مفتخر ہوا۔ جب اُس نے وہاں سکونت اختیار کر لی۔ اب اگر تو بھی اس پر فخر کرنا چاہیے۔ تو تجھے یہ حق حاصل ہے۔

۱۲ جمادی الاولیٰ ۹۹۲ھ کے روز داعی اجل کو لبیک کہا اور احمد آباد ہی میں آسودۂ

ہوئے (النور السافر)

۲۵۹۔ شیخ محمد بن احمد نہروالی

”الشیخ العالم المحدث“ محمد بن احمد بن محمد بن محمود حنفی نہروالی مفتی قطب الدین بن علامہ مکی مولف کتاب ”الاعلام بالاعلام بیت اللہ الحرام“ حدیث وفقہ میں ممتاز تھے۔ اور الشاذلین میں فرد تھے۔

وہ ۹۱۶ھ میں لاہور پیدا ہوئے اور اپنے والد سے پڑھ کر مکہ مشرفہ روانہ ہو گئے۔ جہاں ان حضرات سے اکتساب کیا۔

۱۔ خطیب العمر احمد بن حبیب الدین بن ابو القاسم محمد النوبیری مکی۔

۲۔ محدث یمن وجیبہ الدین عبد الرحمن بن علی الربیع شیبانی الزبیدی

۳۔ شیخ شہاب الدین احمد بن موسیٰ بن عبد الغفار مغربی الاصل ثم المصری

نزہل حرین از والدش و از شیخ محمد بن محمد بن عبد الرحمن الخطاب المالکی اور ان کے والد ہیں۔ شیخ محمد بن عبد الرحمن سے۔

اب وہ ۹۷۳ھ کے اندر مصر چلے گئے اور وہاں ان حضرات سے مستفید ہوئے۔

۱۔ ابو عبد اللہ محمد بن یعقوب عباسی المتوکل علی اللہ متوفی ۹۵۰ھ۔ یہ واقعہ

خود صاحب ترجمہ نے تاریخ مکہ میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سفر مصر

میں ان سے پڑھنے کے لئے ۹۷۳ھ کے اندر ملاقات کی۔ چہ جائے کہ اس وقفہ میں مصر

کے اندر علمائے اعلام سے ہر طرف ایسی برکت پھیل رہی تھی۔ گویا یہ شہر چاند اور سورج کا گہوارہ

بنا ہوا ہے۔

اور جب یہ دور گزر گیا تو یہ شہر صرف ایسے خوابوں کا گہوارہ ہو کر رہ گیا

اور تاریخ مکہ میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ میں نے طریقہ تصوف علاؤ الدین کرمانی نقشبندی

میں ۹۳۹ھ سے حاصل کیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصر سے قبل وہ ان سے مستفید ہوئے

ہوں گے۔

صحیح بخاری کی سند واجازہ میں انہیں جو علو سند حاصل ہے۔ میرے اندازے میں وہ علو کسی اور کو حاصل نہیں۔ با این وجہ کہ

وہ اپنے والد شیخ علاؤ الدین احمد بن محمد نہروالی سے روایت کرتے ہیں اور وہ روایت کرتے ہیں حافظ نور الدین ابو الفتوح احمد بن عبد اللہ طائوسی شیرازی سے۔

اور وہ روایت کرتے ہیں شیخ معمر بابا یوسف ہروی سے۔

اور وہ روایت کرتے ہیں محمد بن شاد بخت فارسی فرغانی سے۔

اور انہوں نے سماع کیا ہے شیخ ابو القمان یحییٰ بن عمار بن مقبل بن شایان ختلانی سے۔

اور انہوں نے سماع کیا ہے محمد بن یوسف فریری سے اور انہوں نے سماع کیا ہے

امام بخاری ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل رضی اللہ عنہ سے۔

فلانی قطف الثمریں لکھتے ہیں۔

بعض فہرست نگاروں نے لکھا ہے کہ شیخ قطب الدین نہروالی (یعنی صاحب ترجمہ

نے اگر صحیح بخاری کی روایت

۱۔ حافظ نور الدین ابو الفتوح طائوسی سے اپنے والد کے واسطہ کے بغیر بھی کی تو

اس سے ان کے اور بخاری کے درمیان آٹھ واسطے رہ گئے۔

پس امام بخاری کی ثلاثیات بارہ واسطوں پر مشتمل ہے۔ کیونکہ انہوں نے

حافظ ابن حجر سے بطریق اجازہ ثلاثیات نہیں۔ اس سند میں حافظ ابن حجر

اعلیٰ ہیں باعتبار اجازہ کے۔ جن کے بعد امام بخاری تک ۶ واسطے اور

رہ جاتے ہیں۔

پس میں نہیں جانتا اس سند سے اعلیٰ کوئی اور سند ہو۔ لیکن اس کے

شیخ عبد الخالق زجاجی اپنی کتاب نزہۃ ریاض الاجازہ میں لکھتے ہیں کہ:-

اس سب تک حافظ ابن حجر عسقلانی اور سیوطی کی رسائی بھی نہیں ہوئی، کیونکہ وہ دونوں تو مصر میں رہتے تھے۔ اور حافظ ابو الفتح — مذکورہ العدد ۸ میں صدی کے ہیں جو خراسان عجم کے شہر بارقہ میں رہتے۔ اور زہد و صلاحیت میں بہت ممتاز تھے۔ انہوں نے صحیح بخاری محمد بن شاذلی و فرغانی سے سنی۔ مگر یہ سلسلہ سند حرمین کے شیوخ سے ہمارے شیوخ الاشیاخ تک پہنچتا ہے یعنی شیخ المعمر عبد اللہ بن سعد لاہوری نزہیل مدینہ منورہ۔ انتہی میں کہتا ہوں کہ شیخ قطب الدین کا ترجمہ قاضی شوکانی (محمد بن علی) نے اپنی کتاب البدر الطالع میں کیا ہے یا اس الفاظ کہ آپ اشرف مکہ کے لئے خطوط لکھ دیتے۔ وہ نہایت فصیح عربی جانتے۔ جس کا انداز ان کی کتاب البرق الیمانی فی فتح العثماني سے ہو سکتا ہے۔ ان کی تالیفات میں الاعلام فی اخبار بیت اللہ الحرام بھی ہے۔

نیز وہ ترکوں کے نزدیک عالی منزلت رکھتے۔ ان کے اجداد میں سے جو بھی مکہ معظمہ آتا شیخ قطب الدین ادا اٹھے مناسک میں نہ صرف اس کی معیت میں رہتے بلکہ کسی اور کا ان کے ساتھ رہنا پسند نہ کرتے۔ اور ان کے یہ بزرگ ان کو اپنی طرف سے عطا یا بھی پیش کرتے جو وہ ضرورت مند ان کو عنایت کرتے یا عمدہ کتابیں خرید لیتے۔ ان کے پاس ایسی کتابیں جمع ہو گئیں جو ہر ایک کے ہاں نہ تھیں۔ وہ باغات کی تزیین کے دلدادہ بھی تھے۔ اپنے ساتھ کئی دستوں کو لے کر طائف بھی جاتے۔ یہ مصاحب عالم اور ادیب ہوتے۔ جو انہی کے مصارف پر سیر و سیاحت کرتے۔ مفتی قطب الدین نے مصاحب ترجمہ نے، اپنی تالیف تاریخ مکہ کے اندر لکھا ہے کہ "سلطان احمد شاہ گجراتی کا جو مدرسہ مکہ معظمہ کے اندر حرم محترم میں ہے۔ اور اس کا انتظام میرے ہاتھ میں ہے۔" میرا گمان یہ ہے کہ ان کے والد علاؤ الدین احمد ابن محمد نہروالی حجاز گئے۔ تو اس مدرسہ (مذکورہ) کی تولیت انہیں سپرد کی گئی۔ اور ان کی وفات کے بعد بحسب دستور صاحب ترجمہ مفتی قطب الدین کو یہ منصب وراثت مل گیا۔ وہ دو مرتبہ قسطنطنیہ گئے اور دوسری مرتبہ ۹۶۵ھ میں گئے تب سلطان سلیمان ابن سلیم عثمانی سلطان روم

نے انہیں خلعت عطا فرمایا۔ یہ تذکرہ ان کی کتاب تاریخ مکہ کے اندر درج ہے۔ اس کتاب کے اندر انہوں نے لکھا ہے کہ سلطان مذکور نے مکہ مکرمہ کے اندر چار مدرسے قائم کئے (۱) سلیمانہ جس میں مدرسین اور طلبا سب کے وظائف معین تھے۔ اور بقیہ تین مدرسے شام میں تھے۔ ہر ایک مدرسہ کے ذمے پندرہ طلبا کی تعلیم تھی۔ اور ہر ایک کو یومیہ پندرہ عثمانی سکے اور طالب علم کو دو عثمانی سکے ملتے۔ مفید کے لئے چار عثمانی سکے تھے۔ فراش دصفائی کرنے والے کو بھی چار سکے ملتے۔ اور دربان کو دو عثمانی سکے ملتے۔ مدرسہ خفیہ سلیمانہ کو پچاس عثمانی سکے دیے واقعہ ۹۷۵ھ کا ہے۔ میں نے مدرسہ خفیہ مذکورہ میں کشاف کا کچھ حصہ اور تفسیر ابو السعود عمادی کا ایک ٹکڑا پڑھا۔ اور خود وہاں طب اور حدیث و اصول کا درس دیتا رہا۔ ان دنوں وہاں پر ابن حمام کی شرح ہدایہ کا آخری حصہ جسے مولانا شمس الدین احمد قاضی زادہ نے ملحق کیا ہے پڑھاتا ہوں۔ انہوں نے تاریخ مکہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان سلیم بن سلیمان عثمانی نے میرے زمانہ تدریس مجھے گونا گوں انعامات سے سرفراز فرمایا۔ یہ زمانہ ان کی ولی عہدی کا زمانہ تھا۔ وہ ہر سال مجھے پوشاک اور دوسرے عطایا سے مستمند فرماتے۔ یہی دستور ان کے بادشاہ ہونے پر بھی تھا۔ اور یہی حسن سلوک ان کے صاحبزادہ سلطان مراد کا میرے ساتھ رہا۔ جو تخت پر بیٹھنے سے پہلے بھی اور بادشاہت کی باگ ہاتھ میں لینے کے وقت بھی مجھ پر ایسے ہی انعامات کی بارش کرتے اب مدرسہ سلیمانہ نے اور بھی ترقی کی۔ مفتی صاحب کے موجب میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور زمانہ ساٹھ عثمانی سکے علاوہ انعامات کے ملنا شروع ہو گئے۔ ان کی اولاد میں سے بھی بعض کو تدریس پر لگادیا گیا۔ مکہ مبارکہ کا محکمہ افتا بھی ان کے سپرد ہوا۔ جس سے پہلے کوئی مفتی باتخواہ نہ تھا مگر ان کے لئے روزانہ پچاس عثمانی مقرر ہو گئے۔ اسی طرح حرم میں خطابت کا منصب عطا ہوا۔ اور اس کا وظیفہ روزانہ پچالیس عثمانی سکے تجویز ہوئے۔ ۹۹۷ھ میں ان کی طرف دو شاہی صوفے اور ایک سو دینار بھجوائے گئے۔ جو سالانہ متعین طور پر ہمیشہ کے لئے جاری کر دیئے گئے۔

انہوں نے صفا کے قریب ایک اور مدرسہ بنوایا اور اس کی تدریس کے بھی حامل ہو گئے۔

جس پر پچاس عثمانی سکے روزینہ مقرر ہوا۔ وہ اس مدرسہ میں قاضی شمس الدین قاضی المعتمد ولایت
اناطولیہ کی خواہش پر فقہ و حدیث پڑھاتے۔ سلطان مراد ان کی ہر بات تسلیم کرتے اور طرف
صاحب ترجمہ در تاریخ خود

۱۔ الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام جو ۹۸۵ھ میں لکھی جس کا آغاز ان الفاظ
تصانیف سے ہوتا ہے حرف اول ہے الحمد للہ الذی جعل المسجد الحرام حرماً
آمنًا و مثابۃ للناس۔

۲۔ البرق الیمانی فی فتح العثماني — یہ تاریخ میں ہے۔ جس کی ابتدا ۹۸۵ھ سے ہوتی ہے جب
عثمانی وزیر سلیمان پاشا نے سب سے پہلے عثمانی فتح کی صورت میں یہاں کامیابی حاصل کی۔
انہما اس کتاب کی زمانہ مؤلف ہے۔ یہ تاریخ انہوں نے وزیر سنان پاشا کے لئے لکھی اور
اس کا نام "الفتوحات العثمانیہ الاقطار الیمینیہ" رکھا۔

۳۔ منتخب التاريخ (در تراجم)

۴۔ تمثال الامثال النادرہ والتشیل والمحاضرہ بالابیات المفردۃ النادرۃ۔

۵۔ الکفر الاسمی فی فن المصنوع۔

ان کے عربی اشعار بہت ہیں۔ ازال جملہ سلطان مراد بن سلیم عثمانی بادشاہ دولت عثمانیہ کے
متعلق یہ اشعار ہیں۔

۱۔ ہمارا شاہ مراد زمین میں خدا کا سایہ ہے اور اس کی حکومت نہایت تابناک ہے۔

۲۔ زمین کے دوسرے سلاطین بمنزلۃ الفاظ اور شاہ مراد بمنزلۃ معانی ہے

۳۔ بظاہر وہ بادشاہ اور حقیقت میں فرشتہ ہے جو انسانیت کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔

۴۔ وہ عادل بادشاہ ہے جس کے سامنے کمزور اور طاقتور دونوں برابر ہیں۔

۵۔ اس کی تلوار اور موت گھڑ دوڑ کے دو گھوڑے ہیں۔ جو دشمنوں کی گردنیں اڑانے کے

لئے لپکتے ہیں۔

- (۶) اُس کی توجہ سے مسجد ایسی مکمل ہوئی کہ اس کی بلندی تمام عمارتوں سے بالا ہو گئی۔
 (۷) تیرا یہی وصف ہے۔ اگر تو ایسا نہ ہوتا تو بادشاہت بنو عثمان میں ہوتی۔

۴۴۰۔ شیخ محمد بن اسحاق سندھی

”الشیخ العالم الصالح“ محمد بن اسحاق سندھی یکے از علمائے عالمین مولد و منشأ مالاکنده در فوارح سیوستان سندھ۔ شیخ عبدالرشید سندھی سے تحصیل کی اور فقہ و اصول و عربی میں فائز الاقران ہوئے۔

صالح اور پارساتھے۔ لوگوں کی سفارش کے لئے امرائے ہاں بار بار جانے میں انکار نہ تھا۔ اس میں مشقت سے دوچار بھی ہو جاتے۔
 وہ جام نظام الدین کے دور میں تھے (تحفۃ الکرام) میں ان کی تاریخ وفات پر مطلع نہیں ہو سکا۔

۴۴۱۔ مولانا محمد بن تاج گجراتی

م ۹۳۱ھ
۶۱۵۲۴

”الشیخ الفاضل العلامة“ محمد بن تاج الدین عمری حنفی گجراتی۔ یکے از محققین عصر و آئمہ عہد حضرت شیخ فرید الدین مسعود اہودھنی کی اولاد سے تھے۔ سلطان مظفر شاہ الحلیم نے آپ کو تاج العلماء کا خطاب دیا۔ کثیر الدرس و افادہ تھے۔ بے شمار علما آپ سے مستفیض ہوئے۔
 ۹۳۱ھ میں شہر احمد آباد کے اندر آسودۃ لحد ہوئے۔ (گلزار ابرار)

۴۴۲۔ شیخ محمد بن الحسن جون پوری

”الشیخ العالم الکبیر“ محمد بن الحسن بن ظافر عباسی حنفی جون پوری، یکے از مشائخ کبار،

مولد و منشأ جون پور۔ ان علمائے عصر سے پڑھا جو جون پور میں تھے پھر دہلی آئے۔ اور
 شیخ ابراہیم بن معین حسینی ایرجی کے حضور زانوئے تلمذتہ کئے۔ برسوں کی باریابی کے بعد
 حرمین گئے۔ حج و زیارت سے فارغ ہو کر یمن کے ایک شیخ سے طریقہ حبشیہ میں بیعت ہوئے۔
 اور مدینہ منورہ میں بس گئے۔ شیخ عبدالوہاب حسینی بخاری نے انہیں وطن واپس آنے کی تحریض کی
 تب آکر دہلی میں طرح سکونت ڈال دی۔

۴۱۳۔ شیخ محمد بن الحسن گجراتی

متوفی ۱۵۹۱ھ ۲۹ ربیع الاول

”الشیخ الفاضل“ محمد بن حسن عمری چشتی لقب شیخ شمس الدین (احمد آبادی) یکے از
 مشائخ کبار فرقہ چشتیہ ۹۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے پڑھا۔ برسوں کی باریابی سے
 طریقہ تہ بھی ممدوح سے حاصل کی۔ اور ان کے بعد ان کی مسند ارشاد پر تمکن نصیب ہوا۔
 مقبول شیوخ سے تھے۔ مشائخ کے عرسوں میں جاتے اور مزامیر کے بغیر سماع سے حظ اندازہ
 آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی پرودیتے اور عجیب غریب کیفیات کا اظہار ہوتا۔ وفات بروز
 در شنبہ ۲۹ ماہ ربیع الاول ۹۵۴ھ میں ہوئی۔ (مرآة احمدی)

۴۱۴۔ مولانا محمد بن الحسن علی احمد نگری

”الشیخ الفاضل الکبیر“ محمد بن الحسن احمد نگری علوم حکمیہ میں فردوزگار سلطان حسین نظام شاہ
 والی احمد نگر کے علم میں مہندی پر حاشیہ لکھا۔

۴۱۵۔ مولانا محمد بن الحسن لاری

”الشیخ الفاضل العلامة“ محمد بن الحسن لاری اور لقب علاؤ الدین بن کمال الدین سنہلی

علوم حکمیہ میں نامور۔ مولد و منشأ عراق۔ جلال الدین دوانی (محمد بن اسعد صدیقی) سے پڑھا۔ ہندوستان آگئے اور علی قلی خان شیبانی ان کا وجود مسعود غنیمت سمجھا اور انہیں مقرب بارگاہ بنالیا۔ اور ان سے بعض علوم متعارفہ بھی پڑھے۔ علی قلی خان کے قتل پر سلطان اکبر نے آپ کو آگرہ میں طلب فرمایا۔ دربار میں آئے تو سلطان کے دائیں اور بلند جگہ پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ جو خان اعظم کی نشست سے بھی بالاتر تھا۔ اس پر میرتو اک نے منع کرتے ہوئے علما کی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ جس پر آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ تمہارے ملک میں علم کی غالباً کوئی عزت نہیں۔ یہ کہہ کر دربار سے ایسے نکلے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کیا۔ مگر ابھی تک اکبر چونکہ علما کا شیفتہ تھا۔ اس لئے انہیں چار ہزار ایکڑ ارض خراجی کا وثیقہ دے کر سنبھل کی طرف رخصت فرمایا جہاں آپ نے اپنی بقیہ عمر درس و افادہ میں بسر فرمادی۔ اور اسی جگہ رہائش اختیار کئے۔ (مختار خان درمراۃ العالم)

بدایونی فرماتے ہیں کہ انہوں نے آگرہ کے زمانہ قیام میں اپنے مدرسہ کے لئے چھپر کا مکان تعمیر کرایا۔ جس کی تاریخ ایک صاحب نے مدرسہ حسن لکھی۔ یہ واقعہ ۹۴۹ھ کا ہے۔ شاید یہ مدرسہ آپ نے علی قلی خان شیبانی کے پاس جون پور میں منتقل ہونے سے قبل تعمیر کرایا ہوگا۔

ان کے متعلق ایک غلطی یہ بھی ہے کہ انہوں نے ۹۴۹ھ میں رحلت کی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سن میں وہ آگرہ میں مقیم تھے۔ پھر جون پور چلے گئے۔ اور ۹۴۴ھ تک جب علی قلی خان قتل ہوئے وہیں رہے۔ پھر آگرہ آئے۔ اور تھوڑی مدت بعد وہاں سے سنبھل منتقل ہو گئے اور وہیں تنقل سکونت اختیار کر لی۔

۴۶۶۔ الشیخ محمد غوث گوالیری

۹۴۴ھ - ۱۵۴۲ھ - دارمغان

الشیخ الکبیر نام محمد بن خطیر الدین بن عبد اللطیف بن معین الدین بن خطیر الدین بن البزید

بن شیخ فرید الدین عطار شطاری گوالیری المشہور بہ شیخ محمد غوث۔ فرقہ شطاریہ کے کبار شیوخ سے تھے۔ مولد و منشاء شہر گوالیار۔ اپنے بھائی فرید الدین احمد شطاری سے علم و عرفان اور طریق ریاضت میں اکتساب فرمایا۔ ۱۲ سال تک چنار گڑھ کے غاروں میں چلے کھینچے اور سوائے درختوں کے پتوں کے اور کچھ تناول نہ فرمایا۔

طریقہ شطاریہ میں حاجی معمر حمید بن ظہیر شطاری کی خدمت میں برسوں باریابی سے تربیت حاصل کی۔ اور منصب شیخ پر فائز ہوئے۔ سلطان ہمایوں کے مصاحبوں میں منسلک تھے جو ان سے علم ارشاد و دعوت حاصل کرتے۔ مگر جب ہمایوں ایران چلے گئے اور شیر شاہ سوری نے حکومت کی باگ ہاتھ میں لی۔ تو شیخ نے سوری سے اپنے متعلق شرم محسوس کیا تب آپ گجرات چلے گئے۔ مگر یہاں لوگ ان کی جان کے لاگو ہو گئے کیونکہ انہوں نے اپنی ذات کے بارے میں دعویٰ کیا کہ مجھے معراج ہوئی ہے۔ یہ بے چارے وہاں ہی شہر بہ شہر گھومتے پھرے۔ حتیٰ کہ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی نے ان کی حمایت کی۔ اور اس طرح یہ شور و غل ختم ہوا۔ آپ نے صوفیانہ دہستی میں سکونت فرمائی۔ اور گرد و نواح کے لوگ ان کے طالب فرمان ہو گئے۔ کئی سال اسی طرح گزارے۔ جب ہمایوں نے ایران سے لوٹ کر ملک پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ تب آپ گجرات سے ۹۴۳ھ میں گوالیار چلے آئے۔ اور ہمایوں تو ان کے گوالیار آنے سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ آپ ایک مدت تک گوالیار میں قیام کے بعد آگرہ وارد ہوئے۔ تو اکبر نے آپ کی تعظیم کی۔ مگر علما یہاں بھی لغت پر آمادہ تھے۔ شیخ عبد الصمد بن جلال دہلوی کے اس دور میں صدر تھے۔ مناظرہ پر آمادہ ہو گئے جس پر ان کو اکبر کی ذات سے جو اُمیدیں وابستہ تھیں۔ سب خواب و خیال ہو گئیں اور آپ گوالیار لوٹ کر اپنی جاگیر پر قناعت کر کے بیٹھ گئے۔ اسی اراضی کی آمدنی ۹ ہزار روپیہ تھی۔ چالیس ہاتھی آپ کے فیل خانے میں جھوم رہے تھے۔ اور خدم و حشم کا عدد سے فزوں تھا۔ شیخ موصوف نہایت بارعب و پر ہیبت و سخی و ایشار پیشہ و متواضع تھے۔ سلام میں

خود سبقت فرماتے۔ اور آنے والوں کے لئے سرود کھڑے ہو جاتے۔ انہیں سلام کے وقت جھکنے میں بھی تامل نہ تھا۔ جس کی وجہ سے علما ان پر طعن کرتے۔ وہ گفتگو میں آنا کی بجائے خود کو فقیر کہتے۔ (بدایونی)

تصانیف ۱۔ الجواہر المنسہ جو چنار گڑھ کے جنگل میں ۹۲۹ھ کے اندر لکھا۔ اپنی عمر کے ۲۲ ویں سال میں۔ پھر اُسے دوبارہ ۹۳۶ھ میں لکھا۔ تو یہ نسخہ پہلے سے بہتر تھا۔

- ۲۔ کلید مخازن۔ در مضمون مبداء و معاد۔
- ۳۔ الفوائد البصائر۔ در علم تعویف مشتمل بر مبادی و مقاصد تعویف۔
- ۴۔ بحر الحیوة۔ در معولات جو گیانہ و سنا سیانہ۔ جو کہ ہندوؤں کے رہبان سے ہیں۔

۵۔ رسالہ المعراجیہ جس کے اندر اپنے معراج کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

۶۔ کنز الوحدت فی اسرار التوحید۔

- اسرار التوحید میں فرماتے ہیں کہ اہل ذوق کے نزدیک ایمان کی پانچ قسمیں ہیں۔
- اول۔ تکلیفی۔ یہ سب قسموں سے عام ہے اور کافر و مومن سب کو شامل ہے۔
 - دوم۔ تقلیدی۔ جو عام ہے اور ہر ایک مومن وہ مقلد ہو یا محقق سب میں پائی جائے گی۔
 - سوم۔ قسم ایمان استدلالی۔ یہ قسم خاص ہے جو علمائے مومنین میں پائی جائے گی۔
 - چہارم۔ قسم ایمان حقیقی۔ یہ اخص ہے یہ قسم صرف اولیاء میں ہے۔
 - پنجم۔ عینی الذاتی۔ یہ قسم اس میں ملے گی۔ جو ولایت محمدیہ کے لئے مخصوص ہو۔
- اور تخت خلافت پر جلوہ فرما ہو۔ اور اپنی اپنی آنکھوں سے احدیت مطلقہ کو دیکھتا ہو۔ اور انہی آنکھوں سے کثرت کے اندر وحدانیت محققہ کو سٹول لیتا ہو۔

وفات یوم دوشنبہ ۱۰ ماہ رمضان ۹۴۰ھ میں آگرہ کے اندر ہوئی جہاں سے جسد

۴۶۷۔ شیخ محمد بن خواجگی سدھوری

”الشیخ الصالح“ محمد بن خواجگی بن علی بن خیر الدین الفزاری سدھوری۔ یکے اذرجال علم و فہم مولد و منشأ سدھور بہ سوں اپنے والد کے حضور باریابی سے طریقت حاصل کی۔ پھر شیخ خاصہ بن خضر صالحی اینٹھوی کی خدمت میں رہ کر استفادہ کیا۔ آپ علمائے صالحین سے تھے۔

۴۶۸۔ الجہال محمد بن زین عسرفی

م ۹۹۹ھ ۱۵۹۱ء مدفن نجف

”الفاضل“ جمال الدین محمد بن زین الدین بن جمال الدین شیعہ شیرازی۔ مشہور شاعر المتخلص بہ عرفی مولد و منشأ شیراز اپنے شہر کے اساتذہ سے اکتساب فرمایا۔ اور خود کو شعر گوئی کے لئے وقف کر دیا۔ حتیٰ کہ فائز الاقران کے درجے پر آپہنچے۔ ہندوستان آئے اور علامہ فیضی بن مبارک ناگوری کے ہاں باریابی نصیب ہوئی۔ جن سے مالی منفعت سے سرفراز ہوئے۔ پھر حکیم ابوالفتح گیلانی سے تقرب ہوا۔ ان کی مدح میں قصیدہ کہا تو انہوں نے عبد الرحیم خان خاناں تک رسائی کرا دی۔ ان کی مدح میں قصیدہ پر بھی گراں بہا انعام ملے۔ اکبر بادشاہ اور ان کے صاحبزادہ کی مدح میں بھی قصیدہ کہا مگر بیچ میں ابوالفضل حائل ہو گئے اور آپ کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔

۱۔ نفس ناطقہ پر ایک رسالہ ہے۔

تصانیف

۲۔ نظامی گنجوی کی مخزن الاسرار کے منہج پر بھی ایک رسالہ ہے۔

۳۔ نظامی راہی کی شیریں فرما دیہے۔

ایک دلیوان بھی ہے۔ جس کا نمونہ شعر ہے

گر کام دل بگریہ میسر شود نہ دوست

صد سال ہے تو اں بہ تمت اگر لیتم

ترجمہ شعر: اگر رونے دھونے سے محبوب سے کام نکل سکتا تو سو سال تک اس آرزو میں رویا جاسکتا تھا۔

بعر ۳۴ ۹۹۹ھ میں لاہور انتقال فرمایا اور استخوان نجف لے جایا کہ دفن ہوئیں۔

۴۶۹۔ شیخ محمد شاہ میر جلی

۹۲۳ھ
۶۱۵۱۴

”السید الشریف“ محمد بن شاہ میر بن علی بن مسعود بن احمد بن صفی الدین بن عبد الوہاب بن شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی جلی کے از مشائخ جمیلیہ۔ مولد و منشأ حلب۔ عرب و عراق و بلاد ترک و خراسان اور ہند میں سیر و سیاحت کے دوران کئی بار حج و زیارت سے سرفراز ہوئے آخر لاہور آئے۔ مگر مدت تک قیام کے بعد ناگور میں چلے گئے جہاں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ پھر سفر کی طرح الی اور حلب جا پہنچے۔ کچھ مدت مقیم رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے والد نے رحلت کی۔ تب ہندوستان آکر قصبہ اُچ میں در ۹۲۳ھ سکونت پذیر ہو گئے ۳۶ سال تک ارشاد و دعوت میں مصروف رہے اور ۹۲۳ھ میں انتقال فرمایا۔ (بخبار الاخیار)

۴۷۰۔ شیخ محمد بن شمس گجراتی

”الشیخ الصالح“ محمد بن شمس شطاری جاپانی۔ گجراتی۔ معروف بہ شیخ صدر الدین ذاکر بردی مولد و منشأ جاپان۔ شیخ محمد غوث گوالیری کے زمانہ وارد گجرات میں ۹۵۷ھ جب کہ ان کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔ شیخ گوالیار کے ملازم ہو گئے اور ان کے ہمراہ گوالیار آ گئے۔ ان سے طریقت حاصل کی۔ ان کی مصنفہ الجواہر المنیہ کے اوراد معمول کر لیا۔ اور جب اس مرتبہ پر آ پہنچے۔ تو شیخ نے آپ کو اپنی خلافت سے سرفراز فرما کر گجرات میں مامور کر دیا۔

ان سے امان اللہ بن کمال الدین کالپوی۔ اور عثمان بن لاون قرشی امد شیخ مکنتہ مجرود شیخ

جمال بن بھکاری ساکنین شہر مندو اور شیخ محمود بن جلال اور ان کے بھائی احمد و دیگر افراد نے بیعت کی۔ جاپانیر کی بربادی پر بڑودہ آگئے۔ اور ۹۸۹ھ میں یہیں وفات پائی۔ ۶۱۵۸۱

۴۷۱۔ محمد بن طاہر قسبی

۹۸۴ھ
۶۱۵۷۸۱

«الشیخ العالم الکبیر المحدث اللغوی العلّامة» محمد الدین محمد بن طاہر بن علی الحنفی قسبی گجراتی۔ مؤلف مجمع بحار الانوار فی غریب الحدیث۔ جن کی تصانیف حد درجہ مقبول تھیں اور جن کے علم و نبجہ کا سب نے اعتراف کیا۔

۹۱۳ھ مولد شہر فتن صوبہ گجرات۔ وہیں پر و ان چڑھے۔ بلوغت سے پہلے قرآن حفظ کیا۔ اور مندرجہ ذیل اساتذہ سے اکتساب فرمایا۔

معالم ولادت

۱۔ ملا حسنہ (۲) شیخ ناگوری (۳) شیخ برہان الدین سنسوی (۴) مولانا عبد اللہ سوہی وغیرہ۔ پندرہ سال مسلسل اس شغل میں رہے حتیٰ کہ کمال کے درجہ تک پہنچے۔ ۹۴۴ھ میں حرمین کا سفر کیا۔ اور یہاں پر ان شیوخ سے پڑھا۔

(۵) شیخ ابوالحسن بکری (۶) ابن حجر مکی (۷) علی بن عراق (۸) جبار اللہ بن فہد (۹) شیخ عبید اللہ سرہندی (۱۰) شیخ عبد اللہ عیدادس (۱۱) شیخ بن خوردار سندھی (۱۲) مگر شیخ علی متقی برہان پوری کی خدمت میں زیادہ مدت بسر کی۔ جس کا اعتراف اپنی کتاب مجمع بحار الانوار میں فرمایا ہے اس کے بعد ہندوستان چلے آئے اور تدریس و تصنیف پر کار بند ہو گئے۔ ان کا معمول عام طلبہ کے لئے روشنائی تیار کرنا تھا۔

حضرمی لکھتے ہیں النور السافر میں کہ «صلاح و ورع اور تبحر آپ کے خصائص تھے متعدد علوم میں ادراک سے فائق الاقران ہوئے۔ یہاں تک کہ گجرات کے اہل علم میں سے فن حدیث میں کوئی ان کے درجے تک نہ پہنچ سکا۔ یہ بات ہمارے ایک شیخ نے کہی ہے۔

وہ اپنے والد کی دولت بے کراں کے وارث قرار پائے۔ یہ دولت یا تو انہوں نے طلباء پر بکھیری اساتذہ علم کو کھلا بھیجا کہ ذہین اور جید القہم لوگ میرے ہاں بھیج دیا کرو۔ جن سے سوال کرتے اگر وہ متمول گھر کا ہوتا تو اسے پڑھنے کی تاکید فرماتے۔ غریب گھر کے لوگ سے کہتے کہ پڑھو بھی اور وجہ معاش کی پرواہ نہ کرو، میں تمہارے اور تمہارے اہل و عیال کے اخراجات کی کفالت کروں گا۔ لہذا پوری جمیعت خاطر سے علم کی تحصیل میں لگ جاؤ۔ ان کا یہ مشورہ بہر محتاج اور فقیر طالب علم کے لئے تھا۔ ایسے طلباء کی جماعت کثیر کو وظیفے دیتے۔ حتیٰ کہ وہ تحصیل علم جاری رکھ کر اکثر علوم میں ممتاز ہو جاتے۔ انہوں نے اسی طرح تمام دولت لٹادی۔

کہا جاتا ہے کہ ان کے زمانہ طالب علمی میں ان کے ہم درس طلباء اور دوسرے لوگ ان پر بہت سختی کرتے۔ اسی حال کے اندر انہوں نے یہ نذرمانی کہ اگر اللہ نے انہیں علم کی دولت عطا فرمائی۔ تو وہ اپنے علم کو دھناٹے الہی میں صرف کریں گے۔ اور جب وہ فارغ ہو گئے تو انہوں نے یہی عمل کیا۔ وہ لوگوں پر محاسبہ بھی کرتے۔ تدریس بھی فرماتے۔ ان گنت طلباء ان کے حلقہ درس میں آئے۔ اور ان کی بدولت عوام بے شمار بہ کات سے مستفیض ہوئے۔ شیخ بوہرہ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ جن کے اسلاف آج سے سات سو سال قبل شیخ حیدری مدون کھنباہت کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ ان کے عوام تجارت یا اس قسم کے چھوٹے موٹے کاموں سے روزی حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ لفظ بوہرہ سے ثابت ہے کہ یہ لفظ بوہار سے مشتق ہے بمعنی تجارت درہندی۔ یہ لوگ مذہباً شیعہ اسماعیلیہ ہیں اور کمران میں سکنتی جو جعفر بن جعفر بگراتی کے اثر سے سنی ہوئے۔ یہ جعفر بھی اسماعیلی ہی تھے۔ مگر اللہ نے انہیں ادائے سنت کے لئے ہدایت بخش دی۔ صاحب ترجمہ محمد بن طاہر بھی اہل سنت والجماعت ہی تھے۔

قنوجی نے التحاف النبلا میں بعض علماء کی روایت پر لکھا ہے کہ محمد بن طاہر صدیقی ^{صل} تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ شیخ عبدالقادر بن ابوبکر ^{۳۸} ^{۱۴۲۵ھ} مفتی مکہ مکرمہ جو شیخ محمد بن طاہر

کے احفاد سے ہیں اور علم میں بلند مقام رکھتے تھے اور ان کی متعدد مصنفات بھی ہیں۔

انہوں نے جملہ فتاویٰ ہیں چار جلدوں میں۔ شیخ طرفہ الفصادی کی شافعی نے اپنے ان شاگرد

کی مدح میں جو قصیدہ کہا ہے تو اس قصیدہ میں انہیں صدیقی لکھا ہے۔

تیرے جد کہ اللہ ان کی حمد ٹھنڈی رکھے۔ علم و فنیدت میں یکتا تھے یعنی

محمد بن طاہر کہ بلاشبہ حضرت صدیق کی نسل سے تھے۔

اس بارے میں قول فیصل یہ ہے کہ شیخ محمد بن طاہر ہندی الاصل تھے یہ بات خود

انہوں نے اپنی تصنیف تذکرۃ الموضوعات میں لکھی ہے۔

شیخ مرموم ہمدویت کے مٹانے پر تلے رہتے۔ انہوں نے یہ تمبیہ کر کے سر سے عمامہ

اتار دیا تھا۔ کہ جب تک ہمدویت کی بدعت بکرات سے دفان نہ ہو جائے عمامہ سر پر نہیں

رکھیں گے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ یہ فتنہ کہیں عام نہ ہو جائے۔ مگر جب سلطان اکبر

نے ۹۸۰ھ میں بکرات فتح کیا۔ تو اس نے اپنے ہاتھوں سے شیخ کے سر پر عمامہ بندھوا

کر فرمایا کہ میں دین کی نصرت کا ذمہ دار ہوں۔ اکبر نے اپنے رضاعی بھائی مرزا عزیز الدین

یہ فتنہ فرو کرنے پر مامور کیا۔ جس نے شیخ کی اعانت میں حد امکان تک ہمدویت کی بدعات

کا ازالہ کیا۔ مگر اتفاق سے مرزا معزول ہو گئے تو ان کی جگہ عبدالرحیم خان خاناں آئے

اور ہمدویت کو پہ لگ گئے۔ اور ہمدوی نادویوں سے نکل کر ہر طرف پھیل گئے۔ چنانچہ

اس پر شیخ نے پھر عمامہ سر سے اتار دیا اور آگرہ کا سفر اختیار کیا لیکن ہمدوی ان کے تعاقب

میں لگے ہوئے تھے چنانچہ اجین کے قریب ان پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا۔

ان کی سب کی سب تصانیف بلند پایہ ہیں خصوصاً

۱۔ مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل۔

تصانیف

۲۔ لطائف الاشبار۔ دو دو مجلدات کبیر جس کے اندر حدیث کے الفاظ کی لغت ہے۔

گویا یہ کتاب صحاح ستہ کی شرح ہی ہے اس کتاب کی جامعیت پر تمام اہل علم

متفق ہیں۔ اور یہ کتاب شیخ کا ہم پر سب سے بڑا احسان ہے۔

۳۔ تذکرۃ الموضوعات در یک جلد۔

۴۔ المفتی فی اسماء الرجال۔

شہادت | ۹۸۶ھ میں اجین میں ہوئی۔ جہاں سے ان کا جسدِ قفن میں لا کر ان کے اسلاف کے مقبرہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔

۴۷۲۔ محمد بن عادل برہان پوری

”الملك الفاضل“ محمد بن عادل بن نصیر فاروقی برہان پوری میراں محمد شاہ، شہ برہان پورہ۔ ۹۲۶ھ میں اپنے والد کے بعد زمانہ حکومت سنبھالی۔ وہ سلطان مظفر شاہ حلیم گجراتی کے نواسے تھے۔ بدیں وجہ انہیں اپنے ماموں سلطان بہادر شاہ سے ان کے زمانہ حکومت درگجرات میں ایک قسم کی خصوصیت تھی۔ بہادر شاہ انہیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتا۔ عماد الملک کا دیلی کے عائدتہ میں ان کی منزلت میں اور اضافہ ہو گیا اور بہادر شاہ نے انہیں چھتر احمد محمد شاہ کے خطاب سے نوازا۔ بہادر شاہ کے بعد تمام ملوک گجرات نے ان ہی کی سلطنت پر اتفاق کیا۔ اس وقت یہ برہان پور میں تھے چنانچہ شاہی چھتر اور مرصع تاج بھیج کر انہیں یہاں بلایا گیا لیکن مقدر غالب آگیا اور یہ راستے ہی میں فوت ہو گئے۔ ان کی نعش واپس لی جاتی گئی۔ اور قبہ میں اپنے والد کے پہلو میں دفن ہو گئے۔

فرشتہ نے جو لکھا ہے کہ ان کی رحلت ۹۴۲ھ میں ہوئی۔ تو یہ بعید از صواب ہے کیوں کہ بہادر شاہ کی وفات رمضان ۹۳۷ھ میں ہوئی۔ تو ان کی رحلت ۹۴۲ھ میں کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ جب کہ وہ بہادر شاہ کے بعد فوت ہو گئے۔

۴۷۳۔ شیخ محمد بن عیسیٰ چڑیا کوٹی

”الشیخ الفاضل“ محمد بن عیسیٰ الدین غیبی چڑیا کوٹی۔ یکے از نقباء نے منغیہ مولد

چڑیاکوٹ۔ اپنی بستی کے اساتذہ علم و فن سے اکتساب کے بعد منہ تدریس آراستہ کی اور چڑیاکوٹ میں ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کرایا۔

۱۔ التفسیر الحمیدی

تصانیف

۲۔ الجواهر العربیہ (فنون ادبیہ)

۳۔ حاشیہ تلویح (اصول فقہ)

۴۔ الکوکب النوری (مواریث)

وفات ۹۶۲ھ میں ہوئی (تاریخ احمد المکرم چڑیاکوٹ)

۴۷۴۔ الشیخ محمد بن عبد الرحیم عمودی

م ۹۸۲ھ ۱۲ رجب ۱۵۶۱ھ

”الشیخ العلامة“ جمال الدین محمد بن عبد الرحیم بن محمد عمودی المتوفی در احمد آباد۔ ان کے بارے میں عبد القادر حسنی النور السافر میں لکھتے ہیں کہ ان کے دادا محمد بھائی تھے شیخ العلامة احمد عمودی کے۔ اور یہ دونوں فرزند تھے شیخ کبیر علامہ شبیر فقیہ عثمان بن محمد عمودی کے جن سے مستفیض تھے حسنی۔

وہ کریم النفس با اخلاق۔ کثیر التواضع۔ عوام کے محبوب اور انہیں مقبول تھے۔

وفات ۱۲ شب شنبہ ۱۲ ماہ رجب ۹۸۲ھ ۱۵۶۱ھ دفن احمد آباد۔

۴۷۵۔ شیخ فاضل محمد بن عبد العزیز کلپکوٹی ملیباری

”ایشیخ الفاضل“ محمد بن عبد العزیز کلپکوٹی ملیباری اپنے علاقہ کے مشہور عالم تھے۔

تصنیف الفتح المبین السامری الذی بحب المسلمین۔ یہ قصیدہ ہے۔ ۱۵ اشعار کا۔ درود

ذاموری فیما بین اہل پرتگال و ہنود در ۹۰۳ھ۔ اس قصیدہ کا ایک نسخہ انڈین لائبریری

لندن میں محفوظ ہے (در آداب الفقہ العربیہ)

۴۷۶۔ شیخ محمد بن عبد القدوس گنگوہی

۳۹۴-۴۰۵
۱۵۴۲-۵۱

”الشیخ العالم الکبیر“ محمد بن عبد القدوس بن اسماعیل بن صفی بن نصیر حنفی رودلوی ملقب بہ رکن الدین محمد گنگوہی۔ فرقہ چشتیہ کے مشہور شیخ تھے۔ علم پڑھا شیخ فتح الدین بن نصیر الدین دہلوی اور سید احمد الحبیبنی ملتانی اور شیخ ابراہیم بن معین حسینی ایرجی سے۔ اور اپنے والد کی خدمت میں باریابی سے طریقہ چشتیہ و دیگر طرق مشہورہ میں تربیت حاصل کی۔ کیونکہ ان کے والد اکثر سلسلوں کے مجاز تھے۔ مگر طریقہ قادریہ میں شیخ ابراہیم ایرجی ممدوح الذکر سے اکتساب فرمایا۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد ان کی نیابت میں مسند ارشاد پر متمکن ہوئے ان کے مریدوں میں شیخ عبدالاحد بن زین العابدین عمری سرہندی کے ساتھ دوسرے بے حساب الفاس ہیں۔

تصانیف | ۱۔ مرج البحرین
۲۔ اللطائف القدوسیہ

۳۔ مکتوبات

وفات | ۳۹۴-۴۰۵
در سن ۱۵۴۲-۵۱
مدفن گنگوہ۔ اور قبر ان کی اب تک موجود ہے لوگ برابر اس کی زیارت کرتے اور برکت حاصل کرتے ہیں۔

۴۷۷۔ شیخ محمد بن عبد الملک خالدي

۹۸۷ھ ماہ رجب
۱۵۷۱

”الشیخ المجتہد الفقیہ“ محمد بن عبد الملک خالدي۔ اپنے دور کے مشہور قادی تھے۔ دریا ت و تجوید و قرأت اپنے والد سے پڑھے۔ بعد میں خود شوق کرتے رہے۔ ذکر کی تلقین بھی والد

نے کی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی کی روحانیت سے فیض حاصل کیا۔ اپنی عمر درس و افادہ میں مع حفظ الفا
و توکل و عفاف و صبر صرف کر دی۔ کبھی امراء و ملوک کے سامنے ہاتھ نہ پھیلا یا۔ ۹۸۴ھ ۱۵۷۴ء ۱۲ رجب
کے روز آگرہ میں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۴۷۸۔ شیخ محمد بن عبد الوہاب دہلوی

م ۹۴۲ھ ۱۵۳۵ء شعبان

”الشیخ العالم الصالح“ محمد بن عبد الوہاب بن محمد بن رفیع الدین الحنفی البخاری دہلوی۔
ہندوستان کے مشہور علماء میں سے ہیں

اساتذہ | اپنے والد اور شیخ عبداللہ قرشی ملتان سے علوم کی تحصیل کی۔

تلامذہ | شیخ عبدالعزیز بن حسن عباسی دہلوی۔ اور دیگر افاس۔

آپ کثیر الدرس و افادہ۔ کریم النفس، اخلاق ستودہ سے مرصع، متواضع۔ عابد و خشیت الہی
میں ڈوبے ہوئے تھے۔

وفات | بروز یک شنبہ ۲ شعبان ۹۷۲ھ ۱۵۶۵ء سال وفات اور تاریخ شیخ ہادی بودہ

(سہارن پوری)

۴۷۹۔ شیخ محمد بن علی الحشری

م ۱۵۹۱ھ ۱۱۹۱ھ ربيع الثانی

”الشیخ الکبیر“ جمال الدین محمد بن علی الحشری الکجراتی۔ مشہور مشائخ میں سے ہیں شیخ عبداللہ
الغفر السافر میں لکھتے ہیں کہ ان کے طور طریقے مقبول عام و خاص تھے۔ ان کی کرامات بھی بہت
منقول ہیں۔ اور یہ جو بعض علماء نے بغیر ان کی خصوصیات کی جانب نگاہ کئے ان کی مذمت کی
ہے اُس کی کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہیے کیوں کہ مشہور ہے کہ معاصر متاخر کو کبھی اچھا نہیں کہتا

اگلے وقتوں سے برابر ہی چلا آ رہا ہے تخریفات و شطحیات سے ہر دور میں کام لیتے رہے ہیں اور انہیں بُرا کہنے والے برابر بُرا کہتے رہے ہیں۔ لہذا مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے اقوال کو بہتر محال پر حل کیا جائے۔ اور ہر حال میں ان کے بارے میں حسن ظن سے کام لیا جائے اور بنو حشیر صلاح و ولایت کا مرجع ہیں۔ ان کا نسب بنی ذہل ابن عامر سے ملتا ہے جو بطن ہے عک بن عدنان کا۔ اور لفظ ذہل بہ فتح ہا و تشدید لام سے ہے (بقول جنیدی) رہا ان کا خرقہ؟ تو یہ ولی کبیر عالم شہیر قطب الزمن و مہجۃ الیمن شمس الشمس ابو الخیث بن جمیل یعنی سے چلتا ہے۔ صفری فرماتے ہیں کہ ان کی رحلت شب یک شنبہ ۲۷ ربیع الثانی ۹۱۵ھ کو ہوئی۔

۴۸۰۔ شیخ محمد بن علی سمرقندی

”الشیخ الفاضل“ محمد بن علی بن محمد مسکینی قاضی سمرقندی المشہور بہ فاضل عمد سلطان ہمایوں میں ہندوستان آئے اور ان کے لئے جواہر العلوم نام کی کتاب ایک سو صفحات میں لکھی۔ جو عالمی کی کتاب نفائس الفنون کی مثل ہے۔ اس کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے ”فاضل ترین منظومات جواہر العلوم“

۴۸۱۔ الشیخ محمد بن بحر قحطری

۲۰ ماہ شعبان ۹۳۰ھ
۱۵۲۳ء

”الشیخ العلامة المحدث“ جمال الدین محمد بن عمر بن مبارک بن عبد اللہ بن علی حمیری قحطری شافعی المشہور بہ بحر قحطری۔ یکے از علمائے محققین و فضلاء تھے مدققین و بحسب تحریر محمد بن عمر آصفی در ظفر الوالد ولادت ہوئی نصف ماہ شعبان ۸۶۹ھ کے روز۔ مولد و نشا حنفی مت ہے۔ وہاں کے اساتذہ سے اکتساب کے بعد زبید گئے۔ اور یہاں کے شیوخ یعنی زین الدین محمد

بن عبد اللطیف شرجی سے حدیث و اصول فقہ فقیہ جمال الدین محمد بن ابوبکر صائغ سے پڑھے۔ اور
سید حسین عادل سے خرقہ حاصل کیا۔ اور قطبِ دوراں فخر الدین شمس الشموس ابوبکر بن عقیف عبد
قدس اللہ سرہما کی مصاحبت سے مستفیض ہوئے۔ دونوں سے گونا گوں فائدے حاصل کئے۔
۸۹۲ھ میں حج کیا اور مکہ معظمہ میں امام سخاوی (شمس الدین الحافظ) سے حدیث میں مستفید ہوئے۔
۶۱۳۸۸
اب طریقِ تصوف پر گامزن ہوئے۔ ان سے یہ واقعہ بھی مروی ہے کہ جب میں نے زبید مدینِ حلیہ
کھینچنا شروع کیا تو ابھی چلہ پورا نہیں کیا تھا کہ ہر ہر عضو سے اللہ اللہ کی آواز آنے لگی۔
وہ طلبا پر احسان کرتے۔ اہل خیر ان کے بہت تردد ان تھے۔ ان کا رجحان حق تعالیٰ کی طرف
رہتا۔ مقام شہر میں منصب قضا ملا۔ مگر آپ نے استعفا دے دیا۔ اب عدل پہنچے تو وہاں
کے رئیس مرجان عامری خود آپ کے پاس چل کر آئے۔ عوام میں تو قبولیت تھی۔ عدل
سے ہندوستان کا رخ کیا۔ تو سلطان مظفر بن محمود بیگرہ کے پاس پہنچے۔ جس نے آپ کی تنظیم میں
سبقت کی۔ وہاں رہنے لگے تو سلطان نے انعامات سے مالا مال کر دیا۔ وہ ان کا تردد
ہو گیا۔ آپ نے سلطان ممدوح کے لئے یہ کتابیں لکھیں۔

۱۔ تذکرۃ الحضرة الشاہینۃ الاحمدیہ لبیرۃ الحضرة النبویۃ الاحمدیہ۔

۲۔ الحسام المسلول علی مبغضی اصحاب الرسول

۳۔ ترتیب السلوک الی ملک الملوک

۴۔ متعنتہ الاسماع باحكام السماع (جو کتاب الامتاع کا مختصر ہے)

۵۔ مواہب القدوس فی مناقب العیدروس

۶۔ صفدی کی کتاب لامیۃ العجم کا اختصار

حضرت موت کے زمانہ قیام میں ان سے فقیہ محمد بن احمد باجر فیل نے اور عدل میں عبد

بن احمد مخرمہ نے پڑھا وہ شعر بھی کہتے۔ ازاں جملہ

دوست خواہ دور ہو خواہ قریب دونوں حالتوں میں میں مطمئن رہتا ہوں، اگر محبوب

کا وصال میرا آجائے تو غنیمت سمجھتا ہوں اور حب وصال بیسرنہ رہے تو اُمیدوں سے بھی بہلاتا ہوں۔ نیز جبار اللہ بن ہند نے یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں۔

اے وہ! جو اپنی فصیح و بلیغ اور عمدہ گفتگو سے زمین تک کو سیراب کر دیتا ہے، یعنی تو اپنے احسان و فضل سے اُس زمین کو مستفیض کرتا ہے اگر تو میرا امتحان لینا چاہتا ہے تو مبارزت کے وقت دیکھے گا کہ میں مقابل سے مرعوب ہونے والا نہ ہوں گا۔

اور جب گھوڑے میدان میں دوڑیں تو تو دیکھے گا کہ میرا گھوڑا سب سے اول آئے گا۔

میں قسم کھا کر کہتا ہوں قدرت کی بدیہی نشانیوں اور اس کی صناعتی کار۔ جو آراستہ ہے کہ اگر میں کوئی قصیدہ کہنے پر غر کرتا تو میں اپنا گھر کمکشاں میں بنوا لیتا۔

اور ایسا قصیدہ کہتا جس کا ایک قافیہ پسندیدہ تر ہوتا اور فصاحت کے محبان کو باقل میں تبدیل کر دیتا۔

تم بید شاعر کو دیکھتے کہ میرا قصیدہ سن کر اس کا ذہن کند ہو گیا ہے اور اور فرزدق اخطل (بے ہودہ گو) ہو گیا ہے اور ہر شاعر میرے اشعار غرور کی چادر کھینچتے اور ملیل کا تار پود ڈھیلہ کر دیتے۔

اگر ابی الحسن نے نبوت کا دعویٰ کیا تو میں عنقریب اس فن میں رسول ہو جاؤں گا۔

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اشعار کا کتنا میرے لئے مشکل ہے حالانکہ یہ میرے لئے ایک پائمال بات ہے۔

اگر کسی قوم کے مدحیہ قصائد کہوں یا غزل میں طبع آزمائی کروں تو عجب عجب معافی میں ظہور میں لاؤں۔

لیکن میں تو ایسا نر دہوں جو اپنی بے ضاعت بپا رکھتا ہوں اس شخص سے جو فحشیت میں بڑا ال دیتا ہے اپنی پونجی کو فضول خرچی کرتے ہوئے۔
میر و بیکتا ہوں کہ اگر حسین کبیر کسی بخیل کو دے دی جائے۔ تو یہ بہت بڑا جرم ہے۔

میں یہ خیال نہ کر سکتا تھا کہ بچپن سانپ کا مقابلہ کر سکے گا۔
یا دو سالہ اونٹ پنج سالہ اونٹ کا مقابلہ کر سکے گا۔

میں مسافر ہوں اور تو یہ کچھ ہے۔ مگر ہم دونوں میں رحم کا رشتہ ہے
جو ہم جیسوں کی صلہ رحمی کا مستحق ہے۔

اور علامہ سخاوی نے اپنی کتاب الفوائد الامع میں لکھا ہے کہ صاحب ترجمہ کو حمزہ
ناشری کی مصاہرت نصیب ہوئی۔ جن (خاتون) سے اولاد پیدا ہوئی۔ پھر جب عامر بن
عبداللہ باب نے زبید میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی تو انہوں نے یہ مدرسہ دیکھا۔ اور اس
دیکھتے ہی مجھے اپنے یہ اشعار سنائے۔ یہ موقعہ تھا جب وہ عامر محدود سے چاند
دور سعود میں ملاقی ہوا، اس نے حج اسلام بھی کیا اور کچھ روز کہ مسئلہ کے اندر قیام بھی فرما
پھر واپس لوٹا۔ اللہ اسے اپنی حفاظت میں رکھے۔۔۔ وہ شعر یہ ہیں! ترجمہ :-
اللہ انکار کرتا ہے ماسوائے ازیں کہ تو مفاخر کی بلند یوں پر چاہیے۔

اس لئے تو اس نے تیرا نام عامر رکھا۔

تو نے دین کی بنیادیں ان کے مدٹ جانے کے بعد از سر نو تعمیر کرائیں
اور زندہ کر دیا تو نے اللہ کے ان نشانات کو جو مٹنے کے قریب تھے۔

تو اس بارے میں بلاشبہ دین کا مصلح ہے اور تیرے اس وصف

کے علامات ظاہر و باہر ہیں۔

اور — حضرت می نے النور السافر میں بعض تذکرہ سلطان محمود بن محمد گجراتی ان کے بھی کچھ حالات ہیں اور آصفی نے ان کے چند اور مصنفات کا ذکر بھی کیا ہے، مثلاً

- ۱۔ الاسرار النبویة فی اختصار الاذکار النواویة
- ۲۔ ذخیرۃ الاخوان المختصر من کتاب الاستغناء بالقرآن
- ۳۔ النبیذۃ المنتخبۃ فی کتاب الاوائل للعسکری
- ۴۔ المتعنتۃ المختصرۃ فی الفضائل المکفرۃ للذنوب المقدمۃ والمؤخرۃ
- ۵۔ الحدیقة الانیقة بشرح العروة الوثیقیة
- ۶۔ الحواشی المفیدۃ علی ابیات الیافعی علی العقیدۃ
- ۷۔ ابیات شیخ عبداللہ بن اسعد یافعی پر تین شرحیں

۸۔ ۱۔ مفصل

۹۔ ۲۔ متوسط

۱۰۔ ۳۔ مختصر

۱۱۔ مختصر المقاصد الحسنہ

۱۲۔ لامیۃ العجم کی دو شرحیں

۱۳۔ شرح علی الملحۃ

۱۴۔ رسالہ فی الحساب

۱۵۔ رسالہ فی الفلک وغیرہ

حضرت می نے ان کے چند کرامات بھی لکھے ہیں جن کا اعادہ طول کلامی ہے۔
یہ بھی لکھا ہے کہ انہیں زہر پلا کر ختم کر دیا گیا۔ اس لئے کہ وہ سلطان کے بے حد
معتد تھے۔ بدین و جہ یاروں حمد بزدند و زہر در طعاش کردند — یہ کارستانی سلطان

کے وزما ہی نے کی اس طرح ان کی موت شہادت کے درجہ پر ہے۔ یہ حادثہ ۲ شعبان ۹۳۰ھ کے روز گجرات میں ہوا۔ (ظفر الوالہ)

۶۸۲۔ شیخ محمد بن فخر رہتاسی جو پوری

”الشیخ الفاضل الکبیر“ محمد بن فخر الدین جون پوری، یکے از علمائے کبار۔ تدریس مشغلہ تھا اور متعدد تصانیف کے مالک ہیں۔ یعنی

۱۔ توضح الحواشی شرح المصباح

۲۔ شروح بر حواشی قاضی شہاب الدین دولت آبادی جو کافیہ بن حاجب پر ہیں۔
شیخ عبد القدوس بن اسمعیل گنگوہی نے اپنے رسائل کے اندر انہیں علامہ عصر لکھا ہے اور خواجہ محمد یاشم کشمی نے ذبذبة المقامات بعنمن ترجمہ شیخ عبد الاحد السمرندی نے ان کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ دس واقادہ کی مسند پر جلوہ گر تھے اور کئی کتب کے مصنف۔ شیخ عبد الاحد نے ان سے رہتاس میں ملاقات کی۔ ان کی مجلس میں باریاب ہوئے اس لمحہ کے اندر وہ کتاب المصباح مؤلفہ شہاب الدین دولت آبادی کا درس دے رہے تھے اور حاضرین (طلبا) تو اس پر اپنے اعتراضات لکھوا رہے تھے جو ”غیر واردہ“ (غلط) تھے۔ جس پر شیخ ممدوح عبد الاحد نے جواب دینے کا ارادہ کیا۔ مگر وہ اس کے بغیر ہی مجلس سے اٹھ آئے۔ کیونکہ ان کا ارادہ تو سیاحت کا تھا نہ کہ مباحث میں دخل انداز ہونے کا۔

ادھر جب محمد بن فخر درس سے فارغ ہوئے۔ اور انہیں یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے طلبا سے کہا۔ کہ میں نے تو قاضی کا کلام ظاہر عبارات پر معمول کیا۔ جیسا کہ کپ لوگوں کے سامنے بیان کرتا رہا۔ مگر حقیقت یہ نہ تھی (یعنی اویس الامرکزنگ) بعد ازاں انہوں نے معترضین علیہ عبارات کا صحیح محل بیان کیا۔ خواجہ سلیم کشمی مدوح

فرماتے ہیں کہ میں ان کے اس انصاف پر حیران رہ گیا۔ پھر خواجہ سلیم صاحب نے لکھا ہے کہ یہی مولانا محمد بن فخر ایک روز علما کے ایک جم غفیر کی معیت میں ایک باغ میں داخل ہوئے جو شہر سے باہر تھا مگر دیکھتے ہی دیکھتے ہمراہیوں کی نظر سے غائب ہو گئے۔ انہوں نے بہت تلاش کیا مگر کہیں ان کا پتہ نہ پایا۔

۴۸۳۔ شیخ محمد بن المبارک جون پوری

”الشیخ العالم الفقیہ محمد بن المبارک الحنفی الجون پوری، کلام، اصول اور علوم عربیہ میں متبحر عالم تھے رکن الدین محمد الکنکوی نے اللطائف القدوسیہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے فرماتے ہیں یہ نہایت عالم، صالح، متدین اور سلیم الفطرت شخصیت کے مالک تھے، طبیعت ایسی شائستہ پائی تھی کہ اگر کسی سے مباحثہ کے دوران معلوم ہوتا کہ میرا موقف درست نہیں ہے تو اپنے قول سے فوراً رجوع کر لیتے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ شہر شاہ آباد میں مولانا عبد القدوس سے ان کا مباحثہ کلامی مسائل پر ہو گیا۔ یعنی کسی کے بارے میں وثوق سے یہ کہنا کہ فلاں شخص جنتی ہے یا دوزخی ہے۔ اور یہ بات تو میرے اور خدا کے درمیان یا میرے اور لوگوں کے درمیان ہے۔ وہ اپنے اس دعوے کی دلیل کفر سے اسلام پر آنے کے وقت طہارت سے لیتے ہیں۔ یعنی جنت میں جانے کی شرط ایمان ہے جیسے کہ نماز میں آنے کی شرط غسل ہے۔ پس جب کسی کے ایمان کا یقین نہ ہو اور اس کے ایمان میں شک ہو۔ تو اس کے اہل جنت ہونے پر یقین چہ معنی؟ باوجود کہ نماز کے لئے غسل میں شک ہونے پر اس کی نماز صحیح نہیں ہو سکتی۔ پس نماز اور جنت دونوں کی مذکورہ شرطیں لازم ہیں۔

شیخ عبد القدوس کا جواب :- جس طرح نماز کے لئے جواز کا مدار عدم شک پر ہے طہارت میں۔ اسی طرح دخول جنت کا انحصار ایمان میں عدم شک ہے۔ مگر جس طرح ظاہر میں اہل اسلام میں سے کسی کے ایمان پر شک کرنا جائز نہیں! اسی طرح ایسے شخص کے جنت کے

اندر داخل ہونے میں بھی ظاہر الحکم کے مطابق شک نہیں۔ رہا یہ امر کہ عند اللہ اس کی اصلیت کیا ہے تو ہم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہمیں اللہ کی بات کا علم ہی نہیں! نہ اس عقیدہ پر ہمارے لئے ضرر ہے کیونکہ یہ معاملہ غیب سے متعلق ہے۔ جس پر صاحب شرع کے سوا کوئی قطعی حکم نہیں لگا سکتا۔ یہی بات ہے کلمہ "یہ شخص انشاء اللہ مومن ہے" کے اندر۔ کیونکہ اس کی حقیقت ہماری نظر سے غائب ہے پس اسے صحیح تسلیم کرنا مقام خوف ہے اللہ رب جلیل صاحب کبریا و مالک عظمت کے نزدیک جس کے سامنے ایمان کے اندر شک کی کوئی اہمیت نہیں۔ (اللہ تعالیٰ اس امر سے پناہ میں رکھے) اسی لئے تو امام ابو حنیفہ ایمان کے ذکر میں انشاء اللہ کہنا پسند نہ فرماتے۔ ان کے نزدیک میں سچا مومن ہوں "کہنا تحقق الایمان ہے اس حال میں اور حسن ظن ہے ذات الکریم المغفور الرحیم کے ساتھ مآل میں۔ جو انجام کار مبہم نہیں (انشاء اللہ کے مطابق) رہا ایمان کے بارے میں نماز کا تطابق۔ تو یہ دونوں علیحدہ علیحدہ امور ہیں۔ جواب ابن المبارک :- یہ عقیدہ کہ ایمان خوف اور رجاء کے درمیان ہے ایمان کی شرط ہے بخلاف اس قطعیت کے کہ "میں با ایمان قطعی طور پر ہوں" تو ان دونوں میں منافات ہے۔ اس سے شرط مفقود ہو جاتی ہے اور جب شرط نہ ہو تو مشروط کیسی؟ کیونکہ لوگوں کے نزدیک قطعیت بھی خوف کو دور نہیں کر پاتی کہ اس سے نجات و فلاح کا علم حاصل ہو سکے یوں بھی ایمان کی قطعیت کا یہ علم اللہ کو ہے۔ جو غیر مقطوع ہے۔ اور لوگوں کے نزدیک اس کی قطعیت لازم ہے صحت ایمان پر، کیونکہ خوف و رجاء کے درمیان شرط ایمان ہے۔ اور قطعیت کے ساتھ رجاء بالکل ختم ہو جاتی ہے اور اس میں شرط کے ساتھ مشروط بھی غائب ہی رہ جاتا ہے۔

اسی طرح نماز اور طہارت کا معاملہ ہے تو ظاہر میں ان دونوں کی مطابقت بلاشبہ درست ہے۔ بخلاف ایمان تو اس کا ظاہر و باطن دو حیثیتیں ہیں۔ اور دونوں باہم شرط و مشروط وابستہ۔ پس دخول جنت کے لئے محض ظاہر کافی نہیں۔ کہ ظاہر کا علاقہ باطن کے ساتھ

ہے۔ عند اللہ دخول جنت کا انحصار ظاہر کے ساتھ باطن سے بھی ہے۔ اس لئے ایمان اور نماز دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہوئے۔

رکن الدین محمد فرماتے کہ جب ان کے عم بزرگوار عزیز بن اسماعیل ردو لوی نے یہ بات سنی تو ان کی طرف لکھا کہ جنت اور دوزخ دونوں اسلام اور کفر کا ثمرہ ہیں جب ہم نے کسی پر اسلام یا کفر کا مشاہدہ کیا تو ہم نے جس سے معلوم کر لیا کہ فلاں شخص مسلمان رہ کر مر رہا ہے اور فلاں کفر میں۔ وہ اسلام کا کلمہ آخر وقت میں کہتا رہا۔ اور یہ کفر کی تکرار کرتا رہا۔ اور ان دونوں سے اپنے اپنے کلام کا تفتیش صادر نہ ہوا۔ تو ہم نے لوگوں کی عام روایت کے مطابق پہلے کو جنتی اور دوسرے کو دوزخی کہا۔ اور کتابوں کے اندر بھی ان میں سے کسی کا انجام مبہم مرقوم نہیں۔ اس لئے ہم یہ تحقیق کسی کو اہل جنت یا اہل نارا نہیں کہہ سکتے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ان کے متعلق از روئے الہام انجام کا انداز اللہ کے علم میں ہے۔ اور اس کی حکمت نے ازل ہی میں اس کے حق کا فیصلہ کر دیا ہے۔ پس ہم دونوں میں سے کوئی بات کسی کی بابت نہیں کہہ سکتے واللہ اعلم۔

۴۸۴۔ الشیخ محمد بن محمد ایچی

”الشیخ العلامة المحدث“ مجد الدین محمد بن محمد ایچی بگرامی المسند العالی خداوند خاں، یکے از علمائے مشہورین در علم حدیث، سلطان محمود شاہ کبیر کے عہد میں بگرامی قسطنطنیہ لائے سلطان نے بڑی تعظیم کی۔ جب آپ یہاں مقیم ہو گئے تو سلطان نے مالالال کر کے اپنے ولی عہد مظفر کا اتالیق مقرر کر دیا۔ اور خطاب رشید الملک عطا فرمایا۔

اور جب مظفر شاہ نے عنان حکومت سنبھالی۔ تو آپ کی منزلت میں اور اضافہ ہو گیا۔ آپ کو تمام امراء پر فوقیت بخشی۔ اور خداوند خاں کے لقب سے نوازا۔ حتیٰ کہ مسلسل چودہ سال تک وزیر مملکت کے منصب پر متمکن رہے پھر جب بہادر شاہ بن

منظر شاہ نے تخت سلطنت کو دینیت بخشی تو آپ کو نیابت مطلقہ پر فائز کر دیا۔ آپ نے ۱۵ سال تک یہ عہدہ سنبھالے رکھا۔ جب بہادر شاہ دیو کی طرف گیا۔ اور ہمایوں تیموری نے گجرات فتح کر لیا، تو آپ کو مزید عطایا سے نوازا۔ اور جب ہمایوں کے سامنے پیش کئے گئے۔ تو اس نے نہایت خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ حتیٰ کہ اپنے مصاحبوں میں داخل کر لیا۔ اور انہیں اپنے ہمراہ آگرہ لے آیا گیا۔ مگر جب ہمایوں ایران کی طرف بھاگا۔ اور شیر شاہ سوری نے ملک کی باگ سنبھالی۔ تو سوری نے آپ کو گجرات کی طرف چلتا کر دیا۔ یہ دور شاہ محمد صغیر کا تھا۔ ایچی صاحب نے احمد آباد میں سکونت اختیار فرمائی اور یہیں فوت ہوئے۔ وہ علمائے کبار سے تھے اور حدیث و رجال میں بڑا درک حاصل تھا۔

۴۸۵۔ شمس الدین محمد بن محمد گجراتی

م ۹۳۲ھ یکم صفر ۱۵۲۵ء

”الشیخ العلامة شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن شاہو بن نکو در بن جہام نندہ قرشی سند مفتی الحجۃ العلامة حمید الملک شمس الدین بن رکن الدین بن تاج الدین فقہ و اصول و ادب میں فائق۔ مولد گجرات تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ۸۶۱ھ اپنے دور کے اساتذہ سے پڑھا۔ سند تدریس آداستہ فرمائی۔ تلامذہ میں آپ کے فرزند عبد العزیز اور دوسرے بے شمار انعام ہیں۔ وفات یکم صفر ۹۳۲ھ کے روز گجرات میں ہوئی۔ (بحوالہ رسالہ ابن حجر مکی)

۴۸۶۔ شیخ محمد بن محمد مالکی مصری

م ۹۲۸ھ ۱۵۱۱ء

”الشیخ العلامة محمد بن محمد بن عبد الرحمن بن حسن مالکی مصری۔ شیخ جلال الدین بن محمد الدین

مدفن احمد آباد۔ اپنے اسلاف کی طرح یہ بھی ابن سہید کے نام سے مشہور تھے۔ شیخ عبدالقادر نے النور السافر میں لکھا ہے کہ ۱۶۵۰ء، ماہ شعبان ۱۰۵۹ھ کے روز پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ کنیز تھیں۔ اپنے والد کی گود میں پروان چڑھے۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد کافہ بن حلیب الفیہ وغیرہ پڑھے۔ اور تدریس شروع فرمادی۔ اپنے والد سے اکتساب کیا جن کا ترکہ بہت کچھ ملا۔ مگر بہت جلد ہی تلف کر دیا۔ تنگ دست ہو جانے پر سعید (خطہ در مصر) چلے گئے اور وہاں سے مکہ معظمہ باریاب ہوئے۔ جہاں حافظ شمس الدین سخاوی۔ سے موطا مالک، مسند امام شافعی، ترمذی۔ ابن ماجہ اور الفیہ وغیرہ پڑھے۔

ان کے سوا جوان کی تصانیف تھیں۔ ان کی سماعت کی۔ مدتوں امام سخاوی کی خدمت میں باریاب رہے جس کا تذکرہ انہوں نے اپنی تاریخ میں کیا ہے۔ سخاوی نے لکھا ہے کہ وہ بے حد ذکی اور جملہ علوم میں فائق تھے۔ حافظہ اچھا اور بات میں بھی سلجھاؤ تھا۔ لیکن اخلاق زیادہ اچھے نہ تھے۔

یمن تشریف لے گئے اور زیلع (بستی) کے اندر تدریس حدیث فرمائی۔ یہاں سے ہندوستان کا رخ کیا اور کھجمایت میں آکر رئیس شہر کی مصاحبت سے سرفرازی حاصل کی۔ شیخ جبار اللہ ابن خمد فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں انہیں بہت تعظیم ہوئی۔ سلطان محمدا بیگہرہ نے معرفت حدیث اور فصاحت کی وجہ سے ان کا لقب ملک المورثین رکھا۔

وہ سب سے پہلے فرد ہی جن کو اثنا بڑا لقب ملا جس سے تمام مملکت میں ان کا وقتاً بڑھ گیا۔ رڈنا اور امرا سب ان کے آگے جھک گئے۔ وہ ہر شے سے لوگوں تک کا مادی تھے۔ لوگوں کی ضرورتوں کے کفیل بن گئے ان کے عطیات حرمین تک پہنچنے لگے۔ اگرچہ سلطان محمود کے بیٹے مظفر شاہ نے عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ تو ان کے بھتیجے و خالانے غلبہ کمائے۔ اس بنا پر کہ وہ امراء سے بھی دبے سنے عطیات کی تمنا کرنے لگے۔ جس سے آپ نے مظفر شاہ کی خدمت سے یہ خود کو الگ کر لیا اور اسی حالت میں عدم آباد کی راہ پکڑی۔

انہوں نے اولادِ زبیرہ نہ چھوڑی۔ بلکہ زندگی میں ایک لڑکے کو متبنی بنا لیا۔ جو ان کا وارث قرار پایا۔ اور ان کی اہلیہ کا بھی وارث ہوا۔ مگر ان کے قاہرہ سے غائب رہنے کی وجہ سے ان کی صاحبزادی جو وہاں تھی۔ اس کے لئے کوئی نہ ترکہ تھا۔ کیونکہ وہاں ان کی جائیداد نہ تھی۔ (سہ روایت سناری)

اور آصفی نے طرز الوالدہ میں لکھا ہے کہ میں نے ان کے لئے بیس شیوخ مرویات پر اربعین مدد کی۔ جس کا نام الفتح المبین الہامی رکھا۔ جس سے مقتد ملک المحدثین قاضی جلال الدین کنعانی سے سند کا علو تھا۔ اور جن مشائخ حدیث کو اس سند سے شغف تھا انہوں نے اس کو نظم و نشر میں منتقل کیا۔ اور اپنا اپنا نسخہ مصنف کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے پسند کیا۔ اور اسے پڑھ کر دوسروں کو سنایا اور مجھے بھی اس پر مرحبا کہا۔ (یعنی سخاوی کو)

آپ کی عظمت بدستور مستم رہی۔ سلطان محمود کی رحلت کے بعد جب اس کا وزیر سربراہ حکومت ہوا تو وزیر محمد مجد الدین المسند العالی خداوند خاں ایچی کی سفارش سے سلطان کے مقرب ہوئے۔ سلطان نے ان کے بعض وظائف ختم کر دئے۔ محمود شاہ نے اپنی ولایت میں سے ارض جزیرہ (جو کفارہ سے جزیرہ کے طور پر لی جائے) آپ کے وثیقے میں شامل کر رکھا تھا۔ آپ نے مظفر شاہ کی خدمت ترک کر دی۔ آصفی نے آپ کی وفات ۹۲۹ھ لکھا ہے۔ احمد آباد میں دفن ہوئے۔

۴۸۷۔ العلامة محمد بن محمود طارمی

م ۹۲۱ھ
۱۵۲۲ھ

الشیخ الفاضل العلامة محمد بن محمود طارمی شیخ عماد الدین محمد طارمی یکے از افاضل مشہورین در ہند۔ مولد و منشاء طارم از مواضع خراسان۔ جو ان ہونے کے بعد مختلف اطراف میں گئے اور ائمہ علم و فن سے علوم کی تحصیل کی، ان میں سب سے اہم شخصیت جلال الدین محمد بن اسعد علی قی دوانی صاحب کی تھی۔ پھر اپنے کتب خانہ سمیت نہروالہ گجرات

میں وارد ہوئے۔ اور یہاں سکونت اختیار فرمائی۔ ان کا مدرسہ نہروالہ میں بہت سودمند ثابت ہوا۔ ان کی شہرت پر مولانا وجیہ الدین علوی گجراتی اور قاضی علاؤ الدین عینی اور دوسرے بے شمار افلاس ان سے مستفید ہوئے۔ گجرات میں ان کی مسند تدریس کا مرتبہ بہت بڑا تھا۔

ان کے والد محمود تاجر تھے۔ انہوں نے صرف زر کثیر ایک بہت بڑا خیمہ تیار کروایا۔ لیکن روم میں اس کا کوئی خریدار نہ ملا۔ تب وہ اسے گجرات لے آئے۔ اور سلطان محمود بیگرہ کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے اس کی قیمت زیادہ سمجھ کر نہ خریدا۔ بات یہ ہے کہ یہ نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوئے تو شیخ کبیر محمد بن عبد اللہ الحسینی البخاری بھی مسجد میں داخل ہوئے تو شیخ کبیر محمد بن عبد اللہ الحسینی البخاری بھی مسجد میں تشریف لائے۔ نماز کے بعد جب مسجد سے باہر نکلنے لگے تو محمود نے ان کے (مولانا محمود) کے ہاتھ کو بوسہ دیا دعا کی درخواست کی۔ تاکہ ان کا خیمہ جو بازار میں قیمت حاصل نہیں کر سکا۔ اچھے داموں پر بیٹ جائے۔ شیخ نے اشارہ کیا کہ یہ خیمہ میرے گھر میں پہنچا دیا جائے۔ رہاں پر خیمہ نصب کرا دیا۔ آخر وہ اتنی قیمت میں خرید لیا گیا۔ جس پر اور کوئی اس کا خریدار نہ بن سکا۔ اور مولانا کے قیمت کی ادائیگی کے لئے دوسرے دن کا وعدہ کیا۔

الفاق سے ایک صاحب نے مولانا سے کہا۔ کہ اتنی رقم خطیر وہ شخص کہاں سے لائے گا۔ جس نے کبھی اس قدر رقم حاصل نہ کی ہو؟ اور ایسے فتوح غیبی روزانہ کہاں حاصل ہوتے ہیں؟ اور کب ان کا وعدہ پورا ہوگا؟ صاحب ترجمہ اجنبی تھے ان پر اس شخص کی باتوں کا بہت اثر ہوا۔ وہ شیخ کی منزل کی طرف گئے تو دیکھا کہ بے شمار لوگ خیمہ میں زینت کی لگی ہوئی چیزوں کو لوٹ رہے ہیں۔ وجہ یہ ہوئی کہ جب شیخ خیمہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ اس میں عجب عجیب قیمتی چیزیں لٹکی ہوئی ہیں چنانچہ حکم دیا کہ جسے جو چیز اچھی لگے اتار لے جائے اس حکم کے ملتے ہی قریب اور دور کے لوگ اُمنڈ آئے سلطان محمود بھی تریب کھڑے ہوئے تماشا دیکھتے رہے اور زحمت سے اپنے ہاتھ کاٹتے رہے۔ شیخ نے مولانا کی طرف توجہ کر کے فرمایا۔ ادھر آئیے، اور جو فرش پرے بیٹھنے کے لئے بچھایا گیا ہے اسے الٹائیے

چنانچہ جب انہوں نے اگٹایا تو دیکھا کہ جتنی قیمت کا خیمہ تھا اتنی ہی پوری قیمت اُس کے نیچے پڑی ہوئی ہے چنانچہ مولانا محمود نے اس قیمت کو اٹھایا اور شیخ کی بساط کو بوسہ دے کر معذرت چاہی اور درخواست کی کہ میں بے اولاد ہوں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند مرحمت فرمائے چنانچہ شیخ نے دعا کی اور آگے چل کر صاحب ترجمہ محمد ان کے ہاں طاریہ میں تولد ہوئے۔

بہادر شاہ گجراتی کے عہد میں حادثہ نہروالہ سے قبل ۹۴۱ھ میں ان کا انتقال ہوا۔
(آصفی در نظر الوالہ)

۴۸۸۔ شیخ محمد بن محمود سندھی

م ۹۴۶ھ
۱۵۴۹ء

”الشیخ العالم الصالح“ محمد بن محمود بن طیب الداعظ قطب الدین سندھی یکے از علمائے عالمین۔ وطن اصلی خراسان۔ جہاں سے منتقل ہو کر بھکڑ میں طرح اقامت ڈال دی۔ وہ ہر جمعہ کے روز وعظ کہتے۔ بہت پارسا و مقبول عام و خاص اور صالح تھے۔ رحلت ان کی ۹۴۶ھ میں ہوئی (معصوم صفائی حسینی سندھی در تاریخ سندھ)
۱۵۴۹ء

۴۸۹۔ شیخ محمد بن محمود متوی

م ۹۴۰ھ
۱۵۴۲ء

”الشیخ العالم الکبیر“ محمد بن محمود بن ابوسعید متوی سندھی۔ یکے از علمائے حنفیہ۔
(نہادندی در آثار)

۴۹۰۔ شیخ محمد بن معظم کالپوی

”الشیخ العالم الصالح“ محمد بن معظم الحسینی الکالپوی یکے از برگزیدگان علوم ظاہری و باطنی۔ دریات میں ان کے استاد قاضی محمد بن کزن اور طریقت میں ان کے والد ہیں۔ آپ نہایت

حسین، نورانی شکل۔ بااخلاق، شیریں کلام۔ خوش خط خصوصاً جلی قلم میں، اور ان جملہ علوم میں فائق تھے۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے علمی استفادہ کیا۔ ۹۴۳ھ ۱۵۵۵ء میں رحلت فرمائی اور وہیں سپرد خاک ہوئے (گلزار ابرار)

۴۹۱۔ شیخ محمد بن منتخب امروہی

م ۹۸۶ھ

”الشیخ العالم الکبیر“ محمد بن منتخب بن کبیر بن چاند بن منتخب حبیبی امروہی المشہور بہ میر عدل از نسل سید شرف الدین حسینی الفتوی۔ مولد و منشا امروہہ تحصیل علم کے لئے پھیل گئے، شیخ حاتم بن ابو حاتم کے برسوں ملازم خدمت رہ کر درسیات پڑھیں، حدیث اور دوسرے علوم سید جلال الدین بدایونی کی خدمت میں باریاب رہ کر حاصل کئے۔ یہاں تک کہ فائق اقران ہو گئے، اور فتوے نویسی اور تدریس پر حاوی ہو گئے۔ سلطان اکبر تیموری نے آپ کو دارالعدل کی امارت پر متعین کر دیا۔ جس پر آپ برسوں فائز رہے۔

آپ متقی و پارسا اور حدود اللہ کے سختی سے پابند تھے۔ اوامر و نواہی دونوں کی تلقین فرماتے۔ دین کے بارے میں سخت متعصب تھے۔ بارےب تھے اور منکرات پر لوگوں پر بہت سختی کرتے۔ کسی ملحد کو لب کثائی کی جرأت نہ ہوتی۔ حتیٰ کہ قاضی القضاۃ پر بھی مقدس کے اندر اپنا ”خبث“ ظاہر کرنے میں قائل کرتا۔

بدایونی فرماتے ہیں ایک مرتبہ حاجی ابراہیم سرہندی نے مردوں کے لئے سرخ اور زرد کے لباس کے جواز پر سلطان کے رد و فتوے دیا۔ جس پر آپ بے حد خفا ہوئے۔ حتیٰ کہ انہیں براہِ اخلاص و اتین سنائیں، بدایونی کا بیان ہے کہ خود سلطان ان سے خائف رہتا اور اسی وجہ سے انہیں دار الخلافہ سے دور سندھ میں قاضی متعین کیا یہ ۹۸۴ھ ۱۵۷۶ء کا واقعہ ہے۔ جہاں آپ نے تھوڑی سی مدت کے بعد ۹۸۶ھ ۱۵۷۸ء میں انتقال کیا۔

۲۹۲۔ الشیخ محمد بن منکن ملا نوی

م۔ یکم ماہ رجب ۱۱۵۳ھ

الشیخ الصالح المعتمد محمد بن منکن بن داؤد بن شہاب الدین رومی بکری ملا نوی المشہور بہ شیخ مصباح العاشقین یکے از مشائخ کبار چشتیہ۔ مولد شہر پانی پت۔ سال ولادت ۱۱۲۴ھ۔
اساتذہ | بعد ابتدائی رسائل اور فقہ پڑھی۔ لاہور تشریف لائے اور پھر ملتان جا کر شیخ بہاؤ الدین ابو محمد زکریا ملتانی کے حضور زانوئے تلمذ تہ کئے۔ ملتان ہی میں مولانا حسین سے جملہ درسیات پڑھیں۔
 حدیث بھی ان ہی سے پڑھی۔ بعد ازاں نو دن حجاز گئے اور مشائخ مکہ معظمہ سے حدیث پڑھی۔
 مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف لے گئے۔ وہاں ۱۹ ماہ تک قیام کے بعد ہندوستان واپس آ گئے۔ اور پانی پت میں شادی کر لی۔ کچھ عرصہ بعد لکھنؤ میں شیخ محمد اعظم حسینی کرمانی اور ان کے ہر دو رفقا شیخ محمد مینا و شیخ سعد الدین کی خدمت میں رہے۔ لکھنؤ سے
 اجودھیا آ گئے۔ اور شیخ احمد صوفی راوی کی بیعت کی۔ سات سال مسلسل ان کی خدمت میں بار بار رہے۔ یہاں چلہ کشی شروع کی۔ حتیٰ کہ جذب و سلوک کی منزل تک آ پہنچے۔ جس پر شیخ احمد صوفی نے آپ کو شیخ جلال الدین پنڈوی کے پاس بھجوا دیا۔ اور بنگال جانے کی ترغیب دی۔
 آپ اس سفر میں ابھی بنارس ہی پہنچے تھے کہ ایک ہندو عورت پر فریقہ ہو گئے۔ کئی سال بنارس میں گزار دیے۔ مگر جب شیخ احمد مذکور نے سنا تو خط میں اس حصول مقصد کے لئے تحریک فرمائی۔ اور..... آپ بنارس سے پنڈوہ آ کر شیخ جلال الدین کی خدمت میں باریاب ہو گئے۔ اور ان کے معمولات پر عمل کرنے لگے۔ حتیٰ کہ درجہ مشیخت پر آ پہنچے۔
 شیخ نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ مصباح العاشقین لقب ارزانی فرمایا۔ اور تزویج کے لئے حکم دیا۔ آپ نے تعمیل فرمائی اور اس اہلیہ سے بھی اولاد حاصل ہوئی۔ اتنے میں شیخ جلال الدین شہید ہو گئے۔ تو آپ بنگال سے ہجرت کر کے جون پور آ گئے اور پھر وہاں سے قنوج کے ارادہ سے نکلے، لیکن ابھی قنوج سے بیس میل ادھر ہی تھے کہ ملاوہ نامی مقام

پسند آگیا اور وہیں اقامت اختیار کر لی یہ واقعہ ۸۸۶ھ کا ہے۔ اور کچھ عرصہ بعد حضرت بختیار
روشی دیشخ قطب الدین، دہلوی کے مزار پر سالانہ مجلس میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔ تو
سلطان ابراہیم بن سکندر شاہ مودی نے اپنے والد کے حکم سے آپ کا استقبال فرمایا جس سے
دوسرے روز خود سکندر شاہ ممدوح بھی آپ کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ اور آپ کی ضیافت
کی۔ دہلی کے اکثر لوگوں نے آپ کی بیعت سے استفادہ کیا۔

آپ کثیر المشاغل والفکر الذکور ہونے کے ساتھ شدید العبادت تھے۔ اللہ نے آپ کو
ایک سو سال سے زیادہ عمر دی۔ اس عمر میں بھی چھ ماہ کا ایک چلہ کھینچا اور افطار میں بھی سوائے
ایک یا دو کھجوروں کے اور کچھ تنادل نہ فرماتے۔ چھ مہینے کے بعد جب زاریہ سے نکلے۔ تو
توڑے تقریباً جواب دے چکے تھے اور چلنا پھرنا اور گفتگو کرنا حد درجہ دشوار تھا صرف آنکھ
کے اشارہ سے اپنی بات سمجھانے کی کوشش کرتے۔ چلہ سے نکلنے کے بعد گوشت کا شوریہ
تھوڑا تھوڑا استعمال کرنا شروع کیا تھا آنکھ پھر قوت عود کر آئی۔ ایک روز دیکھا کہ ان کی
اہلیہ نے ان کی قبر کی خاطر بہت بڑی عمارت تعمیر کروائی ہے۔ دیکھ کر فرمایا کہ اس نے اپنے
بیٹے جلال کی خاطر دکان تعمیر کروائی ہے ورنہ میری قبر کے لئے ایسی نچتہ عمارت کی کیا ضرورت
تھی میرے لئے تو آسمان کی کھلی چھت کافی تھی۔ اس سے چند روز بعد بخار میں گھر گئے۔ اور
اسی حالت میں داخل بہتق ہوئے۔ یہ واقعہ یکم ماہ رجب ۹۳۳ھ کے روز ظہور پذیر ہوا۔
دچند واردی نے یہ تذکرہ اپنی کتاب مصباح العاشقین میں لکھا ہے۔

۴۹۳۔ شیخ محمد بن حبیب اللہ شیرازی

”الشیخ الفاضل“ محمد بن حبیب اللہ بن عطا اللہ حسینی شیرازی سید کمال الدین
گجراتی۔ علوم حکمیہ میں فردر دزگار۔ ۸۹۸ھ کے اندر سلطان محمود شاہ کبیر کے زمانے میں ان
کے والد شیراز سے ہندوستان آ گئے۔

آپ نے اپنے والد ہی کی خدمت میں مدتوں باریابی سے پڑھا۔ حتیٰ کہ اکثر فنون
میں جید العصر ہو گئے۔ درس و افادہ مشغلہ تھا۔ بے شمار الفاس (از علماء) نے آپ سے

اکتساب کیا وفات ۲۵ ربیع الثانی کو باساول بستی میں ہوئی لیکن صحیح سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔

۴۹۴۔ شمس الدین محمد بن یار محمد غزنوی

م ۹۴۰
۱۵۵۲ھ

«الامیر الکبیر» محمد بن یار محمد حسینی الغزنوی نواب شمس الدین محمد اتکہ خاں دہلوی «الخان الاعظم» یحییٰ از علمائے کبار در دولت تیموریہ۔ مولد و منشا غزنہ سلطان بابر شاہ تیموری کے صاحبزادہ مرزا کامران کے مدت تک مصاحب رہے۔ اور جب ۹۴۰ھ میں قنوج کے مقام پر سلطان ہمایوں کو شیر شاہ سوری کے مقابلہ میں شکست ہو جانے پر فوج بھی جان بچانے کے لئے جہانپور کو دپڑی۔ جس سے اکثر سپاہی دریا میں ڈوب مرے۔ اور ان کے ساتھ ہمایوں نے اپنی سواری کا ہاتھی دریا میں ڈال دیا۔ مگر جب ہاتھی دریا کے دوسرے کنارے پر ساحل سے لگا۔ تو یہاں بلند تودہ تھا۔ جس سے ہاتھ خشکی پر نہ پہنچ سکا۔ اور ہمایوں نے فکر و غم کی لہروں میں پیچ و تاب کھانے لگا تو دفعۃً ایک شخص نے سلطان کا ہاتھ پکڑ کر اُسے ساحل پر پہنچا دیا۔ ہمایوں کی جان میں جان آگئی۔ اپنے نجات دہندہ کا نام دریافت کیا۔ یہ شمس الدین محمد غزنوی تھا۔ ہمایوں اس سے بڑا اچھا وعدہ کر کے پنجاب کی طرف بڑھا۔ اور جب ہمایوں کی پیگم نے اکبر کو جنم دیا تو ہمایوں نے شمس الدین کی زوجہ کو بچے کی رعناعت سپرد کی۔ وہ اکبر کو اس کے پاس چھوڑ کر خود ایوان چلا گیا۔ اور جب وہاں سے لوٹ کر دوبارہ اس ملک پر قابض ہو گیا تو شمس الدین محمد مذکور کو پنجاب کے اندر جاگیر عطا فرمادی۔

جب اکبر نے زمام حکومت ہاتھ میں لی۔ اور امیر شہر بیرم خان کو معزول کیا۔ تو امیر مذکور کے جملہ امور اذیت از قسم علم و تقارہ وغیرہ شمس الدین محمد کو عنایت فرمادے۔ صاحب ترجمہ مردناصل و صالح العقیدہ و پارسا اور دیانت دار ہونے کے ساتھ کثیر العبادت اور اکبر کے نزدیک بھی عالی منزلت تھے۔ جس کی وجہ سے امرا ان کا اس قدر حسد کرتے کہ آخر ۹۴۰ھ میں ادہم بن باہم نے انہیں قتل کر دیا جس کی پاداش میں

قساتی کو قصاص کے طور پر جلاؤ کے حوالے کر دیا گیا۔ ان کی تاریخ وفات خان شہید
ایک صاحب نے کہی۔ (عبد الرزاق درناثر الامراء)

۵۹۵۔ مہدی جون پوری

مہینہ شنبہ ۱۵۰۴ھ

(الشیخ الکبیر محمد ابن یوسف حسینی جون پوری مدعی حدودیت از مشاہیر ہند) سال ولادت
۸۴۶ھ۔ مولد شہر جون پور۔ حفظ قرآن کے بعد شیخ دانیال ابن الحسن عمری بلخی کے حضور زانوئے
تلمذتہ کئے۔ ۱۵ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو کر جرأت کے ساتھ بحث و تہقیق کے حلقہ
میں در آئے۔ جس کی وجہ سے ان کا لقب اسرار العلماء مشہور ہو گیا۔ تدریس کی مسند آراستہ
کی اور طریقت میں بھی اپنے شیخ العلوم دانیال سے مستفید ہوئے۔ ریاضت و مجاہدہ میں
مدتوں مسلک رہے۔ بعد ازاں گھر بار اور وطن چھوڑ کر اہل و عیال کو ہمراہ لیا اور طویل عرصہ
تک پہاڑوں اور جنگلوں میں گھومتے پھرے، اس سفر میں خود کو مہدی سے ملقب کیا۔ پھر
چندیری چلے گئے۔ یہ شہر علاقہ مالوہ کا سب سے بڑا شہر تھا۔ یہاں وعظ و تلقین شروع کر
دی۔ عوام کا میلان آپ کی طرف ہو گیا۔ جس پر مشائخ حسد پر اتر آئے۔ اور اپنے انصار کو
ان کے شہر بدر کرنے پر آمادہ کر دیا۔ سید صاحب وہاں سے شہر مندو چلے گئے۔ سلطان
غیاث الدین خلجی اور مولانا الشیخ ہدایت معتقد ہو کر بیعت ہو گئے۔ جس سے آپ کی عظمت بڑھ
گئی۔ پھر صوبہ بکرات کے شہر جاپانیر میں وارد ہوئے۔ امریا المعروف ونہی عن المنکر شروع کر دیا۔
لوگوں کو زہد و کیسوی کی تلقین کے ساتھ شریعت پر قائم رہنے کی ہدایت فرماتے۔ یہ رنگ دیکھ
کر سلطان محمود شاہ الکبیر راغب ہو گئے۔ اور آپ کی مجلس میں حاضری پر آمادہ ہو گئے مگر علماء وقت
نے سلطان کا یہ رنگ دیکھ کر منع کیا۔ آپ بہان پور اور دولت آباد ہوتے ہوئے احمد نگر
چلے گئے۔ یہاں کے رئیس امیر نظام شاہ بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ پھر آپ شہر احمد آباد وید
آئے جس کا نام اورنگ زیب عالمگیر نے محمود آباد رکھا۔ یہاں شیخ متین، ملا ضیاء اور قاضی
علاؤ الدین وغیرہ نے آپ کی بیعت کی۔ پھر آپ گلبرگہ آئے اور حرمین شریفین کا سفر فرمایا۔

اور مکہ معظمہ میں پہنچ کر دوسری مرتبہ اپنے مہدی ہونے کا اظہار فرمایا۔ اور فرمایا کہ

مَنْ تَبِعَنِي فَهُوَ مَوْمِنٌ (جو شخص میری پیروی کرے وہ مومن ہے)

مکہ معظمہ میں شیخ نظام وقاصی علاؤ الدین نے سب سے پہلے ان کی بیعت کی۔

یہ ۹۰۱ھ کا واقعہ ہے۔ حج کے بعد آپ احمد آباد و گجرات تشریف لا کر ذکر میں مصروف ہو

گئے۔ لافعداد افراد نے آپ کی بیعت کی۔ یہاں آپ نے تیسری مرتبہ اپنی مہدویت کا

اظہار فرمایا۔ جو ۹۰۳ھ کا ماجرا ہے۔ علمائے شہر آپ کے شہر بدر کرنے پر تل گئے سلطان

محمود شاہ الکبیر نے آپ کو احمد آباد سے شہر بدر کر دیا۔ آپ قریہ سولہ سایج میں کچھ روز

قیام کے بعد شہر قن اور وہاں سے قریہ برلی د جو قن سے ۳ میل پر واقع ہے) اب

چوتھی مرتبہ آپ نے مہدی ہونے کا اظہار فرمایا۔ باایں وصف کہ

مَنْ انْصَرَفَ فَقَدْ كَفَرَ (جو شخص ان کی مہدویت کا انکار کرے وہ کافر ہے)

جس پر علمائے آپ سے بحث کی۔ تو آپ سندھ کے ارادے سے چل پڑے۔

یہاں کے علما بھی آپ کے خلاف ہو گئے، اور بحث و نقد کے بعد آپ کو سندھ سے

نکال دیا۔ لیکن یہاں کے باشندے جوق در جوق آپ پر ایمان لے آئے۔ آپ نے

سندھ سے خراسان کا قصد فرمایا۔ اس سفر میں آٹھ سو افراد آپ کے ہمراہ تھے۔

حتیٰ کہ شہر قندھار میں وارد ہوئے۔

قندھار کے رئیس مرزا شاہ بیگ نے آپ کو وہاں جامع مسجد میں علمائے شہر کے سامنے

اپنا دعویٰ پیش کرنے کے لئے کہا۔ آپ مسجد میں حاضر ہوئے۔ وعظ کیا۔ خود روئے لوگوں

کو رلایا۔ تو مرزا شاہ بیگ یہ حالت دیکھ کر آپ پر مائل ہو گیا۔ اور آپ کا راستہ کھول دیا۔

جب آپ فراہ نامی مقام میں پہنچے تو امیر ذوالنون نے آپ کا راستہ روکا اور شاہ

خراسان حسین مرزا کو لکھا کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے، اس خط پر نو ماہ گزر گئے اور

کوئی جواب نہ آیا۔ تا آنکہ اسی مدت میں سید محمد کا انتقال ہو گیا۔ جس کے بعد ان کے

اصحاب ادھر ادھر بکھر گئے۔ اور وہ جہاں گئے اپنی دعوت پیش کرتے گئے۔ جن میں سے

صوبہ گجرات دکن میں ہمارے عہد تک اس فرقہ کے ماننے والے موجود ہیں۔

بعد ازاں ان کے پیروؤں میں ان کے دعاوی کے متعلق اختلاف ہو گیا۔
 ۱۔ ایک گروہ نے انہیں صرف صاحب کشف و کرامت بتایا۔
 ۲۔ دوسرے گروہ نے انہیں صاحب کشف و کرامت ہونے کے ساتھ اپنے کشف کی تعبیر میں خطا کار بتایا۔

۳۔ تیسرے گروہ نے انہیں ان کے مسلک جدید میں مبتدع بتایا۔

۴۔ بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ

استکان صاحب مقامات عالیہ ذاصدق و اخلاص فی الطریقت،

رفیع المنزلۃ فی الفقر اختراع اصحابہ طریقاً جدیداً۔

وہ صاحب مقامات عالی تھے صاحب صدق و اخلاص تھے اپنے طریقہ اور

فقر میں بھی ان کا مرتبہ بلند تھا۔ ان کے اصحاب نے یہ جدید طریقہ ایجاد کر لیا،

۵۔ عبدالرحمن ابن طحوی نے مرآة الاسرار میں لکھا ہے کہ

استکان عارفاً خطا فی کشفہ

(وہ عارف تو تھے مگر انہوں نے اپنے مکشوفات کی تعبیر میں غلطی کی ہے)

۶۔ ابن مبارک فرماتے

استادعی المہدی فی غلبۃ الحال و صدر منہ الخوارق الکثیرۃ فی

حجم علیہ الناس و صدقہ فی ادعائہ

(انہوں نے غلبۃ الحال یعنی بے اختیاری کی حالت میں مہدویت کا دعویٰ

کیا۔ ان سے خوارق کا صدور ہوا۔ لوگ ان پر جمع ہو گئے اور ان کے دعوے

مہدویت کی تصدیق کی)

لاہوری نے اپنی تالیف خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے۔

استکان انا مہدی فی غلبۃ الحال و السکون عما قال بعضہم،

”انا اللہا و سبحانی ما اعظم شافی و امثال ذلک من الاقوال“

(انہوں نے کہا میں مہدی ہوں یہ کہنا ان کا غلبہ حال و بے اختیاری اور کمر

کی وجہ سے تھا۔ جیسا کہ بعض اہل اللہ نے خود کے متعلق فرمایا: "میں اللہ ہوں اور منزہ ہوں لغزش سے وارہی میری شان ابیہ اور اس قسم کے اقوال اور صوفیا کے بھی ہیں۔"

لیکن واقعہ یہ ہے کہ سید محمد نے دوسرے صوفیا کی مانند ہوش میں آنے کے بعد اپنے ایسے اقوال سے رجوع فرمایا تھا۔ مگر ان کے جاہل پیروں نے ان (سید مہدی) کے رجوع کو معتبر نہ ٹھہرایا بلکہ وہ اس پر مصر رہے کہ سید صاحب مہدی موعود تھے۔ جس سے وہ خود بھی راہ راست سے دور رہ گئے اور بے شمار مخلوق کو بھی گمراہ کیا۔ یعنی ایک نیا مذہب ایجاد کر لیا اور اس مذہب کا نام فرقہ مہدویہ رکھ لیا۔

۷۔ البورجاء محمد شاہ جہاں پوری نے اپنی کتاب "الہدایۃ المہدیہ" میں لکھا ہے کہ
و۔ ان الجون پوری لم یمنع اصحابہ عن ذلك وبذل اسم ابیہ بعد اللہ
واسم امہ بآمنہ واشاعہا فی الناس۔

رجون پوری نے اپنے اصحاب کو اپنے مہدی ماننے سے نہیں روکا۔ اور اُس نے اپنے باپ اور والدہ کا نام بدل کر عبد اللہ اور آمنہ رکھ دیا اور لوگوں میں یہی نام مشہور کر دئے۔

وصنف کتاباً فی اصول ذلك المذہب ثم نقل رجاء اصول ذلك المذہب
فی کتابہ،

اور مہدی صاحب نے اپنے مذہب (بلکہ مسلک مترجم) پر ایک کتاب لکھی جس میں سے البورجاء نے اپنی کتاب میں ان کے کچھ اصول نقل کئے۔

ب۔ مثلاً یہ کہ "اننا مہدی موعود وانا افضل من ابی بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم"

ج۔ بل اننا افضل من آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علی نبینا و علیہم السلام

د۔ وانا کان مساویاً لیسیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی المنزلۃ و ان کان

تالبعالہ فی الدین،

- ۴ - ومنها ان ما خالف من الكتاب والسنة قوله وفعله فهو غير صحيح،
 و - ومنها ان تاويل كلامه حرام وان كان مخالفاً للعقل،
 ز - ومنها ان المجون پوری وسيدنا محمد اصلی اللہ علیہ وسلم کلامها مسلمان کاملان
 دساتر الانبياء ناقصوالاسلام،

ح - ومنها ان الانسان ان لم يشاهد الانوار الالهية بالعين او بالقلب في اليقظة او في المنام فليس بمومن -

ط - ومنها ان الواجب على كل مسلم ان يهاجر وطنه ويختار محبته الصادقين بعد الهجرة،

ی - ومنها ان المجون پوری شریک فی بعض الصفات الالهية بعد فوخره بهنصب الرسالت والنبوۃ انتهى بقدر الحاجة -

ب، وہ مہدی موعود ہیں اور حضرت ابو بکر و عمر عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں
 ج، بلکہ وہ افضل ہیں حضرت آدم و نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علی نبیاء علیہم السلام
 سے۔

د، وہ مرتبہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہیں مگر شریعت میں ان کے
 پیرو ہیں۔

۴، ان کا جو قول یا فعل کتاب و سنت کے خلاف ہو۔ وہ قول صحیح نہیں۔

و، ان کے کلام کی تاویل حرام ہے۔ اگرچہ وہ کلام، عقل کے خلاف ہو۔

ز، جون پوری اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کامل مسلمان تھے اور بقیہ
 انبیاء ناقص الاسلام تھے۔

ح، اگر انسان اپنی ان آنکھوں اور دل سے بیداری یا نوم کے اندر انوار الہی نہ دیکھ
 پائے تو وہ مومن نہیں ہے۔

ط، ہر ایک مسلمان پر اپنے وطن سے ہجرت کرنا واجب ہے۔ جس کے ساتھ ہی وہ

صالحین کی مجلس اختیار کرے۔

(ی) جو نیوری رسالت پر فائز ہونے کے بعد بقدر ضرورت خدائی پر فائز ہو گئے تھے، بعض صفات الہی میں بھی خدا کا شریک ہے۔

تاریخ پالن پور مؤلفہ گلاب بن عبداللہ المہدوی میں مذکور ہے کہ فرقہ مہدویہ باقاعدہ کچھ اصول ہیں اور کچھ فروع اصول یہ ہیں کہ سب سے پہلے اس حسن قصد و اخلاص سے توبہ کی جائے کہ اس میں ریاء کا شائبہ تک نہ رہے۔

دوم۔ ایسے اعمال صالح کئے جائیں جن سے اللہ کا قرب حاصل ہو۔

سوم۔ حفظ انفاس کے طریق پر ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیئے۔

فروع میں ان کا طور طریق بالکل اہل سنت کی طرح ہے ذرا برابر فرق نہیں۔ اُن کا قول ہے کہ جو کوئی ہمارے طریقہ پر آنا چاہے اس کے لئے لازم ہے کہ دنیا و علائق دنیا کو خیر باد کہے، دوم لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرے، سوم وطن و دیار کو خیر باد کہے، چہارم صدیقین کی صحبت اختیار کرے۔ پنجم۔ دوام ذکر، اس تو صبیح سے غالباً آپ پر واضح ہو گیا ہو گا کہ اہل راجعات اور ان کے مابین سوائے مہدی جو نیوری کے دعوئے ہدایت کے اور کوئی فرق نہیں۔

ان کی وفات بروز پنج شنبہ ۱۵۰۴ھ کو ہوئی۔

۴۹۴۔ شیخ محمد بن یوسف بہمان پوری المشہور شیخ بھکاری

”الشیخ العالم الفقیہ“ محمد بن یوسف بن کمال القرشی الماندوی الشیخ تاج الدین بکال الدین بہمان پوری المشہور بہ شیخ بھکاری۔ یکے از مشائخ کبار۔ ان کے جد کمال الدین ہندوستان - نشریہ لائے، اور رشتہ بدور میں سکونت اختیار فرمائی۔ یہاں انہوں نے شادی کی۔ اور اولاد

کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔ جن میں ایک تاج الدین یوسف ہیں جو ۸۸۵ھ میں پیدا ہوئے، انہوں نے مندو میں شادی کی، اس خاتون کے بطن سے قطب الدین محمد صاحب ترجمہ ۹۰۲ھ میں متولد ہوئے۔ جو شیخ بھکاری سے ملقب ہوئے ان کے

شیوخ میں شیخ ابراہیم بن المعین الحسینی ایرجی ہیں۔ اور ان سے قاضی ضیاء الدین عثمانی نیوتنی پور دوسرے بے شمار انفاس از طبقہ علماء و صوفیاء نے استفادہ کیا۔

تہنیف (۱) جو اہل الاسرار در حقائق و معارف

وفات ۱۲ ربیع الاول ۹۷۲ھ در شہر برہان پور (از مجمع الابرار)

۲۹۷۔ شیخ محمد اُچی سندھی

م ۹۷۲ھ
۱۵۵۴ء

”الشیخ العالم الفقیہ“ محمد بن محمد اُچی یکے از علمائے مشہورین در عصر خویش، آل جعفر سے منسوب۔ انہوں نے سید محمد جون پوری پر عائد کردہ الزامات کی تردید کی جو حاکم نظام الدین صاحب سندھ کے عہد حکومت میں ان پر عائد کئے گئے تھے۔ آپ اُج سے اُس دور میں نکل آئے جب وہاں علما کا ظہور خستہ ہو چکا تھا۔ اور بھکڑ میں قیام فرمایا۔ جس کے بعد ٹھٹھہ کو اپنے درو و مسود سے مفتخر فرمایا۔ جہاں کے سربراہ حکومت مرزا شاہ حسین نے آپ کو قاضی شکر اللہ کی جگہ قاضی القضاۃ مقرر کر دیا۔ (ماثر)

۲۹۸۔ ملک محمد جالسی

”الشیخ الفاضل“ محمد بن ابو محمد حنفی جالسی المشہور بہ ملک محمد یکے از شعراء۔ بھاشا۔ شاگرد شیخ مبارک بن جلال اشرفی جالسی جن کے آپ برسوں ملازم خدمت رہے۔ ان کے متعدد مصنفات ہیں۔

پر ماوت بھا کھا (جس کے اندر ایسے نو اطوار اور سات ایسے اطوار کا ذکر کیا گیا ہے) جو طریقت اشرفیہ میں مذکور ہیں۔ اور ان کے اندر سات دیپ نو کھنڈ یعنی ہفت ارضین اور نو فلک کا ذکر ہے۔ ازاں جملہ اکھراوت ہے۔ چیناوت ہے، چتراوت ہے، اور ایک ان میں عورتوں کے حیلوں اور سکاریں سے متعلق ہے۔ اور ایک آخری کلام یعنی آثار قیامت سے متعلق ہے۔ کہر و نامہ و سوری نامہ و کھرا نامہ و مہرا نامہ و غیرہ چودہ قسم کے

نورۂ حیات :- یہ ذکر عبد القادر جانی نے اپنی کتاب جائن نامہ میں کیا ہے۔

۴۹۹۔ مولانا محمد لاہوری

”الشیخ العالم الکبیر المحدث“ مولانا محمد مفتی لاہوری۔ مرجع انام اور لاہور میں منصب مفتی پر فائز تھے۔ درس و افادہ مشغلہ تھا۔ جب صحیح بخاری یا مشکوٰۃ المعانی ختم کرتے۔ تو علماء و مشائخ کی دعوت کرتے۔ اور ان کو نمکین اور شیریں ہر قسم کے کھانے کھلاتے۔ مگر جب نوے سال کی عمر تک آپہنچے تو بڑھاپے کی وجہ سے تدریس بند کر دی۔ (بدایونی و تاریخ خود)

۵۰۰۔ مولانا محمد الدین محمد سرہندی

”الشیخ العالم الکبیر“ محمد الدین محمد الحنفی سرہندی یکے از مشاہیر عصر، در کثرت تدریس و افادہ شاگرد تھے شیخ بہاد بن صالح سرہندی کے اور ان سے مستفیض تھے شیخ سلیم بن بہاؤ الدین شتی و دیگر انفاس و اعلام، شیخ یعقوب بن حسن کشمیری نے ان کو دیکھا اور اپنی کتاب مغازی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کا ذکر کیا اور لکھا ہے کہ وہ اپنے دور میں سب سے بڑے عالم تھے، محمد بن الحسن مندوی نے اپنی کتاب گلزار ابرار میں لکھا ہے کہ جب بابر تیموری نے ہندستان فتح کیا تو اس وقت مولانا محمد حیات تھے، اور اس نے سرہند جا کر ان سے ملاقات کی اور انعام و اکرام سے نوازا۔ افسوس ہے کہ ان کے سنہ وفات پر مطلع نہ ہو سکا۔

۵۰۱۔ الفقیہ محمد ناٹلی

”الشیخ العالم الفقیہ“ محمد بن ابو محمد شافعی ناٹلی مدفون بہ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مولد و نشا ہندوستان۔ سفر حجاز میں شیخ علی متقی برہان پوری سے علوم کا استفادہ کیا، معمول یہ تھا کہ چھ ماہ مکہ مکرمہ میں اور چھ ماہ مدینہ منورہ میں بسر کرتے، شیخ عبدالحق بن سیف الدین ان سے ملے اور زادا المتقین میراں کا ذکر کیا۔

۵۰۲۔ مولانا محمد ناز نولی

”الشیخ الفاضل“ محمود بن ابو محمد حنفی ناز نولی یکے از علمائے ممتازین در تاریخ۔

طریقت میں اپنے شباب ہی میں شیخ احمد بن مجد شیبانی سے مستفیض ہوئے اور درسیات شیخ عبدالمقتدر تلمیذ شیخ احمد سے پڑھیں (عبدالحق در اخبار الاحیاء)

۵۰۳۔ الشیخ الفاضل القاضی محمد بن ابیہیم یزدی المعروف بیزیدی

م ۹۹۸ھ
۶۱۵۲۱

”الشیخ الفاضل“ قاضی محمد بن ابیہیم شیعہ از ساکنین یزد۔ یکے از علمائے منطق و فلسفہ۔

یزد از بلاد فارس مولد و منشا ہے۔ علم کے لئے سفر کیا اور فاضل مرزا جہان شیرازی سے پڑھ کر ۹۸۲ھ میں ہندوستان تشریف لے آئے۔ اکبر شاہ تیموری کے تقرب سے فیض حاصل کیا۔ اور اس کی طرف سے جون پور کے قاضی مقرر ہوئے۔ یہ واقعہ ۹۸۲ھ یا ۱۵۲۸ھ سے قریب کا ہے۔ وہ اہل تسنن کے خلاف بے حد متعصب اور خلفائے ثلاثہ پر طعن و تشنیع میں بہت زبان دراز تھے۔ صحابہ و تابعین بھی ان کے ہدف سے نہ بچتے۔ ان کی ایسی ہی بیہودگیوں کی وجہ سے ان کا لقب بیزیدی پڑ گیا۔ (بدالیونی)

اور جب محمد معصوم کابلی نے بنگال میں اکبر تیموری کے خلاف خروج کیا۔ تو معز الملک جون پوری نے اول الذکر کی مساعدت کا ارادہ کیا۔ جس پر قاضی محمد (صاحب ترجمہ) نے بھی محمد معصوم کو شہ ذی۔ مگر حبیب حکیم ابو الفتح بن عبد الرزاق گیلانی بنگال سے لوٹ کر جون پور آیا۔ تو ان دونوں کے ارادے سے سلطان اکبر کو مطلع کیا۔ سلطان نے دونوں کو طلب کر لیا۔ دونوں کو مشکیں باندھ کر دریائے جمنا میں کشتی میں سوار کیا گیا۔ کشتی جب اٹادہ کے قریب پہنچی تو پانی میں ڈوب گئی اور بعض مورخین کا بیان ہے کہ اکبر شاہ کے حکم سے اس کشتی کو غرق کیا گیا۔ یہ واقعہ ۹۹۸ھ کا ہے۔

۵۰۴۔ قاضی محمد تھانیسری

”الشیخ العالم الفقیہ“ محمد بن محمد حنفی تھانیسری۔ یکے از علمائے کبار۔
یہ ذکر رکن الدین محمد بن عبد القدوس گنگوہی نے اپنی کتاب اللطائف القدوسیہ میں

کیا ہے۔

۵۰۵۔ السید محمد مکی سبھلی

الشیخ المجتہد محمد بن ابو محمد حبیبی مکی سبھلی یکے از علمائے قرآن و تجوید۔ مشہور و معروف
خلیش۔ ہر سات قرأت میں قرآن شریف پڑھ سکتے تھے عبد القادر بن ملوک شاہ بدایونی
نے ۹۵۹ھ میں ان سے شہر سبھل میں پڑھا۔ جس کا ذکر ممدوح ہی نے اپنی تاریخ میں
کیا۔

۵۰۶۔ مولانا شمس الدین محمد شیرازی المشہور بہ زیرک

”الشیخ الفاضل العلّامہ“ شمس الدین محمد شیرازی المشہور بہ زیرک، ہندوستان میں
سلطان محمود شاہ گجراتی کے عہد میں وارد ہوئے اور احمد آباد میں سکونت اختیار کر لی۔
آپ نے سلطان ممدوح کے لئے آثار محمود شاہی لکھی (گلزار ابرار)

۵۰۷۔ شیخ محمد الجفّار دکنی

م ۹۹۳ھ
۱۵۸۵ء

”الشیخ الفاضل محمد بن ابو محمد الجفّار دکنی۔ علم جمہور، وفق اعداد اور دوسرے علوم غریبہ
میں بیکتا ئے روزگار تھے۔ قرآن مجید ایسے دل پذیر طبع سے پڑھتے کہ دل میں اتر جاتا، بڑے
کریم النفس سخی، خوش کلام اور دل موہ لینے کے پیرائے میں بات کرتے ۹۹۳ھ میں
رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۵۰۸۔ مولانا محمد حسین یزدی

م ۹۸۱ھ
۱۵۴۳

”الشیخ العالم الکبیر محمد حسین الیزدی یکے از علمائے کبار۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد قرأت و تفسیر اور حدیث میں فرد روزگار ہوئے۔ ہندوستان آگئے اور دہلی میں طرح اقامت ڈال دی۔“

تصانیف (۱) شرح شمائل ترمذی۔ (منہایت مفصل)
(۲) منظومہ در شمائل نبوی البصا

۹۸۱ھ میں دہلی کے اندر رحلت فرمائی (قانع در تحفة الکرام)
۱۵۴۳

۵۰۹۔ مولانا محمد درویش جون پوری

م ۹۹۸ھ
۱۵۸۹

”الشیخ الفاضل“ محمد درویش حسینی واسطی جون پوری، یکے از علمائے صالحین جن کا نسب سولہ واسطوں سے امام دید بن علی ابن الحسین ابن علی رضی اللہ عنہم تک پہنچتا ہے۔ مولد و منشا قریہ نو نھرہ از اعمال غازی پور۔ علم کے لئے جون پور آئے۔ اور شیخ مبارک ابن خیر الدین کے زادیہ میں قیام کیا اور تحصیل علوم میں اس قدر منہمک ہوئے۔ معاصروں میں ممتاز درجہ حاصل کیا اور فتویٰ و تدریس کو اپنا مشغلہ قرار دیا۔ شیخ مبارک ممدوح نے اپنی صاحبزادی آپ کے حوالہ عقد میں منسلک کر دی۔ جس کی وجہ سے انہوں نے مستقل قیام کر لیا۔ اور مدت تک وہاں درس دیا۔ ۹۹۸ھ بتاریخ ۱۴ راہ ذی الحجہ رحلت فرمائی (نجل نوں)

۵۱۰۔ مولانا محمد سعید خراسانی "میر کلاں"

م ۹۸۱ھ
۱۵۴۳

”الشیخ العالم المحدث“ محمد سعید بن مولانا خواجہ حنفی الخراسانی المشہور بہ میر کلاں یکے از

علمائے کبار۔ بلوغ کے بعد عصام الدین ابراہیم بن عرب شاہ اسفرائینی اور دوسرے اساتذہ سے پڑھا۔ مگر حدیث سید میرک شاہ بن جمال الدین حسینی ہردی سے پڑھی جن کی خدمت میں برسوں باریاب رہے۔ پھر حرمین گئے اور حج و زیارت کے بعد مکہ مکرمہ کے اندر برسوں قیام فرمایا۔

تلاذہ | ملا علی قاری ہردی مصنف مرتاۃ وسید غفر بن جعفر حسینی نہروالی۔ اور بے شمار علما۔

وہ بہت بڑے عالم محدث و محقق تھے ان کا علم نافع اور معلومات کا خزانہ تھا۔ حدیث میں یدِ طولیٰ اور درس و افادہ میں طریقہ ظاہریہ کے ساتھ آخر عمر تک واسطہ ہے اگرہ میں انتقال فرمایا۔ سال وفات ۹۸۱ھ ہے (بدایونی)

۵۱۱۔ مولانا محمد حسین ترکمانی

م ۹۷۰ھ
۱۵۶۲ء

الشیخ العلامة محمد سعید حنفی ترکمانی۔ منطق و فلسفہ میں مصباح الدہر تھے۔ اساتذہ میں شیخ احمد حند و علی محمد سرخ۔ اور عصام الدین ابراہیم بن عرب شاہ اسفرائینی ہیں۔ حتیٰ کہ جملہ علوم و فنون میں ممتاز ہو گئے۔ ۹۷۰ھ میں ہندوستان تشریف لے آئے یہ سلطان کبیر تیموری کا دور تھا۔ ان سے مالی منفعت حاصل ہوئی۔ اور یہیں طرح اقامت ڈال دی۔ بے شمار الفاس آپ کے علم سے مستفیض ہوئے۔

علوم عقلی و نقلی دونوں میں ماہر تھے۔ کثیر الفوائد اور گفتگو میں نہایت تیز شیریں کلام دستورہ تحصیل و دین دار و متواضع اور طالب علموں پر مہربان۔ شہر کابل کے اندر ۹۷۰ھ میں رحلت فرمائی۔ (بدایونی)

۵۱۲۔ قاضی محمد معین لاہوری

م ۹۹۵ھ
۱۵۸۶ء

شیخ فاضل محمد معین لاہوری یکے از فقہائے مشہورین در عہد غولیش، و از نسل شیخ

معین مؤلف معارف النبوة۔ لاہور میں منصب قضا پر اپنی کیرسنی تک فائز رہے۔ ان کے فیصلے قابل تحسین تھے۔ اپنے ہاتھ سے کتابیں لکھ کر طلباء کو عنایت فرما دیتے۔ اور اس کے لئے بے حد مال خرچ کرتے۔ ۹۹۵ھ میں رحلت فرمائی۔ (بدایونی)

۵۱۳۔ میرک محمود بن ابوسعید سندھی مشہور بہ میرک محمود

م ۹۹۲ھ
۱۵۵۴ء

”الشیخ العالم الکبیر“ محمود بن ابوسعید حنفی توی سندھی۔ المشہور بہ میرک محمود۔ یکے از فقہائے احناف۔ نقل احکام میں ماہر اور اپنے دور کے اندر فتوے نویسی میں فرد، اہل بہت اعلیٰ تھا۔ نستعلیق میں معروف تھے۔ اس وصف کے ساتھ جملہ اخلاق و آداب میں بہت مرغوب، مزاج نرم اور زہد و سخاوت شعار و دثار، آپ کو مرزا شاہ حسین نے صوبہ سندھ کا شیخ الاسلام مقرر کر دیا جس منصب پر مدت العمر فائز رہے۔ ۹۹۲ھ میں رحلت فرمائی۔ ایک صاحب نے مادہ تاریخ ”گرفت میرک آہ! آہ!“ سے مستخرج کیا دہلوی در ناثر و بھکری در تاریخ سندھ)

۵۱۴۔ قاضی محمود بن احمد ناطلی

م ۹۹۴ھ (تقریباً)
۱۵۸۵ء

”الشیخ الفقیہ“ قاضی محمود بن احمد بن ابومحمد ناطلی بیجاپوری۔ یکے از رجال علم و طریقت۔ منصب قضا پر فائز ہوئے اور برسوں انصاف فرماتے رہے۔ پھر سفر حجاز کیا اور حج و زیارت سے متمتع ہونے کے ساتھ علم کا عطیہ اپنے ہمراہ لائے۔ یہاں آکر بیجاپور میں بس گئے اور یہیں آسودۂ لحد ہوئے۔ ان کے بعد ان کے صاحبزادہ رضی الدین مرتضیٰ ۹۹۴ھ میں اس منصب پر متمکن ہوئے۔ اور اس سن میں یا اس کے قریب ان کے والد نے رحلت کی۔

۵۱۵۔ شیخ محمود بن الہدادر تھبوری

”الشیخ الصالح“ محمود بن الہدادر سدہ چشتی رتھبوری۔ یکے از رجال طریقہ چشتیہ۔ اپنے والد سے استفادہ کے بعد شہر مندو (مالوہ) کے حواریں قریہ کچھاون میں اقامت فرمائی۔ اور بہ نسیب و تقویٰ پر راغب ہو گئے۔ آپ سے آپ کے صاحبزادوں اور اکثر انفاس نے فائدہ حاصل کیا۔ ۹۲۰ھ کے لگ بھگ کچھاون میں رحلت فرمائی۔ (گلزار ابرار)

۵۱۶۔ شیخ محمد بن بالو گجراتی

م۔ ۱۰ جمادی الاخریٰ ۹۲۲ھ

”الشیخ العالم الفقیہ“ محمود بن بالو بن صدر الدین بن جلال الدین بن الیاس عمری الشیخ قطب الدین محمود گجراتی (یعنی قطب الدین لقب اور محمود نام ہے) یکے از علمائے صالحین ۸۵۶ھ میں گجرات کے اندر پیدا ہوئے اور وہیں پروردان چڑھے۔ اساتذہ میں سید محمد بن عبد اللہ بن محمود حسینی بخاری گجراتی ہیں، اپنے مسکن ہی میں شیخیت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ اور جمادی الاخریٰ ۹۲۳ھ میں رحلت فرمائی اور جان پو میں آسودہ لحد ہوئے (المرآة)

۵۱۷۔ ملک محمود بن پیارو گجراتی

م۔ ۱۵۹۱ھ

”الشیخ الفاضل“ محمود بن پیارو حنفی گجراتی المشہور بہ ملک محمود۔ یکے از فضلاء مشہورین در گجرات، ان کے والد ملک پیارو بہ بان پور میں وزیر تھے۔ وہ جب ۹۲۷ھ میں قتل ہو گئے، تو ملک محمود بہ بان پور سے کسی حادثہ کے بغیر گجرات آ گئے۔ انہوں نے طریقت میں سید عرب شاہ حسینی بخاری گجراتی کا دامن پکڑا۔ بعدہ حرمین شریفین کے سفر میں حج و زیارت سے مستفیض ہو کر آگرہ میں قیام فرما ہوئے۔ یہ در سلطان اکبر تیموری کا تھا جس نے آپ کا

بڑی قدر کی۔ اپنا ہم جلیس مقرر کر لیا۔ اور الطاف گوناگوں سے بہرہ مند کرتے رہے کچھ عرصہ بعد
 شیخ معین الدین حسن بخاری اجمیری کے مقبرہ کی تولیت سپرد کر دی۔ مگر کچھ مدت کے بعد ۹۸۵ھ
 میں، آپ گجرات تشریف لے گئے، اگرچہ سلطان مذکور کو یہ گوارا نہ تھا۔ مگر جب اُس نے حسب
 ترجمہ کی نیت صادق کا اندازہ کیا۔ تو ان کی علیحدگی منظور کر لی۔ (بدایونی)

آپ فقہ و حدیث دونوں میں ماہر اور شعر گوئی میں ملکہ تام رکھتے۔ حسن کلام، شیریں سخن
 اور ستودہ اخلاق سے متصف تھے۔ آصفی نے اُن سے گجرات میں ملاقات کی۔ اور لکھا کہ جب
 بھی ان کی خدمت میں یاریاب ہوا۔ انہیں جامع الصفات و افضل پایا۔ ہر علم کے اندر طاق اور
 ہر ایک معزز کے نزدیک محترم و مقبول الکلام و خوش نصیب تھے۔ وفات ۱۰۰۰ھ میں احمد آباد
 میں پائی۔ اور وہیں سپرد خاک ہوئے (گلزار ابرار)

۵۱۸۔ شیخ محمود بن جلال مندوی

م ۱۸ شعبان ۹۹۴ھ
 ۶۱۵۸۴ھ

”الشیخ الصالح“ محمود بن جلال گجراتی۔ الشیخ ظہور الدین یکے از مشایخ مشہورین مولد
 منشائے گجرات طریقت میں صدر الدین محمد بن دودی سے مستفیض جن کے برسوں ملازم خدمت
 رہے۔ اب مندویں اقامت گزریں ہو گئے۔ اور محمد بن حسن مندوی و شیخ داؤد کے ساتھ ہینار
 اہل مندو نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔ ۱۸ شعبان ۹۹۴ھ میں مندوی میں انتقال فرمایا۔
 (گلزار ابرار)

۵۱۹۔ قاضی محمود بن حامد الکجراتی

م ۳۱ ربیع الثانی ۹۹۴ھ
 ۶۱۵۵۹ھ

”الشیخ الفقیہ“ الزاہد القاضی محمود بن حامد بن محمد علوی پیر پوری گجراتی۔ عارف، ان کا
 حضرت علی کی دختر فاطمہ بنت امام علما کے فرزند حمزہ سے ملتا ہے۔ جن کی اہلیہ کا نام سعیدہ
 (بنت عروہ) تھا۔ اور جو قاضی محمود کی والدہ دختر عبد الملک عباسی (از نسل متشم بن ہارون

خلیفہ عباسی ہیں۔

قاضی محمود کا عرفی نام قاضی جلال گڑھ اور ان کے والد قاضی جلالہ کے لقب سے مشہور تھے۔

تعلیم | والد خورش یا از عم خورش اور یہ دونوں شیخ عبداللطیف بن جمیل نروالی کے شاگرد تھے جو تلمیذ تھے۔ شیخ محمد بن عبداللہ حسینی کے کہا جاتا ہے کہ ان کے والد بھی انہی شیخ محمد کے شاگرد تھے۔

طریقت میں متعدد اسناد سے ان کا تلمذ ہے سید احمد کبیر رفاعی اور بعض اصحاب روایت کے نزدیک منتهی ہے، شیخ شہاب الدین عمر سرور دی پے۔
مگر وہ خود مشائخ کبار سے تھے جن سے بے شمار انکسار نے اکتساب کیا۔ اور وہ صاحب کشف و کرامات عجیبہ تھے۔ ۹۲ھ میں احمد آباد سے پیر پور منتقل ہو گئے۔ جو شہر مذکور کے جوار ہی میں ہے اور یہاں آکر لوگوں سے کنارہ کشی اختیار فرمائی۔ ۳۰ ربیع الثانی ۹۴۶ھ میں رحلت فرمائی۔ اس لمحہ سن شریف ۶۷ سال کا تھا۔ (المرآة) ۱۵۵۹ھ

۵۲۰۔ شیخ محمود بن حسام مانک پوری

۹۰۵ھ
۱۲۹۹ھ
"الشیخ الصالح" محمود بن حسام عمری مانک پوری یکے از مشائخ چشتیہ۔ کہ بیعت علم و طریقت دونوں نعمتوں کی گودی میں پروان چڑھے تھے۔ ۸۵۳ھ میں غازی پور تشریف لے آئے۔ وہاں کے ناظم نصیر خان لودھانی نے آپ کا ورود غنیمت سمجھ کر سلطان سے آپ کے میر عدل پر تقرری کی درخواست کی۔ جسے بادشاہ نے منظور کر لیا اور آپ تازلیت اس منصب پر فائز رہے۔ آپ علمائے صالحین سے تھے اور ۹۰۵ھ میں غازی پور ہی کے اندر وفات پائی (تاریخ العلماء)

۵۲۱۔ شیخ محمود بن خوند میر گراتی

"الشیخ الفاضل" محمود بن خوند میر حسینی جدوی گراتی۔ پسر سید محمد بن یوسف حسینی جو بنووی

محمدی والد کے مسلک کے داعی تھے۔ ان کا لقب حسین الولاۃ و خاتم المرشد ہے۔
تصنیف | انصاف نامہ۔ ان کے مسلک پر از روئے علم کلام!

۵۲۲۔ مفتی محمود بن عطا مروہی اعلم العلماء و ملک العلماء

م ۹۱۷
۱۵۱۱ھ

”الشیخ العالم الفقیہ“ المفتی محمود بن عطاء اللہ بن میراں بن خلیف بن محمود بن عثمان بن درو
بن خلیف حسینی مودودی مروہی ایکے از علمائے عالمین، سلطان بہلول لودھی نے آپ کو
امروہہ میں مفتی مقرر کرتے ہوئے ۸۷۰ھ میں اعلم العلماء و ملک العلماء کا لقب عطا فرمایا۔
۹۱۷ھ میں رحلت فرمائی۔

۵۲۳۔ مفتی محمود بن علیم الدین گجراتی

م ۲۲ ماہ صفر ۹۰۰ھ
۱۲۹۴ھ

”الشیخ العالم الصالح“ محمود بن علیم الدین عمری گجراتی ایکے از مشائخ چشتیہ مولد و منشا احمد آباد
علمائے عصر سے درسیات پڑھیں اور مندرجہ ذیل طریقوں میں منسلک ہوئے۔
۱۔ طریقہ چشتیہ : اپنے والد اور شیخ عربیہ اللہ متوکل سے۔
۲۔ طریقہ سہروردیہ : شیخ قادری سے۔
۳۔ طریقہ مغربی : شیخ احمد مغربی سرکھی سے۔
آپ شدید العبادت اور کثیر التواضع تھے۔

۵۲۴۔ سلطان محمود بن لطیف گجراتی

م ۹۹۱
۱۵۵۲ھ

”السلطان الشہید السعید“ محمود بن لطیف بن مظفر بن محمود گجراتی کنیت ابوالشہزاد
لقب سعد الدین نام محمود شاہ الصغیر اتنی کم سنی میں تخت پر بیٹھے جس عمر میں صلح و فساد میں

تمیز نہ کر سکتے تھے۔ اور یہ ۹۴۴ھ کا زمانہ تھا۔ بہر حال انہوں نے مناسب اس طور سے تقسیم کئے۔

۱۔ وکالت : افضل خان

۲۔ نیابت مطلقہ : اختیار خان

۳۔ وزارت : صدر خاں

۴۔ امیر جیوش : عماد الملک

ان میں سے اختیار خان تو عہد درجہ تجربہ کار اور صاحب عقل و فہم تھا۔ عماد الملک نہ اس سپاہی اور عقل و بصیرت سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتا تھا۔ افضل خان اپنے منصب سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے اختیار خان کو بھی یہی مشورہ دیا کہ وہ بھی اپنے منصب سے علیحدگی اختیار کر لے۔ کچھ عرصہ بعد عماد الملک نے اختیار خان کو قتل کر کے سلطنت پر قبضہ کر لیا۔ جس کے بعد بادشاہ محمود قیدی ہو کر رہ گیا۔

آخر ایک روز سلطان (محمود شاہ الصغیر) شکار کے بہانے سے نکلا اور جب شہر سے دور پہنچ گیا۔ تو اس نے عماد الملک کی طرف لکھا کہ میں اپنی ولایت میں جانا چاہتا ہوں۔ عماد الملک نے یہ سنا تو سمجھ گیا کہ یہ کارستانی دریا خاں کی ہے اور دریا خاں بھی اسی حکومت کا ایک ندیم تھا۔ پھر دریا خاں نے سلطان (محمود صغیر) کو عماد الملک کے خلاف جنگ پر آمادہ کر لیا۔ دونوں نے مل کر حملہ کیا۔ اور مخالف کو بہانہ پور کی طرف بھگا دیا۔ دریا خاں اور سلطان دونوں دار الملک میں وارد ہو گئے۔ سلطنت کی باگ دریا خاں کے ہاتھ میں دے دی۔ وہ مالک بن بیٹھا اور ظلم و تشدد شروع کر دیا۔ سلطان نے عالم خاں سے مدد چاہی اور چھپ کر اس کی ریاست میں چلا آیا۔ اور سلطان اس عالم خاں کے ہمراہ دار الملک میں لوٹ آیا۔ اب دریا خاں مند و دالہ میں چلا گیا اور اب عالم خاں سیاہ و سفید کا مالک ہو گیا۔ اور بادشاہ کو نظر بند کر دیا۔ بادشاہ نے اُس کے غلاموں سے ساز باز کر کے قید سے مخلفی حاصل کی اور

عالم خان کو اپنی مملکت سے بھگا دیا اور وہ دریا خان سے جا ملا اب کچھ عرصہ کے لئے
برہان الملک محمد عباسی اور اُس کے بعد افضل خان وزیر ہوئے اور نیابت کا فرض
مجاہد خاں کے سپرد ہوا۔

ادھر سلطان نے ۹۵۲ھ میں فرنگیوں کے خلاف خواجہ صفیر رومی کو لشکر دے
کر بھیجا دیا۔ جس میں اپنے بے شمار لشکریوں کے ساتھ خواجہ صفیر شہید ہو گئے۔ جس کا
ذکر خواجہ صفیر اور قرا حسن رومی کے تراجم میں ہم نے مفصل بیان کر دیا ہے۔ اس پر
سلطان محمود شاہ نے ۹۵۴ھ میں اپنے وزیر افضل خان کو اس کی کوتاہی پر معزول کر
کے اس کی جگہ عبدالملک بن حمید الملک کو وزیر اور ۹۵۵ھ میں نیابت مطلقہ پر۔
المسند العالی عبدالعزیز بن حمید الملک کو (جو آصف خان کے لقب سے مشہور تھے)
فائز کر دیا۔ اور ممدوح کی نیابت میں حکومت کو کچھ دوام اور پختگی عیسائی اور اس طرح
سلطان کے تفکرات میں قدرے کمی آگئی۔ اور اُس نے ۹۵۶ھ میں قلعہ ایدر فتح کر لیا۔
محمود شاہ کے ندما میں ایک شرابی (پانی پلانے والا) برہان الملک کے نام کا
تھا۔ جس پر سلطان کا بڑا بھروسہ تھا۔ اور جب امام موجود نہ ہوتا تو سلطان اس کی
افتراء میں نماز بھی پڑھ لیتا۔ اور اُسے اپنی رضا کا مورد بنا لیتا۔ مگر اس پر خفگی کے عالم
میں اس کی توہین و تحقیر اور اس پر استہزا بھی کرتا۔ بہر حال بادشاہ اُسے کسی حال میں
اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتا۔

اتفاق کی بات کہ اس (شرابی) کی ایک لغزش پر سلطان نے اُسے سزا دینے کے
لئے قسم کھالی۔ شرابی کو آپ اپنی سببان کا خطرہ لاحق ہوا اور اس نے سلطان کو زہر دے
دیا۔ بادشاہ کو زہر کی تلخی محسوس ہوئی۔ تو اس نے صندل سے محلول پانی طلب کیا۔
شرابی نے اس پانی کے اندر بھی زہر محلول کر کے پلا دیا۔ سلطان بے قرار ہو کر خلوت میں
اپنے پلنگ پر لیٹ گیا۔ جب شرابی نے دیکھا کہ اس کا جسم حرارت سے محروم ہو گیا۔
تو آرام گاہ کے پردے کھلوا کر اُسے فوج کر دیا۔ اور باہر آ کر تخت شاہی پر بیٹھتے ہی
تمام وزراء کو قتل کر دیا۔ جیسا کہ آصف خان و افضل خان کے ترجمہ میں مفصل ذکر کیا جا

چکا ہے۔

سلطان محمود شاہ سلاطین گجرات کا تہمتہ تھا۔ جس کے بعد مغل گجرات میں در آئے۔
اور صوبہ کی تمام چھوٹی بڑی بستیوں کو اپنے زیر نگین کر لیا۔

اس نے کیغبا بیت کے ملحقہ مواضع کی آمدنی حرمین شریفین
سلطان محمود کے کارنامے کے لئے وقف کر دی۔ جن میں سے یہ مقام قابل ذکر

ہیں۔

قندھار، بندر صغیر بر ساحل سمندر۔ جس کی سالانہ آمدنی ایک لاکھ دو دن کا ذکر نہیں
مترجم، سونا جس کے عوض میں نیل اور دوسرا سامان خرید کر سرکاری بندر گاہ کھوکھ پر پہنچایا
جاتا۔ اور اس بار برداری و نگہداشت کے حوالہ مصارف شاہی خزانہ میں سے ادا ہوتے
اور جہدہ میں اس مال پر کوئی محصول وصول نہ کیا جاتا۔ جو شخص اس خرید و فروخت کے
مصالح پر غور کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ اس میں اہل حرمین کے لئے کس قدر منافع
تھے۔ یہ سامان کسی قسم کے لین دین میں انہیں بھی نہ رکھا جاسکتا۔ اس کے مقابلے میں
سلطنت عثمانیہ کے اوقات تھے۔ جن کی آمدنی مصر کے حاجیوں کے امیر لے کر حرمین میں
آتے۔ یہ مال یا تو حاجیوں پر خرچ ہوتا۔ یا اس سال کے اندر حرمین کی بعض ضرورتوں پر
بجلاف اس کے اوقاف محمودیہ کی آمدنی اہل حرمین کو ان کے قرض سے سبکدوش کر
دیتی۔

سلطان محمود گجراتی نے مکہ مکرمہ میں یہ غیر منقولہ مقامات تعمیر کرائے۔

۱۔ ربا۔ سوق اللیل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار مولد میں۔
۲۔ پانی کی وہ نہر قدیمہ۔ جو مدرستہ و سبیل و مکتب ایتام و ناہموار اراضی شہر و باب مکہ
اور شاہراہ جہدہ کے لئے پانی فراہم کرتی۔

۳۔ سلطان کی یہ بڑی خوش قسمتی اور سعادت ہے کہ اسے شیخ اجل حسام الدین المتقی سے
گہری عقیدت و محبت تھی۔ چنانچہ اس سے ملاقات کے لئے شیخ موصوف و مرتبہ
بنفس نفیس ہندوستان تشریف لائے۔

مراتی بروفات او | شعرا نے سلطان محمود کی رحلت میں جو مراتی لکھے۔ ان میں ایک مثنوی یہ ہے۔

سلطان وقت خرد محمود عاقبت (ترجمہ) سلطان وقت اور خسرو دہر جس کا انجام قابل
رضواں بروغہ نخل گلے چوئی قدش نشاند تعریف ہے جب رضواں نے اُس کے قد کی طرح باغ
میں پھولوں کا پودا لگایا۔

ناگاہ بہ تیغ حادثہ چوں لالہ شد شہید (ترجمہ) تو اچانک تیغ حادثہ سے لالہ کی طرح شہید ہو
رخش مراد جانب باغ بہشت راند کر بہشت کی جانب اپنے مقصود کا گھوڑا دوڑاتے
ہوئے چلا گیا۔

باغ از بنفشہ گشت بسویش کہود پوش (ترجمہ) اُس کے سوگ میں باغ بنفشہ کی وجہ سے
ورنہ برگ گل بہا تم آں سر و خوں نشاند مٹخ رنگ کا ہو گیا اور سرو نے پھولوں کی پتی سے
خون نشانی شروع کی۔

تاریخ اور چو نہا ستم از عند لیب گفت (ترجمہ) جب میں نے بیل سے اُس کی تاریخ دفا
با صد ہزار نالہ کہ در روغہ گل نما ند پوچھی تو لاکھ نالہ دشیون کرتے ہوئے اُس نے
کہا۔ کہ در روغہ گل نما ند (یعنی باغ میں پھول نہ رہنا)

سلطان محمود کی وفات پر عجیب اتفاق یہ ہوا کہ جس سال میں اُس نے رحلت کی۔
اسی سال میں سلیم شاہ سوری اور برہان نظام شاہ بحری نے وفات پائی۔ اس توافق
مولانا غلام علی استرآبادی والد محمد قاسم مصنف تاریخ فرشتہ نے یہ اشعار کہے۔

سہ خسرو را زوال آمد بیک بار (ترجمہ) تین سلاطین پر یکبارگی زوال آگیا کہ جن کے
کہ ہند از عدل شان دار الاماں بود عدل و انصاف کی وجہ سے ہندوستان دار الامان تھا
یکے محمود شاہنشاہ گبر ات (ترجمہ) ایک تو محمود شاہنشاہ گبر ات کہ جو اپنی حکومت
کہ ہجو دولت خود نو جوان بود و سلطنت کی طرح جوان تھا۔

دوم اسلم شہ سلطان دہلی (ترجمہ) دوم سلطان دہلی یعنی سلیم شاہ کہ ہندوستان
کہ در ہندستان صاحب قرآن بود میں صاحب قرآن تھا۔

سوم آمد نظام آل شاہ بحسری (ترجمہ) سوم نظام شاہ بحری کہ جو ملک دکن میں
کہ در ملک دکن خسرو نشان بود خسرو نشان تھا۔
رمن تاریخ فوت از این سہ خسرو (ترجمہ) ان ہر سہ سلاطین کی تاریخ وفات جب مجھے
چومے پر سی زوالی خسرواں بود پوچھتے ہو تو وہ ہے "روان خسرواں"
سلطان محمود کی شہادت اوائل ماہ ربیع الاول ۹۴۱ھ محمود آباد میں ہوئی۔ جہاں
سے اس کا جسد لا کر سرکھج میں اس کے خاندانی قبرستان کے اندر دفن کیا گیا۔

۵۲۵۔ سلطان محمود بن محمد گجراتی (بیگمہ)

م۔ ۱۲۱۱ھ رمضان ۹۱۶ھ بم ۴۹

۱۔ "السلطان العادل المجاہد" ابو الفتح سیف الدین محمود بن محمد بن احمد بن محمد بن مظفر
گجراتی المشہور بہ محمود بیگمہ۔ یکے از سلاطین فاموران، تاریخ ولادت۔ ۱۱ ماہ رمضان
۸۲۹ھ۔ مولد گجرات۔ ۸۴۲ھ میں سلطان داؤد شاہ کی رحلت کے علی الاعلان
عنان سلطنت سنبھالی۔ تخت نشینی کے دن بہت بڑا جشن منایا گیا۔ جس میں
اشخاص کو دولت و حکومت کے مختلف خطابات اور درجات سے نوازا گیا مثلاً:-
(۱) اس دور میں عماد الملک شعبان السلطان ان کے اس طرح وزیر مملکت رہے جس
طرح مذکور ان (سلطان محمود بیگمہ) کے بھائی قطب الدین احمد شاہ کے دور میں چٹانچہ
کامل پچیس سال تک وہ اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔
(۲) (سلطان بیگمہ) نے ۸۴۹ھ میں قلعہ بار دو فتح کیا۔ جو بندر گا۔ دمن کے قریبی پہاڑ
کی چوٹی پر تھا۔

(۳) ۸۶۵ھ میں ہندوستان کے نہایت مستحکم قلعوں میں کرنال (بکس کاف) فتح کیا۔

(۴) دامن کوہ میں ایک نیا شہر آباد کیا۔ جس کا نام مصطفیٰ آباد رکھا۔ اور اسے اپنے

دار السلطنت قرار دیا۔

(۵) قلعہ بیت فتح کیا۔

(۷) قلعہ ددار کا - فتح کیا -

قلعہ ددار کا میں جو مندر تھا۔ اس مندر میں ہندوؤں کا سب سے بڑا بت نصب تھا۔ جس کی زیارت کے لئے ہندو فزدہک و دور سے اس طرح آتے کہ یہ (دائر) ہر ہر قدم پر ہاتھ پھیلا کر منہ کے بل لیٹ جاتے پھر اٹھتے اور جہاں تک ہاتھ پھیلائے تھے وہاں قدم رکھتے پھر اسی طرح لیٹ جاتے اور پھر اٹھ کر یہی عمل کرتے چنانچہ اس طرح کئی مہینوں ددار کا جا کر پہنچے۔ سلطان بیگمہ ددار کا کے اس قلعہ پر ۱۲۵۱ھ میں قابض ہوا۔

(۸) ۱۲۸۹ھ میں قلعہ جاپانیر فتح کیا۔ چوہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا۔ یہ قلعہ بے حد مستحکم تھا بڑی تکلیف اٹھا کر اس کا محاصرہ جاری رکھا۔

(۸) اس فتح کے بعد اس کے دامن میں ایک نیا شہر آباد کیا۔ جس کا نام محمد آباد رکھا۔ اور اسے اپنا دار المملکت قرار دیا۔ بیگمہ مرحوم ایک سال یہاں قیام فرماتے اور ایک سال مصطفیٰ آباد میں۔ اس لئے بھی کہ مصطفیٰ آباد کے مقابلے میں عجم آباد سندھ سے قریب تھا۔ جس (جاپانیر) پر قبضہ کی وجہ سے سلطان محمود مند (مالوہ) سے لے کر سندھ تک قابض ہو گیا۔ اور اسی قبضہ میں جو ناگر ٹھہ و سو الگ و جاتمور و ناگور تانبہ ناسک ان بکلا نہ۔ اور برہان پور تانبہ بہار و ملکاپور (در دکن) و کرکون و دریائے زبدہ متصل برہان پور و ایدر کی طرف سے تانبہ جاپانیر و کونیل نیر اور ساحل سمندر کی طرف حد و چیل — واللہ یوتی مُنک من یشیاء۔

(۹) سلطان بیگمہ عدل و انصاف اور شریعت سیاسی کے اجماع میں پیش پیش تھا جس کی ایک نظیر یہ ہے کہ اس کے عہد میں سلطنت کے ایک رکن بہاء الملک بن علاء الملک افغان کے ہاتھ سے سلاح دار قتل ہو گیا۔ تو اس اطلاع پر سلطان نے قاتل کو طلب کر لیا۔ جس نے سلطنت کے ددار اکین عماد الملک اور حفصہ الملک کی حمایت حاصل کر لی۔ تو انہوں نے دو غیر متعلق اشخاص کو اقبال جرم پر آمادہ کر لیا۔ جس کے بعد دیت کا معاملہ سامنے لایا گیا۔ اور یہ دونوں اقبالی مجرم بھی اس

پر رضا مند ہو گئے۔ مگر سلطان نے دیت قبول کرنے سے انکار کر کے ان دونوں کے قتل کا حکم جاری کر دیا۔ اسی اثنا میں سلطان اصل حقیقت سے آگاہ ہو کر ایک الجھن میں پڑ گیا۔ آخر اس نے دونوں کے خلاف حکم قصاص جاری کر دیا۔ اور اس بات کی مطلقاً کوئی پروا نہ کی کہ اتنی بڑی دو شخصیتوں کے قتل سے ملک و حکومت کو کتنا نقصان پہنچے گا بلکہ شرع کے احکام کی تعمیل ضروری سمجھی۔

وہ مسلسل ۵۵ سال تک برسر حکومت رہا۔ اس مدت میں اس نے جہاد فی سبیل اللہ میں پوری کوشش جاری رکھی۔ اس کی حدود ریاست مالوہ سے گزر کر سندھ تک ممتد ہو گئے۔ جیسا کہ تاریخین پڑھ چکے ہیں۔ لیکن اس نے کسی مسلمان کی چھوٹی موٹی ریاست پر نگہ حرص نہیں ڈالی بلکہ اگر ان میں سے کوئی ریاست دار خود سے کم زور پر آمادہ ظلم نہ رہتا۔ تو سلطان محمود کمزور کی طرف داری پر کمر بستہ ہو جاتا۔ جیسا کہ ۸۴۶ھ کا یہ واقعہ ہے اس کے پاس سلطان نظام شاہ بہمنی فرماں روا تھے دکن کا سفیر پہنچا۔ کہ سلطان محمود شاہ خلجی والی مالوہ نے اس پر لشکر کشی کر دی ہے۔ اس وقت بیگرہ شکار کے لئے نکلا ہوا تھا۔ یہ سن کر بیگرہ نے شکار کو چھوڑ چھاڑ کر اپنے ہمراہیوں سمیت اپنی توجہ سلطان پور کی طرف کر دی۔ اور اپنے وزیر کو حکم دیا کہ تم لشکر لے کر میرے پاس آ جاؤ مگر جب وہ سلطان پور پہنچا تو بہمنی کا دوسرا قاصد یہ پیغام لایا کہ لڑائی ٹھن گئی ہے اور خلجی نے اس کے دار الحکومت بیدر کا محاصرہ کر لیا ہے۔ جس پر محمود شاہ نے سلطان پور سے موقع پر جانے کا قصد کر لیا۔ چونکہ یہ مقام بخاں پور سے ملحق تھا۔ چلتے چلاتے راستے میں اُسے بہمنی کا تیسرا سفیر ملا۔ جس نے خلجی کے واپس لوٹ جانے کی اطلاع دی۔ کیونکہ اُس خلجی نے بیگرہ کے آنے کی خبر سن لی تھی۔ جس سے وہ بیدر کا محاصرہ چھوڑ کر مندو لوٹ گیا۔

مگر ۸۴۶ھ میں پھر بہمنی کا قاصد حاضر ہوا۔ جس نے یہ اطلاع گزار دی کہ اب تو خلجی نوے ہزار تعداد میں فوج لے کر آ رہا ہے۔ بیگرہ فوراً اس کی امداد کے لئے چل کھڑا ہوا۔ خلجی کو فتح آباد میں بیگرہ کی لشکر کشی کی اطلاع ملی تو بے نیل و مہرام واپس لوٹ گیا۔

اس مرتبہ سلطان محمود شاہ نے غلجی کی طرف لکھا کہ

مروت سے بعید ہے کہ آپ اس کسن لڑکے کے تعاقب میں ہیں۔ جو ابھی بلوغ کو بھی نہیں پہنچا۔ جب تک یہ بالغ نہیں ہو جاتا میں نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے۔ اگر آئندہ تم نے اس کے علاقہ میں قدم رکھا تو میں تمہارے حدود مملکت میں داخل ہو جاؤں گا۔ تمہارے ہمسائے میں کفار کے علاقے موجود ہیں ان سے لڑو اور جہاد کے درجات حاصل کرو۔

۱۲۔ اسی طرح جب سلطان محمود شاہ بیگرہ نے ^{۸۷۷ھ} ۱۴۷۳ء میں سمندری قزاقوں کے سلطان سندھ پر حملہ آور ہونے کی خبر سنی۔ یہ گروہ ساحل سمندر پر آباد اور اس قدر سرکش تھا کہ اس نے اب تک کسی حکمران کی اطاعت نہ کی تھی۔ بیگرہ مصطفیٰ آباد سے نکلا اور روزانہ ساٹھ ساٹھ فرسخ سفر کرتا ہوا سندھ آ پہنچا۔ تو یہ قزاق ان کے آنے کی خبر سن کر ادھر ادھر بکھر گئے۔ سلطان محمود نے وہیں پڑاؤ رکھا۔ حتیٰ کہ سلطان سندھ کا قاصد اس کے پاس شکریہ کا خط لے کر حاضر ہوا۔ جس کے بعد وہ اپنے دار المملکت میں واپس لوٹ گیا۔

۱۳۔ اسی طرح جب اس نے یہ سنا کہ امرا کی ایک جماعت خاندیس پر قابض ہو گئی۔ جس کی وجہ سے سلطان نظام الملک بہمنی بھاگ کر اپنے لشکر سمیت برہان پور چلا گیا ہے تو بیگرہ نے خاندیس پر اپنی طرف سے عالم خان بن احسن خاں فاروقی کو تعینات کر دیا۔ (جو معنًا ورثہ کے مملکت سے بھی تھے) اور بیگرہ نے عادل خان کو اعظم بہالیوں عادل خان کا خطاب مرحمت فرمایا۔ عادل خان سلطان بیگرہ کا ہمیشہ زادہ بھی تھا۔ یہ واقعہ ^{۹۱۳ھ} ۱۵۰۸ء کا ہے۔

۱۴۔ ازاں جملہ! جب محمود شاہ غلجی نے ^{۸۹۳ھ} ۱۴۸۷ء میں رحلت کی۔ تو اس نے یہ خبر سن کر انا للہ کہا۔ اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔ اور لٹی ندانے مشورہ دیا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مندو پر قبضہ کر لیا جائے۔ جس پر بیگرہ نے کہا۔

”مرحوم کے اہل بیت پر ایک وقت میں دو مصیبتیں جمع کر دینا ہماری۔

شرافت کے خلاف ہے۔ یعنی ایک تو ان کا سربراہ طعمہ اجل ہو جائے

اور دوسری مصیبت اس کا ملک و بوج لیا جائے۔“

۱۵۔ ۹۰۶ھ میں جب اُس نے سنا کہ ناصر الدین شاہ خلجی نے اپنے باپ غیاث الدین خلجی کو زہر دے کر ختم کر دیا ہے تو بیگرہ مندو کی طرف آیا۔ تاکہ ناصر الدین کو اس جرم کی سزا دے۔ تو دوران سفر میں ناصر الدین کی طرف سے پے بہ پے قاصد آئے۔ کہ میں اس جرم سے بری ہوں۔ تو بیگرہ نے اسے سزا دینے سے درگزر کر دی۔

یہ تمام امور اس کی نیک نفسی اور شرافت کے مؤید ہیں۔!

۱۶۔ اس نے نئے نئے شہر آباد کئے۔ مسجدیں بنوائیں۔ مدارس قائم کئے، خانقاہیں تعمیر کروائیں۔ ذراعت کو ترقی دی۔ پھل دار درخت اور باغات لگوائے۔ اور رعیت کو ان اصلاحات پر متوجہ کیا۔ نہریں اور چشمتے کھودنے میں رعیت کی امداد کی۔ جن کی وجہ سے عوام اس کے گرد جمع ہو گئے۔ مہندس اور معمار اور دوسری قسموں کے صنعت کار اہل حرفہ نواحی ملکوں سے اُمنڈ آئے۔ گجرات جنت ارغنی کا ٹکڑا بن گیا۔ جا بجا حوض، کنوئیں، باغات، سرسبز و شاداب کھیتیاں میوہ دار درخت اور قسم قسم کے کپڑا، جن کی مانگ بیرونی ملک سے ہونے لگی۔ اور یہ سب سلطان محمود شاہ بیگرہ کی توجہ کا ثمرہ تھا۔ کہ گجرات نے اپنی ترقی کے تمام منازل اس طرح طے کر لئے۔

اس کے یادگار زمانہ کارناموں میں سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ، فطرۃً چونکہ علم و اہل علم کا دلدادہ تھا اس لئے خوب جی کھول کر علم و اہل علم کی سرپرستی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرب و عجم کے مشاہیر علما اس کے پاس جمع ہو گئے۔ حتیٰ کہ بلاد عرب کے محدثین بھی یہاں آئے اور گجرات رشک بلادین ہو گیا اور یہاں حدیث کا خوب چرچا ہوا۔

علامہ جلال الدین محمد بن محمد مالکی مصری تشریف لائے۔ اور سلطان نے اسے اپنا منقرب خاص گرداں کر تمام مقبوضہ شہروں کی ارض جزیرہ کا انہیں نگران مقرر

کرتے ہوئے ملک المحدثین کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ ہندوستان کے شہروں میں یہ خطاب سب سے پہلے مدوح کا حصہ قرار پایا۔

پھر علامہ محمد الدین محمد بن محمد ابی تشریف لائے۔ تو انہیں اپنے ولی عہد مظفر شاہ کا اتالیق مقرر کر کے رشید الملک کے خطاب سے نوازا۔

ابو القاسم بن احمد بن محمد شافعی المعروف بہ ابن فہد کا ورد ہوا۔ ان کے پاس فتح الباری کا نسخہ ان کے والد اور دو چچاؤں کے حکم سے لکھا ہوا تھا۔ علامہ معین اللہ بن عطاء اللہ شیرازی کے قدم بیمنت لزوم سے برکت حاصل ہوئی اور دوسرے علمائے کثیر بھی وار د ہوئے۔

نیز عبد الکریم بن عطاء اللہ شیرازی نے سلطان کے لئے طبقات محمود شاہی اور شمس الدین محمد شیرازی نے "ماثر محمود شاہی" لکھی۔ اس طرح شیخ یوسف بن احمد بن محمد بن عثمان حسینی نے ابن خلدان کی کتاب "وفیات الاعیان" کا فارسی میں منظر الانسان کے نام سے ترجمہ کیا۔

عادات و خصائل | سلطان محمود مرحوم نہایت پاک دامن، حیا پرور، ستودہ اخلاق، باہمت، بلند پایہ، شریف، کثیر الاحسان و الکریم تھے۔ ان کے یہ اوصاف بگراتی نے مرآة سکندی میں، حنفی نے النور السافر میں اور آصفی نے ظفر الوالد میں لکھے ہیں۔ ہر ایک نے ان کے مناقب و فضائل کا مفصل ذکر کیا ہے۔ آصفی فرماتے ہیں کہ محمود بیگرہ ^{۹۱۶ھ} _{۱۵۱۰ء} میں نہر الدہلین تشریف لے گئے۔ وہاں کے زندہ علما کی زیارت کی۔ متولیتیں کی قبروں پر دعا پڑھی۔ اور تفسیر حدیث کے لئے ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی۔ علما کے لئے عطایا و وظائف میں انصاف کیا۔ ان سے اپنے اور وطن کے لئے دعا کی التماس کی۔ پٹن سے سرکھج تشریف لے گئے۔ وہاں کچھ مدت قیام فرمایا۔ شیخ شہاب الدین (مولانا) احمد قدس سرہ کی قبر پر بار بار دعا کے لئے گئے۔ اور وہاں دل کھول کر خیرات کی۔

اپنے اسلاف کے قبرستان میں ان کے قدموں میں اپنے لئے قبر کھدوائی۔ کبھی

کبھی اُسے دیکھنے کے لئے جاتے۔ ایک روز قبر کا دہانہ کھلو کر دیکھا۔ اور اس کے کنارے پر بیٹھ کر یہ فرمایا۔

اللهم ان هذا اول منازل الآخرة فسهله واجعله من ديار الجنة۔

دیا اللہ یہ قبر، آخرت کی منزلوں میں پہلی منزل ہے۔ اُسے میرے لئے آسان فرما

پس دے اور جنت کا باغیچہ بنا دے۔

ایک مرتبہ قبر کا گڑھا چاندی سے پر کر کے تمام مال خیرات کر دیا۔

اصفی فرماتے ہیں سلطان ^{۹۱۴ھ} ^{۱۵۱۱ء} میں صاحب فراش ہو گئے۔ تو بڑودہ سے

ان کے صاحبزادہ مظفر حاضر ہوئے۔ باپ نے انہیں وصیت نامہ سپرد کیا۔ سلطان

کو افاقہ ہو گیا تو صاحبزادہ واپس بڑودہ لوٹ گیا۔ سلطان پھر بیمار پڑ گیا۔ اس

وقفہ میں سلطان العجم شاہ اسماعیل صفوی کی آمد کی اطلاع آئی۔ تو سلطان محمود نے

سرحد کے عامل کو لکھا۔ کہ شہ فارس کی مشایعت میں دارالملک تک رہے۔

پھر اُس نے مظفر اپنے صاحبزادہ کو طلب کیا۔ مگر اس کے باریاب ہونے سے

ایک گھنٹہ قبل سلطان دنیا سے علیحدہ ہو چکا تھا۔ مظفر مذکورہ شنبہ کی رات کو پہنچا۔

سلطان کا تابوت فجر کے وقت لے جایا گیا۔

بوقت عصر بروز دوشنبہ ۲ ماہ رمضان ^{۹۱۴ھ} ^{۱۵۱۱ء} بمصر ۶۹ سال اور بدت

وفات | بادشاہت ۵۵ برس ہے۔ جس پر تمام مورخ متفق ہیں۔

۵۲۶۔ سید محمود بن محمد جون پوری

م۔ ۴ ماہ رمضان ^{۹۱۴ھ}

۔ الشیخ الفاضل "محمود بن محمد بن یوسف حسینی جون پوری گجراتی۔ اپنے والد کے

سب سے بڑے فرزند۔ اور ان کے مذہب کے داعی تھے۔ جس کی وجہ سے ان کا

لقب خلیفۃ الاول اور ثانی ہدی قرار پایا۔ مولد جون پور اور وہیں پروان چڑھے۔

اپنے والد کے حضور باریاب رہے۔ اور ان کے سفر و حضر کسی حالت میں کبھی ان

سے علیحدہ نہ ہوئے۔ انہی سے پڑھا۔ اور ان کی رحلت کے بعد دعوت شروع کر دی۔ تارک الدنیا زاد و مجرد و قانع مرد تھے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد ایک سال ہرات میں قیام فرمایا۔ بعدہ گجرات تشریف لے آئے۔ اور رادھن پور کے قریب موضع بھیلوٹ میں سکونت اختیار کی۔ ۴ ماہ رمضان ۹۱۷ھ میں رحلت فرمائی اور پچاس سال کی عمر پائی (تاریخ پالن پور)

۵۲۷۔ شیخ محمود بن محمود گجراتی

م ۹۹۲ھ
۶۱۵۸۴ھ

”الشیخ الفاضل العلامة“ حکیم محمود بن محمود قاضی شہاب الدین بن شمس الدین سندھی ثم گجراتی۔ یکے از علمائے کبار و بحسب روایت حضرمی در النور السافر، حضرمی فرماتے ہیں کہ وہ طب و معالجات میں کمال درجہ مہارت رکھتے تھے۔ ان کی فراست و طبابت کا یہ واقعہ قابل بیان ہے کہ ایک بادشاہ نے سلطان محمود بیگرہ والی گجرات کے حضور چند نفیس تحائف میں کنیز بھی پیش کی۔ جسے سلطان نے ایک وزیر کو عطا فرما دیا۔ اتفاق کی بات مقاربت سے قبل حکیم صاحب نے کنیز کی نبض دیکھ کر وزیر سے کہا۔ کہ آپ اس کی مقاربت سے پرہیز ہی رکھیے ورنہ آپ مہجائیں گے۔ وزیر نے اس تجربہ کے لئے کنیز کو اپنے ایک غلام کے سپرد کیا۔ خلوت صحیحہ کے بعد غلام واقعی مر گیا۔ اس پر وزیر نے حکیم محمود صاحب سے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا اس کنیز کی والدہ کو حالت حمل میں ایسی چیزیں کھلائی گئیں جن کا اثر کنیز کو ورثہ میں ملا۔ اور ہدیہ بھیجنے والے نے بادشاہ کو اس طریق سے قتل کرنا چاہا تھا۔ حضرمی فرماتے ہیں۔ سبحان اللہ! اس حکیم کو اپنے فن میں کس قدر مہارت تھی۔ احمد آباد میں حکیم صاحب کی وفات ۹۹۲ھ میں ہوئی۔

۵۲۸۔ قاضی محمود گجراتی

”الشیخ العالم الفقیہ“ قاضی محمود بن ابو محمود مورپی گجراتی یکے از افراد علم ظاہر

دباطن۔ مولد و منشا قریہ مورپ در اعمال گجرات۔ اپنے گھر ہی میں تحصیل علوم فرمائی اور بعد از تکمیل مدت تک مسند تدریس میں رکھی۔ اب شیخ شکر محمد عارف سے طریقت میں درس لیا۔ اور ان سے نقد النصوص اور مرآة العارفین وغیرہ پڑھے۔ خود شیخ نے آپ سے ہدایۃ الفقہ پڑھی۔ مولانا موسیٰ وحیم عثمان سندیان نے آپ سے نحو و ادب عربی پڑھے، (گلزار اہرار ابوالحسن مندوی)

۵۲۹۔ خواجہ امین الدین محمود الہروی (خواجہ جہاں)

م۔ ماہ شعبان ۹۸۲ھ
۶۱۵۴۴ھ

”الوزیر الکبیر“ امین الدین محمود الہروی نواب خواجہ جہاں یکے از علمائے مشاہیر سلطان ہمایوں کی فارس سے واپسی پر ان کے مقرب ہوئے۔ بتدریج ترقی کرتے ہوئے سلطان اکبر کے عہد میں ہند کی وزارت جلیلہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور تازلیست اسی منصب پر فائز رہے۔ وفات ماہ شعبان ۹۸۲ھ میں سرزمین اودھ میں ہوئی۔ (مآثر الامراء)

۵۳۰۔ شیخ محمود قلندر لکھنوی

م۔ ۹۸۶ھ
۶۱۵۴۸ھ

”الشیخ الصالح“ محمود بن محمد قلندر لکھنوی یکے از مشائخ کبار۔ دریات شیخ عبدالرحمن عباسی لاہر پوری سے پڑھیں۔ اور طریقہ قلندریہ میں بھی انہی سے مستفیض ہوئے۔ پھر جون پور تشریف لائے اور شیخ عبدالسلام قلندر سے استفادہ فرمایا۔ مسلسل تیس سال تک ریاضت شدید میں مشغول رہے۔ ۲۱ شعبان ۹۸۶ھ میں لکھنؤ میں رحلت فرمائی اور وہیں ہنگالی باغ میں سپرد خاک ہوئے۔

۵۳۱۔ شیخ مخدوم الشرف بساوری (فاضل جہاں)

م ۱۰ ماہ رمضان ۹۴۰ھ
۶۱۵۴۲
الشیخ الفاضل "مخدوم اشرف حنفی بساوری" (بفتح باء) یکے از علمائے صائین
شیخ عبد القادر بن ملوک شاہ بدایونی کے نانا تھے۔ ۱۰ ماہ رمضان ۹۴۰ھ میں انتقال
فرمایا۔ اور ایک صاحب نے آپ کی تاریخ وفات فاضل جہاں لکھی۔

۵۳۲۔ میر تقی شریفی

م ۹۴۲ھ
۶۱۵۴۲
الشیخ الفاضل السید "میر تقی شریفی شیرازی از اسفاد سید شریف زین الدین علی حرب جہانی"
صاحب مصنفات مشہورہ۔ متعدد علوم میں یکے از نوادہ زمانہ تھے۔ خصوصاً منطق و فلسفہ
علوم ریاضیہ، انشاء اور قرص الشعر میں فرو۔ یہ علوم اردوں کو بھی پڑھاتے۔ اگرہ میں ان کے
بہت شاگرد تھے۔

منطق و حکمت میں دا، شیخ عبد الصمد بغدادی۔

ان کے اساتذہ | (۲) حدیث میں سید میرک شاہ

(۳) سند حدیث ابن حجر مکی سے حاصل کی۔

صاحب ترجمہ سلطان اسماعیل صفوی کے دور میں صدر خراسان مقرر ہوئے۔ اور
وہیں طرح اقامت ڈال دی۔ برسوں کی اقامت کے بعد حج و زیارت کے لئے شہرِ حال
کیا۔ تو یہاں شیخ شہاب الدین احمد ابن حجر مکی کے سامنے زانوئے تلمذتہ کر کے اجازہ و
سند حدیث حاصل کی۔ حجاز سے واپسی پر ہندوستان وارد ہوئے۔ کچھ مدت دکن اور
بعدہ (۹۴۲ھ) میں آگرہ میں اقامت فرمائی۔

کافیہ ابن حاجب نظم کیا اور ایک فارسی دیوان اپنی یادگار چھوڑا۔

تصانیف | (۹۴۲ھ) میں دہلی کے اندر رحلت فرمائی (مرآة العالم مولفہ بختا ورخاں)

۵۳۳۔ مولانا مرشد الدین صفوی

«الشیخ العالم الصالح» مرشد الدین بن رفیع الدین محدث حسینی صفوی شیرازی —
 ہندی اکبر آبادی۔ از خالوادہ علم و طریقت۔ اپنے والد سے اکتساب کے بعد مسند تدریس
 آراستہ فرمائی (محمد بن حسن در گلزار ابرار)

۵۳۴۔ مصطفیٰ بن بہرام رومی

«الامیر الکبیر» مصطفیٰ خان بن بہرام رومی المشہور بہ رومی خان۔ مولد و منشاد روم۔
 اپنے ماموں امیر سلمان کے سائے میں پروان چڑھے۔ اور انہی کی معیت میں مین آکر
 قلعہ کمران میں طرح اقامت ڈال دی اور چچانے ساحل صلیف پر۔ اور ان دونوں مقاموں
 کے درمیان دریا بہتا ہے اور مسافت اتنی ہے کہ ایک گھنٹہ میں باسانی دریا عبور کر کے
 ایک مقام سے دوسرے مقام میں پہنچا یا جاسکتا ہے۔ اس سفر میں ان کے ہمراہ خواجہ
 صفرو قرا حسن و مصطفیٰ و اسماعیلی وغیرہ بے شمار ترک افراد بھی تھے۔ اتفاق سے خیر الدین
 امیر بھی مین کی جانب آنکلا۔ اور چاہا کہ اس علاقے پر اپنی عمارت قائم کرے۔ چنانچہ اس
 سلسلہ میں اُس نے سلمان کو دھوکے سے قتل کر دیا، اس کا بھائی مصطفیٰ اپنے ماموں کا
 انتقام لینے کے لئے اٹھا۔ اور خیر الدین کو قتل کر دیا۔ (یہ واقعہ ۹۳۵ھ کا ہے) اور
 بعد ازاں قلعہ کمران میں قیام پذیر ہو گیا۔

اسی دوران میں اس کے والد بہرام نے اس کی طرف استنبول سے لکھا کہ مجھے معز
 کر دیا گیا ہے۔ اور تم مین کے نئے متولی کی آمد سے قبل ہندوستان چلے جاؤ۔ رومی خان
 اپنے رفقاء کے ہمراہ روانہ ہوا۔ اور بندر دیو گجرات میں ۹۳۶ھ میں پہنچا۔ اس وقت
 دیو کا امیر طوغان بن ایاز سلطانی تھا۔ اُس نے یہ سنا تو رومی خان کے استقبال کی
 غرض سے آگے پہنچا۔ اور ملاقات پر اُسے مرحبا کہا۔ اور اپنے بادشاہ بہادر شاہ
 رومی خان کے آنے کی خبر روانہ کی۔ جس پر سلطان ممدوح نے رومی کو بلا بھیجا۔ جب

رومی خان نے جاپانیر میں بہادر شاہ سے ملاقات کی۔ تو اس نے رومی کو بہت سامان دے کر رومی خان کا لقب بھی بخشا۔ اور بارود خانہ کا محافظ مقرر کر دیا۔ رومی خان نے جو ہدایا بہادر شاہ کی خدمت میں پیش کئے۔ ان میں ایک توپ بھی تھی جو سلمان نے سلطان روم کے لئے بنائی تھی اور اس کا نام لیلے رکھا تھا۔ اب رومی خان نے ایک اور توپ تیار کی۔ اور اس کا نام مجنوں رکھا۔ بادشاہ نے اسے راندر اسوات اور اس کے نواحی علاقوں کا گورنر مقرر کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد رومی خان نے بادشاہ سے دیو کا علاقہ بھی طلب کر لیا۔ بادشاہ نے اپنے نائب طوغان خان کو معزول کر کے یہ علاقہ بھی رومی کی تحویل میں دے دیا۔ طوغان خان معزول ہونے کے بعد جاپانیر آیا تو اس دور میں طوغان کے برابر قوی الہیکل اور شجاع کوئی نہ تھا۔ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ رومی خان اس سے ڈر گیا۔ مگر بہادر شاہ نے طوغان کو حراست میں لے کر قتل کر دیا۔ رومی خان اس کے بعد کافی عرصہ تک بہادر شاہ کا مقرب رہا۔ اور اسی کی حسن تدبیر کی بدولت قلعہ رنٹھبور فتح ہوا۔ بہادر شاہ نے اس قلعہ کی فتح پر رومی خان کو یہ علاقہ بھی دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر فتح ہونے کے بعد سلطان جھگر گیا۔ اور اس نے ازراہ مصلحت رومی خان سے قلعہ چٹوڑ فتح کرنے کے بعد اسے رومی خان کے سپرد کرنے کا چکمہ دیا۔ بہادر شاہ رومی خان کو لے کر قلعہ چٹوڑ پر حملہ آور ہوا۔ قلعہ کی ہندو فوج ان کی توپوں کی تاب نہ لاسکی اور بالآخر قلعہ فتح ہو گیا۔ مگر اس مرتبہ بھی بادشاہ نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ جس سے رومی خان نے بھی بہادر شاہ کے متعلق دل میں گرہ لگالی۔ بہادر شاہ ادھر سے فارغ ہوا تو دوسری طرف سلطان ہمالیوں تیموری حکمران دہلی چٹوڑ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس وقت ہمالیوں اجپین میں مقیم تھا۔ بہادر شاہ اور ہمالیوں دونوں کا منہ سوری میں آنا سامنا ہو گیا۔ رومی خان جو بہادر شاہ کی مصیبت ہی میں تھا جاننا تھا کہ بہادر شاہ جو ارادہ کرتا ہے اسے سرانجام کئے بغیر نہیں رہتا۔ رومی خان کے دل میں یہ خروش پیدا ہو گیا، مبادا میں بہادر شاہ سے اپنا بدلہ نہ لے سکوں! اس نے بہادر شاہ سے کہا کہ میرے ہاتھ جو تو ہیں اور بارود ہے۔ اگر ایسے موقع پر کام نہ آیا تو پھر اسے کس جگہ استعمال کیا جائے

گا۔ میری رائے ہے کہ تمام لشکر کو ایک دائرہ میں محیط کر کے اس دائرہ کو خندق سے گھیر لیا جائے۔ تب ہمارا لشکر دشمن کے شبخوں تک سے محفوظ رہے گا۔ مگر دشمن ہماری رو سے محفوظ نہ رہ سکے گا۔ اس ترکیب کے عمل میں آجائے کے بعد ہمارے فوجی دستے دشمن پر یلغار شروع کر دیں گے۔ اور کامیاب و صحیح سلامت واپس لوٹ آئیں گے۔ ہم ایسی وادی میں ہیں جہاں رسد کی کمی نہیں۔ گو ہمارا دشمن اس سہولت سے محروم ہے جس سے اُسے خود بخود شکست سے دوچار ہونا پڑے گا۔ لڑائی کا یہ طریق روم کے سلاطین میں مروج ہے۔ بہادر شاہ نے یہ سن کر صدر خان سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ یہ مشورہ شہر سے زیادہ بیٹھا اور انجام کے لحاظ سے نیزوں کی نوکوں سے زیادہ تلخ ہے۔ اس تو پے تفنگ کے قے کو رہنے دیجئے گھوڑوں کی پشتوں سے زیادہ بہتر کوئی قلعہ نہیں اور جب دشمن سے دو بدو ٹک رہ جائے تو تلوار سے زیادہ کوئی چیز موثر نہیں۔ لیکن بہادر شاہ کو ابھی تک چونکہ رومی خان پر بھروسہ تھا اس لئے اس کی بات کو نہ ٹال سکا۔ اُدھر رومی خان نے ہمایوں کی طرف خفیہ خط لکھا کہ رسد فلاں راستے سے پہنچ رہی ہے اس پر قبضہ کیجئے اور پھر سب توپوں کو توڑ دیا۔ جس سے بڑا دھماکہ پیدا ہوا، بہادر شاہ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو بھیس بدل کر مندو چلا گیا۔ تب رومی خان ہمایوں کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اسے اپنا مقرب بنا لیا اور اس کی حسن تدبیر سے ہمایوں نے گجرات اور مالوہ کا علاقہ فتح کیا۔

ان خبروں میں ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ جب ہمایوں فتح مند کے بعد پہلے دن تخت شاہی پر بیٹھا۔ اور تخت کی چاروں طرف اسے سلطنت اور ماتحت بادشاہ اپنے اپنے درجہ کے مطابق بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اس اثنا میں بہادر شاہ کا ایک طوطا لایا گیا جو کئی زبانیں بولتا تھا۔ جب رومی خان آیا تو ہمایوں نے اس کا نام لے کر خوش آمدید کہا۔ جب طوطے نے اس کا نام سنا تو بے ساختہ کہنے لگا۔ پھٹ رومی خان حرام خور پھٹ رومی خان حرام خور اور کئی دفعہ یہ الفاظ کہے، رومی خان نے طوطے کے یہ الفاظ سن کر حیا سے سر جھکا لیا۔ اس پر ہمایوں نے اُس کی تسلی کی خاطر فرمایا کہ اگر طوطے کے علاوہ

کسی آدمی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہوتے تو اُس کی زبان کچھ اذیتا لیکن کیا کیا جائے یہ آدمی نہیں پرندہ ہے، آصفی کا بیان ہے کہ غالباً واقعہ یہ ہوا کہ جب بہادر شاہ بھاگ کر چلا گیا تو پیچھے اُس کے کچھ سپاہیوں نے یہ الفاظ کہے جو طوطے نے رٹ لئے اور پھر جس طرح رٹے ہوئے تھے اُسی طرح بول دئے۔

رہا اس معاملہ میں رومی خاں کا معاملہ! تو سلطان بہایوں نے اُسے اپنا معتمد قرار دے کر قلعہ چنار کی تنجیر اس کے سپرد کی۔ چنانچہ ^{۱۵۳۷ھ} میں اُس نے یہ قلعہ فتح کر لیا۔ قلعہ نہایت مستحکم اور سر بلند تھا۔ بہایوں نے رومی خاں کو گونا گوں العامات عطا فرمائے۔ جس پر وہ ہر کہ و مہ کے محسود ہو گئے۔ آخر میں انہیں زہر دے کر ختم کر دیا۔ ان کی موت قلعہ چنار گڑھ میں ان کے عامل ہونے سے قریبی زمانہ میں ہوئی۔ (معتمد خان در اقبال نام)

۱۵۳۵ھ شیخ مصطفیٰ بن عبد السار سہارن پوری

م۔ ۴ شعبان ۱۵۹۱ھ

”الشیخ الفقیہ الزاہد مصطفیٰ بن عبد السار بن عبد الکریم انصاری سہارن پوری از علمائے کبار۔ برسوں مسند تدریس آراستہ رکھی۔ طریقت میں شیخ زکن الدین پسر شیخ عبد القدوس گنگوہی سے فیض حاصل کیا۔ ان کے کرامات اور کشف کا چرچا عام تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شہر کے عامل نے انہیں فوج میں بھرتی ہونے کے لئے مجبور کیا تو آپ نے آگرہ کا رخ کر لیا۔ والی شہر بھی آپ کے پیچھے تھا۔ مگر وہ دریا میں ڈوب کر راہی ملک عدم ہوا اور جب شیخ آگرہ پہنچے تو سلطان نے ان کی تعظیم کے ساتھ واپس ہونے کی اجازت بھی فرمادی۔ ۴ ماہ شعبان ۱۵۹۱ھ میں رحلت فرمائی۔ (سہارن پوری در المرأة)

۱۵۳۶ مولانا مصلح الدین لاری

”الشیخ الفاضل العلامة“ مصلح الدین لاری۔ علوم عربیہ و معارف حکمیہ میں یگانہ روز گار تھے۔ برسوں مسند تدریس مزین کئے رہے۔ ان سے سلطان سندھ مرزا شاہ حسین اور

دوسرے اہل علم میں سے بے شمار افراد نے پڑھا۔ ۹۶ھ میں مکہ مکرمہ تشریف لے گئے،
 اور واپس نہ لوٹے۔^۱
 شرح شمائل ترمذی۔ تعلیقات علی تفسیر بیضاوی۔ شرح المنطق در فارسی۔
 تصانیف (نہادندی در ناثر)

۵۳۷۔ سلطان مظفر الحلیم گجراتی

م۔ ۲، جمادی الاولیٰ ۹۳۲ھ
 ۱۵۲۵ء

السلطان الفاضل العادل المحدث الفقیہ مظفر بن محمود بن احمد بن محمد بن مظفر گجراتی
 کنیت ابو نصر لقب شمس الدین نام مظفر شاہ الحلیم صاحب ریاستیں تاریخ ولادت پنجشنبہ
 ۲، شوال ۸۷۵ھ۔ مولد سرزمین گجرات۔ بادشاہت کے جھولے میں پروان چڑھے۔ علم
 کی ریاضت سے مستفیض ہوئے۔ اور والد کی زندگی ہی میں جو اتنی کی منزل تک پہنچے۔
 ان کے اساتذہ میں علامہ مجد الدین محمد بن محمد ایچی اور دوسرے علمائے نام دار ہیں۔
 حدیث شیخ مجد الدین اور الشیخ المحدث جمال الدین محمد بن عمر بن مبارک حمیری حفزمی المشہور
 بہ بھرق سے پڑھی۔ فنون حرب میں مہارت تامہ حاصل کی۔ حتیٰ کہ اپنے اسلاف تک سے
 جملہ انواع علم و ادب اور اخلاق حمیدہ میں سبقت لے گئے۔ اپنے والد کی رحلت کے بعد
 بروز سہ شنبہ ۳، ماہ رمضان ۹۱۷ھ میں عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ اور آغاز کیا عدل و سخاوت
 و شجاعت و جہاد اور سرحدوں کی حفاظت اور علماء کے ساتھ حسن سلوک سے۔

نہایت پارسا، دلیر، نرم دل اور رعیت سے حسن سلوک سے کام لینے والے تھے۔
 اور اسی وجہ سے حلیم ان کا لقب پڑ گیا۔ نہایت ذہین سلیم الطبع اور حاضر جواب تھے۔
 موسیقی پر بھی حاوی تھے۔ اور علوم دین سے بھی پوری طرح آگاہ۔ فنون حرب میں
 تیراندازی۔ شمشیر زنی۔ نیزہ بازی، گھڑ سواری اور پہلوانی کے ساتھ خطاطی میں نسخ و ثلث

۱، علم کی ریاست اور ۲، سلطانی کی ریاست۔

اور رقاہ میں یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ اپنے ہاتھ سے قرآن مجید لکھ کر حرمین بھجوا دیتے۔ قرآن مجید جوانی ہی میں اپنے والد کی زندگی میں حفظ کر لیا تھا۔ ہر قول و فعل میں حضور علیہ السلام کا اتباع کرتے اور نصوصِ حدیثِ نبویہ پر عمل پیرا ہوتے۔ جب موت یا د آتی تو زار زار روتے۔ علما کی تعظیم میں مبالغہ فرماتے۔ ابتدا میں مشائخِ طریقت پر حسنِ ظن تھا لیکن آخر میں اس کی طرف بھی مائل ہو گئے۔

ہمیشہ با وضو رہتے، نماز با جماعت ادا کرتے اور رمضان کے روزے پابندی سے رکھتے۔ شراب کے قریب بھی نہ جاتے اور کبھی کسی کی امانت نہ کرتے۔ خطا کاروں سے ہمیشہ عفو و درگزر سے کام لیتے بے جا اخراجات سے بچتے لیکن جائز امور میں بے دریغ دولت لٹاتے۔ تمام رعیت کے حالات کی خبر پر گوش بر آواز رہتے۔ بعض اوقات لباس بدل کر کبھی دن اور کبھی رات میں محل سے نکلتے اور رعایا کے حالات معلوم کرتے۔

آصفی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جاپانیر کے قاضی نے انہیں عدالت میں طلب کیا کیونکہ گھوڑوں کے ایک تاجر نے اُن کے خلاف دعوئے دائر کیا تھا۔ چنانچہ جس حال اور جس کیفیت میں تھے پیادہ پا عدالت کی طرف چل دئے۔ اور وہاں پہنچ کر مدعی کے پہلو بہ پہلو قاضی کے سامنے بیٹھ گئے۔ سوداگر نے دعوئے کیا کہ اُسے گھوڑے کی قیمت نہیں ملی۔ اور اپنا دعوئے ثابت کر دیا۔ تاجر نے عدالت سے باہر آنے سے انکار کر دیا اور کہا جب تک کہ اُسے اپنی رقم وصول نہ ہو۔ وہ عدالت سے باہر قدم نہیں رکھے گا۔ سلطان ممدوح بھی مدعی کے ساتھ عدالت میں کھڑا ہوا۔ اُسے رقم مل گئی۔ قاضی کا اس تمام اثناء میں بادشاہ کے یہ سلوک رہا کہ جب وہ عدالت میں پیش ہوا تو اُس کے استقبال کے لئے کھڑے نہ ہوئے بلکہ یہ بھی گوارا نہ کیا کہ بادشاہ کو مدعی پر کسی طرح کی کوئی فوقیت حاصل ہو۔ سلطان کچھ دیر تک وہاں بیٹھے رہے۔ اور جب تاجر نے اپنی رقم بھر پائی۔ تو قاضی نے اس سے پوچھا کہ آپ کچھ بقایا تو نہیں رہا۔ تاجر نے کہا۔ نہیں رہا۔ قاضی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ معمول کے مطابق سلطان کو سلام کیا۔ اور سر جھکا لیا۔ سلطان بھی مدعی کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور قاضی کو ہاتھ سے پکڑ کر عدالت کی نشست ہی پر بیٹھا کر خود بھی اس کے پاس بیٹھ گیا۔ اور

قاصی کے اس بلا رور عایت فیصلہ پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا اگر آپ آج میرے ساتھ کوئی رعایت برتتے تو میں آپ سے منصب عدالت چھین لیتا تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت ہو لیکن اس کے فیصلہ پر اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ قاصی ہوں تو آپ جیسے ہوں۔ قاصی نے کہا بادشاہ بھی ہوں تو آپ جیسے ہوں۔

آصفی فرماتے ہیں، سلطان مظفر الحلیم کے اوصاف میں یہ امور یادگار ہیں۔
(۱) اُس نے ایک کشتی قیمتی اشیاء سے پردہ کر کے بندر گاہ حجاز جدہ روانہ کی۔ یہ تمام مسلمان اہل حجاز کے لئے تھا۔

(۲) مکہ مشرفہ میں اس کا ایک رباط مندرجہ ذیل عمارات پر مشتمل تھا۔

۱۔ مدرسہ

ب۔ سبیل

ج۔ حویلیان

د۔ پانی کا چشمہ

یہ سب چیزیں وقف تھیں۔ اور ان کی آمدنی مکہ مشرفہ کے مدرسین، طلبہ، معتکفین اور اور سبیل کے خادموں میں تقسیم ہوتی تھی۔
اُس نے حرمین میں اپنے قلم سے لکھ کر دو قرآن مجید بھیجوا یا۔ جن کا خط جلی تھا، اور آپ زر سے لکھے گئے تھے۔ اور حکم تھا کہ صرف حنفی امام ان میں تلاوت کرے۔ نیز دو ربیعہ بھی اسی خط میں لکھ کر بھیجے اور ان قرآنوں کے تلاوت کرنے والے الشیخ الربیعہ کے لئے ایک وقف کی مخصوص آمدنی تھی۔

سلطان مظفر حلیم کے عجیب واقعات میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ جب مدنی رائے مالوہ کے علاقہ پر قابض ہو گیا اور وہاں کے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا اور محمود شاہ خلجی حاکم مالوہ اپنے وطن سے بھاگ کر گجرات چلا گیا۔ تو سلطان مظفر مالوہ سے ۹۲۳ھ میں اپنا لشکر لے کر نکلا۔ پہلے وہ دھار (مالوہ) میں اور بعد ازاں مندو میں آیا اور قلعہ کا سخت محاصرہ کر لیا۔

ادھر جب مدنی رائے کو معلوم ہوا کہ سلطان دیولہ پہنچ گیا۔ تو اس نے اپنے رفقاء سے کہا کہ سلطان مظفر آگیا ہے، اس لئے ہمیں خود کو جنگ میں مبتلا نہ کرنا چاہیئے۔ جب تک رانا سانگا آئیں۔ تب تک قلعہ کی حفاظت کرو۔ اور میں رانا کے پاس جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ اپنی فوج کے پاس سے رخصت ہو گیا۔

ادھر جب سلطان مظفر حلیم قلعہ پر پہنچا۔ تو قلعہ کے محصور ہندو فوجی مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے نکل آئے۔ اور مسلمانوں نے ان میں سے بہتوں کو قتل کر دیا۔ بقیہ اسلحہ اپنے اسلحہ تک چھوڑ کر بھاگ اٹھے۔ آخر انہوں نے فریب سے قلعہ حوالے کرنے کے بہانے امان طلب کی۔

مگر کئی روز تک ٹال مٹول کرتے رہے۔ اور شرطیں کرنے لگے۔ پہلی شرط تھی: ہمارے اموال پر قبضہ نہ کیا جائے۔ دوسری ہمارے سب آدمی یک جا ہو جائیں۔ تیسری سلطان اپنی فوج قلعہ سے دور لے جائیں تاکہ ہمارے سپاہی ڈر میں نہیں: سلطان نے سب شرائط منظور کر لئے۔ اتنے میں انہیں رانا سانگا کے اہلین آنے کی خبر مل گئی، جس پر ہندو تن گئے۔ سلطان یہ دنگ دیکھ کر قلعہ کے سامنے ایک اونچی پہاڑی پر جا بیٹھا اور اس کے امرا مسلح ہو کر اس کے علم کے نیچے حکم کے منتظر کھڑے ہو گئے۔ سلطان نے عادل خان فاروقی سزا بہان پور کو رانا سانگا سے عہدہ برآ ہونے پر تعینات کرتے ہوئے اُسے خلعت بخشا اور اور تلوار حمائل کی۔ ایک ڈھال دی۔ نو گھوڑے اور ہاتھیوں کی ایک ٹکڑی عنایت کی اور چند نصیحتیں کر کے رخصت کیا۔

پھر رادھن پور کے حکمران فتح خاں کو طلب فرما کر وہی کچھ انہیں عطا فرمایا جو عادل خاں کو بخشا تھا۔ اب قوام خاں کو طلب فرما کر ان دونوں کا ساد سامان اور ہدایات سے سرفراز فرما کر دونوں کو عادل خان کی ماتحتی کی تاکید فرمائی۔

ان سرداروں کو رخصت کر کے سپاہیوں کو طلب کیا اور فرمایا کہ تمہارے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا جائے گا پھر انہیں فوج کے نشان عنایت فرمائے۔ اور حکم دیا کہ ہندوؤں کے انداز پر تم بھی ان سے وہی سلوک کرنا۔ یہ فرما کر مظفر شاہ اپنی پہلی نشست پر

آگیا۔ اور قلعہ فتح کرنے کی تدبیر سوچی۔ حتیٰ کہ دوسرے ہی روز قلعہ میں فاتحانہ داخل ہو گیا۔
 تلوار نیام سے نکالی۔ مفتوحین کا آخری کام مکانات میں گھس کر دروازے بند کرنا تھا۔ سلطان
 نے ان کے بند گھروں کو سپرد آگ کرنے کا حکم دیا۔ جس سے وہ جل کر مر گئے۔ خود سلطان اس لمحہ
 کے اندر ایک سائے کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اور سلطان محمود خلجی والی مالوہ بھی۔۔۔ اب وہ
 دونوں آہستہ آہستہ چل رہے تھے قلعہ کے اندر مقتولوں کا خون نالیوں میں بہ رہا تھا جن کی
 تعداد انیس ہزار تھی۔ اور جو لوگ اپنے گھروں میں جل کر رہ گئے وہ ان کے ماسوا تھے
 کچھ اور لوگ بھی تھے جو ادھر ادھر قتل ہوئے۔ سلطان مظفر حلیم سلطان محمود خلجی کے دار السلطنت
 (مندو) میں داخل ہوا۔ اُسے فتح مندی کی مبارک کے ساتھ دعا دی۔ اور ہاتھ کے اشارے
 سے دروازہ کھولنے کے لئے فرما کر زبان سے: اَدْخُلُوْہَا بِسَلَامٍ آمِنِیْنَ۔ (سلامتی اور
 امن کے ساتھ اس کے اندر داخل ہو جاؤ) کہا۔ اس کے بعد مظفر شاہ لوٹ کر اپنے خیمہ میں
 اور خلجی اپنے محل میں آگیا۔ اس نے اپنے لڑکوں کو بلا کر ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا شکر
 ادا کیا۔

اس عرصہ میں مدن رائے دہاڑیں مار کر دور رہا تھا۔ آخر اس پر غشی طاری ہو گئی۔
 ادھر جب رانا سانگانے اجین کے نواح میں عادل خان کے آنے کی خبر سن پائی تو
 اس نے بے قرار ہو کر مدن رائے کو بلایا۔ اور کہا اب یہ کیا غوغا ہے۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو
 چکا۔ اگر تم اپنی فوج سے ملنا چاہتے ہو۔ تو سر پہ عادل خان کھڑا ہے۔ اگر اس سے مقابلہ
 نہیں کر سکتے تو بھاگ کر اپنی فوج کے پاس چلے جاؤ۔ مدن رائے ایک ہاتھی پر سوار ہو کر
 اجین سے نکل پڑا۔ تو جدھر رخ ہو گیا چلتا گیا۔ عادل خان بھی اس کے تعاقب میں تھا۔
 جس نے اسے دیپال پور میں آکر دبوچ لیا۔ ذرا وقفہ کے بعد سلطان محمود خلجی نے اُسے
 طلب کر لیا۔ تو اس کے تمام ذخیرے مفقود تھے۔ ادھر خلجی نے ضیافت کا اہتمام کیا۔ اور
 سلطان مظفر شاہ کو دعوت دینے کے لئے حاضر ہوا۔ وہ خلجی کے ہمراہ چل آیا، ضیافت
 سے فارغ ہونے کے بعد خلجی نے سلطان مظفر کو اپنے والد کے مترکات کی سیر کرائی۔
 مظفر شاہ ایک ایک شے دیکھ کر مرحوم پر رحمت کی دعا کرتا رہا۔ پھر دونوں ایک تخت پر

آبیٹھے۔ خلجی نے مظفر شاہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

الحمد لله الذی بہمتک ورایت بعینی ما کنت اتمناء ولم یبق الی الآن

ارب فی شئ فی الدنیا لہ

خلجی نے کہا، جناب اس ملک کی حکمرانی کے لئے مجھ سے بہتر ہیں اس لئے جو کچھ آپ مجھے عطا فرمانا چاہتے ہیں وہ آپ کے لئے ہے۔ آپ کو اختیار ہے کہ اپنے اراکین خود مقرر فرمائیں۔ سلطان مظفر نے جواب میں فرمایا کہ میں نے آپ کی نصرت کے لئے جو قدم اٹھایا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا۔ اور یہ دوسرا مقصد تھا آپ کی حمایت کرنا جس میں مجھے کامیابی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس میں آپ کے لئے برکت کرے۔ خلجی نے عرض کیا۔ یہ ملک مردوں سے خالی ہو گیا ہے۔ اس لئے مجھے اس کے ہاتھ سے جانے کا خطرہ ہے۔ مظفر شاہ نے فرمایا۔ آپ کا یہ خطرہ صحیح ہے۔ میرے ندما میں سے آصف خان آپ کے ہاں رہے گا۔ اس کے ماتحت بارہ ہزار سوار ہوں گے۔ یہاں تک کہ آپ کی سلطنت مستحکم ہو جائے۔ خلجی نے استدعا کی کہ آپ کا صاحبزادہ تاج خان بھی میری نصرت کے لئے میرے ہاں رہے، اور اس پر بہت منت کی۔ یہ درخواست بھی مظفر شاہ نے منظور کر لی۔ اور خلجی کی ہر شکل پر اس کی اعانت کا وعدہ کیا۔ پھر اس نے آصف خان کو طلب کر کے فرمایا۔ کہ میرے ہاں تمہارے اور تمہارے رفقاء کی جو جائدادیں ہیں۔ وہ تمہاری واپسی تک تمہاری ہی ہیں اور سلطان خلجی جو کچھ تمہیں عنایت کریں وہ مستزاد ہے۔ آخر میں مظفر شاہ نے خلجی کو نقد مال دے کر رخصت کر کے خود روانہ ہوا۔

اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب مظفر شاہ مذکورہ قلعہ فتح کر کے اس میں داخل ہوا تو ندما نے سلطنت نے عرض کیا کہ قلعہ اپنی سلطنت میں داخل کر لینا چاہیے۔ یہ سن کر اس نے سلطان خلجی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ آپ اس پر قبضہ کیجئے۔ اور اس کے روانے

۱۔ شکر ہے اللہ پاک کا کہ میں نے آپ کی کوشش سے اپنی آنکھوں سے اپنی تمنا پوری ہوتی دیکھ لی۔ اور دنیا کی کسی شے کی حرص دل میں نہ رہی۔

پر ایسے بہادر تعینات کئے ہیں۔ جو میرے چلے جانے کے بعد کسی کو اندر نہ آنے دیں۔ بحر۔ ان لوگوں کے خون کو میں بھجواؤں۔

خلجی نے سلطان مظفر کو پھر وہیں قیام رکھنے کے لئے عرض کیا مگر مظفر شاہ نے انکار کر دیا البتہ وہ تین روز تک وہاں رہا۔ خلجی نے سلطان کی ضیافت کی۔ اور اسے ان تمام عمارات میں لے گیا۔ جن کی مثال ہندوستان بھر میں نہ تھی۔ اس گشت میں ایک بند دروازہ آیا۔ خلجی نے خواجہ سراؤں کو اس کے کھولنے کا حکم دیا اور اس دروازہ کے اندر رہنے والی عورتوں کے لئے حاضری ہونے کا حکم دیا۔ دیکھا کہ یہ ایسے حسین زیوریں لدی ہوئی جن کی مثل آنکھوں نے کبھی نہ دیکھی۔ ان کے ہاتھوں میں قسم قسم کے جواہرات تھے۔ سلطان مظفر کو دیکھتے ہی انہوں نے یہ سب جواہر اس کے قدموں پر بچھا کر دئے۔ جب سلطان مظفر نے ان عورتوں کو دیکھا تو ہاتھ سے اشارہ کیا کہ یہ سب پر دے میں چلی جائیں۔ کیونکہ عورت کو دیکھنا حرام ہے۔ خلجی نے عرض کیا میں ان کنیزوں اور غلاموں سب کا مالک ہوں۔ اور مالک کو اختیار ہے۔ مظفر شاہ خلجی کو اپنے قبضے میں لے گیا۔ — حاصل کلام یہ ہے کہ جب مظفر شاہ واپس لوٹا۔ تو خلجی کے پاس تاج خاں اور نصف خاں بمعہ اپنے اپنے ہمراہیوں کے موجود تھے۔ سب نے مظفر شاہ سے دعا کے لئے التجا کی۔ سلطان نے عادل خان کو بہانہ پور لوٹنے کا حکم دیا۔ خود سلطان فتح و دعا کے ساتھ جاپانیر کی طرف چل دیا۔ اور جس روز شہر میں داخل ہوا۔ تمام لواحقین کے لئے دعا کرتا ہوا داخل ہوا۔ فتح مند و ^{۹۲۴} ۱۵۱۸ ۲۱ ماہ صفر میں ہوئی۔ ایک شاعر نے اس پر یہ شعر کہے

مظفر شاہ سلطان جہاں گیر (ترجمہ) اے مظفر شاہ سلطان جہاں گیر! آپ نے دین و مذہب کی از سر نو بنیاد رکھی۔

اساس شرع دین از نو نہادے (ترجمہ) چھ دنوں میں قلعہ مندو پر قبضہ کر لیا ایسے پختہ طلسم گرفتہ قلعہ مندو بشش روز کو آپ نے کھول دیا۔

ہیں بس بہر تاریخش کہ گویم (ترجمہ) اس کی تاریخ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں کہوں کہ مندو کی حکومت جو ہاتھ سے چلی گئی تھی آپ نے وہ پھر واپس دلادی۔

والیضا

منظرفشاہ سلطان جہانگیر آں کہ تیغ او (ترجمہ) مظفر شاہ سلطان جہانگیر جس کی تلوار نے
بنائے کفر را ویراں دین شرع را نو کرد کفر کی بنیادوں کو ویراں اور مذہب کو نیا کر
دیا ہے۔

چو از بخت ہمایوں کرد فتح قلعہ مندو (ترجمہ) جب اپنے بخت مبارک کی وجہ سے
بود تاریخ سال آں ہمایوں فتح مندو کرد قلعہ مندو فتح کیا تو تاریخ سال یہ تھی کہ ہمایوں
نے مندو فتح کر لیا۔

ایک صاحب نے قلعہ مندو کی تاریخ فتح "قد المندو سلطانہا" سے مستخرج کی۔
سلطان مظفر شاہ کے یہ واقعات ایسے عجائبات سے ہیں۔ جن کی مثال ہندوستان
بلکہ دنیا جہاں کے بادشاہوں میں نہیں پائی جاتی۔

ان تمام واقعات میں یہ واقعہ عجیب ترین ہے کہ سلطان محمود شاہ خلجی اور اس
کے اجداد سلطان مظفر شاہ گجراتی کے اسلاف کے بدترین دشمن تھے۔ انہی خلجی کے
دادا سلطان محمود شاہ خلجی کبیر نے پے در پے ان پر حملے کئے۔ مگر ہر حملہ پر ناکام ہو کر
لوٹا۔ اسی محمود صغیر خلجی "المنندو کا باپ غیاث الدین سلطان محمود شاہ الکبیر گجراتی
کے خلاف ہندو کی حمایت کے لئے نکلا۔ جیسا کہ اس کے دادا کا ماجرا ہے۔ ایک شاعر
سلطان محمود الکبیر گجراتی کی مدح میں کہا تھا

محال ہے کہ زمانہ ان جیسا کوئی اور شخص پیدا کرے۔ و زمانہ تو اس بارے

میں بہت ہی بخیل ہے۔

آصفی فرماتے ہیں :-

۹۳۱ھ میں سلطان مظفر حلیم ممدوح دعائے استسقا کے لئے نکلے۔ فقر اور مساکین

میں خوب جی بھر کر خیرات کی اور ان سے بارش کے لئے دعا کی درخواست کی۔ خود مہلی پر
پر آکر نماز پڑھائی۔ اس کی دعاؤں کا آخری حصہ یہ تھا۔

اللہم انی عبدک ولا املک لنفسی شیاء یا اللہ! میں تیرا غلام ہوں۔ اور کسی شے کا

فان تلك ذنوبي حبست القطر مالک نہیں! اگر میرے گناہ بارش کے مانع ہیں تیری
عن خلقك فها نا حيتي بيدك مخلوق سے تو اے میرے پروردگار! یہ میری پیشانی
فاغتثا يا ارحم الراحمين - ! تیرے قبضے میں ہے جس طرح تو چاہے مجھے ذلیل

کر۔ پس اے ارحم الراحمين ہماری فریاد رسی فرما۔
یہ کلمات آواز سے کہنے کے ساتھ اُس نے اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر بار بار یا ارحم
الراحمين اپکارنا شروع کیا۔ ابھی اس نے اپنا سر نہیں اٹھایا تھا کہ بارانی ہوائیں چلنا
شروع ہو گئیں۔ سمندر میں جوش پیدا ہوا۔ بجلی کوندی، بادل گر جا اور مینہ برسنا شروع ہو
گیا۔ اُس نے اسی سجدہ کے اندر رب العالمین کے حضور خراج تشکر پیش کیا۔ تب وہ
مخلوقات کی بہبود کے لئے زبان سے دعا کرتا ہوا اور دونوں ہاتھوں سے دولت کی جھڑی
لگاتا ہوا واپس لوٹا۔

نماز استسقاء سے کچھ عرصہ بعد اس کے وجود میں کسلان پیدا ہو گیا۔ جس کے بعد
علامت ضعف معده نمودار ہوا۔ بدن کمزور پڑ گیا۔ اسی دوران میں اس نے ایک مجلس
منعقد کی جس مجلس میں حکومت کے سربراہ اور وہ افراد کے ساتھ علمائے دین و صوفیائے یقین
بھی تشریف فرما تھے۔ اور ان سے آخرت پر گفتگو کرنے کی استدعا کی۔ یہ گفتگو اللہ رب العالمین
کی رحمت اور احسان تک آپہنچی۔ یعنی مسلمان میں تمام اوصاف حسنہ سہی مگر اس کی رحمت اور
احسان کے بغیر یہ اوصاف بھی بخشش کا وسیلہ نہ ہو سکیں گے۔ سلطان نے اس گفتگو
میں خود اللہ کے احسانات اور نعمتوں اور اپنے عجز کا اعتراف کیا۔ اور فرمایا کہ مجھے اپنے
استاد المسند العالی مجدد الدین نے اپنے مشائخ سے جو احادیث بیان کی تھیں۔ وہ مجھے محفوظ
ہیں۔ اور میں ان روایات کے راویوں کی نسبت اور ثقاہت کے ساتھ ان کے حالات
و سوانح اول سے لے کر آخر تک جانتا ہوں۔

اسی طرح آیات قرآن کا معاملہ ہے۔ جن کے حفظ اور تفسیر و شان نزول و علم قرأت کی
دولت مجھے اللہ نے عطا فرمائی۔ رہا علم فقہ! تو وہ بھی مجھے مستحضر ہے جس سے میں حدیث نبویؐ

من یرد اللہ بہ خیراً یفقیہ فی الدین :- کے مطابق بہرہ مند ہوں۔ اور اسی طرح میں نے پورے چھ مہینے صوفیا کے مشاغل برتنے پر گزار دیے۔ اس سے مشائخ کے معمولات تزکیہ نفس مقصود تھا۔ بمصداق حدیث :- من تشبہ بقوم فهو منهم :- اب میں طمع کر رہا ہوں ان صوفیاء کے بتائے ہوئے اعمال کی برکتوں کا۔ بہر تسمک لفظ عسی و لعل کے ساتھ۔ اور یہ کہ میں نے تفسیر معالم التنزیل کا مطالعہ شروع کیا امید تھی کہ عنقریب پوری کتاب پر عبور ہو سکے گا۔ مگر اب صورت یہ پیش آگئی ہے کہ اس تفسیر کو انشاء اللہ جنت میں جا کر پورا کر سکوں گا۔ اے صاحبو! اپنی اچھی دعاؤں کے اندر مجھے یاد رکھو! کہ میرے اعصاب مجھے جواب دے چکے ہیں۔ جن کی دوا صرف اللہ سبحانہ کی رحمت ہے۔ اس کے بعد تمام حاضرین مجلس نے سلطان کی درازی عمر کے لئے دعا کی۔

آصفی فرماتے ہیں :-

سلطان مظفر گجراتی ^{۹۳۲ھ} _{۱۵۲۵ء} میں جاپانیر سے نکل پڑا۔ جب کہ اس کے انداز میں اس کا دنیا میں آخری وقت معلوم ہو رہا تھا۔ اُس نے اپنا سب گرد و پیش بدل ڈالا۔ اور خیرات میں بہت کثرت کر دی۔ احمد آباد پہنچنے تک اس کی داد و دہش کے یہی اطوار تھے۔ اور احمد آباد میں ورود کے بعد وہ مقدس مزاروں پر بار بار جانے لگا۔ اور ان پر خیرات کر لے میں اور مبالغہ شروع کر دیا۔ اُسے علامہ خرم خاں سے بہت حسرتیں تھیں۔ ایک روز علامہ صاحب سے فرمایا۔ میں جن افراد پر صدقہ و خیرات کرتا ہوں اپنی

۱۔ اللہ تعالیٰ جس پر مہربان ہوتا ہے اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔

۲۔ جو شخص کسی قوم کی نقالی کرے اس کا شمار اُس قوم میں ہوگا۔ (مترجم)

۳۔ مترجم عسی اور لعل دونوں حروف ہیں یعنی تمنیٰ۔ عسی کی مثال :- عسی ان تحبوا

شیاء و هو کثرہ لکم (قریب ہے یہ کہ جس امر کو تم پسند کرتے ہو وہ تمہارے لئے

غیر نافع ہو اور لعل کی مثال ہے :- لعل اللہ یحدث بعد ذالک امراً (امید کہ اللہ

تعالیٰ اس کے بعد کوئی اور صورت پیدا کر دے۔)

وانست میں انہیں مستحق سمجھ کر عطا کرتا ہوں۔ مگر ڈنٹا ہوں کہ اس بار سے میں مجھ سے ایسی افزائش ہوتی ہو کہ جو لوگ غیر مستحق ہیں۔ انہیں مقدم کر دوں اور جو لوگ مستحق ہوں انہیں موخر رکھوں میں نہیں کہہ سکتا کہ قیامت کے روز اگر مجھ سے یہ سوال ہوا تو اس کا کیا جواب دوں گا؟

یوم رحلت | جمعہ کا روز تھا وہ دربار سے محل میں گیا۔ اور دن ڈھلنے تک ایک ہی پہلو پر استراحت فرما رہا۔ اس نے پانی طلب کیا۔ وضو کر کے دو رکعت ادا کیں یہاں سے اٹھ کر زنان خانے میں گیا۔ جہاں اس کے تمام حرم یاس کی حالت میں روتے اور آہ و بکا کرتے ہوئے آپہنچے۔ کہ آج کے بعد آپ اور ہم یک جہانہ ہو سکیں گے۔ سلطان نے انہیں صبر اور اس صبر کے اجر کی تلقین کی۔ انہیں مال و منال عطا فرمایا۔ اور رخصت کرتے ہوئے اللہ کے سپرد کیا۔ اب وہ زنانے سے نکل کر باہر چلا آیا تو ذرا دیر کے بعد راجہ محمد حسین المخاطب بہ اشجع الملک آگئے۔ ان سے سلطان نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم کی وجہ سے بڑا مرتبہ دیا ہے۔ اور میں بھی اس نعمت سے مستفیض ہوں۔ میں آپ سے اپنی آخری خدمت کا خواستگار ہوں۔ کہ آپ میری وفات کے لمحہ میں مجھ پر سورہ یسین پڑھیں۔ مجھے غسل دیں اور نرم ہاتھ لگائیں۔ اور میری میت کے ساتھ وہ بتاؤ کریں جس کا میں مستحق ہوں۔ سلطان نے علامہ کے سامنے کچھ مال بطور فدیہ حاضر کیا۔ اور ان کے لئے دعا بھی کی۔ اس کے بعد سلطان نے علامہ صاحب سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اذان جمعہ کا وقت ہے۔ جس کے لئے مسلمانوں کو بلایا جاتا ہے۔ سلطان کی عادت نماز جمعہ کے لئے قبل از وقت مسجد میں آنے کی تھی۔ مگر آج اس نے فرمایا کہ میں نماز ظہر تو آپ لوگوں کے اندر پڑھے لیتا ہوں۔ مگر عصر کی نماز جنت میں ادا کروں گا۔ انشاء اللہ۔ یہ کہہ کر اس نے شرکائے مجلس کو نماز کے لئے جانے کی اجازت دے کر اپنے لئے مصیٹے طلب کیا۔ یک سوخ ہو کر نماز کی نیت باندھ لی۔ اور محل میں جن افراد سے وہ جدا ہونے کو تھا۔ ان کو طلب کر کے اپنی قبر کا ذکر شروع کر دیا۔ اس لمحہ کے اندر اس کی آخری دعا یہ تھی۔

رب قد اتیتنی من ملک و علمتی یا الہ! تو نے مجھے بادشاہت بھی دی۔ اور ناقابل فتح من تاویل الاحادیث فاطر السموات امور کے حل کرنے کی علمیت بھی! اے آسمانوں اور زمین

والامراض توفی مسلماً والحقی من الصالحین (سورہ یوسف)
 رحمت کر اور صالحین کے زمرے میں شامل کر۔
 اس دعا کے بعد وہ اپنے منہ پر کھڑے ہو گئے، بعد میں اپنے پلنگ پر لیٹ گئے۔ ان کے
 حواس بجا ہی تھے، چہرہ قبلہ رخ تھا۔ زبان پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جاری تھا۔ آنکھوں
 سے آنسو ٹپک رہے تھے اور ادھر مسجد کے اندر خطیب ممبر پر ان کے لئے دعا مانگ رہا تھا۔
 وفي ذلك عبرة لمن القى السمع وهو شهيد (اور اس معاملہ میں نصیحت ہے ہر
 اس فرد کے لئے جو دل کے کان سے سنتا اور غور کرتا ہے۔)

اس کی وفات ۱۲ جمادی الاولیٰ ۹۳۲ھ کے روز ہوئی۔ تابوت سرکھج میں لے جا کر
 ان کے والد کی قبر کے پاس سپرد خاک کیا گیا۔ ان کے حسنات پر عماد الکاتب نور الدین شہید
 نے جو مرثیہ کہا اس کے دو شعر یہ ہیں:-

اے وہ سلطان! جس کا زمانہ ہمیشہ اس کے فضل رحمت کی وجہ سے قابلِ فخر رہا۔
 تو دنیا کا مالک رہا۔ اور جب اُسے چھوڑا تو آخرت کا مالک ہو گیا۔

۵۳۸۔ خواجہ مظفر علی تربتی

م ۹۸۸ھ در ماہ ربیع الاول
 ۱۵۸۰ء

”الوزیر الکبیر“ مظفر علی تربتی نواب مظفر خاں۔ بیرم خاں خاناں کے ندما میں سے تھے
 اور ان کی وفات کے بعد سلطان اکبر کے مقرب ہو گئے۔ اور بتدریج وزارت عظمیٰ کا مرتبہ
 ۹۸۱ھ میں حاصل کیا۔

فاضل، کریم النفس اور سیاست و تدبیر میں پورے ماہر تھے۔ ان کی یادگار آگرے کی
 جامع مسجد ہے ۹۸۹ھ در ماہ ربیع الاول میں آسودہ خاں ہوئے (عبد الرزاق در آثار الامراء)

۵۳۹۔ شیخ معروف اجمیری

م ۹۹۸ھ
 ۱۵۸۹ء

”الشیخ الصالح“ معروف بہ سعد الدین محمود صدیقی اجمیری دہلوی۔ یکے در شاخِ شنبہ

مولد و منشأ المجیرہ از اعمال دھار و صوبہ مالوہ)

نارنول تشریف لائے۔ یہاں شیخ نظام الدین کی خدمت میں برسوں باریاب رہ کر استفادہ کیا، پھر دھار لوٹ کر برسوں اقامت کے بعد سفر حرمین میں حج و زیارت سے بہرہ مند ہوئے۔

وفات ۹۹۵ھ میں پائی دگر از ابرار

۵۴۰۔ الشیخ معروف جون پوری

”الشیخ الکبیر“ معروف بن عبد الواسع بخاری جون پوری۔ مشہور ہے کہ یہ شیخ جلاء الدین حسینی بخاری کی اولاد میں سے تھے۔ مولد و منشأ جون پور۔ علوم ظاہر اور طریقہ چشتیہ دونوں شیخ ہر اد جون پوری سے حاصل کئے۔ البتہ طریقہ قادریہ و شطاریہ شیخ محمد بن عبد العزیز جون پوری سے عطا ہوا۔ اور خود کو تدریس و زہد و عبادت اور جملہ علائق دنیا سے یک سو ہو کر دعوت الی الحق کے لئے خود کو وقف کر دیا۔ مسلسل تیس سال تک اسی پر رہے۔ ان سے شیخ احمد بن زین جون پوری اور شیخ نظام الدین اینٹھوی کے علاوہ اور بے شمار لوگ مستفیض ہوئے۔

۵۴۱۔ شیخ ملوک شاہ بدایونی

۹۹۹ھ در ۲۷ ماہ رجب ۱۵۴۱ھ

”الشیخ الفاضل“ ملوک شاہ عمری بدایونی کنیت ابو عبد القادر یکے از علمائے صالحین شیخ ہاتم بن ابو حاتم سے تحصیل علوم کی۔ بعد ازاں سید جلال الدین حسینی بدایونی کی خدمت میں برسوں باریاب رہے۔ اور شیخ عبد اللہ چشتی بدایونی سے طریقت میں بہرہ مند ہوئے۔ مرض اسمال کبدی سے وفات پائی۔ مدفن شہر بسا اور اور تاریخ وفات ۲۷ رجب ۹۹۹ھ میں ہوئی۔ ان کے صاحبزادہ عبد القادر نے ان کی تاریخ رحلت ”جہان فضل“ سے مستخرج کی۔

۵۴۲۔ قاضی منجھلا جون پوری

”الشیخ الفقیہ القاضی منجھلا جون پوری فقہ و ادب عربی میں ممتاز۔ جون پوری کی فضا
پسرد ہوئی۔ جس پر برسوں فائزر رہے۔ بعدہ شیخ علی بن قوام حسینی جون پوری کے سامنے
ذالوئے ادب تہ کیا۔ اور ان سے طریقہ عشقیہ شطاریہ میں اکتساب فیض کیا (عارف
در عاشقیہ)

۵۴۳۔ شیخ منجھن کمال پوری

”الشیخ العالم الصالح منجھن کمال پوری۔ یکے از فقہائے زمانہ۔ اعمال کے سلسلہ
میں لوگوں سے سختی سے احتساب کرتے۔ طریقہ عشقیہ شیخ علی بن قوام حسینی سے
حاصل کیا اور مدت دراز تک ان کی خدمت و صحبت میں رہے (عاشقیہ)

۵۴۴۔ شیخ منصور لاہوری

”الشیخ الفاضل منصور ابن ابو المنصور حنفی لاہوری۔ یکے از علمائے مشہورین۔
نحو و ادب اور دوسرے علوم و فنون اپنے خسر شیخ سعد اللہ لاہوری سے اور
بعض علوم ممدوح کے شیخ اسحاق بن کا کو سے پڑھے۔ جن کی خدمت میں عرصہ تک
باریاب رہے۔ حتیٰ کہ اس محنت اور عرق ریزی کی بدولت خود مسند تدریس آراستہ
کرنے کا ملکہ پیدا ہو گیا۔

صاحب ترجمہ نہایت نازک مزاج ”سلیم الذہن“ دور رس اور گفتگو میں کمال ملکہ
رکھتے۔ امرا کے ہم مجلس تھے جو آپ کی تعظیم میں پیش پیش رہتے۔ سلطان اکبر تیموری
نے آپ کو مالوہ میں قاضی القضاة مقرر کر دیا۔ جہاں ایک مدت بسر کی۔ واپس لاہور
تشریف لائے۔ کہ سلطان نے آپ کو جنگلی مہموں پر تعینات کر دیا۔ جو علاقہ بجاڑ اور
پہاڑی علاقوں میں حد نظر تھیں (عبد القادر بدایونی)

۵۴۵۔ الامیر الکبیر منعم خاں ترکمانی

م ۹۸۳
۶۱۵۷۵

”الامیر الکبیر منعم بن بیرم ترکمانی یعنی توابع منعم خاں خاناں ہندوستان کے مشہور امراٹے سلاطین سے تھے، سلطان بہایوں کی خدمت کی اور اس کے بعد سلطان اکبر کی خدمت میں مدت دراز تک خدمت و چاکری کر کے ۹۷۷ھ میں خاں خاناں یعنی امیر الامرا کے عہدہ تک پہنچے جسے انہوں نے کامل چودہ برس تک نبایا۔

ان کی یادگار میں دریائے گوہتی پر جون پور شہر کے اندر ایک پل ہے جو انہوں نے ۹۸۱ھ میں تعمیر کرایا۔ یہ پل عجائبات عالم میں سے ہے۔ ایک صاحب نے اس پل کی تاریخ تعمیر ”صراط مستقیم“ سے نکالی ہے۔ ان کا انتقال قریہ ٹانڈہ صوبہ بنگال کے اندر ۹۸۳ھ میں ہوا (ماثر الامراء) ۶۱۵۷۵

۵۴۶۔ الشیخ منور بن نور اللہ جمہراوی

م ۹۹۰
۶۱۵۸۲

”الشیخ الصالح“ منور بن نور اللہ بن معز الدین بن ہداد قاضی محمد شرعی جمہراوی یکے از افراد علم۔ طریقت میں شیخ خانوں بن علاء ناگوری سے مستفیض ہوئے۔ برسوں تک ان کی خدمت میں باریاب رہے۔ ان کی معیت میں ناگور، چندیری، آگرہ و گوالیار کا سفر کیا جس کے بعد مرشد نے انہیں آگرہ میں سکونت کا ارشاد فرمایا۔ جہاں، ۲ ذی قعدہ ۹۹۰ھ میں وفات پائی (گلزار ابرار)

۵۴۷۔ قاضی من اللہ کاکوروی

”الشیخ العالم الفقیہ القاضی“ من اللہ بن نعیم اللہ بن تاج الدین بن شہاب الدین صدیقی کاکوروی یکے از علمائے مشہورین علوم ظاہر و باطن دونوں میں علامہ سعد الدین ابن بدھن

بن محمد خیر آبادی مصنف مجمع السلوک سے مستفیض ہوئے۔ ان کے فرزند المعروف بہ سعدی انہی کے شاگرد ہیں۔

۵۴۸۔ شیخ من اللہ جون پوری

م ۹۷۰
۱۵۶۲ھ

”الشیخ الکبیر“ من اللہ بن بہاؤ الدین عمری چشتی جون پوری المشہور بہ شیخ اڈھن مولد و متشابہ جون پور اپنے والد سے مستفیض اور ان کے بعد مسند شجیت پر فائز ہوئے۔ ایک سو سال کی عمر پائی آپ کی قبولیت عام تھی۔ اہوازہ بیعت حاصل تھا۔ شیخ شہاب الدین محمود از شیخ برہان الدین از شیخ صدر الدین محمد بن احمد حسینی البخاری سے۔

مونس الذاکرین۔ یہ اپنے فن میں ایک نہایت عمدہ کتاب ہے۔

نصاب معرفت

دکنج ارشدی مؤلفہ جون پوری

بدایونی نے لکھا ہے کہ آپ بڑھاپے کی وجہ سے اٹھنے بیٹھنے بلکہ ہلنے چلنے تک سے معذور ہو گئے تھے۔ اور ان کے تلامذہ و مریدین ہی انہیں اٹھاتے بیٹھاتے تھے۔ ہاں ہمہ فرض نماز کھڑے ہو کر ادا کرتے۔ اور سنن و توائل بیٹھ کر پڑھتے۔ مگر مجلس سماع میں کھڑے ہو کر وجد کرنے لگتے اور اس حالت میں کوئی قوی سے قوی آدمی بھی انہیں نہ بیٹھا سکتا۔

م ۹۷۰
۱۵۶۲ھ

میں رحلت فرمائی ”شیخ اڈھن“ کے لفظ سے ان کی تاریخ وفات مستخرج ہوتی ہے۔

۵۴۹۔ شیخ مودود گجراتی

م ۹۱۳
۱۵۰۷ھ

”الشیخ العالم الصالح“ مودود بن علم الدین عین الدین شاطبی صدیقی فتنی گجراتی۔ یکے از کاظمین قرأت و تجوید اپنے والد سے پڑھا۔ جن کی خدمت میں برسوں باریاب

رہے۔ اور ان کی رحلت کے بعد شیخ حلقہ کے منصب پر فائز ہوئے۔ بے شمار انفاس آپ سے فیض یاب ہوئے۔ ۹۱۳ھ میں فتن گجرات کے اندر رحلت فرمائی۔

۵۵۰۔ شیخ مودود لاہوری

۹۳۷ھ
۱۵۳۰ھ

”الشیخ العلامة“ مودود بن ابو مودود حنفی صوفی لاری یکے از مشائخ صوفیہ۔ علوم ظاہری میں شیخ و علامہ عبد الغفور لاری تلمیذ مولانا جامی سے پڑھے۔ طریقت میں بابا نظام الابدال سے مستفیض ہوئے۔ کئی مشائخ کبار کا زمانہ پایا یعنی (۱) شیخ نعمت اللہ عدولی (۲) شیخ قاسم الانوار وغیرہما۔

سلسلہ میں دنیا پر لات مار کر آگرہ تشریف لائے۔ اور برسوں اقامت کے بعد پانی پت پہنچے۔ جہاں شیخ عبد الملک بن عبد الغفور سے ابن عربی کی فصوص سبقا پڑھی۔ ۹۳۷ھ میں پانی پت ہی میں رحلت فرمائی (گلزار ابرار) ۱۵۳۰ھ

۵۵۱۔ شیخ موسیٰ الہداد لاہوری

۹۲۵ھ
۱۵۱۹ھ

”الشیخ الصالح“ الہداد لاہوری یکے از رجال معرفۃ شیخ شہر اللہ بن یوسف ملتانی اور شیخ ابو الفتح عارثی سے مستفیض۔ خود مغلوب الحال و صاحب کشف و کرامات تھے۔ ۹۲۵ھ میں وفات پائی۔ ۱۵۱۹ھ

۵۵۲۔ شیخ موسیٰ گجراتی

”الشیخ الفاضل“ موسیٰ بن ابو موسیٰ گجراتی ملقب بہ کلیم الدین۔ اپنے دور کے مشائخ کبار سے تھے۔ شیریں سخن، کلام میں فصاحت۔ عبادت میں انہماک اور اذقات کے پابند تھے۔ احمد آباد میں رحلت فرمائی (گلزار ابرار)

۵۵۳۔ شیخ میراں تتوی سندھی

۹۴۹ھ
۱۵۴۷ء

”الشیخ الفاضل میراں بن یعقوب تتوی سندھی یکے از علمائے کبار۔ کئی سال شغل تدریس میں گزارے۔ ان کے شاگردوں میں سلطان مرزا شاہ حسین والی سندھ کے علاوہ بے شمار افراد تھے۔ ۹۴۹ھ میں رحلت فرمائی۔ ایک صاحب نے ان کی تاریخ وفات ”علامہ وارث الانبیاء“ سے مستخرج کی۔ مزار مکی پہاڑ پر ہے (معصوم ابن صفائی در تاریخ)

۵۵۴۔ مولانا میر علی سرہندی

”الشیخ الفاضل میر علی حنفی سرہندی۔ یکے از علمائے صالحین مولد و منشا سرہند۔ شیخ بدرالدین سرہندی کی خدمت میں برسوں باریابی سے طریقت حاصل کی ان سے شیخ عبدالحی سرہندی اور دیگر الفاس بہرہ ور ہوئے۔“

۵۵۵۔ میر محمد خاں غزنوی

۹۸۳ھ
۱۵۷۵ء

”الامیر الکبیر“ میر محمد بن یار محمد حسینی غزنوی۔ یکے از امرائے دولت تیموریہ سلطان ہمایوں اور ان کے بعد اکبر بادشاہ کی خدمت میں برسوں ملازم رہے۔ پنجاب پر نیابت سپرد ہوئی۔ اور سالہا سال تک وہاں حکومت کی۔ پھر ان کے لئے سبھل کے جوار میں جاگیر عطا ہوئی۔ اور جب فتن فتن ہوئے تو انہیں وہاں پر نیابت تفویض ہوئی۔ آپ مرد فاضل و شاعر و سخن اور دلیر و جرات مند تھے۔ بہت بڑے معرکے سر کئے اور وسیع علاقوں پر حکمران ہوئے۔ فارسی میں ایک دیوان اپنی یادگار چھوڑا۔ سرود و نغمہ کے بھی ماہر تھے۔ نمونہ اشعار ہے۔

در جوانی حاصل عمرم بنسدادانی گذشت
آں چہ باقی بود آں ہم در پشیمانی گذشت

(ترجمہ) جوانی میں میرا حاصل عمر نادانی میں گزر گیا اور جو باقی تھا وہ پشیمانی میں گزر گیا۔
 ۹۸۳ھ میں رحلت فرمائی (ماثر الامراء)
 ۱۵۷۵ء

۵۵۶۔ خواجہ میرک اصفہانی

۹۸۲ھ
 ۱۵۷۴ء
 "الوزیر الکبیر" خواجہ میرک اصفہانی الدیر نواب چنگیز خان۔ ریاست و سیاست ہردو
 کے یکہ تازہ۔ ہندوستان وارد ہو کر احمد نگر دکن پہنچے۔ جہاں کے سلاطین و حکام نے اُن کی بڑی
 آؤ بھگت اور یہ بڑے آرام سے یہاں مقیم ہو گئے۔ اور انہیں سلطان مرتضیٰ نظام شاہ
 والی احمد نگر نے اپنے خواص میں شامل کر کے نیا بت مطلقہ تفویض فرما کر خطاب چنگیز خان
 سے سرفراز فرمایا۔ تب آپ نے لوگوں پر اپنے اخلاقی اثر کے ساتھ نئے شہروں کی تعمیر اور
 زراعت کی ترقی میں بیش از بیش حصہ لیا۔ بے شمار ارباب و اصحاب قلم آپ کے ہاں
 پہنچے۔ آپ احسان پیشہ۔ نفع رساں، دلاور اور مدبر و سنجی تھے۔ قلعہ دولت آباد حبیباً مضبوط
 گڑھ فتح کیا۔ اور مندرجہ ذیل مقامات اپنے محروسات میں شامل کر لئے۔ کاویل۔ نرنالہ۔
 ایلیچپور کے علاوہ چند قلعے نیز جن کی بدولت آپ کے محروسات میں اضافہ ہو گیا۔ اسی عرصہ
 میں سلطان مرتضیٰ نظام شاہ "المجنون" سے کسی وجہ سے بدگمان ہو گیا۔ اور اپنے طبیب خاص
 بھرس مصری سے انہیں نہ ہر دلو اگر دنیا سے رخصت کر دیا۔ ان کی رحلت کے مندرجہ ذیل
 سنین بتائے جاتے ہیں۔ ۹۷۲ھ — ۹۸۰ھ (بحوالہ تاریخ فرشتہ) مگر میرے اندازے
 میں ۹۸۲ھ صحیح ہے اور ہر سہ سنین پر اصل ماخذ دیکھنے سے فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔
 ۱۵۷۴ء

۵۵۷۔ قاضی مینا بن یوسف مندوی

"الشیخ العالم الفقیہ" قاضی مینا بن یوسف بن حامد بن ابو المفاخر ابن لیسین مندوی
 یکے از علمائے کبار۔ مولد و منشا مندو۔ عضو ان شباب میں چندیری آئے۔ اور یہاں
 کے اساتذہ سے پڑھا۔ مگر جب رانا سانگا نے چندیری پر حملہ کیا۔ تو آپ جتھرہ آکر

سکونت پذیر ہو گئے۔ بعدہ سلطان قادر شاہ مالوی کے عہد میں مندو لوٹ آئے سلطان مندو
نے آپ کو مندو کا قاضی مقرر کر کے اپنے ندیموں میں شامل کر لیا۔
ان کا دادا الہین سلطان محمود شاہ خلجی کے عہد میں مندو کے اندر عہدہ قضاۃ پر فائز
تھے۔ (محمد بن الحسن در گلزار ابرار)

۵۵۸۔ شیخ میاں جیو گجراتی

۹۸۵ھ
۶۱۵۷ھ
”الشیخ الفقیہ الزاہد“ میاں بن داؤد قننی گجراتی یکے از علمائے صالحین مولد قنن
(گجرات) مندو میں پرورش پائی۔ اور بہان پور و گجرات میں تعلیم حاصل کی۔ طریقت
میں شیخ احمد بن جعفر شیرازی و شیخ صدر الدین ذاکر بڑودی کی خدمت میں برسوں بابرہابی
سے مستفیض ہوئے۔ حتیٰ کہ رتبہ مشائخ کبار پر آپہنچے معیشت کے لئے تجارت کرتے
وفات ۹۸۵ھ میں مندو ہی کے اندر ہوئی۔ (محمد بن الحسن گلزار ابرار)

۵۵۹۔ قاضی نجم الدین گجراتی

۹۱۱ھ
۶۱۵۰ھ
”الشیخ العالم الفقیہ“ قاضی نجم الدین حنفی گجراتی قاضی القضاۃ در گجرات بعد سلطان
محمود شاہ الکبیر۔

لوگوں پر دین کے بارے میں سخت گرفت کرتے۔ حتیٰ کہ ایک روز کسی زرگر کے
ہاتھ میں سارنگی دیکھ کر پوچھا کہ یہ کسی کے واسطے جاری ہے ہو۔ زرگر نے کہا۔
سلطان کے لئے! قاضی نے زرگر کے ہاتھ سے سارنگی چھین کر توڑ ڈالی۔ مگر جب
یہ خبر سلطان کو پہنچی تو سلطان نے از رو تفریح فرمایا۔ قاضی صاحب ہم کمزوروں کے بارے
میں تو بڑی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مگر جب جانیں کہ رسول آباد کے شیخ پر یہ جرأت
کریں! ان سے سلطان کی مراد شیخ کبیر محمد بن عبد اللہ الحسینی بخاری سے تھی۔ جو ریشمی لباس

پہنتے۔ اور سماع کے رسیا تھے۔

قاضی صاحب سلطان کا یہ طعنہ سن کر رسول آباد پہنچے۔ مگر شیخ کی صورت دیکھتے ہی مرعوب ہو گئے اور احتساب کی جرأت نہ ہوئی۔
ان کے حضور سہر نیاز جھکا کر طریقت میں حلقہ بگوش ہو گئے۔ (جراتی درمراۃ سکندر)
وفات ان کی ۹۱۱ھ میں ہوئی جیسا کہ خزینہ میں ہے،

۵۶۰۔ مولانا نجم الدین تسری

مہ ماہ جمادی الاولیٰ ۹۹۷ھ

”الشیخ الفاضل“ نجم الدین تسری ماہر علوم حکمیہ۔ ہندوستان آئے۔ اور احمد نگر کو پسند کر کے وہاں طرح اقامت ڈال دی۔ جہاں کے بادشاہ اور رؤسا سے بیش از بیش انعامات حاصل ہوئے۔ مگر ماہ جمادی الاولیٰ ۹۹۷ھ میں احمد نگر کے اندر قتل کر دیئے گئے۔ (محمد بن قاسم در تاریخ)

۵۶۱۔ قاضی نصر اللہ سندھی

”القاضی العالم الفقیہ“ قاضی نصر اللہ بن ابوسعید بن زین الدین حنفی بکراتی بھکری سندھی احمد الفقہاء المشہورین ”شہر بھکری میں اپنے بھائی قاضی قاضن کی جگہ پر عمدہ تضاۃ پر فائز ہوئے“ (معصوم بن صفائی ترمذی در تاریخ)

۵۶۲۔ شیخ نصیر الدین دہلوی

”الشیخ العالم الکبیر“ نصیر الدین بن سماء الدین بن فخر الدین حنفی دہلوی یکے از مشائخ کبار اپنے والد سے اکتساب کیا۔ اور طریقت کے جملہ اصناف سے بہرہ مند ہو کر ان کے مسند ارشاد پر فائز ہوئے۔ عالم صانع، معتدین اور زاہد و پارسا ہونے کے ساتھ لوگوں سے مستغنی رہتے اور دہلی میں آسودہ لوح ہوئے (شمس التواریخ)

۵۶۳۔ شیخ نصیر الدین گجراتی

م۔ ۲۷، ۱۵۰۴ رجب ۹۱۰ھ

”الشیخ الصالح الفقیہ“ نصیر الدین بن مجد الدین بن سراج الدین بن کمال الدین العمری گجراتی، یکے از مشائخ چشتیہ۔ مولد و منشا احمد آباد۔ اپنے شہر کے اساتذہ سے پڑھا۔ بعد ازاں اپنے والد سے طریقت میں مستفیض ہوئے۔ اور ان کی رحلت کے بعد مسند ارشاد و سلسلہ بیعت شروع کر دیا۔ سدا اپنے اسلاف کے انداز پر ترک دنیا و تجرد پعمل پیرا رہے۔ ۲۷، ۱۵۰۴ رجب ۹۱۰ھ کے روز آسودہ لحد ہوئے۔

۵۶۴۔ مولانا نصیر الدین کشمیری

م۔ ۹۲۴ھ
۱۵۳۹

”الشیخ العلامة“ نصیر الدین کشمیری یکے از علمائے کبار۔ جن سے یعقوب بن الحسن و شمس الدین پال اور داؤد الحسن و رضی اللہ عنہ کے سوا اور بھی اکثر انھوں نے تربیت حاصل کی۔ صاحب ترجمہ پر شیعہ ہونے کی تممت بھی تھی۔ یعقوب بن الحسن نے اپنی کتاب مغازی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لکھا ہے کہ وہ نابینا پیدا ہوئے۔ لیکن اللہ سبحانہ نے انہیں ”بصیرت“ عطا فرمادی۔ وہ علم کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور علمائے اکابر کی صف میں جا پہنچے۔ میں (یعقوب) نے ان سے معانی و بیان و بدیع و منطق و فلسفہ و کلام و تصوف کے سوا اور بھی اکثر علوم میں استفادہ کیا۔ ۹۲۴ھ میں پائی۔ قریہ خندہ پورہ میں سپرد لحد ہوئے۔

وفات (روضۃ الابرار)

۵۶۵۔ شیخ نصیر الدین جھونسوی

م۔ ۲۰، ربیع الاول ۹۸۰ھ
۱۵۷۲

”الشیخ العالم“ نصیر الدین مدلیقی حنفی جھونسوی، یکے از کبار چشتیہ۔ فارسی

عنقوان شباب میں پڑھ کر بنارس آگئے۔ اور شیخ حسن بن داؤد بنارسی سے پڑھا۔ بعدہ جون پور گئے اور یہاں شیخ چندن محدث جون پوری سے تربیت حاصل کی۔ پھر بنارس لوٹے تو شیخ حسن بن داؤد نے انہیں تدریس پر مامور فرما دیا۔ اور مصطفیٰ آباد میں آکر برسوں درس دیا۔ اور جب شیخ حسن مجدد حج کے لئے چلے تو راستے میں مصطفیٰ آباد وارد ہوئے۔ یہاں انہیں خرقة کے ساتھ بعض اور ادکی تلقین فرما کر رخصت کیا۔ شاگرد اپنے استاد کے ساتھ حج کے لئے جانا چاہتے تھے۔ مگر جب شیخ حسن نے انہیں اپنا خلیفہ مقرر فرما دیا تو دریائے گنگا سے اس طرف قریہ جھونسوی متصل الہ آباد آکر سکونت اختیار کر لی۔

اس قریہ میں انہوں نے یکے بعد دیگرے کئی چلے کھینچے۔ جن میں اوراد و روزہ داری اور نوافل شغل رکھا۔ مگر جماعت اور جمعہ ترک نہ کیا۔ طریقہ شطاریہ انہوں نے شیخ فرید الدین احمد گوالیاری سے حاصل کیا۔ آخر میں ان کی قبولیت عام ہو گئی۔ کتاب محبوب السالکین ان کی تصنیف اشغال پر ہے۔ شیخ فرید نے انہیں اسد العلماء کا لقب عطا فرمایا۔ آپ نے ۲ ماہ ربیع الاول ۹۸۰ھ میں جھونسوی کے اندر رحلت فرمائی۔ (دکنج ارشدی)

۵۶۶۔ شیخ نصیر الدین جون پوری

م۔ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۹۱۵ھ

”الشیخ الصالح“ نصیر الدین بن محمد بن رفیع بن نجم الدین بن رکن الدین عباسی سمرقندی ثم ہندوستانی ظفر آبادی۔ یکے از کبار علم و طریقت۔ شیخ قطب الدین البصیر قلندر جون پوری سے مستفیض ہو کر قریہ پیگیو کے اندر (از اعمال ناہل پور) جو شہر جون پور سے دس میل مسافت پر ہے سکونت پذیر ہو گئے اور وہیں ۲۵ جمادی الاولیٰ ۹۱۵ھ میں سپرد خاک ہوئے۔

۵۴۷۔ شیخ نصیر الدین ہندولی

(در عہد بیرم خان)

”الشیخ الصالح“ نصیر الدین ہندولی۔ یکے از افراد علم و طریقت۔ شیخ سلیمان بن عرفان ہندوی کے خلفائے تھے (بروایت محمد بن الحسن در گلزار ابرار) یہ تذکرہ بدایونی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ بدایونی فرماتے ہیں۔ میں نے ان سے آگرے میں سید شاہ میر بن ارخ السید رفیع الدین محدث کے ہاں ملاقات کی۔ مرد پارسا اور ستودہ اخلاق منش تھے کیمیاگری میں شہرت تھے۔ جیسا کہ سلطان ہمایوں کا ماجر اسے کہ جب سلطان مقام چوسر میں شکست کھا کر آگرہ لوٹے۔ تو شیخ ممدوح نے آپ کو تانبے کے ظروف اور اسی دھات کے آلات فراہم کر کے میرے ہاں بھجوانے کا حکم دیا۔ جو سلطان کے سونے کے کر دئے۔ آپ بیرم خان کے عہد میں ہی ملک عدم ہوئے۔

۵۴۸۔ شیخ نظام الدین کاکوروی

۹۸۱ھ
۱۵۷۳ء

”الشیخ العالم الکبیر“ نظام الدین بن سیف الدین بن علوی کاکوروی المشہور بہ شیخ مہیکہ۔ از نسل محمد بن حنفیہ۔ مولد کاکوروی از اعمال لکھنؤ۔ سال ولادت ۸۹۰ھ۔ ۱۵۸۵ء۔ اپنے والد اور شیخ عبداللطیف ہروی سے پڑھا۔ صحیح بخاری اور جامع الاصول مولانا ضیاء الدین محدث سے نہایت تدریج و ضبط کے ساتھ پڑھ کر دہلی تشریف لے گئے جہاں شیخ ابراہیم بن معین الحسینی الایرجی سے طریقت میں مستفیض ہوئے۔ اور مدت تک جن کی خدمت میں باریاب رہے۔ پھر کاکوروی لوٹے اور تدریس و تلقین میں مصروف ہو گئے۔ اب کالپی کا سفر فرمایا۔ وہاں شیخ ابراہیم بن معین الحسینی الایرجی سے طریقت میں مستفیض ہوئے۔ اور مدت تک جن کی خدمت میں باریاب رہے۔ پھر کاکوروی لوٹے اور تدریس و تلقین میں مصروف ہو گئے۔ اب کالپی کا سفر فرمایا۔ وہاں شیخ ابراہیم

بن احمد بن الحسن الشریف الحسینی الکیلانی سے استفادہ کے بعد واپس کاکوری لوٹ کر
ازسرنو تدریس و افتادہ شروع کر دیا۔

آپ عوام پر طریقت کے حقائق نہ کھولتے اور فرماتے کہ جو شخص ان حقائق
کو کھولنے کی کوشش کرے گا وہ اپنا انجام خطرے میں ڈالے گا۔ سماع کا شوق فراتے
لیکن دوسروں کو اس سے منع کرتے (بدایونی)

تصانیف { (۱) المنہج فی اصول الحدیث { دونوں تصوف کے حقائق پر ہیں
(۲) شرح الملہمات القادریہ

۹۸۱ھ میں انتقال ہوا۔ و کشف المستودعی
۶۱۵۴۳

۵۶۹۔ شیخ نظام الدین مندوی

۲۰ ماہ ذوالحجہ ۹۵۰ھ

”الشیخ الصالح“ نظام الدین بن شرف الدین بن غیاث الدین الحسینی المندوی۔

ازنسل شیخ کبیر محمد بن یوسف الحسینی الدہلوی مدفون گلبرگہ۔ شیخ بہ بان الدین چشتی سے
طریقت میں بہرہ مندی کے بعد برسوں اذکار و اشغال میں مصروف رہے معیشت
کے لئے دست و بازو کی محنت کا ثمرہ حاصل کرتے، سلطان بہادر شاہ گجراتی اور
ہمایوں تیموری بار بار ان کی ملاقات کے لئے آئے۔

اولاد میں چوبیس فرزند اور سب کے سب نیک اور صالح تھے۔

۹ ماہ ذوالحجہ ۹۵۰ھ کے روز ہوئی۔ مندویں آسودہ لحد ہوئے۔

وفات { دگلزار ابرار
۱۹۲۳

۵۷۰۔ شیخ نظام الدین نازولی

۲۸ صفر ۹۹۶ھ

”الشیخ العالم الکبیر“ نظام الدین بن عبد الکبیر حنفی نازولی بچے از مشائخ کبار چشتیہ

کہا جاتا ہے کہ ان کا نام الہداد تھا، اور ان کے والد حضرت شاہ محمد غوث گوایری معتمد الجواہر الخمسه کے اصحاب سے تھے۔ جن کی معیت میں آپ گوالیار گئے اور شاہ صاحب مدوح کے زاویہ میں عزت گزین ہوئے۔ یہاں تحقیق علوم و اشغال میں بے حد کوشش کے بعد ممتاز اقران ہوئے۔ حتیٰ کہ علوم عالیہ میں فائق ہو گئے بعدہ شیخ خانون بن العللاء ناگوری سے طریقت میں استفادہ کیا۔ اور نارنول میں چالیس سال تک مرتبہ مشیخت پر فائز رہے۔ نارنول کے اندران کا بہت بڑا مدرسہ تھا ان سے بے شمار افراد نے استفادہ کیا۔

وفات | ۲۸ ماہ صفر ۹۹۶ھ کے روز ہوئی دگلزار ابدال

۱۔ شیخ نظام الدین امینٹھوی

۲۸ ذی قعدہ ۹۹۶ھ تا ۱۵۴۱ھ

”الشیخ العالم الفقیہ الزاہد نظام الدین بن محمد لیسین بن فخر الدین بن ابو الفضل بن تاج الدین عثمانی امینٹھوی۔ یکے از مشائخ کبار چشتیہ۔ شیخ سری سقطی کی اولاد سے تھے۔ مولد امینٹھوی، عنفوان شباب میں تعلیم پر متوجہ ہو گئے۔ جس کے لئے ایک سفر جون پور کا کیا اور یہاں شیخ معروف بن عبدالواسع کی خدمت میں تا بہ مدت باریاب رہ کر پڑھا۔

دوسرا سفر مانک پور کا ہے۔ جہاں طریقت میں شیخ نور بن حامد حسینی سے مستفید ہوئے۔

نکاح | اب جون پور اور دہلی سے امینٹھوی لوٹے۔ تو بی بی محذورہ جہاں بنست خاصہ خدا صالحی سے عقد فرمایا۔

تیسرا سفر گویا مٹو کا ہے۔ جہاں اپنی صاحبزادی کا عقد آدم بن محمد الصدیقی سے کیا۔ اور یہاں طرح اقامت ڈال دی۔

دوسرا نکاح | اپنا دوسرا نکاح کبرینی میں شیخ عبدالرزاق بن خاصہ خدا صالحی کی دختر

سے کیا۔

اولاد میں چھ صاحبزادے بطن مخدومہ محمد رحمہ سے متولد ہوئے (۱) عبد الجلیل (۲) عبد الوہاب (۳) عبد الواسع (۴) محمد (۵) احمد (۶) عبد الحلیم۔ جن میں سے عبد الواسع عبد الوہاب و عبد الجلیل تو اپنے والد کی زندگی ہی میں رحلت کر گئے۔ اور محمد ان کی وفات کے بعد آپ کی نیابت خلافت پر فائز ہوئے۔ جس پر احمد نے تئہ زعمہ بر پاکر دیا۔ تو آپ گو پامٹو تشریف لے گئے، جہاں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کے دوسرے حرم کے بطن سے صرف ایک صاحبزادے جعفر نام تھے۔

آپ علمائے ربانی سے تھے۔ بے شمار افراد آپ سے مستفید ہوئے مشغلہ تدریس و تلقین حسن و اخلاص کے ساتھ ہمیشہ جاری رکھا۔ خود اللہ کے ساتھ وابستہ رہتے، خوف ہمہ وقت طاری رہتا۔ مراقبہ تو معمول ہی تھا۔ اپنے دولت کدہ یا مسجد کے علاوہ کہیں تشریف نہ لے جاتے۔ سفر کرتے تو خیر آباد شیخ نظام الدین حسینی کی ملاقات کے لئے یا فتح پور میں شیخ عبد الغنی بن حسام الدین اور کبھی گو پامٹو کا برائے ملاقات شیخ مبارک بن شہاب۔

آپ اسرار معرفت کسی کے آگے بیان نہ کرتے۔ اس بارے میں ان کا مدار احیاء العلوم و عوارف و رسالہ مکینہ اور آداب المریدین پر تھا۔ بدایونی لکھتے ہیں کہ انہوں نے شیخ ابو الفتح بن نظام الدین کے ہاتھ میں فصوص دیکھی تو چھین لی۔ اور مطالعہ کے لئے انہیں اپنے پاس سے ایک اور کتاب دی۔

معمولات عبادت میں | جمعہ کی نماز سے قبل سنن احتیاطیہ ادا کرتے۔ خطبے میں کسی بادشاہ کا نام نہ لیتے۔ نہ کسی شخص کو بیعت کرتے

اور نہ اپنے اصحاب کو اشغال کی تلقین کرتے۔ جوتے پہنے نماز پڑھتے اور فرماتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم میں نماز ادا فرمائی تھی۔ نماز فجر غلے (اندھیرے) میں ادا کرتے، سماع سے واسطہ نہ تھا۔ بلکہ اپنے اصحاب کو بھی اس سے منع کرتے اور فرماتے کہ جب کسی کام کی حلت و حرمت میں شبہ ہو تو اس طرف جانا چاہیے جس طرف زیادہ

احتیاط ہو۔

۲۸ ماہ ذی قعدہ ۹۹۹ھ میں ہوئی۔ تردی بیگ نے ان کے مزار پر ایک
 رحلت سر بلند عمارت تعمیر کرا دی اور شیخ جنید سندیلوی جو آپ کے مرید تھے انہوں
 نے مادہ تاریخ "ملک گفتہ کہ اوباد درست پیوست" سے مستخرج کی۔

۵۷۲۔ شیخ نظام الدین خیر آبادی

۲۳ ماہ ربیع الاول ۹۹۳ھ
 ۶۱۵۸۵

"الشیخ العالم الکبیر" نظام الدین بن سید میرن بن نور بن مدن بن سعید بن قاضی
 شیخ بن الفام بن رکن الدین بن محمد بن نور بن احمد بن محمود الحسینی خیر آبادی۔ یکے از
 علمائے مشہورین و از نسل سید محمود الحسینی الشیورانی۔ مولد و منشا بلدہ سندیلہ۔
 شیخ سعد الدین بن قاضی بڑھن خیر آبادی کی بیعت صغریٰ میں کی۔ تحصیل علم کے
 لئے سببھل گئے، یہاں علامہ عزیز اللہ تبلیغی سے پڑھا۔ اور دوسرے شہروں کے
 اساتذہ سے بھی استفادہ کیا۔ خیر آباد لوٹے۔ تو مسند تدریس و افتاء مزین فرمائی۔ اور
 اپنے شیوخ کی زندگی ہی میں اکابر کی صف تک جا پہنچے۔ طلباء دور دور سے کھج کر آنے
 لگے۔ لیکن اثنائے تدریس ہی میں جذبہ ربانی نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ آپ سائیں پور
 چلے آئے۔ اور صفی الدین عبد الصمد سائیں پوری کے حضور باریاب ہو کر طریقت میں
 فیض یاب ہوئے تو خیر آباد لوٹ کر حسن قصد و اخلاص و انقطاع الی اللہ سبحانہ و
 تجرد عن اسباب دنیا کی طرف مائل ہو گئے۔ لوگ اگر کچھ نذر کرتے تو قبول نہ فرماتے۔

۲ ربیع الاول ۹۹۳ھ کے روز وفات پائی۔ (د اخبار الاخبار)

۵۷۳۔ شیخ نظام الدین بدخشی

۹۹۳ھ
 ۶۱۵۸۵

"الشیخ العلامة" نظام الدین حنفی بدخشی نواب غازی خاں از نسل حسن بن ابوالحسن

البصری مولد خراسان۔ علوم میں مولانا محمد سعید و علامہ عصام الدین ابراہیم اسفرائینی اور
دوسرے اساتذہ سے فیض کام اور ذکر میں شیخ حسین خواجہ زمی سے مستفید ہوئے ۹۸۲ھ
میں ہندوستان تشریف لے آئے۔ سلطان اکبر تیموری کی عنایات کے مورد ہوئے حتیٰ کہ
آپ کو مناصب جلیلہ پر فائز کیا اور غازی خان کا خطاب بخشا۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ سلطان کے لئے سجدہ تحیۃ انہی کی اختراع ہے۔
ممدوح صاحب تصانیف تھے۔ ازال جملہ (۱) شرح عقائد پر مفصل حاشیہ ہے۔
(۲) رسالہ فی اثبات الکلام (۳) ایمان التحقیق والتصدیق وفات ۹۹۳ھ میں اودھ کے
اندر ہوئی۔ سن شریف ستر سال کا تھا۔

۵۷۴۔ جام نظام الدین سندھی

۹۱۲ھ
م ۱۵۰۸

”الملك الفاضل“ نظام الدین زندہ بن پاپنہ بن انور بن صلاح الدین بن تاجی از
از شایان سندھ۔ قبیلہ سمنہ سے تعلق تھا۔ علامہ شہاب احمد بن حجر مکی نے اپنے ایک رسالہ
”ریاض الرضوان فی ماثر عبد العزیز آصف خان میں ان کی نسب حضرت عمر بن الخطاب
تک پہنچائی ہے اور لکھا ہے کہ میں نے آصف خان ہی سے سنا کہ بعض ثقہ حضرات
نے بتایا کہ یہ اصلاً محزومی تھے۔ مشہور یہ ہے کہ وہ خالص ہندوستانی تھے۔ اور قبیلہ
سمنہ سے متعلق تھے۔ والد اعلم،

وہ ۲۵ ماہ ربیع الاول ۸۶۶ھ کے روز طلوع فجر کے وقت تخت حکومت پر
بیٹھتے اور اڑتالیس سال تک حکومت کی۔

وہ عادل و فاضل اور رحیم و کریم بادشاہ اور اہل علم کے محب و محسن تھے، انہوں
نے جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی کو ہندوستان آنے کی دعوت دی اور شمس الدین
اور معین الدین کو تحائف دے کر ان کے پاس بھیجا۔ لیکن دوانی یہ تحائف پہنچنے سے
پہلے دنیا سے چل بسے۔

صاحب ترجمہ کو مسلمانوں سے جنگ کرنا پسند نہ تھا۔ جب وہ اپنے گھوڑوں کی پیشانی پر ہاتھ پھیرتے تو کہتے "خدا نہ کرے میں تم پر سواری کروں۔" یہ اس لئے کہ ان کے حدود مسلمانوں کی سرحد سے ملے ہی ہوئے تھے۔

وہ بڑے پارسا اور ہمیشہ خیرات کرنے کے عادی تھے ان کا دامن نہایت احسن اور خوشحال تھا۔ وفات ۹۱۴ھ ۱۵۰۸ء میں پائی۔

۵۷۵۔ شیخ نظام الدین منیری

"الشیخ الفاضل" نظام الدین منیری قلندر۔ جو ہمیشہ زادہ تھے شیخ قطب الدین عمری جون پوری کے۔ جن سے صاحب ترجمہ نے طریقت بھی حاصل کی۔ تصانیف میں ایک الفصیحة الکبریٰ ہے۔ اور دوسری کتاب اس قصیدہ کی شرح بعنوان الصراط المستقیم جو ۹۸۰ھ میں لکھی۔ اور قبران کی اس ذخیرہ میں ہے جو مقام منیر اور عظیم آباد کے درمیان ہے۔ (راصول المقصود)

۵۷۶۔ شیخ نوح بن نعمت اللہ سندھی

م۔ ۲۴ ماہ ذیقعدہ ۹۹۸ھ ۱۵۸۹ء

"الشیخ الفاضل العلامة" نوح بن نعمت اللہ الصدیقی حنفی سندھی۔ ساکن قریہ ہالہ قندہ در صوبہ سندھ۔ ریاست علم و فضل میں فائق اقران تھے۔ جیسے بن تاسم شہابی سندھی نے ان کا ذکر اچھے پیرائے میں لکھا ہے اور یہ کہ آپ قرآن پاک کی تفسیر میں نیابت دقیق نکات بیان فرماتے۔ (گزار ابرار)

پنج شنبہ کے روز ۲۴ ماہ ذیقعدہ ۹۹۸ھ میں ہالہ قندہ میں وفات ہوئی۔ (القانع در تحفۃ الکرام)

۵۷۷۔ شیخ نور الحق حسینی مانکیپوری

م ۹۲۱
۱۵۱۵ھ

”الشیخ الکبیر“ نور الحق بن الطاهر حسینی مانکیپوری یکے از مشائخ کبار چشتیہ مولد و منشا مانکیپور۔ اپنے والد کی خدمت میں مدقوں باریاب رہے اور انہی سے علوم کا کتاب کیا اور ان کی رحلت پر مسند شیخ خیت پر فائز ہوئے۔ آپ سے بے شمار افراد مستفید ہوئے۔ صاحب کشف و کرامات تھے ۹۲۱ھ میں رحلت فرمائی۔
دکنج ارشدی

۵۷۸۔ شیخ نور الدین سفیدونی

م ۹۹۴ھ

”الشیخ العالم الکبیر“ نور الدین بن سلطان علی رضوی ہروی ثم ہندی سفیدونی۔ علم الافلاک از قسم ہیئت و ہندسہ و اصطربلاب میں فائق الاقران تھے۔ مولد جام در نواح خراسان اور منشا مشہد الرضا ہے۔ بعد سلطان سہیلوں ہندوستان آگئے اور سلطان محمود کے مقرب ہوئے۔ جنہوں نے انہیں اپنا جلیس مقرر کر لیا۔ اور ان کے بعض علمی کمالات حاصل کئے۔ صاحب ترجمہ نے سلطان سے علم الاصطربلاب حاصل کیا۔

بدایرنی فرماتے ہیں کہ انہیں منطق و حکمت و شعر اور ریاضی میں بہت شغف تھا خوش اور اپنے معاصرین سخی و کریم النفس تھے۔ آپ نے دریائے جمناسے ایک نہر کرناں تک کھدوائی۔ پھر اور نہریں نکلوائیں۔ جن کا طول ایک سو میل کے قریب تھا۔ عوام ان کے مدت تک مستفیض ہوتے رہے۔ (اور سفیدوان قریب ہے سرہند سے قریب۔ جو ان کے زیر نگین تھا، شعر بھی کہتے نمونہ ہے۔)

چودست مابدامن و صلت نے رسد
پائے طلب شکستہ بدامال نشستہ ام

(ترجمہ) جب ہمارا ہاتھ تمہارے دامن وصل تک نہیں پہنچتا تو ہم پائے طلب کو توڑ کر بیٹھ گئے۔

سلطان اکبر کے عہد ۹۹۴ھ میں رحلت فرمائی۔

۵۷۹۔ شیخ نور الدین جون پوری

م۔ ۲۲ صفر ۹۴۳ھ

”الشیخ الصالح“ نور الدین بن نصیر الدین عباسی جون پوری۔ یکے از مشائخ قلندریہ۔ طریقت میں اپنے والد اور شیخ قطب الدین عمری جون پوری سے مستفید ہوئے اور وفات ۲۲ ماہ صفر ۹۴۳ھ کے روز ہوئی۔

۵۸۰۔ مولانا وجیہ الدین گجراتی

م۔ ۹۹۸ھ

”الشیخ الامام العالم الکبیر العلامۃ“ وجیہ الدین بن نصر الدین بن عماد الدین علوی گجراتی۔ یکے از اساتذہ کبار۔ ان کی کثرت تصانیف اور تدریس میں ان کا کوئی مواصران کی برابر ہی نہیں کر سکتا تھا۔

مولد جاپانیر۔ سال ولادت ۹۱۱ھ۔ علمائے عہد سے اکتساب کے بعد علامہ عماد الدین محمد بن محمود طارمی سے منطق و فلسفہ و کلام اور اصول و غیرہ از منہم جملہ علوم عالیہ و عالیہ استفادہ کیا۔ اور مطالعہ پر اس طرح مائل ہو گئے کہ اور کوئی کام ہی نہ تھا۔ جس کی بدولت قائل و ممتاز اقران کے درجے تک آ پہنچے۔

فیصلہ جہات و فتوے نویسی اور تدریس و تصنیف پر بیس سال کی عمر میں مائل ہو گئے۔ حتیٰ کہ اپنے شیوخ کی زندگی میں یہ فوقیت حاصل کر لی۔ خرقہ خلافت شیخ قاضی خاں چشتی نہروالی المشہور بہ قاضی قاضی نے عطا فرمایا۔ اور طریقہ عشقہ شطاریہ میں شاہ محمد غوث گوالیری مؤلف الجواہر المنسہ سے استفادہ کے بعد ان کے اذکار مشاغل

برسوں معمول بہ رہے۔

بڑے صاحب صدق و اخلاص و قانع تھے تھوڑی سی شے پر صبر کرتے۔ شرافت
طینت میں تھی۔ لباس میں کسی فرد بشر سے امتیاز مد نظر نہ تھا۔ جو کچھ حاصل ہوتا طلباء پر
صرف کر دیتے۔ موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے۔ مگر تدریس و رغبت الی اللہ اور اسباب
دنیوی سے تجر و میں کمی نہ آتی۔ نہ امراء و اغنیاء کے دروازوں پر جاتے۔ الا شاذوہ
بھی مجبوراً یعنی کسی کی سفارش کے لئے۔ اپنے دولت کدہ اور مسجد میں عبادت اور
طلباء کو افادہ کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا۔

تصانیف میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ ترتیب عبارات و تقسیم ابواب و فصول میں
نہایت شستگی ہوتی۔ وہ تصانیف یہ ہیں۔

- (۱) حاشیہ علی تفسیر البیضاوی
- (۲) حاشیہ علی اصول البرزوی
- (۳) حاشیہ ہدایہ مرغینانی
- (۴) حاشیہ شرح وقایہ
- (۵) حاشیہ مطول و مختصر ہر دو
- (۶) حاشیہ عنندیہ حاشیہ تلویج
- (۷) حاشیہ بر شرح تجرید اصفہانی
- (۸) حاشیہ القدیمۃ للدوانی
- (۹) حاشیہ بر شرح المواقف للجرجانی
- (۱۰) حاشیہ بر شرح حکمت العین
- (۱۱) حاشیہ بر شرح المقاصد
- (۱۲) حاشیہ بر شرح چغمنی
- (۱۳) حاشیہ بر شرح شمسہ رازی
- (۱۴) حاشیہ بر شرح الکافیۃ ملا جامی

(۱۷) حاشیہ بر شرح الارشاد دولت آبادی

(۱۷) شرح بر رسالہ قوشچی در ہیئت

(۱۸) شرح بر ابیات التہلیل

(۱۹) شرح لوائح

(۲۰) شرح جام جہاں نما

(۲۱) شرح تجتہ الفکر ابن حجر در اصول حدیث

وفات | درس ۹۹۸ھ جس پر ایک صاحب نے مادہ تاریخ "شیخ وجیہ الدین" سے مستخرج کیا۔ قبر ان کی احمد آباد میں ہے جو زیارت گاہ علوام ہے۔

۵۸۱- شیخ وجیہ الدین چند واری

۱۔ الشیخ العالم الصالح "وجیہ الدین بن نظام الدین حسینی چند واری" یکے از مشائخ چشتیہ۔ مولد و منشأ چند واریہ، لکھنؤ اور فیض آباد کے وسط میں ایک بستی ہے۔ تعلیم۔ میزان منشعب سے لے کر حسامی تک اپنے وطن کے اساتذہ سے پڑھیں۔ پھر شیخ محمد بن منکن صدیقی ملاوی کی خدمت میں باریابی کے لئے ملاؤہ کا سفر فرمایا۔ ان سے فاتحہ فراغ پڑھنے کے بعد طریقت میں استفادہ کیا۔ اور کئی چلے کیے۔ جن کے اندر روزہ و نماز کی پوری پابندی تھی۔

تصانیف | ۱) مصباح العاشقین فی الیصال احوال السالکین (فارسی) در احوال مشائخ چشتیہ۔ جو ۹۳۴ھ میں لکھنا شروع کی اور اسے چار مقالات پر

منقسم فرمایا۔ (۱) در اخبار شیخ محمد بن منکن (۲) در اخبار شیوخ شیخ محمد بن منکن نابہ شیخ معین الدین چشتی اجمیری و متذکرۃ الصدر شیوخ کے معاصرین از علماء و مشائخ۔ (۳) اذکار و اشغال (۴) اخبار شاگردان و اصحاب در طریقت شیخ محمد بن منکن۔ اس کتاب کا آغاز ان الفاظ سے ہوتا ہے۔

الحمد للہ الذی یسیر لنا ما فی السموات والارض۔

۵۸۲۔ شیخ ودود اللہ مالوی

۹۹۳ھ
۱۵۸۵ء

”الشیخ الصالح“ ودود اللہ بن معروف صدیقی مالوی از نسل حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر الصدیق۔ ان کا لاد تھا۔

طریقت میں شیخ محمد غوث گوالیری کے مرید تھے جن کی خدمت میں بارہ سال باریاب رہے۔ ان کی تصنیف الجواہر المنہ ان سے پڑھی۔ اور جب شیخ ممدوح گجرات تشریف لے گئے تو آپ مالوہ کی بستی آشتی میں منتقل ہو گئے۔ ان دنوں یہ قریہ بھوپا میں شامل ہے۔ یہاں حضرت لاد نے ۹۹۳ھ تک قیام فرمایا اور برہان پور سے ملحقہ بستی جامود میں سکونت اختیار فرمائی۔ وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ سال وفات ۹۹۳ھ ہے (گلزار ابرار) ۱۵۸۵ء

۵۸۳۔ شیخ ولی شطاری

۹۵۴ھ

”الشیخ الصالح“ ولی بن اکولی شطاری از مشائخ عشقہ شطاریہ جو مستفیض تھے غا واسطہ کار سے۔ اور ان سے استفادہ کیا۔ شیخ بہاؤ الدین زکریا اجودھنی، اور ان کے برادر زادہ شیخ حاجی بن علم الدین العجائب نے بشمول بے شمار الفاس کے۔ وفات ۹۵۴ھ میں ہوئی (گلزار ابرار) ۱۵۷۹ء

۵۸۴۔ شیخ ولی محمد گجراتی

۹۸۶ھ
۱۵۷۹ء

”الشیخ الصالح“ ولی محمد حنفی شطاری گجراتی یکے از مشائخ شطاریہ، مولد و منشاء جاپانیر۔ بیعت کی شیخ قطب الدین نروالی ذاکر کی۔ پھر شاہ محمد غوث گوالیری کی خدمت

میں باریاب ہو کر ان کی بیعت کی۔

تصنیف :- شرح نزہۃ الارواح -

۹۸۲ھ میں گجرات سے برہان پور تشریف لاکر سکونت پذیر ہو گئے اور وہیں

۹۸۴ھ میں رحلت فرمائی۔

۵۸۵۔ الشیخ ھبۃ اللہ شیرازی المشہور بہ شاہ میر

«الشیخ الفاضل العلامة» ھبۃ اللہ بن عطاء اللہ بن لطف اللہ بن سلام اللہ

بن روح اللہ الحسینی شیرازی المشہور بہ شاہ میر۔ بچے از علمائے کبار۔ مولد و منشا
شیراز۔ شیخ صدر الدین شیرازی مؤلف الاسفار اللہ لبعہ کے ہم سبق رہ کر ان کے
اساتذہ سے علوم کی تحصیل کی۔ اور حدیث اپنے نانا ابو الفتوح طارعی سے پڑھی
اور انہی سے خرقہ حاصل ہوا۔ مدتوں ان کی خدمت میں باریاب رہے۔ بعد ازاں

ولی کبیر حضرت دواۃ عمر روشنی الخلو فی الایدھنی التبریزی متوفی بہ تبریز ۸۹۲ھ
مشائخ کبار سے تھے۔ اور شاعری میں ان کا تخلص روشنی تھا۔ ترکی میں شعر کہتے تھے۔

ممدوح کی خدمت میں تبریز کے اندر باریاب ہوئے۔ یہ سن ۸۹۸ھ کا واقعہ ہے۔

یہ زمانہ سلطان محمود شاہ الکبیر تھا۔ ہند میں آکر ہمایوں میں سکونت اختیار کر لی۔ ان کی
علمی شہرت سن کر علم کے پیاسے دور نزدیک سے اُمنڈ کر آ گئے۔

تصانیف | (۱) اسنی الکواشف فی شرح المواقف

(۲) لوامع البرہان فی قدیم القرآن

(۳) شرح تہذیب المنطق والکلام۔

(۴) الموائکۃ علی شرح الشمسیۃ (در منطق)

(۵) رسالہ در ہیئت

(۶) رسالہ فی اصول الحدیث

(۷) رسالہ فی المسلسلات

۵۸۶۔ سلطان ہمایوں تیموری

”الملك الفاضل“ ہمایوں بن بابر بن عمر تیموری (لقب نصیر الدین نام ہمایوں تاریخ ولادت شب ۲۶ ذوالقعدہ ۹۱۳ھ۔ مولد قلعہ کابل۔ بادشاہت کی گود میں سپردان چڑھے۔ شاہی دستور کی حد تک فنون حرب و سیاست حاصل کئے۔ ان کے ساتھ زبان ترکی و فارسی و ہیئت و ہندسہ و نجوم و شعر و معہ گوئی میں کمال کے بعد علم اصطرباب نور الدین سفیدونی (بہ نمبر ۳۸۶) سے پڑھا۔

اور علامہ سفیدونی نے سلطان سے کئی فنون میں استفادہ کیا۔ ہمایوں کے اساتذہ جلال الدین تتوی و شیخ ابوالقاسم جرجانی اور مولانا الیاس اردبیلی بھی ہیں۔ موخر الذکر دونوں حضرات سے انہوں نے علامہ قطب الدین رازی کی درۃ التاج پڑھی۔ سلطان ہمایوں سدا مطالعہ کتب و علمی مذاکرات جاری رکھتے۔

اپنے والد (بابر) کے بعد ۹۳۶ھ میں آگرہ میں عنان حکومت ہاتھ میں لی۔ جس پر ایک صاحب خیر الملوک مادہ تاریخ مستخرج کیا۔ ہمایوں نے جونہی تخت پر قدم رکھا۔ خواص و عوام ہر طبقہ پر مال و دولت کی بارش کر دی۔ اب اس نے اپنے والد کی وصیت کے مطابق کالنجر کے سر بلند مستحکم قلعہ کی فتح کا ارادہ کر لیا۔ جس میں وہ کامیاب ہوا۔ پھر جون پور کی طرف عنان توجہ منعطف کی۔ جہاں سلطان محمود لودھی دند نار ہاتھا۔ اس نے تمام افغانہ کو جمع کر کے ہمایوں کا مقابلہ اس زور سے کیا کہ ہمایوں کو واپس لوٹنا پڑا۔ اور مشرقی علاقہ بھی اپنی مملکت میں شامل کر لیا۔

ہمایوں نے یہاں سے گجرات کا رخ کیا۔ جہاں اس وقت تاتار خاں بہر اقتدار تھا۔ وہ شکست کھا کر ایک طرف ہو گیا۔ گجرات سے ایک دم مالوہ لوٹا۔ اور بہادر شاہ گجراتی خائن امیر رومی خاں کی سازش سے مندر سور میں شکست دے کر مالوہ پر قابض ہو گیا۔

شیر شاہ سوری سے مقابلے | ہمایوں مالوہ میں واد عیش دے رہا تھا کہ شیر خا

سوری کے شور و شغب کی یہ آواز کان میں پڑی۔ کہ اُس نے بنگال میں زبردست لشکری قوت حاصل کر لی ہے۔ ہمایوں نے سمجھا کہ شیرخان سے دولت مغلیہ کو بڑا خطرہ ہے۔ وہ مالوہ سے نکل کر مشرق کی جانب بڑھا۔ اور مقام چوسہ پر جو آ رہے پچاس میل پر واقع ہے شیرخان کے لشکر سے لڑائی ٹھان دی۔ جس میں ہمایوں شکست فاش کھا کر بھاگا۔ مگر اس کے ہزاروں سپاہی گنگا میں ڈوب گئے۔ خود ہمایوں بھی غوطے کھا رہا تھا کہ نظام سفقہ نے اُسے بچا لیا یہ واقعہ ۹۴۶ھ کا ہے۔ سلطان آگرہ آ پہنچا۔ اور از سر نو شکست خوردہ فوج کو تیار کیا۔ اب وہ شیرخان کی طرف لپکا۔ یہ معرکہ قنوج کے نواح میں ہوا۔ اور اس میں بھی ہمایوں کو شکست ہی سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ معرکہ ۹۴۷ھ میں رونما ہوا سلطان پھر آگرہ لوٹ آیا۔ اور آگرہ سے لاہور کا رخ کیا۔ شیرخان بھی تعاقب میں تھا جس کے معاون ہمایوں کے حقیقی بھائی تھے۔ جتنے کہ سلطان سندھ آ گیا۔ وہ نہایت غمگین تھا۔ کہ اُسے کہاں پناہ ملے۔ آج اس کی ملک میں ایک اونٹ تھا۔ جس پر اس کی بیگم بھی سوار تھی۔ جو حمل سے تھی۔ وہ عمر کوٹ آ پہنچا۔ جہاں اکبر جلال الدین نے جہنم لیا۔ یہاں سے ہمایوں قندھار پہنچا۔ اس کا بھائی حسن عسکری اسے گرفتار کرنے کے لئے تعاقب میں تھا۔ ہمایوں نے اپنی بیگم اور مولود دونوں کو قندھار چھوڑ کر حدود ایران میں داخل ہو گیا۔ جس سے پورے ہندوستان پر شیرخان کا قبضہ ہو گیا۔ اور تب سے وہ شیرشاہ سے ملقب ہوا۔

ہمایوں ایران و مشہد ہوتا ہوا ترمذین میں وارد ہوا۔ طہاسپ صفوی نے سنا تو استقبال کر کے نہایت عمدہ طریق سے مہمان کی (کچھ روز ضیافت کے بعد) چودہ سو شمشیر زن دے کر (سلطان ہند کو) واپس کیا۔ اس کے تینوں بھائی خراج اطاعت لے کر حاضر ہوئے۔ سلطان نے انہیں معاف فرما دیا۔ ادھر شیرشاہ بادشاہ عظیم بھی دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔

ہمایوں نے پنجاب پر اپنا علم لہرایا۔ آگے بڑھا۔ اور سلطان سکندر شاہ سوری سے دہلی اور آگرہ واپس لیا۔ وہ اپنے تمام دشمنوں سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ کہ

اچانک اپنے دارالمطالعہ سے گر پڑا۔ یہ واقعہ ۱۲ مارچ ۱۵۵۵ء کے روز رونما ہوا۔ اس وقت مسجد میں اذان ہو رہی تھی وہ چند روز بعد دنیا سے سدھار گیا۔

اخلاق و کردار ہمالیوں فاضل بادشاہ تھا، علوم ریاضیہ میں اُسے یدِ طولی حاصل تھا علم کا دلدادہ اور علماء و اہل فضل کا دلدادہ تھا۔ ہمیشہ وضو سے رہتا۔ اور بغیر وضو کے کبھی اللہ کا نام نہ لیتا۔ بعض مورخین نے اسے شیعہ اور بعض نے سنی بتایا ہے واقعہ یہ ہے کہ وہ سنی العقیدہ اور حنفی المذہب تھا اور محرمات شرعیہ سے بالکل کنارہ کش۔

ہمالیوں اپنے والد سلطان بابر سے شجاعت و دلادری میں کم نہ تھا۔ ولیکن بابر کے مقابلہ میں کروفر اور مصائب کی برداشت میں ان کا ہم پایہ نہ تھا۔ ہمالیوں کسی طویل جنگ کے بعد استراحت بھی طویل کرتا۔ مگر اس کے باپ کی یہ عادت نہ تھی۔

اس کی شجاعت اور دلیری کے واقعات زبان زد عام و خاص ہیں۔ ازاں جملہ یہ کہ جب اُس نے ہمایوں کا قلعہ فتح کیا۔ تو یہ محاصرہ بہت طویل پکڑ گیا۔ ہمالیوں قلعہ کی دیوار سے رسی باندھ کر اپنے تین سو سپاہیوں کے ساتھ اوپر جا پہنچا۔ اور اہل قلعہ کو بے بس کر کے قبضہ کر لیا۔

سخاوت اور عفو و درنوں اس کا خاصہ تھے۔ جن میں حدِ اسراف تک پہنچا تھا۔ اس بارے میں وہ اپنے اعدا اور ان کے معاونین سے بھی یکساں سلوک کرتا۔ اس نے چو شکستیں کھائیں، ان میں اس کے بھائیوں کا دخل بھی تھا۔ جنہیں اس نے بار بار معاف کیا۔ اور مناصب جلیلہ عطا فرمائے۔ اس عفو کی وجہ سے ان بھائیوں کی بدولت صوبہ گجرات اور پنجاب دو مرتبہ ہمالیوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔

سلطان ہمالیوں شاعر و ادیب تھا۔ حلیہ گندم گون۔ وہ دہلی کے پرانے قلعہ میں فوت ہوا اور کیلو کھری میں دفن ہوا۔ اس کی قبر پر عظیم الشان مقبرہ ہے۔ اس کے

خطاطی نہایت عمدگی سے فرماتے۔

پسندیدہ اطوار اور سخی تھے۔ جاگیر کی تمام آمدنی دوسروں پر خرچ کر دیتے اور اسے اپنا بہت بڑا منافع سمجھتے۔ سلطان اکبر تیموری نے انہیں ایک تحصیل دے کر شہر حجاز کے ہاں بھیجا۔ اور آپ حج و زیارت کے بعد آگرہ پہنچ کر آسودہٴ خلد ہو گئے وفات ۹۹۹ھ ۱۵۹۰ء

میں ہوئی (مہر جہاں تاب)

۵۹۰۔ سید سلیم سامانوی

”الشیخ العالم الصالح“ سلیم بن ابوالیسین حنفی شطاری سامانوی۔ سید شاہ میر سامانوی کے عم زادگان سے آئے تھے۔ علم کے لئے شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کی خدمت میں باریا ہو گئے۔ ان سے درسیات کے ساتھ طریقت میں بھی استفادہ کیا۔ تکمیل کے بعد حج و زیارت کے لئے شہرِ حال فرمایا۔ اور شاخِ عصر سے حدیث پڑھ کر ہندوستان لڑے۔ لاہور میں اقامت فرمائی۔ اور ایک امیر کے ہاں رہ پڑے۔ کچھ مدت بعد دنیا سے کنارہ کش ہو کر کلیئۃ اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف رغبت ہو گئی۔ فقراء کا لباس زیب تن کر لیا اور سر ہند تشریف لے گئے۔ جہاں مدت تک لوگوں کی تربیت کا مشغلہ جاری رکھا۔ ایک دفعہ ان کا ارادہ گجرات جانے کا ہوا۔ تاکہ وہاں سے حجاز چلے جائیں مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ تب بنگال تشریف لے گئے۔ اور بہار کی سرحد پر ایک مدت قیام فرمایا۔ اور یہاں ان سے بے شمار النفاس مستفیض ہوئے۔ ان میں شیخ محمد بھاگلپوری ہیں۔ یہیں رحلت فرمائی۔ مگر ان کا سال رحلت معلوم نہ ہو سکا۔

۵۹۱۔ شیخ یعقوب گجراتی

م ۷۸ ذی قعدہ ۹۲۷ھ ۱۵۲۷ء

”الشیخ الصالح“ یعقوب بن خوند میر بن بدایا بن یعقوب بن محمود فتنی گجراتی۔ بچے از عالمانِ باعمل۔ مولد و منشا گجرات۔ اپنے والد اور شیخ محمد اختیار گجراتی سے پڑھا۔

آخر الذکر صاحب کی خدمت میں برسوں باریاب رہے اور خود اکابر کی صف میں آگئے
ان کے کشف و کرامات مشہور تھے۔ اور وفات ۲۸ ماہ ذی قعدہ ۹۲۷ھ میں ہوئی۔
(مرآة احمدی)

۵۹۲۔ قاضی یعقوب مانکی پوری

م ۹۹۸ھ

”الشیخ الفقیہ“ قاضی یعقوب بن ابوالیعقوب حنفی ملقب بہ قاضی کمال الدین
مانک پوری فقہ و اصول میں ممتاز الوقت۔ اپنے خسر قاضی فضیلت کی رحلت کے بعد
ان کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور سلطان اکبر تیموری سے تقرب پرشکر کی فضا
تفویض ہوئی۔ حتیٰ کہ ہندوستان کے قاضی القضاة مقرر ہوئے۔ اور مدت تک اس
منصب پر رہے۔ آخر معزولی کے بعد صرف بنگال کی فضا سپرد ہوئی۔ خوش طبع و
بلاذوق ہونے کے ساتھ لطیف المزاج تھے۔ ہندی اذنان پر عری میں شعر کہتے مقوی
و مبہمی معجونیں بکثرت استعمال کرتے۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ جب بنگال میں محمد معصوم کابلی نے سلطان اکبر تیموری کے
خلاف بغاوت کی۔ تو یہ بھی ان کے ہم نوا ہو گئے۔ اکبر نے انہیں فضا سے معزول کر
کے قلعہ گوالیار میں قید کا حکم دیا۔ جہاں پہنچنے سے قبل ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ بعض
مؤرخوں نے لکھا ہے کہ اکبر نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ یہ واقعہ ۹۹۸ھ کا ہے۔
ان کا باقیات میں سر بلند عمارتیں۔ نہریں۔ حوض اور باغات ہیں ان میں ایک
بہت بڑا حوض قصبہ سہوہ (متصل فتح پور) میں ہے۔

۵۹۳۔ شیخ یوسف بن احمد گجراتی

”الشیخ الفاضل الکبیر“ یوسف بن احمد بن محمد بن عثمان حسینی گجراتی۔ از مشاہیر الو
تصانیف دنیا ت ابن خلکان کا فارسی ترجمہ کیا جو سلطان محمود شاہ الکبیر کے

لئے تھا۔ اس کی زبان سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں دونوں زبانوں پر کامل عبور تھا۔
حضرت عثمان جو خلیفہ تھے پر ہاں الدین عبد اللہ بن محمود بن حسین حسینی بخاری گجراتی
آپ کے جد (دادا) تھے (آصفی در تاریخ)

۵۹۴۔ شیخ یوسف بن داؤد ملتانی

”الشیخ الصالح“ یوسف بن داؤد حنفی ملتانی یکے از انفاس علم ظاہر و باطن۔ شیخ
جلال الدین تھا نیسری کی خدمت میں تا بہ مدت باریاب رہ کر یہ نعمت حاصل کی۔ اگر وہیں
سکونت پذیر ہو گئے اور شیخ رفیع الدین محدث نے آپ سے استفادہ کیا۔ اگر وہی میں پیر نکلا
ہوئے جب کہ شیخ ممدوح بقید حیات موجود تھے۔ دگلزار ابرار

۵۹۵۔ شیخ یوسف بن سلیمان گجراتی

”الشیخ الفاضل“ یوسف بن سلیمان اسماعیلی سدھ پوری گجراتی از داعیان مسلک اسماعیلی
یہ تذکرہ سیف الدین عبد العلی نے المجالس السیفیہ و کتاب میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ بین گئے
وہاں علم تنزیل و تاویل شیخ عماد الدین اور یس بن الحسن اسماعیلی سے پڑھا۔ جنہوں نے اپنے بعد انہیں
خاموش نامزد کیا۔ یہ ہندوستان آکر اس شغل پر متوجہ ہو گئے۔ اور جب ان کا وقت ارتحال قریب
آ پہنچا تو انہوں نے جلال الدین گجراتی کو خلافت کے لئے نامزد کیا۔

۵۹۶۔ شیخ یوسف بن عبد اللہ ششمی

م۔ آخر ماہ شوال ۹۹۲ھ

”الشیخ الفاضل“ یوسف بن عبد اللہ ششمی انصاری اکبر آبادی یکے از علمائے ظاہر و باطن۔
اپنے والد سے تحصیل کے بعد شیخ اسماعیل بن ابدال الشریف حسنی اچھی کی خدمت میں باریاب ہوئے۔
اور ان کے استفادہ کے بعد ان کی صاحبزادی کے ساتھ عقد میں انسلاک ہوا۔ شیخ کی رحلت کے
بعد ان کی سند پر فائز ہوئے۔ درس و افادہ برسوں فرمایا۔ صدق شعار اور عفت ناک تھے۔
آخر ماہ شوال ۹۹۲ھ میں اگر وہ کے اندر سپرد لحد ہوئے (اخبار الاصفیاء) جو آپ کے پوتے

عبد الصمد بن افضل محمد بن یوسف تمیمی نے لکھی

۵۹۷۔ مولانا یوسف گجراتی

”الشیخ الفاضل“ یوسف بن ابو یوسف گجراتی برہان پوری۔ یکے از علمائے اذکیاء۔ مولد بنگال تحصیل علوم کے لئے وطن سے نکلے اور ایک ایک شہر کو کھنگال کر گجرات میں مولانا وجیہ الدین علوی کے حضور زانوئے تلمذتہ کئے۔ جن سے درسیات کے ساتھ ذکر کے طرق بھی حاصل کئے۔ گجرات برہان پور تشریف لے آئے۔ یہاں نعمت ازدواج سے متمتع ہوئے۔

آپ کے فیضان سے عیسیٰ بن قاسم سندھی اور پیر محمد الحلیم کے سوا بیشمار علماء و شیوخ فیضیاب ہوئے۔
(گلزار ابرار)

۵۹۸۔ مولانا یوسف سندھی

”الشیخ العالم الصالح“ یوسف بن ابو یوسف حنفی سندھی۔ علوم شرعیہ کی تمام شاخوں پر حاوی اور معارف ادبیہ کے اکثر شعبوں سے ممارس۔ کہ خطا و صواب میں غوراً امتیاز کر سکتے۔ مرزا باقی والی سندھ کے زمانہ میں تھے (مناوندی)

۵۹۹۔ یوسف عادل شاہ بیجاپوری

م ۹۱۴
۱۵۱۰ھ

”الملك الفاضل“ یوسف عادل شاہ شیعہ بیجاپوری۔ قبیلہ عثمانیہ سے تھے۔ یعنی مراد بن بایزید بیدرم، م ۸۵۴ھ کے انباء میں سے ان کے والد کی رحلت کے بعد جب ان کے بھائی محمد نے ان کی ولایت پر قبضہ کر لیا تو یہ اپنے قتل ہو جانے کے خوف سے ساوہ آگئے اور وہاں سے ہندوستان داخل ہو کر احمد آباد بیدرم میں طرح اقامت ڈال دی۔ جہاں کے بادشاہ کی برسوں خدمت کی۔ عرصہ کے بعد اپنی جدی سلطنت بیجاپور پر قبضہ کیا۔ پانچ سال تک برسر حکومت رہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ۸۹۶ھ تک! حتیٰ کہ ان کے اکثر شہروں پر پھینہ بادشاہ خٹوا سلطان محمود شاہ نے قبضہ کر لیا۔

سلطان یوسف (صاحب ترجمہ) نے اپنا لقب عادل شاہ مقرر کر لیا۔ اور بیجاپور میں آٹھ اثناعشر کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ اس نے اپنے خاندان کو بھی شیعہ بنا لیا۔ ہندوستان کے اندر یہ پہلے بادشاہ ہیں جنہوں نے شیعہ اماموں کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اور شیعہ مسلک ملک کے اندر جاری کروایا۔

سلطان یوسف صاحب عدل و سخاوت و حلیم و شجاع ہونے کے ساتھ علم کے میدان میں عراض و موسیقی سے بھی ماہر تھا۔ سادنگی اور طنز و دلوں پر دسترس حاصل تھی۔ خط نستعلیق نہایت خوبی کے ساتھ مرتب کرتے۔ اس پر حسن صورت سے بہرہ مند اور اہل علم کے قدردان یہ شعرا کے ہیں
 آں کس کہ علم نہ نیک نامی افر است در مزرع دہر تخم بنکوئی کاشت !
 (ترجمہ شعر) جس نے نیکی کا علم بلند کیا اُس نے زمانے کے کھیت میں نیکی کا بیج بویا۔
 نیکوال زندہ جاوید اند مرد آں کہ بہ مرد و نام نیکو نگذاشت
 (ترجمہ شعر) نیک ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ مرادہ شخص جو مر گیا اور اپنے پیچھے نام نیک نہ چھوڑا۔

۴۰۰۔ شیخ یوسف قتال دہلوی

م ۹۰۳ھ
 ۱۲۹۹ء

«الشیخ الصالح الکبیر» یوسف القتال دہلوی یکے از اولیائے کبار۔ قاضی جلال الدین لاہوری کی خدمت میں برسوں رہ کر مستفید ہوئے۔ دہلی ہی میں آسودہ لحد ہوئے شیخ علاؤ الدین بن نور الدین ابو دھنی نے ان کے مزار پر عالیشان مقبرہ تعمیر کرا دیا۔ یہ زمانہ سلطان سکند لودھی کا تھا ۹۴۹ھ میں رحلت پائی۔

۴۰۱۔ مولانا یوسف سمرقندی

م ۹۵۱ھ
 ۱۵۴۴ء

«الشیخ العلامة» یونس بن ابو یونس حنفی سمرقندی ثم سندھی۔ علوم عقلیہ میں علم العلماء سے تھے۔ سندھ آئے تو سلطان مرزا حسین شاہ نے آپ سے شرح مواقف جرجانی اور دوسری کتابیں پڑھیں ۹۵۱ھ میں وفات پائی (نہاوندی)

۴۰۲۔ مولانا یونس سندھی

«الشیخ الفاضل» یونس بن ابو یونس حنفی سندھی یکے از اساتذہ باکمال۔ ان کے شاگردوں میں قاضی عبدالغنی۔ سید ابراہیم بھکری۔ شیخ نظام الدین بن کبیر۔ شیخ طیب سندھی۔ قاضی اسحق اسیری اور دیگر بے شمار انفاس ہیں محمد بن الحسن درگلزار ابراہار

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ترجمہ

نزہۃ الخواطر

و

بہجۃ المسامع والنواظر

پاک ہند کے علماء اور مشائخ کرام (مذکرہ)

(جلد چہارم)

مؤلف :- مولانا سید عبد الحمی حسنی بریلوی (سابق مدیر ذیادۃ العلماء لکھنؤ)
مترجم :- ابو یحییٰ امام خاں نوشہری

○
باعت محکمہ اوقاف مغربی پاکستان،

مقبول کیٹھی

چوک انارکلی۔ بالمقابل المینار مارکیٹ لاہور